حقائق الفرقان

حضرت حاجی الحرمَین مولانا نور الدین رضؓ
خلیفۃ المسیح الاوّل کے درس ہائے
قرآن کریم، تصانیف اور خطبات سے مرتّبہ

تفسیری نکات

جلد سوم

سورۃ الانفال تا سورۃ الکھف

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

حقائق الفرقان

(جلد سوم)

***Haqaa'iqul - Furqaan* (Urdu)**

A collection of the Commentary of the Holy Quran compiled from the Durusul-Quran, sermons, speeches, and writings of Hazrat Khalifatul-Masih I, Maulana Hakeem Noor-ud-Deen, may Allah be pleased with him.
Volume –3
(Complete Set — Volumes 1-6)

First Edition Published in 1991-1995 (4 Volumes Set)
Reprinted in Qadian, India, 2005
Present Digitally Typeset Edition (Vol. 1-6 Set) Published in the UK, 2024

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed at:

Pelikan Basim, Turkey

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-275-9 (Set Vol. 1-6)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پیش لفظ

حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل کو خدا تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم سے جو غیر معمولی عشق اور اس کے علوم کے ساتھ جو فطری مناسبت تھی اس کا ذکر امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدّد تصانیف میں فرمایا ہے۔حضورؑ فرماتے ہیں۔

مَا اٰنَسۡتُ فِیۡ قَلۡبِ اَحَدٍ مَحَبَّۃَ الۡقُرۡاٰنِ کَمَا اٰرٰی قَلۡبَہٗ مَمۡلُوۡءًا بِمَوَدَّۃِ الۡفُرۡقَانِ

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۸۶)

میں نے کسی کے دل میں اس طرح قرآن کریم کی محبت نہیں پائی جس طرح آپ کا دل فرقانِ حمید کی محبت سے لبریز ہے۔

وَ لِفِطۡرَتِہٖ مُنَاسِبَۃٌ تَامَّۃٌ بِکَلَامِ الرَّبِّ الۡجَلِیۡلِ وَ کَمۡ مِنۡ خَزَآئِنٍ فِیۡہِ اُوۡدِعَتۡ لِھٰذَا الۡفَتَی النَّبِیۡلِ۔(صفحہ ۵۸۷)

آپ کی فطرت کو ربِّ جلیل کے کلام سے کمال مناسبت ہے۔قرآن کریم کے بےشمار خزائن اِس شریف نوجوان کو ودیعت کئے گئے ہیں۔

وَلَہٗ مَلِکَۃٌ عَجِیۡبَۃٌ فِیۡ اِسۡتِخۡرَاجِ دَقَائِقِ الۡقُرۡاٰنِ وَبَثِّ کُنُوۡزِ حَقَائِقِ الۡفُرۡقَانِ۔

(صفحہ ۵۸۴)

آپ کو قرآن کریم کے دقائقِ معرفت اور باریک نکات کے استخراج اور فرقانِ حمید کے حقائق کے خزائن پھیلانے کا عجیب مَلکہ حاصل ہے۔

اِسی طرح آپ کی تصانیف کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

مَنْ اَرَادَ حَلَّ غَوَامِضِ التَّنْزِیْلِ وَاسْتِعْلَامَ اَسْرَارِ کِتَابِ الرَّبِّ الْجَلِیْلِ فَعَلَیْہِ بِاشْتِغَالِ هٰذِہِ الْکُتُبِ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۸۴)

جو شخص قرآن کریم کے عمیق مطالب کو حل کرنے اور ربِّ جلیل کی کتاب کے اسرار جاننے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرے۔

آپ کو قرآن کریم سے جو محبت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:۔

''مجھے قرآنِ مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا کی ہی کتاب پسند آئی۔'' (بدر ۱۸ر جنوری ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

''قرآن میری غذا، میری تسلّی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔''

(ترجمۃ القرآن شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ ۴۶)

اور فرمایا کرتے تھے۔

''خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تا کہ حشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سنوں۔''

(تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۴۶)

آپ نے ساری عمر قرآن کریم کے علوم کے اکتساب میں گذاری اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر جب آپ ہجرت کر کے قادیان دارالامان تشریف لائے تو اُس دن سے وفات تک نہایت یکسوئی اور نہایت باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے میں اپنی زندگی کے اوقات صَرف فرمائے۔ قادیان میں رمضان المبارک کے خصوصی درس کے علاوہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی سارا سال قرآن کریم کا باقاعدگی سے درس دیتے تھے۔

ہزاروں صلحاء نے آپ کے درسوں سے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کے درس القرآن کے سلسلہ میں حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت اقدس علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیرِ قرآن آسمانی تفسیر ہے۔ صاحبزادہ صاحب! ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درسِ قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو۔ اگر تم نے دو تین سیپارہ بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جائے گا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس علیہ السلام نے شاید پچاس مرتبہ کہی ہوگی۔'' (تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۴۴)

یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے اِن درسوں کا خلاصہ سلسلہ کے اخبارات بدر اور الحکم میں ساتھ کے ساتھ آئندہ کے لئے محفوظ ہوتا چلا گیا۔

علوم ومعارف کا یہ قیمتی خزانہ اخبارات کی فائلوں میں منتشر اور نایاب کتب کے صفحات میں بند تھا اور نئی نسل کے لئے اس سے استفادہ کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں اِن گراں بہا دفینوں کو باہر نکال کر از سرِ نَو مرتّب کیا گیا اور الحکم اور بدر میں وعیدین۔ خطباتِ نکاح اور تقاریر سے اِس نادر تفسیری مواد کو الگ کر کے جمع کیا گیا اور پھر اسے ترتیب دے کر احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرقان حمید کے ان حقائق کو پڑھنے اور استفادہ کرنے کی ہر ایک کو توفیق عطا فرمائے اور اُن تمام احباب کو جنہوں نے اس کارِ خیر میں تعاون فرمایا اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرضِ حال

سیدنا حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو کلام اللہ سے والہانہ محبت اور بے پناہ عشق تھا۔ اس عاشقانہ محبت کی وجہ سے آپ قرآن کریم پر غور وفکر میں عمر بھر مشغول ومصروف رہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے حقائق ومعارف آپ پر کھولے گئے اور معانی ومطالب قرآن سے آپ کو آگہی بخشی گئی۔ آپ نے زندگی کا ہر دقیقہ خدمتِ قرآن میں گذارا۔ اس برکت سے آپ کو نور اور فیض عطا ہوا۔ آپ نے اس کو پھیلانے کی ہردم کوشش جاری رکھی اور قرآن کریم کی تشریح وتفسیر کے لئے درس دیئے۔ الحکم اور بدر کے ایڈیٹرز نے اس علم لدنیہ کے خزانے کو شائع کر کے انہیں محفوظ کرنے کی سعادت پائی۔ **جزاھم اللہ احسن الجزا۔**

ایڈیٹر صاحب البدر فرماتے ہیں۔

اس جگہ اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نے بہت دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح کا درس سنا ہے۔ تاہم ان نوٹوں کی طیاری میں یادداشتوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بعض دیگر دوستوں کی نوٹ بکیں بھی دیکھی ہیں۔ جن میں سے قابلِ ذکر میرے مکرم دوست جناب اکبر شاہ خاں صاحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور انہیں دینی دنیوی حسنات سے مالامال کرے اور اس کے علاوہ دو تین تفسیروں کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ جن میں سے اس جگہ قابلِ ذکر شیخ یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر الحکم کی تالیف کردہ تفسیر بنام ترجمۃ القرآن ہے جسے میں نے بہت مفید اور کارآمد نکات اور لطائف کا مجموعہ پایا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر ۹ نومبر ۱۹۱۱ء نمبر ۲، ۳، ۱۱)

یہ روحانی مائدہ متفرق اور منتشر مقامات پر موجود تھا۔ افادۂ عام کے لئے اس کو یکجا کیا گیا تھا جو حقائق الفرقان کے نام سے کتابی صورت میں شائع شدہ تھا۔

اب جبکہ حقائق الفرقان کو دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ ہوا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کتب ورسائل کو ایک دفعہ پھر اس نکتہ نظر سے دیکھ لیا جاوے تا اگر کہیں کمی بیشی ہو تو وہ مکمل ہو جائے۔

چنانچہ نئے سرے سے تمام کتب ورسائل واخبارات کو پڑھا گیا جس کے نتیجہ میں

۱۔ کئی مزید حوالہ جات اس نئی اشاعت میں شامل ہیں۔

۲۔ پہلے حوالہ جات میں بعض جگہوں پر جو کمی بیشی تھی اسے مکمل کر دیا گیا ہے۔ جس سے مضمون زیادہ واضح اور قابلِ فہم ہو جاتا ہے۔

۳۔ بعض جگہ حوالہ جات درست نہ تھے انہیں بھی درست کر دیا گیا ہے۔

۴۔ عربی عبارات اور فارسی اشعار کا ترجمہ جو پہلے شامل نہ تھا اُسے بھی دے دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرقانِ حمید کے ان حقائق کو پڑھنے اور استفادہ کرنے کی ہر ایک کو توفیق عطا فرمائے اور اُن تمام کارکنان کو جنہوں نے اس کارِ خیر میں تعاون فرمایا اپنے فضلوں سے نوازے۔

ناشر

الفهرس

سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

ہم سورۂ انفال کو اس اللہ کے اسم شریف سے پڑھنا شروع کرتے ہیں جو تہیہ اسباب کرنے والا ہے اور اسبابوں پر عمل کرنے والوں کو نتیجہ دینے والا ہے۔

۲۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۪ وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔

ترجمہ۔ تجھ سے پوچھتے ہیں امید سے زیادہ مال ملنے کا حال تم جواب دو کہ مال انفال اللہ اور رسولؐ کا ہے تو تم اللہ کا خوف کرو اور آپس میں صلح کاری کرو اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو جب تم مومن ہو۔

تفسیر۔ سورۃ نساء ۔ مائدہ۔ انسان کو تمدّن و معاشرت سکھلاتی ہیں ۔سورۃ اعراف ، انفال رسول علیہ السلام کی نبوّت کو ثابت کرتی ہیں .... ایک علمی بحث نبوت ہوتی ہے جس سے عامۃ النّاس فائدہ نہیں اٹھا سکتے ۔یہ عالی دماغ لوگوں کے متعلق ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۔ تین لفظ ہیں فئے ،غنیمت، نفل۔

فئے ۔جس مال پر مسلمانوں کا کچھ بڑا خرچ نہ ہوا ہو۔ جیسے کہ سورۂ حشر میں فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ [۱] (الحشر:۷)۔

نفل وہ مال جو خرچ کے بالمقابل زیادہ ملا ہو۔

غنیمت ۔اس لفظ کے معنوں میں عام لوگوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ جیسے ’’صاحبزادہ‘‘ اور ’’حضرت‘‘ گندے معنوں میں لئے جاتے ہیں ۔اسی طرح غنیمت کے معنے لوٹ کے مال کے کئے ہیں ۔عربی زبان میں غنیمت کہتے ہیں ۔مطلق حصولِ مال کو۔ عرب میں کسی کو رخصت کرتے ہیں تو کہتے ہیں سَالِمًا غَانِمًا ۔[۲]

۱؎ ان یہودیوں سے تم نے تو دوڑائے نہ تھے ان پر گھوڑے اور نہ اونٹ ۔ ۲؎ صحیح سالم اور مال حاصل کرتے ہوئے (تو واپس لوٹے)۔

وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۔ ہر آدمی کا وہ تعلق جو دوسرے سے ہے۔اس میں سنوار پیدا کرو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۔اور اپنی باہمی عداوتوں اور کینوں کی صلاح کرو۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳)

۳۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۔

ترجمہ۔ ایمان دار تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر آئے تو ان کے دل ڈر جائیں اور جب پڑھی جاتی ہیں اس کی آیتیں تو ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

تفسیر۔ مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل دھڑکتے ہیں اور جب ان پر نشانات الٰہی پڑھے جائیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے اور وہ اپنے ربّ پر بھروسہ کرتے ہیں۔ایسا ہی دوسری جگہ لکھا ہے کہ ذکر الٰہی سے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔پس غور کرو کہ ایسے لوگوں کو صراط مستقیم مانگنے کی ضرورت ہے یا نہیں۔ (البدر کلام امیر حصہ دوم۔مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۳۰)

۶۔ كَمَاۤ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۔

ترجمہ۔ کیونکہ تجھ کو نکالا تیرے رب نے تیرے گھر سے سچے (وعدوں) پر حالانکہ ایک گروہ مسلمانوں کا ناخوش تھا۔

تفسیر۔ كَمَا ۔ کے معنی کیوں۔

لَكٰرِهُوْنَ ۔السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ خدا کے حکم سے کراہت کریں؟ ہرگز نہیں! اس کے معنے ہیں۔ مشکل سمجھنے والے۔جیسے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ[1] (البقرہ:۲۱۷) حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا[2] (احقاف:۱۶) حمل سے کوئی شریف عورت کراہت نہیں رکھتی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

۱؎ فرض کر دیا گیا تم پر (دفاعی) جنگ و جہاد اور وہ تمہارے لئے مشکل کام ہے۔

۲؎ اس کو پیٹ میں رکھا اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا تکلیف سے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ۔ بمعنی کیونکہ۔

لَكٰرِهُوْنَ۔ مشکل سمجھتا تھا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۶)

۷۔ يُجَادِلُوْنَكَ فِى الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ تجھ سے لڑتے تھے حق بات میں اس کے بعد کہ ظاہر ہوگئی ان پر، گویا وہ ہانکے جاتے تھے موت کی طرف اور گویا اس کو آنکھ سے دیکھ رہے تھے۔

تفسیر۔ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ۔ کفار دیکھ رہے ہیں کہ مرنے کا مقام ہے۔

صحابہ کرامؓ کی ہرگز یہ حالت نہ تھی کہ وہ میدانِ جنگ میں جانے سے ڈرتے اور ان کی حالت يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ ہوتی۔ انہوں نے تو کہا لَا نَقُوْلُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِيْلَ لِمُوْسٰى اِذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ۔[1] (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

يُجَادِلُوْنَ۔ اس کی ضمیر مومنوں کی طرف نہیں پھرتی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۶)

۱۰۔ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔

ترجمہ۔ جب تم پانی مانگنے لگے تمہارے رب سے تو اس نے قبول فرمائی تمہاری دعا، میں تم کو مدد دوں گا ہزار فرشتوں سے ایک کے پیچھے ایک آنے والوں سے۔

تفسیر۔ تَسْتَغِيْثُوْنَ۔ پانی پر کفار قبضہ کر چکے تھے۔ اس لئے مورخان نے بادل مانگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

۱۲۔ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ۔

ترجمہ۔ جب تم کو ڈھانپ لیا اونگھ نے اللہ کی طرف سے تسکین کے لئے اور اتارتا تھا تم پر بادل سے

---

[1] ہم تجھے وہ نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے موسیٰؑ سے کہا تو جا اور تیرا رب۔

پانی تا کہ پاک کرے تم کو اس کے ذریعہ سے اور دور کرے تم سے شیطانی نجاست اور تمہارے دلوں پر مضبوط گرہ لگا دے اور قدموں پر جمائے رکھے تم کو۔

تفسیر۔ جنگوں میں بھی اور عام طور پر بھی دیکھا گیا ہے کہ بیٹھے بیٹھے دل کو غیر معلوم وجہ سے خوشی یا غم پہنچ جاتا ہے۔اس کے بعد کسی دن یا تو خوشی کی خبر آتی یا غم کی۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روح کو آئندہ واقعات سے ایک تعلق ہے۔اسی قانون کے ماتحت فوجی آدمی کو نیند آ جائے تو یہ اس بات کی فال سمجھی جاتی ہے کہ ضرور ہماری فتح ہوگی۔گویا اس طرز پر روح کو اللہ تعالیٰ ایک باریک علم عطا کرتا ہے۔اسی واقعہ کا ذکر کرتا ہے اِذْ یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَ یُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً پانی پر کفار کا تسلط تھا۔اس پانی کی تکلیف کے رفع کو بطور احسان فرمایا۔لِیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ۔ تا کہ تمہارے دلدّر دور ہو جاویں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

یُغَشِّیْکُمُ النُّعَاسَ۔ اونگھ سپاہی کو آتی ہے تو یہ فتح کا نشان ہے۔

لِیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ۔ احتلام کا خیال غلط ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۶)

۱۳۔ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ۔

ترجمہ۔ جب حکم دیا تیرے ربّ نے فرشتوں کو کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تو تم جمائے رکھو ایمان داروں کو۔میں عنقریب ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں دہشت اور رعب تو مارو گردنوں پر اور کاٹو ان کے پور پور۔

تفسیر۔ اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ۔ ملائک کا فعل پاک بندوں پر ظہور پکڑتا ہے۔جیسا کہ خدا کا فعل فرشتوں پر ظہور کا فعل پکڑتا ہے۔فرشتوں کا انکار تین قوموں نے کیا ہے۔دہریہؔ، برہموؔ، نیچریؔ حالانکہ جس طرح اللہ پر ایمان ضروری ہے۔اسی طرح ملائکہ پر۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

فَوْقَ الْاَعْنَاقِ۔ گردنیں اس میں شامل ہیں جیسی فَوْقَ الْاِثْنَتَیْنِ میں دو یا دو سے زیادہ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۶)

۱۴۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ۚ وَ مَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ۔ یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے سخت دشمنی کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو مخالف ہوگا اللہ اور اس کے رسول کا تو بے شک اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ عقاب سے ظاہر ہے کہ پہلے انسان جرم کرتا ہے پھر اس کو سزا ملتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

۱۶۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! جب تم مقابل ہو کافروں سے جو بڑے جتھے ہوں تو ان سے منہ پھیر کر نہ بھاگو۔

تفسیر۔ فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ۔ اس وقت بھی مذاہب میں ایک بڑی جنگ ہو رہی ہے۔ اور وہ دلائل کی جنگ ہے۔ اعتراضوں کے جواب دینے کی جنگ ہے۔ نیک نمونہ دکھانے کا دن ہے۔ پس مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ مخالفوں کے مقابلہ میں پیٹھ نہ پھیریں۔ اگر ایسا کرو گے تو بہت سی روحیں قبولِ حق کے لئے تیار ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

۱۸۔ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَ لِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ ا۔ تم نے کہاں قتل کیا انہیں لیکن اللہ ہی نے اُن کو قتل کیا اور تو نے تیر نہیں چلایا جب چلایا تیر بلکہ اللہ ہی نے چلایا اور تا کہ مومنوں سے محنت لے اچھی طرح (اور انعام دے اچھا انعام) اپنی طرف سے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

تفسیر۔ اِذْ رَمَيْتَ۔ ہتھیار پھینکا تو نے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

کیسا سچا کلمہ توحید اور راستبازی کا بھرا ہوا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے

کہ تیری رمی اللہ تعالیٰ کی رمی ہے۔کیا ہی سچ ہے کہ دشمن کو تیر مارنا یا اپنی مار کا دشمن کو نشانہ بنانا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور اس کے ارادہ سے وابستہ ہے وَاِلَّا ہاتھ خطا بھی جاتا ہے۔اب کیسا سیدھا وصاف مطلب آیۃ شریفہ کا ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ۔یعنی تو نے دشمنوں پر نہیں پھینکا جو کچھ پھینکا بلکہ خدا نے پھینکا یعنی اللہ نے تجھے مظفر ومنصور کیا۔اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت کے سوا کون اپنی طاقت اور تدبیر سے فتح مند ہوسکتا ہے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۴۳۔۲۴۴)

۲۰۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَکُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَھُوْا فَھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّ لَوْ کَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ (اے منکرو) تم فتح چاہتے ہو تو وہ آ گئی تمہارے پاس اور اگر تم باز آ جاؤ تو وہ تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم لوٹو گے تو ہم بھی لوٹیں گے اور ہرگز تم کو فائدہ نہ دے گی تمہاری جماعت کچھ بھی اگرچہ بہت ہوں اور اللہ تو ایمان داروں ہی کے ساتھ ہے۔

تفسیر۔ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا۔ یہ کفار کو خطاب ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱)

۲۵۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ ۚ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰہَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ وَ اَنَّہٗۤ اِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اے ایمان والو! اللہ اور رسول کی باتیں سنا کرو جب وہ تم کو بلائیں ان سے مردے زندہ ہوتے ہیں (یا وہ مردوں کو زندہ کرتے ہیں) اور جان رکھو کہ اللہ آڑے آ جاتا ہے آدمی اور اس کے دل کے اور یہ جانو کہ تم سب اللہ ہی کے پاس اکٹھے کئے جاؤ گے۔

تفسیر۔ کھانا جو حفظِ حیات وحفظِ طاقت کے لئے ہے۔اس میں بھی طبائع مختلف ہیں۔کسی کے لئے ادنیٰ سا کھانا بہت اعلیٰ اور کسی کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا مضر ہوتا ہے۔یہی حال لباس کا ہے۔ بعض صرف لنگوٹ باندھتے ہیں۔بعض ضرورت کے مطابق۔بعض بہت سے کپڑے پہنتے ہیں۔پھر

اس میں قسم قسم کے اختراع کئے ہیں اور ہر وقت فیشن کی دھت میں کتر بیونت کرتے رہتے ہیں۔ یہی اولاد کے اخراجات کا، یہی مکانات کا، یہی کتب کا یعنی ایک درجۂ ضرورت۔ ایک حد سے بڑھ کر فضولی۔

دوسری بات۔ عجائبات قدرت اور اللہ کے انعاموں کے مطالعہ سے فرماں برداری کا مادہ بڑھتا ہے اس رکوع میں ان باتوں کا ذکر آتا ہے۔

لِمَا یُحْیِیْکُمْ ۔ حدیث شریف میں اس کی تفصیل ہے کُلُّکُمْ عَارٍ اِلَّا مَنْ کَسَوْتُہٗ وَ کُلُّکُمْ ضَآلٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُہٗ ۔ [1]

یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِہٖ ۔ کبھی اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان روک ڈال دیتا ہے۔ یہ سزا ہے اس بات کی کہ تحریکِ ملک پر عمل نہیں کیا۔ جو وقت نیکی کرنے کا تھا اس میں نیکی نہیں کی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۱، ۱۱۲)

ایمان والو! مان لو۔ اللہ اور اس کے رسول کی بات کو جب وہ تمہیں بلائیں ایسی باتوں کے لئے کہ جس سے تمہیں زندہ کرے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۰)

اور یقین جانو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶۳)

قرآن مجید کو بتوجہ تمام مطالعہ کرنے سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے صفات و افعال میں بے مثل ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ایک اللہ تعالیٰ کا اِحیاء ہے۔ ایک انبیاء کا اِحیاء ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا۔ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ جس سے کھل جاتا ہے کہ رسول کا اِحیاء کیا ہے۔ اور اسی سے مسیحؑ کے احیاء کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہِ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۷۶)

---

[1] تم سب ننگے ہو سوائے اس کے جس کو میں پہناؤں اور تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جس کو میں ہدایت دوں۔ (مرتب)

۲۶۔ وَ اتَّقُوْا فِتْنَۃً لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْکُمْ خَآصَّۃً ۚ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ۔ اور ڈرتے رہو اس فتنہ سے جو تم میں سے ظالموں ہی پر خصوصیت نہیں رکھے گا (بلکہ عام ہوگا) اور جانتے رہو کہ اللہ ہی کی مار بڑی سخت ہے۔

تفسیر۔ لَّا تُصِیْبَنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا۔ جب مصیبت آ جائے تو سب لپیٹے جاتے ہیں۔ عیسٰی بَدِیْنِ خود موسٰی بَدِیْنِ خود کا اصل غلط ہے۔

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ کو مت چھوڑو۔ ورنہ بدی کی وجہ سے عذاب آنے پر سب کو ملوث ہونا پڑے گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

(ا)۔ اَمَّا الرِّوَایَۃُ فَقَالَ ابْنُ جَرِیْرٍ (جلد۹۔ ۱۳۵) نَزَلَتْ فِیْ عَلِیٍّ وَّ عُثْمَانَ وَطَلْحَۃَ وَالزُّبَیْرِ وَلَمْ یَدْرُوْا زَمَانًا اَنَّھُمْ مِنْ اَھْلِھَا فَاِذَا ھُمْ مَعْنِیُّوْنَ بِھَا۔

ابن جریر فرماتا ہے کہ یہ آیت دربارہ حضرات (علیؓ، عثمانؓ، طلحہؓ، زبیرؓ) نازل ہوئی۔ ان کو ایک عرصہ تک نہیں معلوم ہوا کہ ہمارے حسب حال ہے۔ پس ایک وقت آ گیا کہ وہ اس آیت کے مصداق ہو گئے۔

(ب)۔ وَعَنِ السُّدِّیِّ۔ اَنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ اَھْلِ بَدْرٍ اَصَابَتْھُمْ یَوْمَ الْجَمَلِ اَقُوْلُ الْمَآلُ وَاحِدٌ۔

اور سدی سے ہے کہ یہ اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی۔ جنگ جمل میں ان پر یہ مصیبت پڑی۔ بہرحال دونوں کا مآل ایک ہی ہے۔

(ج)۔ اِبْنُ عَبَّاسٍ اَمَرَ اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْ لَّا یَقِرُّوا الْمُنْکَرَ بَیْنَ اَظْھُرِھِمْ فَیَعُمُّھُمُ اللّٰہُ بِالْعَذَابِ وَقَالَ عَبْدُاللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یَقُوْلُ اِنَّمَا اَمْوَالُکُمْ وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ۔ لَا تُصِیْبَنَّ نَھْیٌ بَعْدَ نَھْیٍ۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ برائی کو اپنے سامنے نہ ٹھہرنے دیں ورنہ ان سب کے اوپر عذاب آئے گا۔ اور عبداللہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارے مال، تمہاری اولاد فتنہ ہے اور لَا تُصِيْبَنَّ نهی ہے بعد نهی کے۔

(د)۔وَ فِي الْخَازِنِ. لَمْ تَقْتَصِرْ عَلَى الظَّالِمِ خَاصَّةً بَلْ تَتَعَدّٰى اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا وَّ تَصِلُ اِلَى الصَّالِحِ وَالطَّالِحِ (جلد ۲ صفحہ ۲۱۱)

اور خازن میں ہے کہ یہ عذاب بالخصوص ظالم پر ہی مقصور نہ رہے گا بلکہ تم سب پر چھا جائے گا اور نیک و بد گنہگار نا کردہ گناہ دونوں پر اس کا اثر پہنچے گا۔

(ر)۔اِبْنُ كَثِيْرٍ لَا يَخُصُّ بِهَا اَهْلُ الْمَعَاصِيْ وَلَا مَنْ بَاشَرَ الذَّنْبَ بَلْ يَعُمُّهَا وَبَيَّنَ قِصَّةَ الزُّبَيْرِ وَهٰكَذَا فِي فَتْحِ الْبَيَانِ وَ ابْنِ كَثِيْرٍ وَزَادَ كَالْقَحْطِ وَالْغَلَا وَ تَسَلُّطِ الظَّلَمَةِ وَ كَذَا قَالَ الْحَسَنُ نَزَلَتْ فِي عَلِيٍّ وَّ عُثْمَانَ وَطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ وَ كَذَا فِي دُرِّ الْمَنْثُوْرِ وَجَمَعَ الرِّوَايَاتِ اَمَّا اَهْلُ الدِّرَايَةِ فَصَدَّقُوْا مَا فِي الرِّوَايَةِ وَزَادُوْا بِقِرَائَةِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ لَتُصِيْبَنَّ لَا كِنْ مِنْ اَيْنَ لَنَا قُرْاٰنُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ وَاُبَيٍّ وَ بَعْضُهُمْ اِجْتَرَاَ حَتّٰى قَالَ زَائِدَةٌ وَاَمَّا قَوْلُهُمْ بِتَاكِيْدِ النُّوْنِ فَيَرُدُّ عَلَيْهِمْ قَوْلُهٗ تَعَالٰى اُدْخُلُوْا مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُوْدُهٗ۔

ابن کثیر فرماتے ہیں گنہگار ہی اس سے خاص نہیں اور نہ وہ جو گناہ سے ملوّث ہو۔ بلکہ یہ عام ہے پھر قصہ زبیر لکھا ہے فتح البیان میں بھی ایسا ہی ہے۔ اور اس پر زیادہ کیا ہے کہ فتنہ مثلاً قحط، گرانی اشیاء، ظالموں کا تسلّط ہو جانا۔ اور ایسا ہی حسنؒ نے کہا کہ یہ درباره علی وعثمان وطلحہ والزبیر نازل ہوئی۔ اور درّ منثور میں بھی ایسا ہی ہے اس نے بہت سی روایتیں جمع کی ہیں۔ اہل الدرایۃ نے جو کچھ روایت میں آیا اس کی تصدیق کی۔ ہاں قرأت ابن مسعود لکھی ہے کہ یہ لَتُصِيْبَنَّ ہے لیکن ابن مسعود و اُبی کا قرآن کہاں ہے؟ بعضوں نے جرأت کر کے کہہ دیا ہے کہ لَا زیادہ ہے اور یہ جو انہوں نے کہا ہے کہ لَا نون کا مؤکد ہے تو اس کی تردید میں یہ قول کافی ہے۔ اُدْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَ جُنُوْدُهٗ پھر اس کے یہ معنی ہوں گے کہ اگر تم گھروں میں داخل ہو گئے تو ضرور تمہیں سلیمان اور

لشکر کچل ڈالے گا۔ حالانکہ یہ مراد نہیں۔

(س)۔ ثُمَّ نَرٰی بِالْعَیَانِ ذِلَّۃَ یَھُوْدَ وَاتْرُکْھُمْ ذِلَّۃَ اَھْلِ الْاِسْلَامِ فِیْ ھٰذِہِ الْاَیَّامِ۔ تَرَکَ الْحُدُوْدَ وَالْاِرْثَ وَاُخِذَ سَلْطُھُمْ ؟ اَلَیْسَ فِیْھِمْ صَالِحٌ ؟ اَلَسْتُمْ اَنْتُمْ وَ نَحْنُ ؟ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ھَلِ الْعَیَانُ مَا یُرْشِدُ کُمْ کَظَمْنَا عَنْ اِھَانَۃِ الْاَحَادِیْثِ۔

پھر ہم یہود کی ذلّت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ ان کو جانے دیجئے۔ اہل اسلام بھی آج کل ذلیل ہو رہے ہیں۔ حدیں اور میراث نہیں، متروک اور سلطنتیں چھن گئیں۔ کیا ان میں کوئی بھی ناکردہ گناہ نہیں کیا تم اور ہم نہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ غرض کیا یہ مشاہدات اس مسئلہ میں ہدایت کے لئے کافی نہیں؟ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ بات اظہر من الشّمس ہے اور ہم ان کی اہانت جو انکار سے ہویدا ہے اندر ہی اندر پی گئے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۶۔ ماہِ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۷۵ تا صفحہ ۲۷۷)

۲۸،۲۷۔ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور وہ یاد کرو جب تم تھوڑے ہی تھے ناتواں ملک میں سمجھے جاتے تھے، تم ڈرتے تھے کہ تم کو لوگ اُڑا دیں گے پھر ہم نے تم کو جگہ دی اور اپنی طرف سے مدد دے کر زورآور کیا تم کو اور تم کو پاکیزہ ستھری روزی دی تاکہ تم شکر گزاری اختیار کرو۔ اے ایماندارو! اللہ اور اس کے رسول کی چوری نہ کرو اور نہ آپس میں چوری کرو اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر۔

تفسیر۔ اے ایمان والو! چوری نہ کرو اللہ سے اور رسول سے یا چوری کرو آپس کی امانتوں میں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۴۹)

اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اور اس سرزمین (مکّہ) میں ناچیز سمجھے جاتے تھے۔ تمہیں ڈر تھا کہ

لوگ تمہیں اچک کرلے جائیں گے۔ایسے حال میں تم کو (خدا نے) جگہ دی اور اپنی نصرت سے تمہاری تائید کی اور عمدہ چیزیں مرحمت فرمائیں تا کہ تم شکر کرو۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائز ڈایڈیشن صفحہ ۳۶ حاشیہ)

مُّسْتَضْعَفُوْنَ ۔ یہ اس بات کا جواب ہے کہ کمزوری تبلیغ سے مانع نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

۲۹۔ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ اور جان رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہی ہیں اور یہ بھی جانو کہ اللہ ہی کے پاس بڑا ثواب ہے۔

تفسیر۔ فِتْنَةٌ ۔کٹھالی پر چڑھانا۔اولاد اور اموال سے آدمی کے ایمان کا امتحان ہو جاتا ہے اور وہ خالص کیا جاتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ تمہارے اموال اور اولاد کندن بنانے کا ایک ذریعہ ہیں۔ بہت تھوڑے لوگ ہیں جو مال اور اولاد سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ اخلاق فاضلہ حاصل کرتے ہیں جو ان کے ذریعہ حاصل ہو سکتے ہیں۔خیالی ایمان صرف ایک خیالی پلاؤ ہے جب تک کہ وہ عمل کی کسوٹی پر پرکھا نہ جاوے۔مال اور اولاد اللہ تعالیٰ کے بے بہا فضل ہیں جو اور ہزاروں نیکیوں کا موجب ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور مخلوق کی بہتری کے علاوہ خود انسان میں سخاوت اور شجاعت اور پھر انشراح صدر کی قوت پیدا ہوتی ہے۔اولاد کی وجہ سے انسان میں چھوٹوں سے محبت و پیار، برداشت، استقلال، محنت ایک دوسرے کی مدد ہمدردی کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔ (الحکم جلد ۴ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۶ر جولائی ۱۹۰۰ء صفحہ ۴)

۳۰۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! اگر تم اللہ کو سپر بناؤ گے تو وہ تمہارے لئے ہر ایک کام میں ایک کھلا فیصلہ دے گا اور دور کر دے گا تم سے تمہارے گناہ اور تمہاری مغفرت کرے گا اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

تفسیر۔ ایک روحانی طبّ بھی ہے جس میں بخل، حسد، جھوٹ، چوری، زنا وغیرہ روحانی امراض کے علاج ہیں۔

يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا ۔ ہر ایک شخص ممیّز کامیابی چاہتا ہے۔ اسے فرقان کہتے ہیں۔ موسیٰ کو یہ فرقان حاصل ہوا۔ اَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ[1] (البقرہ:۵۱) دشمن ہلاک ہوا وہ بھی آنکھوں کے سامنے۔ اس سے بڑھ کر کامیابی ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوئی۔ جن کا فرعون خشکی میں غرق ہوا۔ یہ موقوف ہے تقویٰ پر۔

وَ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ ۔ انسان کا دل نہیں چاہتا کہ اس کی کمزوری، اس کا گناہ کسی پر ظاہر ہو۔ چنانچہ ایک خورد سال بچہ بھی کسی بات کے برا ہونے کا علم حاصل کر کے پھر اپنی طرف اس کا منسوب ہونا پسند نہیں کرتا۔

انسان کی روح چار باتیں چاہتی ہے۔ دشمن کا ہلاک، گناہوں کی معافی، اپنی ترقی، فضل، ان چاروں کے حصول کا گر تقویٰ بتایا ہے۔ کیا یہ نسخہ مجرّبہ ہے۔؟ ضرور۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے حالات سے ظاہر ہے۔ دنیا کے تمام بادشاہوں کے نام عموماً بے ادبی سے لئے جاتے ہیں مگر ان لوگوں کا نام بھی ادب سے لیا جاتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

---

[1] اور فرعونیوں کو تمہاری آنکھوں کے سامنے وہیں ڈبا دیا۔

۳۱۔ وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ۔اور جب تدبیر کی کافروں نے تیرے لئے کہ تجھے قید کردیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ ایک تدبیر کررہے تھے (تیرے نقصان کی) اور اللہ تدبیر کررہا تھا اور اللہ کی تدبیریں خیروبرکت سے بھری ہوئی ہیں۔

تفسیر۔ وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ۔ متقی کو تمام مشکلات سے مخلصی اور کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ پیش کرتا ہے۔

خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔ تدبیر کرنے والوں میں تو خیروبرکت والا تو خدا ہی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

مفردات راغب[۱] عربی کی مستند لغت قرآن میں لفظ ''مکر'' کے نیچے لکھا ہے۔

اَلْمَکْرُ۔ صَرْفُ الْغَیْرِ عَمَّا یَقْصِدُہٗ بِحِیْلَۃٍ۔مخالف کے مقاصد کو تدبیر سے روک دینا مکر ہے۔

ابن الاثیر[۲] جس نے لُغت قرآن وحدیث پر کتاب لکھی ہے لکھتا ہے۔

مَکْرُ اللّٰہِ۔ اِیْقَاعُ بَلَآئِہٖ بِاَعْدَآئِہٖ دُوْنَ اَوْلِیَآئِہٖ۔الٰہی مکر کے معنی ہیں مخالفانِ الٰہی پر عذاب کا ڈالنا اور مقربوں کو ان عذابوں سے بچانا۔

لسان العرب میں ہے جو عربی لغت کی بڑی مستند کتاب ہے اَلْمَکْرُ اِحْتِیَالٌ فِیْ خُفْیَۃٍ یعنی مخفی تدابیر کو مکر کہتے ہیں۔

قرآن کریم نے ان معانی کی خود بھی تفصیل فرمائی ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔

وَ اِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ ؕ وَ یَمْکُرُوْنَ وَ یَمْکُرُ اللّٰہُ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔

یعنی جب تیرے مقاصد کو ان لوگوں نے جو منکر ہوئے تدابیر سے روکنا چاہا اس طرح پر کہ تجھے قید کرلیں یا تجھے قتل کردیں یا وطن سے تجھے نکال دیں اور وہ تدبیریں کرتے ہیں اور کریں گے۔

۱؎ یہ بے بہا کتاب محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابن الاثیر کے نہایۃ لغت قرآن وحدیث کے حاشیہ پر مصر میں طبع ہوگئی ہے۔ والحمدللہ رب العالمین۔ ۲؎ یہ کتاب علیحدہ اور مع مفردات راغب اور تقریب النہایۃ مصر میں چھپ گئی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ بھی تدبیریں کرتا ہے اور کرے گا اور اللہ تعالیٰ ان مخالفوں کی تدبیروں پر غالب آنے والا اور اس کی تدابیر ہمہ خیر ہوتی ہیں۔

اور دوسرے معنی کے لحاظ سے آیت کے معنے یہ ہوئے۔

’’جب منکر تجھے بلاؤں میں پھنسانے لگے کہ تجھے قید کرلیں یا تجھے قتل کردیں یا تجھے نکال دیں اور پھنساتے ہیں اور پھنسائیں گے اور اللہ تعالیٰ بہت ہی بھلا ہے اپنے مقربوں کے بچانے اور دشمنوں کے عذاب دینے میں۔‘‘

تیسرے معنی کے لحاظ (مخفی تدبیر) سے آیت کے یہ معنے ہوئے۔

’’جب مخفی تدبیر کر رہے تھے تیری نسبت وہ جو منکر ہوئے کہ تجھے قید کرلیں یا تجھے قتل کردیں یا تجھے نکال دیں اور مخفی تدبیر کرتے ہیں اور کریں گے اور اللہ مخفی تدبیر کرتا ہے اور اللہ بہت ہی بھلا مخفی مدبّروں میں سے ہے۔‘‘

مکر کا لفظ بلا اضافت عام مفہوم رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں شریروں کے ارادوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہاں مَکْرُ السَّیِّیءِ یعنی مَکرِ بَدْ کر کے ذکر کیا گیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مکر برا بھی ہوتا ہے اور بھلا بھی۔ اس میں قرآن کریم کا خود ارشاد ہے وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّیءُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ (الفاطر:۴۴) اور برے منصوبے کرنے والوں کا وبال خود ان ہی پر پڑتا ہے۔ فَانْظُرْ کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ مَکْرِھِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰھُمْ وَ قَوْمَھُمْ اَجْمَعِیْنَ (النمل:۵۲) پس تُو دیکھ کہ ان کے منصوبوں کا انجام کیا ہوا؟ ہم نے ان سب کو مع ان کی قوم کے تباہ کردیا۔

اور مفرداتِ راغبؔ میں ہے۔

وَذٰلِکَ ضَرْبَانِ مَکْرٌ مَحْمُوْدٌ وَّھُوَ اَنْ یَتَحَرّٰی بِذٰلِکَ فِعْلٌ جَمِیْلٌ وَ عَلٰی ذٰلِکَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ۔

وَ مَذْمُوْمٌ وَھُوَ اَنْ یَتَحَرّٰی بِہٖ فِعْلٌ قَبِیْحٌ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَ لَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّیءُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ۔

اور مکر کی دو قسمیں ہیں ایک مکرِ محمود ہے جس سے نیک اور عمدہ کام کا قصد کرنا مقصود ہے چنانچہ ان

ہی معنوں سے خدا تعالیٰ نے اپنی نسبت فرمایا وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ اور دوسری قسم مکرِ مذموم ہے یعنی برے فعل کا ارادہ کرنا۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ......الخ

اصل بات یہ ہے کہ نبی کریمؐ نے اقوام عرب کو عبادتِ الٰہیہ کی طرف بلایا اور بت پرستی اور بدچلنی کے اقسام سے روکا اور باہمی خانہ جنگیوں سے ہٹا کر ان میں وحدت واتحاد کی روح پھونکنی شروع کی اس پر مشرک نادان احمقوں نے آپ کے مقاصد کے برخلاف بڑی بڑی تدابیر شروع کر دیں اور آپ کو اس پاک ارادہ سے ہٹانا چاہا اور آپ کو اور آپ کے احباء کو دکھ دیئے اور مخفی تدابیر سے اسلامی کارخانہ کو نابود کرنا چاہا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلّی وطمانیت بخشی کہ تیرے مقاصد ومطالب کو کوئی نہیں روک سکتا اور یہ لوگ ناکام رہیں گے۔ اور ان کی مخفی تدبیریں خود ان پر الٹ پڑیں گی۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۸۳ تا ۸۵)

اہل مکہ نے تمام اپنی تدابیر کو اسلام کی روک میں کمزور دیکھ کر چاہا کہ نبیٔ عرب کو قتل ہی کر ڈالیں مگر بعض قومی اور رسمی بندشوں کی وجہ سے بنی مطلب سے ڈر گئے۔ اس لئے دارالندوہ[۱] میں ایک انجمن منعقد کی۔ وہاں یہ تجویز ٹھہری کہ مختلف قبیلوں کے چند نوجوان ہوشیار مل کر ایک ہی دفعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ٹوٹ پڑیں اور تلوار سے اس کا کام تمام کر ڈالیں۔ بنو مطلب کس کس سے لڑیں گے۔ آپ الہام الٰہی کے مخبر سے اطلاع پا کر مع ابوبکرؓ صدیق اپنے خالص رفیق کے مدینے کو چلے گئے اس کمیٹی کی مختلف راؤں اور فیصلے کے بابت قرآن میں یوں آیا ہے...... ’’جب کافر تیری بابت تجویزیں خفیہ لڑا رہے تھے کہ تجھے قید کریں یا نکال دیں یا مار ڈالیں اور اللہ بھی تجویز کر رہا تھا اور اللہ تدابیر میں سب پر غالب ہے‘‘

آپؐ کے پکڑ لانے پر سو اونٹ کا انعامی اشتہار دیا گیا۔ عرب مفلس جنگجو اور سو اونٹ کا انعام خوب قابلِ لحاظ ہے۔

۱؎ یہ قریش کے پارلیمنٹ کی جگہ تھی۔ اس میں قریش کے سوا اور قوم کا آدمی چالیس برس سے کم عمر کا داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

خدا کے فضل سے آپؐ تو مدینے میں پہنچ گئے اور بڑے اعزاز و اکرام سے وہاں قبول کئے گئے۔ اس وقت سے قریش اور ان کے شرکاء یعنی یہودوں کے بغض و عناد سے مسلمانوں کو اپنی حراست اور حفاظت نہایت بیدار مغزی کے ساتھ کرنی پڑی۔ سبحان اللہ! ایک چھوٹے سے شہر پر ہزارہا قبائل عرب کے متفق و متواتر حملوں کو روکنا پڑا۔ پس ایسے ہنگام میں سخت تدارک کرنے کی ضرورت ہوتی تھی تاکہ مسلمانوں کے گروہ کا وجود باقی رہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ اوّل صفحہ ۹۵،۹۶)

۳۲۔ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں تو وہ کہتے ہیں جی ہاں ہم سن چکے اور اگر ہم چاہیں تو ہم اس کی طرح کہہ سکتے ہیں یہ تو کچھ نہیں ہاں! اگلوں کی کہانیاں ہی ہیں۔

تفسیر۔ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ۔ اس زمانہ میں بھی ایسا کہنے والے موجود ہیں۔ دھرم پال نے ایک رسالہ اس نام کا لکھا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

۳۳۔ وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ اور جب وہ کہنے لگے اے ہمارے اللہ! کہ اگر یہی دین حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا یا کوئی بڑا ٹیس دینے والا عذاب ہم پر لا۔

تفسیر۔ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا۔ شقی لوگوں کی یہی علامت ہے کہ وہ کسی کے حق ہونے کا ثبوت اسی میں مانگتے ہیں۔ ابوجہل نے بھی یہ دعا کی تھی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

۳۴۔ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ حالانکہ اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں جب تک کہ تو ان میں ہے اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے جب بھی ان کو عذاب نہ دے گا۔

تفسیر۔ اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا ان کو جب تک تو تھا ان میں۔

لِیُعَذِّبَھُمْ میں جو (ھُمْ) کی ضمیر ہے اس کا مرجع وہی (اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا) ہے۔ اصل مطلب یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ تنذیرِ قرآن کفارِ مکّہ کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا کہ قرآن کی تکذیب وانکار پر ضرور ضرور غضبِ الٰہی ان پر نازل ہوگا۔ اس پر ان جاہلوں نے از راہ کمال جرأت وہ کہا۔ جس کا مضمون ...... باری تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ جب تک تو اے محمد ان لوگوں میں ہے۔ (یعنی سرزمین مکّہ اور اس کے اہالی کے درمیان) تب تک ان پر عذاب نہیں آنے کا۔ اور بے شک یہ وعیدِ الٰہی۔ یہ پیشینگوئی ایک برس بعد ہجرت کے جب آپ مکّے کو چھوڑ مدینے چلے گئے پوری ہوئی...... ایک اور بات خیال میں آئی جس کا لکھنا شاید دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ سنو۔ ہم اسی بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ بلحاظ اصل مطلب معترض کے معنی صحیح ہیں گو...... آیت کا مدعا یہ نہ ہو کہ ''جب تک محمدؐ محمدیوں میں ہے ان پر عذاب نہ آوے گا۔'' بے شک یہ درست اور نہایت درست بات ہے اور واقعی امر ہے کہ جب تک محمدؐ محمدیوں میں ہو ان پر کوئی دکھ، کوئی وبال، کوئی عذاب نہیں آسکتا۔ محمدؐ محمدیوں میں ہو۔ اس کے یہ معنی کہ محمد رسول اللہ کی اصلی اور واقعی تعلیم پر ان کا ٹھیک ٹھیک عمل ہو اور سَرِمُو اس کے پاک احکام سے وہ تجاوز وانحراف نہ کریں۔ پس کیا ہی صحیح بات ہے کہ جب تک محمدؐ محمدیوں میں ہو ان پر کوئی عذاب نہ آوے گا۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں اور بڑی دلیری سے دعویٰ کرتے ہیں کہ اہل اسلام پر کوئی عذاب کبھی بھی نہیں آیا۔ جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں رہے بایں معنی کہ ان کے کلامِ مقدّس پر اہل اسلام کا ٹھیک ٹھیک عمل رہا۔ تاریخ صاف شہادت دیتی ہے کہ جب اہلِ اسلام نے اپنے پیارے ہادی کے نصائح سے انحراف کیا۔ جب ہی ان پر ادبار آیا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل۔ صفحہ ۱۴۷)

۳۵۔ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ان کا کیا حق ہے کہ ان کو اللہ عذاب نہ دے حالانکہ وہ روکتے ہیں تعظیم والی مسجد سے اور

وہ اس کے مستحق نہیں۔ اس کے ولی اور مستحق تو متقی ہی ہیں لیکن ان میں کے اکثر نہیں جانتے۔

تفسیر۔ اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ ۔ یہ پیشگوئی تھی جو پوری ہوگئی۔ خانہ کعبہ کے متولّی نبی کریمؐ اور ان کی جماعت ہوئی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)

۳۷۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ لِیَصُدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی جَھَنَّمَ یُحْشَرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ بے شک جو کافر ہیں یہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تا کہ روکیں اللہ کی راہ سے پھر وہ قریب ہی خرچ کرتے رہیں گے اور وہ ہوگا ان پر حسرت اور افسوس پھر وہ مغلوب ہی ہوں گے (آخر کار) اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف اکٹھے کئے جائیں گے۔

تفسیر۔ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ ۔ تیرے مخالف مال و دولت خرچ کریں گے۔ پھر ان پر افسوس ہوگا اور مغلوب ہوں گے۔ (اب ہمارے مخالف بھی اموال خرچ کرتے ہیں۔ دیکھیں کہ کس قدر وہ خرچ مفید ہوتا ہے؟)

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۲۳)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں بھی ناعاقبت اندیش تعلّی کرنے والے متکبروں نے چندہ جمع کیا اور منصوبہ کیا کہ ہم اس کو نیست و نابود کریں گے اور خاک میں ملا دیں گے۔ اس ناتوانی کی حالت میں نبی کریمؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ صدا پہنچی۔ فَسَیُنْفِقُوْنَھَا ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ تیرے مقابلہ میں یہ صنادیدِ مکّہ بڑے بڑے مدبّر اور منصوبہ باز مال خرچ کریں گے ثُمَّ تَکُوْنُ عَلَیْھِمْ حَسْرَۃً ۔ پھر یہ سارا مال ان کے لئے حسرت و افسوس کا موجب ہوگا۔ افسوس تو اس لئے ہوگا کہ مال بھی خرچ کیا اور ناکامی کا داغ بھی لگا۔ مگر یہاں تک ہی انتہا نہیں۔ ابھی ایک اور ذلّت ان کے لئے باقی ہے۔ ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ پھر مغلوب ہو کر ذلّت کی موت مریں گے اب دیکھو! حالت تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں پوری آزادی کے ساتھ کھل کر نکل نہیں سکتے اور نکلتے ہیں تو شہر سے باہر ایک ایسی غار میں جو خطرناک جگہ ہے چھپے ہیں۔ اس پر یہ دعویٰ ہے ثُمَّ یُغْلَبُوْنَ

کیا معنی؟ تیرے یہ دشمن ذلّت اور ناکامی اور حسرت کی موت مریں گے۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ اللہ جلّ شانہٗ کی وہ ذات پاک ہے کہ جس پر وہ راضی ہو جاوے اس کی بات عظیم الشان بات دکھلاتی ہے لیکن اگر وہ راضی نہ ہو تو اس کی کوئی محنت اور کوشش کام نہیں دیتی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مخالف اپنی اولاد، مال، سب رسم و رواج، سب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دے بیٹھے۔ پھر دیکھو کس زور سے اذان میں کہا جاتا ہے۔ اللہ اکبر۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر گھمنڈی کا گھمنڈ توڑ سکتا ہے۔ ہر شیخی باز اور ہر منصوبہ ساز کے بدارادہ کو اظہار سے پہلے ہی تباہ کر سکتا ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱ مورخہ ۱۰/جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۵)

۳۹،۴۰۔ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَ اِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ۔ وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

ترجمہ۔ کہہ دے ان سے جنہوں نے حق کو چھپایا اگر وہ باز آ جائیں گے تو ان کی مغفرت ہو جائے گی گزشتہ امور پر اور اگر پھر وہی کریں گے تو گزر چکا ہے طریقہ اگلوں کا۔ اور ان سے لڑتے رہو تاکہ فساد باقی نہ رہے اور سب دین اللہ ہی کا ہو جائے تو اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ ان کے کام دیکھ رہا ہے (یعنی ان پر زیادتی نہ ہو گی)۔

تفسیر۔ اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ ۔ مغفرت کی شرط ہے کہ جن بدیوں میں گرفتار ہیں ان کو چھوڑ دیں۔

حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ ۔ یہ لڑائی کی غرض بتائی کہ فساد نہ رہے۔

وَ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۔ یعنی جو عقیدہ دل میں ہو وہی ظاہر کر سکیں۔ سب دین اللہ کے لئے ہو جائے۔ مومن کے لئے کوئی خوف مذہبی معتقدات و اعمال کا نہ رہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۸ نمبر ۵۰ مورخہ ۳۰/ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۲)



۴۲۔ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰکِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۔

ترجمہ۔ اور جان رکھو کہ ہر ایک قسم کا جو کچھ تم مالِ غنیمت لاؤ تو اس میں اللہ کا پانچواں حصہ ہے اور رسول کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور بے سامانوں کا اور مسافروں کا جب تم اللہ کو مانتے ہو اور اس کلام کو جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا (دشمن کی) کمر توڑ دینے یا شناخت وفیصلہ کے دن جس دن دو جماعتوں نے باہم جنگ کیا۔ اور اللہ ہر ایک چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ اَنَّمَا غَنِمْتُمْ ۔ جو مال تم جنگ میں حاصل کرو۔ شرعی جائز طور پر۔

یَوْمَ الْفُرْقَانِ ۔ پہلے فرمایا تھا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّکُمْ فُرْقَانًا (الانفال:۳۰) اب یہاں اس کا حصول یاد کرایا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

فَاَنَّ لِلّٰہِ ۔ خدا کی بڑائی کی اشاعت۔ کلام اللہ کی اشاعت۔

لِلرَّسُوْلِ ۔ اس کے سوانح واحادیث کی اشاعت۔ اعتراضوں کا جواب۔

وَ لِذِی الْقُرْبٰی ۔ امام کے ذی القربٰی بیت المال میں حق رکھتے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۶)

۴۳۔ اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَۃِ الدُّنْیَا وَ ھُمْ بِالْعُدْوَۃِ الْقُصْوٰی وَ الرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَ لٰکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّیَھْلِکَ مَنْ ھَلَکَ عَنْۢ بَیِّنَۃٍ وَّ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَۃٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ لَسَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۔

ترجمہ۔ جب تم ادھر ورلے سرے پر تھے اور تمہارے دشمن ادھر پرلے سرے پر تھے (یعنی نالے کے) اور قافلہ اور سوار تم سے نیچے کی طرف تھے اور اگر تم آپس میں (وعدہ جنگ مقرر کرتے یا جگہ ٹھہراتے تو بھی ضرور اختلاف کرتے تم وعدہ میں (یعنی میدانِ جنگ کے تقرر میں) لیکن اللہ

نے پورا کر دیا کام جو وہ کر چکا تھا۔ وہی مرے جو مرتا ہے دلیل سے اور وہی زندہ رہے جو زندہ رہتا ہے دلیل سے۔ بے شک اللہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے۔

تفسیر۔ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ۔ حجت ملزمہ کے ساتھ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

مجھے یہ بات بتلائی گئی ہے کہ ان ہی نبیوں کا ذکر قرآن نے فرمایا ہے۔ جن کے بلاد میں نافرمانوں اور فرماں برداروں کے نشانات صحابہ کرامؓ کے لئے موجود ہیں۔ اور جہاں پیغمبرِ خدا نے کامیابی حاصل کرنی تھی اور صحابہ کرامؓ نے دیکھ لینا تھا۔ لِیَہۡلِکَ مَنۡ ہَلَکَ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ وَّ یَحۡیٰی مَنۡ حَیَّ عَنۡۢ بَیِّنَۃٍ صحابہؓ وہاں پر پہنچے۔ ان کا نمونہ یہ تھا کہ نبی کی مخالفت اور متابعت کا کیا انجام ہوتا ہے؟ اب جب کہ ہر جگہ واعظ موجود ہے تو

مجلس وعظ رفتنت خبط است مرگ ہمسایہ واعظ تو بس است [1]

(الحکم جلد ۵ نمبر ا مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴)

۴۴، ۴۵۔ اِذۡ یُرِیۡکَہُمُ اللّٰہُ فِیۡ مَنَامِکَ قَلِیۡلًا ؕ وَ لَوۡ اَرٰىکَہُمۡ کَثِیۡرًا لَّفَشِلۡتُمۡ وَ لَتَنَازَعۡتُمۡ فِی الۡاَمۡرِ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ ؕ اِنَّہٗ عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ۔ وَ اِذۡ یُرِیۡکُمُوۡہُمۡ اِذِ الۡتَقَیۡتُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِکُمۡ قَلِیۡلًا وَّ یُقَلِّلُکُمۡ فِیۡۤ اَعۡیُنِہِمۡ لِیَقۡضِیَ اللّٰہُ اَمۡرًا کَانَ مَفۡعُوۡلًا ؕ وَ اِلَی اللّٰہِ تُرۡجَعُ الۡاُمُوۡرُ۔

ترجمہ۔ جب اللہ نے دکھایا کافروں کو تیری آنکھ میں یا تجھے (خواب میں) تھوڑے سے اور اگر وہ تجھ کو بہت دکھاتا ان کو تو تم ضرور پھسل جاتے اور جھگڑا کرتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا۔ کچھ شک نہیں کہ وہ بخوبی جانتا ہے دلوں کی باتیں یا صدر مقام یعنی دماغ کا حال۔ اور جب تم کو دکھائے کافر اللہ نے جب تم جنگ کر رہے تھے تمہاری آنکھوں میں تھوڑے سے اور تم کو تھوڑے دکھایا ان کی آنکھوں میں تاکہ پورا کرے اللہ اس کام کو جس کو وہ اپنے علم میں کر چکا تھا اور اللہ ہی کی طرف سب کام پھرتے ہیں۔

---

[1] تیرا وعظ و نصیحت کی مجلس میں جانا پاگل پن ہے، تیرے لئے تو تیرے ہمسایہ کی موت ہی سب سے بڑا واعظ ہے۔ (ازناشر)

تفسیر۔ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِکَ ۔ امام حسن بصری نے منام کے معنے آنکھ کے کئے ہیں۔ کیونکہ منام کے معنے نیند کی جگہ کے ہیں جو آنکھ ہے۔ یہی معنے دلچسپ ہیں۔ ایک سوال کسی نے کیا تھا کہ بعض واقعات الہامات کے خلاف کیوں معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے یہ آیت یاد دلائی فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلًا ۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۳۰ رستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

فِیْ مَنَامِکَ ۔ تمہاری آنکھ میں تھوڑے دکھائے کیونکہ وہ کچھ ٹیلے پر آ گئے۔ کچھ ٹیلے کے نیچے تھے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۶)

۴۶۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَۃً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! جب تم لڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم نہال و بامراد ہو جاؤ۔

تفسیر۔ تُفْلِحُوْنَ ۔ مظفر و منصور ہونے کا گر بتایا کہ ثابت قدم رہو اور اللہ کے حضور دعا بہت کرو (یہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا کے معنے ہیں)۔

ایک دفعہ مجھ سے بھیرہ میں اولیاء اللہ سے پکار کر دعائیں مانگنے کے عدمِ جواز میں مباحثہ ہوا مخالفین نے یہ بات مان لی کہ ہم زمانہ سلف کے کسی بزرگ کا قول مان لیں گے۔ شاہ عبدالعزیزؒ کی تفسیر میں مجھے وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا[1] (المزمل:۹) کے نیچے یہ مل گیا کہ مسلمانوں میں جو اپنے پیروں کے حق میں علمِ غیب کا اعتقاد رکھتے ہیں وہ مشرک ہیں وہاں بڑے مکّار مولوی جمع تھے۔ ایک نے میری پیٹھ پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا کہ بچہ کیوں گھبراتے ہو۔ ہم تمہارے دشمن نہیں۔ گویا وہ یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ میں گھبراہٹ کی حالت میں سب کچھ کہہ رہا ہوں۔ دوسرے سے میں نے کہا۔ تم ہی یہ عبارت پڑھ دو۔ وہ کھڑا ہو کر رونے لگا۔ اور کہا کہ تفسیروں میں بھی تحریف ہوگئی یہ لفظ بیراں ہے جس سے مراد ہے کہ ہنومان وغیرہ سے دعا نہ کریں۔ گویا میری دلیل کو اپنے فریب سے مشتبہ کر دیا۔ اس وقت میں نے دعا کی اور ثابت قدم رہا۔ آخر میری فتح ہوئی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۳۰ رستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

---

[1] اور اسی کی طرف سب سے ہٹ کر جھک جا۔

۴۷۔ وَ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْھَبَ رِیْحُکُمْ وَ اصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۔

ترجمہ۔ اور اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی اور آپس میں نہ لڑو کہ ہمت ہار دو گے، پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا بگڑ جائے گی، اور نیکیوں پر جمے رہو اور بدیوں سے بچتے رہو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر۔ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْھَبَ رِیْحُکُمْ ۔ اس کا معنی ہے اور آپس میں تنازع مت کرو۔ اگر کرو گے تو پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا (قوت، طاقت، رعب، نفاذِ حکم) بگڑ جائے گی سو حکم کی خلاف ورزی کا صحیح نتیجہ نکلا۔ نہی کا منشاء تھا کہ باہم پھوٹ نہ کرنا۔ پس جب نہی کی خلاف ورزی ہوئی۔ اس کا ثمرہ ملا۔ اب بھی بعض ریاستیں صرف اس لئے قائم ہیں کہ برباد شدہ ریاستوں کی وجوہِ بربادگی بیان کریں۔ مگر اسلامی یک جہتی، وحدت کتاب، وحدت کلمہ، وحدت اعمال ضرور یہ اور ظہور امام واحد یقین دلاتا ہے کہ بہار کے دن ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کیا روز افزوں ترقی کو ہر روز ہم نہیں دیکھتے ہیں۔ دیکھتے ہیں اور آنکھوں کو ٹھنڈا کرتے ہیں کہ اسلام کا انجام بخیر ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۷۸)

یعنی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور ان کی اطاعت اسی حال میں کر سکو گے جبکہ تم میں تنازع نہ ہو۔ اگر تنازعات ہوں گے تو یاد رکھو کہ قوّت کی بجائے تم میں بزدلی پیدا ہو گی اور جو تمہاری ہوا بندھی ہوئی ہو گی وہ نکل جاوے گی۔ یہ بات تم کو صبر اور تحمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ان کو اپنے اندر پیدا کرو۔ تب خدا کی معیت تمہارے شاملِ حال ہو کر وحدت کی روح پھونکے گی۔ پس اگر تم کوئی طاقت اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو اور مخلوق کو اپنے ماتحت رکھنا چاہتے ہو تو صبر اور تحمل سے کام لو اور تنازع مت کرو۔ اگر چشم پوشی سے باہم کام لیا جاوے تو بہت کم نوبت فساد کی آتی ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ لوگ جسمانی بیماریوں کے لئے تو علاج اور دوا تلاش کرتے ہیں لیکن روح کی بیماری کا فکر کسی کو بھی نہیں ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی حالت کی مثال ایک جنم کے اندھے کی سی ہے کہ اس سے اگر

بینائی کی خوبی اور لذت دریافت کی جاوے تو وہ اسے جانتا ہی نہیں ہے اور اسی لئے اس کے آگے بینائی کی قدر بھی نہیں کیونکہ اس نے اس لذت کو پایا نہیں۔ پس اس وقت کے موجودہ مسلمان بھی اس طاقت کی خوبی کو جو کہ قومی اتحاد اور وحدت سے پیدا ہوتی ہے نہیں پہچانتے۔ اس کی وجہ یہ ہے ایک سلطنت ان کے ہاتھ سے جا چکی ہے اور اس لئے انہیں اس طرف توجہ بھی نہیں کہ دوسرے کو اپنے ماتحت کس طرح کیا کرتے ہیں۔ آج کل اگرچہ ریفارمیشن کے مدعی تو سینکڑوں ہیں لیکن وہ کیا ریفارمیشن کریں گے جبکہ خود ہی بغضوں اور کینوں میں گرفتار ہیں۔ دعویٰ تو ہے مگر سمجھ نہیں کہ یہ خدا کے ماموروں ہی کا کام ہے جو کر سکتا ہے۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۰)

لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ۔ اس منازعت سے تم بودے ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا بگڑ جاوے گی پس تنازعہ نہ کرو اللہ تعالیٰ چونکہ خالق فطرت ہے اور جانتا تھا کہ جھگڑا ہوگا اس لئے فرمایا وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ [۱]۔

پس جب سیکرٹری اور پریذیڈنٹ سے منازعت ہو تو اللہ تعالیٰ کے لئے صبر کرو۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوگا۔ میرا حق ہے کہ میں تم کو نصیحت کروں تم نے عہد کیا ہے کہ تمہاری نیک بات مانیں گے اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہ مان لو۔ قطعاً منازعت نہ کرو۔

جہاں منازعت ہو فوراً جناب الٰہی کے حضور گر پڑو۔..........................غرض ایک یہ یاد رکھو کہ تنازعہ نہ ہو۔ نہ آپ کرو نہ ماتحتوں کو کرنے دو۔ (بدر جلد ۱۰ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۴)

۴۸۔ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّ رِئَآءَ النَّاسِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ۔

ترجمہ۔ اور نہ ہونا تم ان کے جیسے جو اپنے گھروں سے نکلے اتراتے اور لوگوں کے دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اللہ کے احاطہ میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

تفسیر۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہو جو اپنے گھروں سے گھمنڈ کے طور پر اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلے۔ (نور الدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۵)

---

[۱] اور بدیوں سے بچتے رہو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

۴۹۔ وَ اِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَ قَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَ اِنِّیْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَیْهِ وَ قَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔

ترجمہ۔ اور جب ان کو پسند کرا دیئے شیطان نے ان کے کام اور وہ بولا کہ آج تم پر کوئی بھی غالب نہ ہوگا آدمیوں سے اور میں تمہارا پڑوسی اور حمایتی ہوں پھر جب ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں دونوں فوجیں تو وہ سرک گیا الٹے پاؤں چپکے سے۔ اپنے دل میں کہا یا اپنے دوستوں کو سنایا میں تو تم سے بری اور بیزار ہی ہوں میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ ابلیس اور شیطان کی اصل جن ہے اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ جو چیز اپنی ذات میں بری اور پر ضرر ہو وہ تو ابلیس ہے اور جس چیز کا ضرر متعدی ہو۔ دوسروں کو بھی دکھ پہنچائے تو وہ شیطان ہے چنانچہ پارہ اوّل رکوع ۴ میں فرماتا ہے فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ۔ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ[1] جب تک اس میں انکار و استکبار تھا وہ ابلیس تھا لیکن جب اس کا ضرر متعدی ہوا اور فَاَزَلَّهُمَا الشَّیْطٰنُ عَنْهَا[2] اس کی شان ہوئی دوسروں کو بہکانے لگا تو پھر اسے شیطان فرمایا سارے قرآن مجید میں خوب غور کر کے دیکھ لو۔ جہاں جہاں ابلیس آیا ہے وہاں اس کا ضرر اپنی ذات میں ہے اور جہاں اس کا ضرر دوسروں تک پہنچا تو نام شیطان ہے۔ احادیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کا لفظ بہت وسیع ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک باز کو کبوتری کے پیچھے جاتا دیکھ کر فرمایا شَیْطَانٌ یَّتْبَعُ شَیْطَانَةً ۔اَلنِّسَآءُ حَبَآئِلُ الشَّیْطَانِ[3] غرض ظلمت کے مظاہر شیاطین ہیں اور نور کے مظاہر ملائکہ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۱۱۔ ماہ نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۴۳۶)

۵۴۔ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ۔

ترجمہ۔ یہ اس لئے بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی دی ہوئی نعمت میں تغیر نہیں ڈالتا کسی قوم کی

---

[1] تو ابلیس کے سوا سب نے حکم مانا۔ (ابلیس نے جو کافر تھا) آدم کا انکار کر دیا اور اسے اپنے سامنے ہیچ سمجھا اور وہ حق پوش تھا۔ [2] پھر شیطان نے ان کو اس درخت کے ذریعہ پھسلانا چاہا۔ [3] شیطان (مذکر) شیطان (مؤنث) کا پیچھا کرتا ہے۔ عورتیں شیطان کا جال ہیں۔

جب تک وہ قوم آپ ہی اپنے متعلق معاملات میں تغیر نہیں کرتی اور بے شک اللہ بڑی دعائیں سننے والا اصلاح کے سامان جاننے والا اور بتانے والا ہے۔

تفسیر۔ یاد رکھو! خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیضان میں تبدیلی اسی وقت ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے۔ جب انسان خود اپنے اندر تبدیلی کرے۔ اگر ہم وہی ہیں جو سال گزشتہ اور پیوستہ میں تھے تو پھر انعامات بھی وہی ہوں گے۔لیکن اگر چاہتے ہو کہ ہم پر نئے نئے انعامات ہوں تو نئے نئے طریق پر تبدیلی کرو۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۱۹ مورخہ ۲۴ رمئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱)

۵۹۔ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر تم ڈرتے ہو کسی قوم سے کہ وہ معاہدۂ صلح میں خیانت کریں گے تو ان کے معاہدہ کو ان کی طرف پھینک دو کہ برابر ہو جاؤ۔ اللہ بے شک خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

تفسیر۔ اللہ نہیں دوست رکھتا خیانت کرنیوالوں کو۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲)

۶۰۔ وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ۔

ترجمہ۔ یہ کبھی خیال نہ کریں وہ جو انکار کرتے ہیں کہ وہ بڑھ جائیں گے بے شک وہ کبھی عاجز نہ کرسکیں گے۔

تفسیر۔ لوگ اپنے دوستوں، حاکموں، محسنوں کا لحاظ تو کرتے ہیں مگر اللہ جل شانہٗ کی عظمت و جبروت کا کچھ لحاظ نہیں کرتے۔ اس کی نافرمانی کئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ لَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰ رستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)



۶۱۔ وَ اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ اللّٰہِ وَ عَدُوَّکُمْ وَ اٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ ج لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ ج اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ ط وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور (ہاں) تیار کرو ہر قسم کی قوت اور گھوڑوں کا سرحد پر باندھنا ان کے لئے اس سے تمہارا مقصد اللہ اور تمہارے دشمنوں پر رعب ڈالنا ہو اور ان کے سوائے دوسروں پر جن کو تم نہیں جانتے ہاں اللہ ان کو جانتا ہے اور تم ہر ایک قسم سے جو کچھ خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ تم کو پورا ملے گا اور تم پر کچھ بھی ظلم نہ ہو گا۔

تفسیر۔ وَ اَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ ۔ اب بھی مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اپنے مخالف کے مقابل دلائل و براہین کے ہتھیاروں سے مسلح رہیں۔ دشمن کے مقابلہ کے لئے چار چیزوں کی ضرورت ہے۔ ا۔ دل یقین سے لبریز ہو، ایمان پکا ہو، متزلزل نہ ہو۔ ۲۔ دشمن کے حالات اور اس کی گھاتوں کی خبر ہو۔ ۳۔ دلائل مضبوط۔ قولِ موجّہ جانتا ہو۔ ۴۔ اللہ پر بھروسہ اور اس سے دعا اور اسی کے لئے مباحثہ ہو۔ جس میں یہ باتیں نہ ہوں۔ وہ ایسے لوگوں کو مدد دیں۔ غرض دو قسم کے لوگ ہوئے ایک وہ جو مقابلہ کر سکتے ہیں۔ دوم وہ جو مالی مدد دے سکتے ہیں۔ ان کو ارشاد فرماتا ہے وَ مَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ یُوَفَّ اِلَیْکُمْ ۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

۶۲۔ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا وَ تَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ط اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

ترجمہ۔ اور اگر کوئی جھکے صلح کے لئے تو اس سے صلح کرنا چاہیے اور اللہ ہی پر توکل کرو۔ بے شک وہ بڑا دعاؤں کا سننے والا بڑا بھیدوں کا جاننے والا ہے۔

تفسیر۔ وَ اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَھَا۔ اور اگر دشمن صلح کرنے پر مائل ہوں۔ تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳)

۶۳۔ وَ اِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر وہ چاہیں کہ تجھے ضروریات میں مدد نہ دیں تو اللہ ہی تیرے لئے بس ہے وہی اللہ جس نے تجھ کو اپنی مدد سے قوت دی اور مومنوں سے۔

تفسیر۔ اَنْ يَّخْدَعُوْكَ۔ یہ لوگ چندہ دینے سے مضائقہ کریں۔ تجھے چھوڑ دیں۔ تو اللہ بس ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰ رستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

۶۴۔ وَ اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اور دل میں الفت ڈالی مومنوں کے اور اگر تو جو کچھ زمین میں ہے دنیا کے سب مالوں کو جمع کرتا اور سب خرچ کر دیتا جب بھی ایسی الفت نہ ہوتی ان کے دلوں میں لیکن اللہ ہی نے ان کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ بے شک اللہ بڑا عزیز و حکیم ہے۔

تفسیر۔ یاد رکھو کہ الٰہی فضل کی بہت قسمیں ہیں اکیلے پر وہ فضل نہیں ہوتا جو کہ دو کے ملنے پر ہوتا ہے اس کی ایک مثال دنیا میں موجود ہے کہ اگر مرد اور عورت الگ الگ ہوں اور وہ اس فضل کو حاصل کرنا چاہیں جو کہ اولاد کے رنگ میں ہوتا ہے تو وہ حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ دونوں نہ ملیں اور ان تمام آداب کو بجا نہ لاویں جو کہ حصولِ اولاد کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح ایک بھاری جماعت پر جو فضلِ الٰہی ہوتا ہے۔ وہ چند آدمیوں کی جماعت پر نہیں ہوسکتا۔ ایک گھر کی آسودگی اور آرام کا فضل اگر کوئی حاصل کرنا چاہے تو جب ہی ہوگا کہ اسے ماما ئیں، خدمت گار اور سونے، کھانے پینے، نہانے وغیرہ کے الگ الگ کمرہ اور ہر ایک کا الگ الگ اسباب مہیا ہونے کی مقدرت ہو۔ ایسے ہی اگر ترقی کرتے جاؤ تو بادشاہت اور سلطنت کے فضل کا اندازہ کر سکتے ہو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب تک تم لوگوں میں باوجود اختلاف کے ایک عام وحدت نہ ہوگی اور ہر ایک تم میں سے دوسرے کو فائدہ پہنچانے کی کوشش میں نہ لگا رہے گا تو تم خدا کے اس فضلِ عظیم کو حاصل

نہ کرسکو گے۔ جو ایک بھاری مجمع پر ہوتا ہے۔ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ اَلَّفَ بَیْنَھُمْ ؕ اِنَّہٗ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ وحدت کی روح کو جو کہ صحابہ کرامؓ میں پھونکی گئی تھی اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے تعبیر کیا ہے۔ اس وحدت کے پیدا ہونے کے لئے چاہیے کہ آپس میں صبر اور تحمل اور برداشت ہو۔ اگر یہ نہ ہوگا اور ذرا ذرا سی بات پر روٹھو گے تو اس کا نتیجہ آپس کی پھوٹ ہوگا۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۲ مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۰)

دیکھو دو کو ایک کرنا سخت سے سخت مشکل کام ہے تو پھر ہزاروں کا ایک راہ پر جمع کرنا اور ان میں وحدت اور الفت کا پیدا کر دینا خدا کے فضل کے سوا کہاں ممکن ہے؟ دیکھو تم خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے۔ اس نعمت کی قدر کرو اور اس کی حقیقت کو پہچانو اور اخلاص اور اثبات کو اپنا شیوہ بناؤ۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۸ مورخہ ۱۴/جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۸)

۶۵۔ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰہُ وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ اے نبی! اللہ تجھے بس ہے اور تیرے متّبع مومنوں کو۔

تفسیر۔ بدیوں پر اسے جرأت ہوتی ہے جو مومن باللہ نہ ہو یا مومن بالیوم الآخرت نہ ہو۔ ''یا مستحق کرامت گنہگار انند'' پر ایمان لایا یا صحبتِ بد میں رہنے والا۔

وَ مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ اے نبی تجھے اللہ بس ہے اور جو تیرے ساتھ مومن ہیں ان کو بھی اللہ بس ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۶۶۔ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاَنَّھُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَھُوْنَ۔

ترجمہ۔ اے نبی! مومنوں کو بہت بہت تحریض دلا لڑائی کے لئے۔ اگر ہوں گے تم میں سے بیس آدمی صابر وہ بیس ہی غالب آجائیں گے دو دو سو پر اور اگر ہوا کریں گے تم میں سے ایک سو تو وہی غالب آیا

کریں گے ان کافروں میں سے ایک ایک ہزار پر اس لئے کہ اس قوم کافر میں سمجھ بوجھ نہیں رہی۔

تفسیر۔ حَرِّضِ ۔ ایک ہوتا ہے حثّ ۔ یہ نرم لفظ ہوتا ہے۔ اس کے معنے ہیں ترغیب ۔ دوسرا لفظ ہے حضَّ ۔ تیسرا لفظ ہے حَضَّ ۔ چوتھا لفظ حَرِّضَ جس میں ان تینوں کے علاوہ اور[1] اور بھی ہے۔ اس کا ترجمہ اردو یا پنجابی کا تنہا لفظ برداشت نہیں کرسکتا۔

الْمُؤْمِنِيْنَ کو اس لئے کہا ہے کہ مومن ہمیشہ اللہ کو اپنا کارساز سمجھتا ہے اور اسی پر ہر حال میں بھروسہ کرتا ہے۔

صوفیوں میں ایک بحث ہے کہ تفویض اعلیٰ ہے یا توکیل۔ بعض کہتے ہیں کہ تفویض اعلیٰ ہے کیونکہ اس میں سب کچھ سپرد کر دیا جاتا ہے۔

قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ۔ کفار کا اللہ پر بھروسہ نہیں ہوتا ۔ اللہ سے دعا نہیں کرتے ۔ اللہ کی کتاب کے ساتھ تمسّک نہیں ۔ ان سے اللہ کے کسی بندے کی تائید و نصرت نہیں ہوتی اس لئے وہ لَا يَفْقَهُوْنَ ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

۶۷۔ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْۤا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ آج کل کے جنگ میں تو تخفیف کر دی تھی اللہ نے اور جانتا تھا کہ تم میں کمزوری ہے۔ پس اگر ہوں تم میں سے سو صابر وہ غالب آئیں گے دو سو پر اور اگر ہوں تم سے ہزار تو وہ اللہ کے حکم سے دو ہزار پر غالب آئیں گے اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

تفسیر۔ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا۔ موجودہ حالات میں چونکہ تم روحانی ترقیات کے اعلیٰ مدارج پر نہیں پہنچے۔ جنگ کا تجربہ نہیں اس لئے ایک دو کے مقابلہ میں فتحیاب ہو گے۔ مومن ہر روز ایک ترقی کرتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)

---

[1] یعنی مزید! مزید!! ۔ مرتّب

اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ مِّائَۃٌ۔ یعنی ایک زمانہ ایسا آئے گا اور فی الحال جو تم میں ضعف ہے تو سو دو سو کے مقابلہ میں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۶۸۔ مَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗٓ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ٭ۖ وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔

ترجمہ۔ یہ تو کسی نبی کی شان ہی نہیں کہ وہ کسی کو قیدی بنالے جب تک کہ دنیا میں کوئی اس سے مقابلہ نہ کرے اور جنگ نہ چھڑے۔ تم کو دنیا کے مال کی تلاش ہے اور اللہ تو آخرت کو پسند فرماتا ہے اور وہ عزیز و حکیم ہے۔

تفسیر۔ اَنْ یَّکُوْنَ لَہٗٓ اَسْرٰی۔ لڑائی کے بعد قید ہی کرنا جائز ہے۔ یوں اکّا دُکّا پکڑ لینا جائز نہیں۔

تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا۔ کیا تم کوئی دنیا کا سامان چاہتے ہو؟ (نہیں)۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۷۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ ھَاجَرُوْا وَ جٰھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُھَاجِرُوْا مَا لَکُمْ مِّنْ وَّلَایَتِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰی یُھَاجِرُوْا ۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْکُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰی قَوْمٍۭ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔

ترجمہ۔ جو لوگ ایمان لا چکے گناہ اور وطن چھوڑ چکے اور بڑی کوشش کی اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے دلی دوست ہیں، اور جو ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی تو تم کو ان کی دلی دوستی سے کچھ کام نہیں جب تک وہ ہجرت نہ کریں، گناہ نہ چھوڑیں اور اگر وہ تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم پر ان کی مدد کرنی لازم ہے مگر اس قوم کے مقابلہ میں مدد نہ کرنا کہ ان میں اور تم میں پکا اقرار ہو۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھ رہا ہے۔

تفسیر۔ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ ۔دینی مسئلہ پوچھے تو بتادو۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۔ایک دوسرے کے سچّے دوست۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳)



سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ

۱۔ بَرَآءَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖٓ اِلَی الَّذِیْنَ عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے صاف جواب ہے ان مشرکوں کو جن سے تم نے صلح کی تھی۔

تفسیر۔ یہ سورۃ توبہ الگ سورۃ نہیں ہے بلکہ انفال کا ایک حصہ ہے۔ یہ ایک بے سود بحث ہے کہ اس میں بِسْمِ اللّٰہِ کیوں نہیں ہے۔ ہاں اس ٹکڑے کے علیحدہ کرنے میں ایک غرض تھی۔ مکّہ کی فتح کے بعد ابو بکرؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انتظام کے لئے بھیجا تھا۔ اس کے بعد انہی آیتوں کے ساتھ حضرت علیؓ کو بھیجا۔ یہ ایک اعلانِ جنگ تھا جو بطور یادگار کے علیحدہ رکھا گیا۔ اس اعلانِ جنگ میں وجوہات بیان کئے جاتے ہیں جن کی بناء پر جنگ کیا جائے۔

بَرَآءَۃٌ ۔ بیزاری کا اظہار ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے۔

عٰھَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ عہد کیا۔ پھر توڑ دیا (اس کا ذکر آگے آتا ہے)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰ر ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴)

۲۔ فَسِیْحُوْا فِی الْاَرْضِ اَرْبَعَۃَ اَشْھُرٍ وَّ اعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ غَیْرُ مُعْجِزِی اللّٰہِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰہَ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ تو اے مشرکو! زمین میں چلو پھرو چار مہینے اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کرسکو گے اور اللہ حق چھپانے والوں کو رسوا کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ مُخْزِی الْکٰفِرِیْنَ۔ نبی کریمؐ نے ۱۳ برس وعظ کیا۔ بڑے بڑے دکھ اٹھائے۔ ۱۳ برس کے بعد مدینے میں آئے یہاں بھی آٹھ برس کفار کا باوجود نیک سلوک کرنے کے بھی بدسلوک رہا۔

اب اکیس۲۱ برس کے بعد کہا جاتا ہے۔ اگر توبہ کرو تو بہتر ورنہ عذاب الیم آتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۴۔ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْۤا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔ ہاں جن مشرکوں سے تم نے عہد کر رکھا تھا پھر انہوں نے کچھ کمی نہیں کی تمہارے ساتھ اور نہ تمہارے مقابلہ میں مدد دی کسی کو تو ان کے اقرار ان سے پورے کرو ان کے وعدہ تک بے شک اللہ پسند کرتا ہے متقیوں کو۔

تفسیر۔ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ خطاب ان لوگوں سے ہے جنہوں نے معاہدہ میں نقض[۱] کیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۵۔ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَ اقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ۔ پھر جب پورے ہو جائیں تعظیم کے مہینے تو لڑو مشرکوں سے جہاں کہیں تم پاؤ اور ان کو پکڑ لو (گھیر لو) اور ان کی تاک میں بیٹھو ہر ایک گھات کی جگہ پھر اگر وہ رجوع بحق کر لیں اور نماز کو ٹھیک درست رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بڑا ڈھانپنے والا سچی کوشش کا بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر۔ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ ۔ یہ چار مہینے وہ ہیں جن کے اندر اپنا اپنا انتظام کر لینے کا نوٹس دیا جا چکا تھا۔

فَاِنْ تَابُوْا ۔ دیکھئے کس قدر نرمی ہے۔ کہ عین جنگ میں جو توبہ کرے اسے بھی چھوڑ دو اور جو پناہ

۱؎ توڑا۔ مرتّب۔

مانگے اسے پناہ دو۔ پھر شریر کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۶۔ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر کوئی مشرک تجھ سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچا دے۔ یہ سلوک اس وجہ سے کہ وہ نادان قوم ہے۔

تفسیر۔ مَاْمَنَهٗ ۔ اس کے امن کی جگہ۔ جیل خانہ یا قتل مراد نہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۷۔ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔ مشرکوں کو عہد و پیمان کس طرح ہو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک مگر ہاں جن سے تم نے اقرار کیا تھا تعظیم والی مسجد کے پاس تو وہ جب تک کہ تم سے اقرار پر قائم رہیں تو تم بھی ان سے اقرار پر قائم رہو۔ بے شک اللہ دوست رکھتا ہے متقیوں کو۔

تفسیر۔ نقضِ عہد بہت بری بات ہے۔ قرآن شریف کے تیسرے رکوع ہی میں ہے وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ. الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ[1] (البقرۃ:۲۷،۲۸) میں بھی لوگوں کے عہد لیتا ہوں۔ عہد کے بعد میں کانپ جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس سے کوئی معاہدہ[2] نہ لوں تا کہ ایسا نہ ہو کہ اس میں نفاق آ جائے۔ میں تمہیں معاہدہ پر قائم رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں۔ موت کے وقت یہ اولاد، یہ دوست، یہ جتھے کبھی کام نہیں آتے۔ پس خدا سے اپنا معاملہ صاف رکھو۔

---

[1] اور وہ تو گمراہ نہیں کرتا اس سے کسی کو مگر بدکار (گمراہ ہوتے ہیں)۔ جو لوگ توڑتے ہیں اللہ کے اقرار کو۔

[2] معاہدۂ بیعت مراد ہے۔ مرتب

فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ ۔ جب وہ قائم رہیں۔

الْمُتَّقِيْنَ ۔ معاہدہ پر پکے رہنے والے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۸۔ كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔

ترجمہ۔ کیونکر نباہ ہوسکتا ہے حالانکہ وہ اگر غلبہ پا جاویں تم پر تو نہ لحاظ کریں تمہاری قسم کا اور نہ اقرار کا۔ وہ اپنی زبانی باتوں سے تمہیں خوش کر دیتے ہیں حالانکہ ان کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ اکثر بدعہد ہی ہیں۔

تفسیر۔ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ ۔ تمہارے مقابلہ میں اگر کوئی بھی ان کی پیٹھ پر ہاتھ رکھنے والا ہو۔

اِلًّا ۔ ال کے معنی ہیں۔ ۱۔ اللہ ۲۔ قسم کھانا ۳۔ قرابت ماں کے لحاظ سے ۴۔ قرابت باپ کی طرف سے ۵۔ قرابت یا بیوی بہن کی طرف سے قرابت۔

فٰسِقُوْنَ ۔ فاسق کے معنے قرآن نے کئے ہیں۔ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ [1] (البقرہ:۲۸)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۱۱۔ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ۔ پھر اگر وہ حق کی طرف رجوع کریں اور نماز کو ٹھیک درست رکھیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور ہم تفصیل وار بیان کرتے ہیں اپنی آیتیں جاننے والی قوم کے لئے۔

تفسیر۔ صحابہ میں کسی عمداً تارک الصلوٰۃ کی نظیر نہیں ملتی۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ جو نماز نہ پڑھتا اسے مسلم نہیں سمجھتے تھے اور مسلمان ہونے کا امتیازی نشان بھی یہی قرار دیا گیا۔ چنانچہ فرماتا ہے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۔ یعنی اگر شرک سے توبہ کرلیں نماز

---

[1] جولوگ توڑتے ہیں اللہ کے اقرار کو۔

قائم کرتے رہیں زکوٰۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۵۸)

۱۲۔ وَ اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَ طَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ۔

ترجمہ۔ اگر وہ اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اپنے اقرار کے بعد اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو لڑو منکروں کے پیشواؤں سے، کچھ شک نہیں کہ ان کی قسمیں ہیچ ہیں (کیوں لڑیں) اس لئے کہ وہ باز آ جائیں۔

تفسیر۔ اور اگر وہ عہد کر کے پیچھے اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہارے دین میں طعن کریں تو ان کفر کے سرداروں سے جنگ کرو ان لوگوں کی قسمیں وسمیں کچھ بھی نہیں تو کہ باز آ جاویں۔ کیا وجہ ہے کہ تم ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور اس رسول کے نکال دینے پر ہمتیں لگائیں اور انہوں ہی نے تم سے ابتداء (جنگ) بھی کی۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۷۴)

لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ۔ اس لئے نہیں کہ تمہارے ہم خیال ہو جاویں بلکہ یہ کہ بدی سے باز آ جاویں۔ یہ غرض نہیں کہ سارا جہان مسلمان ہو جاوے بلکہ صرف یہ کہ فتنہ اٹھ جائے اور دین اللہ کے لئے ہو جاوے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۱۳۔ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَ هَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَ هُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ تم ایسی قوم سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ دیں اور ارادہ کیا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نکال دینے کا اور انہوں نے ہی پہلے تم سے چھیڑ نکالی۔ کیا تم ان سے ڈرتے ہو۔ پس اللہ زیادہ حق رکھتا ہے اس بات کا کہ تم اس سے ڈرو جب تم مومن ہو۔

تفسیر۔ تم کیوں جنگ نہیں کرتے ان لوگوں سے جنہوں نے توڑ دیا اپنی قسموں کو عہد کرنے کے بعد

اور پختہ ارادہ کرلیا رسول کے نکال دینے کا اور انہی لوگوں نے پہلی دفعہ تم سے جنگ کرنے میں ابتدا کی۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۵۶،۵۵)

۱۴۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ تم ان سے لڑو تا کہ اللہ ان کو سزا دے تمہارے ہاتھوں سے اور ذلیل کرے ان کو اور تم کو ان پر غالب کرے اور ایماندار قوم کے دل ٹھنڈے کرے۔

تفسیر۔ يَشْفِ۔ وہ جو تمہیں مقابلہ سے درددکھ پہنچا ہے، اس کو دور کردے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۳۰ رستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۱۶۔ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَ لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَ لَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لَا رَسُوْلِهٖ وَ لَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَ اللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا تم نے یہ سمجھا ہے کہ تم چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی اللہ نے نہیں ظاہر کیا تم میں سے ان کو جو نیک کوشش کرتے ہیں اور اللہ اور رسول اور مومنوں کے سوا کسی کو جانی دوست نہیں بناتے اور اللہ بڑا جاننے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

تفسیر۔ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ ۔ دین میں آدمیوں کی کثرت کی ضرورت نہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کی جن میں استقلال، راستبازی، عاقبت اندیشی، ہمّت بلندی ہو۔

وَلِيْجَةً ۔ دِلی دوستی والا۔

خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ بدیوں سے رکنے کے لئے اس آیت کا مطالعہ بہت ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ساتھ ہے۔ ہمارے ہر کام سے باخبر ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۳۰ رستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

۲۱۔ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ ان کا رب ان کو خوش خبری دیتا ہے اپنی خاص مہربانی اور رضامندی کی اور ان باغوں کی جن میں سدا سکھ اور آرام ہیں۔

تفسیر۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے تمام اقوال و افعال بلکہ دنیا کی تمام اشیاء میں مراتب رکھے ہیں۔ مراتب کو نگاہ رکھنا بڑا ضروری ہے۔ دنیا میں نیکیاں ہیں۔ پھر ان سے بڑھ کر اور پھر ان سے بڑھ کر اور مثلاً فرمایا کہ رستے میں کوئی کانٹا یا دکھ دینے والی چیز ہو تو اس کو الگ کر دو۔ یہ ادنیٰ نیکی ہے۔ صوفیوں کے نزدیک اماطۃ الاذٰی سے مراد رذائل ہیں جو خدا تک پہنچنے میں روک ہو جاتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ایمان باللہ و الرسول ہے مگر میں نے دیکھا ہے کہ بڑے بڑے لوگ چھوٹی چیز کی طرف توجہ کرتے ہیں اور بڑی کا خیال نہیں رکھتے مثلاً تہجّد کے لئے اٹھیں گے۔ خواہ صبح کی نماز قضاء ہی ہو جاوے۔ اس حفظ مراتب نہ کرنے سے نقصان پہنچتا ہے۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ کو خوب کھولا ہے مکہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کیا اور ایک یہودی سے کہا کہ دیکھو ہم حجاج کی خدمت کرتے ہیں اور مسجد حرام کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ کیا ہم محمدیوں سے اچھے نہیں جنہوں نے آ کر پھوٹ ڈال دی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے مقابلہ میں ان مشرکین کے چھوٹے چھوٹے کام کچھ بھی نہیں۔

يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ ۔ اس سے پہلے اعظم درجۃً بھی ایک دعویٰ تھا۔ اس کا ثبوت دیتا ہے کہ انہیں جنت اور ابدی نعمتیں ملیں گی پھر کامیاب ہوں گے اور یہ پانی پلانے پر نازاں خائب و خاسر رہیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)



۲۵۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ ہی نے تم کو بہت جگہ مدد دی تھی اور اللہ ہی نے مدد دی تھی حنین کے دن جب تم کو تعجب میں ڈال دیا تھا تمہاری کثرت نے پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تم پر تنگ ہوگئی زمین باوجود اپنی کشادگی کے پھر تم پلٹے پیچھے۔

تفسیر۔ دنیا میں جس قدر کام ہیں دین کے ہوں یا دنیا کے۔ ہر ایک کام کیلئے ایک نہ ایک سبب ہوتا ہے اب جو لوگ صرف اس بات پر بھروسہ کرتے ہیں وہ جب ناکام ہوتا ہے۔ ان کو بڑا دکھ ہوتا ہے۔ مگر جن کا بھروسہ اللہ پر ہوتا ہے وہ ہمّت نہیں ہارتے۔ اسی لئے مومن ایک دعا نماز میں پڑھتا رہتا ہے۔ جو بقول ایک امام کے واجب ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَ الْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ[1]۔ جب مومن کا اللہ پر بھروسہ کم ہو تو اسے متنبہ کرنے کیلئے کسی امر میں بظاہر ناکام رکھتا ہے تا وہ اپنی ایمانی حالت کو درست کر لیں۔

ہوازن و حنین کے مقابلہ کے وقت صحابہ بارہ ہزار آدمی تھے۔ اس وقت مسلمانوں کے دلوں میں گھمنڈ آ گیا۔ کہ اب ہم ضرور کامیاب ہوں گے۔ یہ ایک عجب تھا۔ اس لئے حنین میں پہلے ناکامی ہوئی۔ جس طرح لاہور کی فتح کے بعد انگریزوں سے چیلیاں موجیاں وغیرہ پر جنگ ہوئی تھی اور وہ سکھوں کی مذبوحی حرکت تھی۔ اسی طرح مکّہ کی فتح کے بعد چند بھگوڑے ادھر ادھر جمع ہو کر حنین میں مقابلہ پر آئے۔

اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ ۔ عجب میں ڈالا کہ ہمارا جتّھہ، ہمارا فہم ہمارا زور بہت زیادہ ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

غزوہ حنین میں اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ

[1] اے اللہ! میں پریشانی اور غم سے تیری پناہ لیتا ہوں اور درماندگی اور سستی سے تیری پناہ میں آتا ہوں۔

بِمَارَحُبَتْ کی آیت نازل ہوئی کہ کثرت نے عجب دلایا تو یہ کثرت کسی کام نہ آئی بلکہ زمین باوجود فراخی کے تنگ ہوگئی۔ ایسی تنگ گھڑیوں میں جب سب سے ساتھ چھوٹ گیا۔ حضرت سرورِ کائناتؐ

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ[۱]

پکارتے جاتے تھے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۵۷)

غزوہ حنین میں مسلمانوں کو تکلیف پہنچی اس کا سبب خود ہی قرآن نے بتایا ہے...... جب تمہاری کثرت تمہیں گھمنڈ میں لائی پس تمہارے گروہ تمہارے کسی کام نہ آئے پھر تم پیٹھ دے کر بھاگ نکلے اہل اسلام اس غزوہ میں اپنی کثرت وجمعیت پر پھول گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہدایت نشان کو طاق پر دھر دیا اور اس خداداد قوت اور عطیے سے جسے حزم کہتے ہیں کام نہ لیا۔ اس لئے وہ چند لمحہ کی اور جلد تدارک پانے والی تکلیف انہیں پہنچی۔ چونکہ وہ لوگ حکمِ رسولؐ سے غافل ہو گئے پس یقیناً رسول اللہ ان میں اور وہ رسول اللہ میں اس وقت نہ تھے گو تھوڑی دیر بعد پھر نصرتِ الٰہی نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ ایسا ہی جو صدمہ اہلِ اسلام کو غزوۂ اُحد میں پہنچا۔ اس کا سبب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہوا کہ عبداللہ بن جبیر کے ہمراہیوں نے بخلاف حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اونچے ٹیلے کو جس پر ثابت رہنے کے لئے آپؐ کا تاکیدی حکم تھا چھوڑ دیا۔ اس لئے وہ صدمہ انہیں پہنچا جس کا تدارک فضلِ ایزدی نے بہت جلد کرلیا...... پس یہاں بھی کیسی صاف بات ہے کہ اس مصیبت کے نزول پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں نہ تھے کہ عدولِ حکمی سے یہ سزا ان پر آئی۔

شاید کسی کے دل میں یہ وسوسہ گزرے کہ خود آنحضرت پر بھی تکلیف ومصیبت آئی۔ سو یاد رکھنا چاہیے کہ قوم کا خیر خواہ اور ان کا دلی ہمدرد، ہادی و مصلح ہر حال میں اپنی قوم کا شریکِ نیک و بد رہتا ہے بعض اوقات میں اس لزوم کی وجہ سے ضرور ہے کہ ان لوگوں کے مصائب وآلام سے اسے بھی حسبِ قانونِ قدرت بہرہ ملے تاکہ ہر حال میں ان کا ہمدرد اور سچا رفیق وانیس ثابت ہو۔ پس یوں ہی ہوا کہ جب اس معرکے میں بعض کوتاہ اندیش آدمیوں کی غلطی کے سبب سے مسلمانوں پر ایذاء آئی۔ سچے ہمدرد رسول مقبولؐ نے ان سے الگ ہونا گوارا نہیں فرمایا۔ بلکہ ان کی شمولیت میں اس دکھ سے

---

[۱] میں نبی ہوں اور اس میں کوئی جھوٹ نہیں اور میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

حصہ لیا۔اسی لئے ہاں وجود باجود کے طفیل پھر رحمتِ الٰہی ان لوگوں کی ممدومعاون ہوئی۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل۔صفحہ ۱۴۸،۱۴۹)

۲۶۔ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول اور ایمان داروں پر اور وہ فوجیں اتاریں جو تم نے نہیں دیکھیں اور سخت دکھ دیا منکروں کو۔اور ہاں یہی توسزا ہے کافروں کی۔

تفسیر۔ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خچر کی باگ ان سو تیرزنوں کی طرف پھیر دی اور کہا۔اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ۔[1] (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴)

جن لوگوں کو حضرت نبی کریمؐ کی اتباع اور معیّت کا شرف بخشا اور چاہا کہ انہیں دنیا پر حق کو پھیلانے کا آلہ اور ذریعہ بنائے۔ان پر یہ فضل کیا کہ ان میں اخلاص ،وحدت ،خداترسی ،شجاعت ،عفت ،صلح ،خودداری ،استقلال اور توجہ الی اللہ کی قوت بڑھتی جاتی تھی اور ان کے مخالفوں میں نفاق ،غرور ،کبر ،تہوّر ،جُبن ،فسق ،فجور ،غضب ،عجزوکسل اور غفلت ترقی پر تھی۔اس روحانی لعنت کے قبضہ میں ہو کر اگرچہ وہ لوگ ان برگزیدوں کے مقابل اپنی ساری طاقتوں اور مال اور جان کو خرچ کرتے مگر نامراد اور ناکام رہ جاتے اس قصّہ کو اب ہم لمبا نہیں کرتے۔اصل بات سناتے ہیں۔عرب میں ان دنوں میں جنگ کا یہ دستور تھا کہ پہلے مبارزہ ہوا کرتا تھا۔یعنی ایک آدمی دوسرے کے مقابل نکلتا۔پھر مبارزہ کے بعد تیروں سے جنگ کی ابتدا ہوتی تھی۔اور قاعدہ ہے کہ اگر ایسی جنگ کے وقت تیز ہوا چل پڑے۔تو اس وقت جس لڑنے والی فوج کی پیٹھ کی طرف سے ہوا آئے گی۔اس کی آنکھوں کو کچھ حرج نہیں پہنچے گا۔اور ان لوگوں کے تیروں کو مدد دے گی۔مگر جس فوج کے سامنے ہوا کا دھکا ہوگا۔ان کی آنکھوں میں ریتا پڑے گا۔نہ وہ ٹھیک نشانہ لگا سکیں گے اور نہ مقابل کو اچھی طرح دیکھ سکیں گے۔ایسی باتیں بہت جنگوں میں ہمارے نبی کریمؐ کے عہدِ سعادت مہد میں پیش آئیں۔چنانچہ بدرؔ

---

[1] میں نبی ہوں (یہ) جھوٹ نہیں۔

اور حنینؔ بلکہ جنگ احزاب وخندق میں بھی ایسے ہی واقعات وقوع میں آئے۔ اسی نعمت کے یاد دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا[1] (الاحزاب:۱۰) وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا[2] (التوبۃ:۲۶) جب حضرت ہادیٔ کامل (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مخالف کا زور زیادہ دیکھا تو ایک مٹھی کنکروں کی مخالف کی طرف پھینکی اور دوسری طرف اس وقت جنابِ الٰہی نے اپنی سنن میں وہ وقت رکھا تھا کہ کنکر پھینکنے والی تیز ہوا چل پڑے اسی طرح عادۃ اللہ ہے۔ اس طریق سے سلسلہ نظامِ کائنات یعنی جسمانی سلسلہ بھی قائم رہتا ہے اور روحانی سلسلہ اور الٰہی سلسلہ یعنی انبیاء اولیاء اور مومنین کی فتح ونصرت کا سلسلہ بھی قائم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدوں کی نصرت کے وقت ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جو انسانی طاقت سے بالاتر ہوتے ہیں۔ اور ہوتے ہیں اس کی سنت اور قانونِ قدرت کے موافق۔ چنانچہ میں ایک ذاتی واقعہ سناتا ہوں جو اسی طرح تہیّہ اسباب اور اسی قسم کی خدا کی نصرت کا ثبوت ہے۔ مرزا نظام الدین اور مرزا امام الدین نے ایک مقدمہ کیا جس میں شیخ خدا بخش جج تھے۔ میں اس مقدمہ میں گواہ کیا گیا۔ ان دنوں ایک شخص مخدوم پیرزادہ ٹنڈ والہ یار علاقہ حیدرآباد سندھ کا رہنے والا علاج کے لئے قادیان میں آیا اور اس نے مجھے نذر کے طور پر آخر ایک سو روپیہ دیا۔ اور باایں کہ امام الدین نظام الدین نے اس کی دعوت بھی کی تھی مگر قدرتِ الٰہیہ نے ان دونوں کو پتہ نہ لگنے دیا کہ اس مخدوم نے مجھے ایک سو روپیہ دیا ہے۔ گواہی کے وقت جب مجھ پر جرح ہونے لگی تو آریہ وکیل نے مجھ پر سوال کیا۔ کیا آپ کو اس سال کسی نے یک دفعہ ایک سو روپیہ بھی اس پیشہ طبابت میں دیا ہے؟ میں دل میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے لئے سجداتِ شکر ادا کرتا ہوا بول اُٹھا کہ ہاں فلاں مخدوم سندھی نے دیا ہے۔ تب ہمارے مخالف ایسے مبہوت ہوئے کہ آئندہ سوالات جرح سے خاموش ہو گئے۔

منشاء مخالف کا اس سوال جرح سے اتنا ہی تھا کہ میری حیثیتِ خداداد کو باطل کرے۔ مگر اس داؤ میں خائب وخاسر ہو گیا۔ میں نے اس شکریہ میں پچاس روپیہ مخدوم صاحب کو بذریعہ منی آرڈر واپس

---

[1] تو ہم نے بھیجی ان پر ہوا اور وہ فوجیں جن کو تم نے نہیں دیکھا۔ [2] اور سخت دکھ دیا منکروں کو۔

کردیئے۔اب سوچو۔مخدوم کا بیمار ہونا۔اس کو میرا پتہ لگنا اور سو روپیہ مجھے دینا اور اس کے اظہار کا موقع ایسے وقت پر ہونا کہ دشمن خاک میں مل جاوے۔کیسا تعجب انگیز ہے؟ اور خدا پرست کے لئے کس طرح مقام شکر کا ہے؟ حقیقی فلسفہ اور سائنس دانوں نے ثابت کر دیا ہے کہ امور اتفاقی طور پر نہیں ہوا کرتے۔اس طرح کے واقعات جن کو میں نے اپنے متعلق بیان کیا ہے۔ہمیشہ ہوتے رہتے ہیں خدا پرست ان کے وقوع سے شکر گزار ہوتے اور سجداتِ شکر کرتے ہیں۔غافلوں، بدمستوں کے سامنے یونہی گزر جاتے ہیں کہ گویا وقوع پذیر ہی نہیں ہوئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فلق بحر (دریا کا پھٹ جانا) انفجار العیون (بارہ چشموں کا پھوٹنا) اور ہمارے ہادیٔ کامل رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن بلکہ حق کے دشمنوں کا موقع موقع پر کامل شکست و ہزیمت کھانا آپؐ کا اور آپؐ کے پاک جانشینوں کا بزعمِ الف اعداء ان پر ہمیشہ کامیاب ومظفر ومنصور ہونا اور بت پرستی کا ملک عرب سے استیصال کر دینا۔یہ سب آیات بیّنات اور حجج نیرّہ اور سچے معجزات ہیں۔ان کے وقوع سے اللہ تعالیٰ کی ہمہ دانی اور ازل سے علمِ کامل اور قدرتِ کاملہ کا پتہ لگتا ہے۔اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ...... اہل اسلام کی خاطر ہمیشہ فرشتے آیا کرتے ہیں اور آیا کریں گے۔اگر فرشتے اسلام کی خاطر نہ آیا کریں اور نہ آیا کرتے تو جس قدر اسلام کے نابود کرنے کیلئے ہمیشہ دشمنانِ حق زور لگاتے تھے اور لگاتے ہیں۔اب تک اسلام نابود ہو جاتا۔ہمیشہ اسلام کے مقابلہ میں کافر ذلیل وخوار ہی رہے۔ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں تمام عرب وعجم نے کیا کیا زور لگائے۔مگر کیا اس ایک انسان کا کام تھا کہ کامیاب ہوتا۔کیا اس سے صاف ثابت نہیں ہوتا کہ حقیقی دیوتا اور اس کے مظاہر قدرت دیوتے اس کے ساتھ تھے۔جب ہی تو دنیا کو حیران کرنے والی فتوحات انہیں نصیب ہوئیں۔آج بھی ہمارے زمانہ میں ہم میں ایک حامیٔ اسلام اور سچا مسلمان موجود ہے۔اس کے استیصال کے لئے بیرونی دنیا میں تمام عیسائیوں تمہارے نئے بھائیوں سکھوں وغیرھم نے اور اندرونی طور پر شیعہ سجادہ نشین مولویوں وغیرھم نے کیسے کیسے زور لگائے۔آخر وہ ملائکہ کا ہی لشکر ہے جو سب مخالفوں کے حملوں کا دفاع کرتا اور ان کی آرزوؤں کے خلاف ہزاروں ہزار کو اس کے جھنڈے کے نیچے لا رہا ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۴۵ تا ۲۴۸)

۲۸۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! مشرک تو بالکل نجس ہی ہیں تو تعظیم والی مسجد کے پاس اس سال کے بعد نہ آنے پائیں اور اگر تم مفلسی اور عیال داری سے ڈرتے ہو تو آگے اللہ تم کو غنی کر دے گا اپنے فضل و مہربانی سے اگر اس نے چاہا۔ بے شک اللہ بڑا جاننے والا ہے احکام کی مصلحت اور بڑا حکیم ہے برمحل کام کرنے والا۔

تفسیر۔ اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ ۔ جن چیزوں سے عجب، غفلت وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔ ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔

وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً ۔ یہ خیال ہو کہ ہم غریب ہو جاویں گے۔ نذر و نیاز بند ہو جائے گی تو فرمایا کہ اللہ غنی کر دے گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ رنومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵)

کیا وہ لوگ جو بیت اللہ سے صحابہ کرامؓ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو روکتے تھے۔ آخر خود ہی بڑی ذلت کے ساتھ وہاں سے نہیں نکالے گئے۔ اور انہوں نے اپنے لئے یہ اٹل حکم نہ سن لیا۔ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا۔ وہ مسجد حرام کے قریب بھی نہ پھٹکنے پائیں حضرت مسیحؑ کے حواری چند مچھیرے اور محصولیے تھے مگر خدا نے مسیحؑ کے متبعین کو وہ شان دی کہ اس کے ادّعائی متبّعین کو بھی سارے جہان کی حکومت بخش دی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۵۵)

۲۹۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ ان لوگوں سے لڑو (اور سمجھاؤ) جو اللہ کو نہیں مانتے اور نہ آخرت کے دن کو جو چیزیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام کر دی ہیں، اس کو حرام نہیں سمجھتے اور سچے دین کا طریقہ اختیار نہیں کرتے اہل کتاب میں سے جب تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے اور وہ بے قدر ذلیل ہوں۔

تفسیر۔ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین حق انہوں نے کسی اہل کتاب سے نہیں لیا۔ بلکہ من گھڑت باتوں کی پیروی کرر ہے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

۳۰۔ وَ قَالَتِ الْیَهُوْدُ عُزَیْرُ اِبْنُ اللّٰهِ وَ قَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ یُضَاهِـُٔوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ٘ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور یہود نے کہا۔ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نے کہا مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ تو صرف ان کے منہ کی باتیں ہیں یہ تو دیکھا دیکھی اور ریس ہے کافروں کے کہنے کی جو پہلے ہو چکے ہیں ۔ اللہ ان کو غارت کرے اور ان پر لعنت کرے وہ کہاں پھرے جا رہے ہیں دھوکہ سے۔

تفسیر۔ دنیا میں کئی مذاہب آتے ہیں پھر مٹتے ہیں۔ ایک فرقہ تھا یہود سے وہ حضر موت (غربی کنارہ یمن) میں رہتا تھا۔ وہ عزیر کو ابن اللہ کہتے تھے۔ ہجری چوتھی صدی کے اخیر تک ان کا بقا یا رہا ہے۔ پس یہ اعتراض نہیں چاہیے کہ اب تو یہود نہیں کہتے ۔ عزیر ابن اللہ تھے۔ کیونکہ دنیا میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ دیکھو قسطلانی ۔ داؤد ظہری ۔ لیث کے متبّعین اب نہیں پائے جاتے ۔ مگر کتابوں میں ان کا ذکر ہے۔

اَلْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۔ محبت کے الفاظ جو خاص موقع پر کسی عنایت کے اظہار کے لئے بولے جاتے ہیں۔ ان کو شامل عقیدہ کرنا گناہ ہے۔ خدا نے اس محاورہ کو سمجھایا ہے۔ ۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ گویا ابناء کے معنے بتادیئے۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۔ اللہ ان پر لعنت کرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)



۳۱۔ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

ترجمہ۔ ٹھہرالیا ہے انہوں نے اپنے عالموں اور مشایخوں کو اللہ کے سوائے کئی رب اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ وہ سب ایک ہی اللہ کی عبادت کریں کوئی سچا معبود نہیں مگر وہی۔ وہ پاک ذات ہے اس سے کہ لوگ اس کا شریک بنائیں۔

تفسیر۔ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ ربوبیت کی شان اپنے فقیروں وملّانوں کو دے دیتے ہیں۔

وَمَآ اُمِرُوْٓا۔ یہ توراۃ کی آیات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تیرے لئے میرے حضور آسمان وزمین میں کوئی خدا نہ ہو۔

سُبْحٰنَهٗ۔ اللہ کے افعال، صفات، عبادت میں کوئی شریک نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

۳۲، ۳۳۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ لوگ چاہیں گے کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اللہ کو یہ ناپسند ہے مگر ضرور پورا کرے گا اللہ اپنا نور اگرچہ برا مانا کریں کافر۔ وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ تا کہ اس کو غالب کرے سب دینوں پر اگرچہ برا لگے سب مشرکوں کو۔

تفسیر۔ بِاَفْوَاهِهِمْ۔ اپنے منہ کی تقریروں سے۔

لِيُظْهِرَهٗ۔ تا غلبہ ثابت کر دے۔ اس پیشگوئی کے لئے یہی زمانہ ہے۔ کیونکہ تمام ادیان کے عقائد ظاہر ہو چکے۔ اب قرآن شریف کے غلبہ کے ثبوت کا پورا موقع ہے۔

افسوس کہ مسلمان ابھی تک سوئے ہوئے ہیں۔ایک ٹکڑا ان کی زمین کا کوئی چھین لے تو یہ مقدمہ بازی میں لندن تک جا پہنچیں۔مگر ان کا مذہب، ان کی سلطنت، جاتی رہی تو انہیں کچھ پرواہ نہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۱۱رنومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔ یہ زمانہ مسیح کا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۳۴۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! البتہ بہت سے تمہارے استاد و عالم و مشائخ اور گُرو لوگوں کا مال کھا جایا کرتے ہیں زبردستی دغابازی کے ساتھ اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ جمع کرتے ہیں خزانے سونے اور چاندی کے اور ان کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں تو انہیں بشارت سنا دے ٹیس دینے والے عذاب کی۔

تفسیر۔ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ۔ مسجدوں کے ملّاں اپنے فرائض سے غافل ہیں۔لوگوں نے ان کی وجہ معاش کا بندوبست کیا تا وہ علم پڑھیں اور ہمارے بچوں کو دین سکھائیں۔مگر وہ اور ہی جھمیلوں میں پڑ گئے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۱۱رنومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

۳۵۔ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔

ترجمہ۔ جس دن تپایا جائے گا اور گرم کیا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغ دیا جائے گا ان کے ماتھے اور پہلوؤں اور پیٹھوں کو (اور کہا جائے گا) یہ تمہارا خزانہ ہے جو جمع کیا تھا تم نے اپنی ذات یا قرابت داروں کے لئے تو اب چکھو اس کا مزہ جو تم نے جمع کیا تھا خزانہ۔

تفسیر۔ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ۔ سائل جب پہلے سوال کرتا ہے تو

بخیل مسئول اس کے سوال کا رد پہلے ماتھے کے شکن کے ذریعہ کرتا ہے پھر منہ پھیرتا ہے پھر پیٹھ دے کر چلا جاتا ہے۔اس لئے سزا میں ان تینوں جگہوں کا ذکر کیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

۳۶۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔ مہینوں کی گنتی تو اللہ کے یہاں بارہ ہی ہے اللہ کے دین میں محفوظ، جس دن سے پیدا کئے آسمان اور زمین، ان میں سے چار مہینے تعظیم کے ہیں یہ مضبوط دین کی بات ہے تو ان مہینوں میں ظلم نہ کرو اپنی جانوں پر اور لڑو مشرکوں سے سب کے سب جیسے وہ تم سے لڑے سب کے سب اور جان رکھو بے شک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر۔ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ۔ اللہ کی پاک شریعتوں میں۔خدائی حساب چاند کے ساتھ وابستہ ہیں اور دنیاوی حساب آفتاب سے۔دونوں میں کئی دنوں کا فرق پڑ جاتا ہے۔دنیاداروں نے شمسی حساب کو پسند کیا ہے کیونکہ زیادہ فرق نہیں پڑتا۔اور چاند کے حساب پر چلیں تو تین برس میں ایک ماہ اور چھتیس سال میں ایک سال کا فرق پڑ جاوے۔اور اس حساب سے تنخواہ لینے والا ملازم بڑے فائدے میں رہ سکتا ہے۔

دینی کام چاند کے حساب پر کرنے میں صوفیاء نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ امتِ محمدیہ ہر شمسی مہینے میں اپنی ہر عبادت کرنے کا فخر رکھتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)



۳۷۔ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ط زُیِّنَ لَھُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِھِمْ ط وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ یہ جو کسی مہینے کو پیچھے ڈال دینے کا رواج ہے یہ زیادتی ہے جو کفر کے وقت ہوئی اور اس سے گم راہ کئے گئے ہیں جو بے ایمان ہیں حلال کرتے ہیں تعظیم کے مہینے ایک سال اور حرام کر لیتے ہیں ایک سال تا کہ برابر کر لیں گنتی جو اللہ نے حرام کی ہے تو وہ حلال کر لیں اللہ کے حرام کئے ہوئے کو۔ پسند آ گئی ہیں ان کو ان کی بدکرداریاں اور جس راہ پر کافر چل رہے ہیں وہ اللہ کی بتائی ہوئی راہ نہیں ہے۔

تفسیر۔ اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ ۔ چونکہ عرب کے مشرکین باہر تجارت کے لئے جاتے تھے دقّت میں پڑتے تھے۔ اس لئے وہ کبھی محرم کو صفر بنا لیتے اور کبھی کچھ۔ جس سے لوگوں کو مغالطہ ہوتا اور بہت سا فساد پڑ جاتا۔ سُودخواروں نے بھی ایک فساد کیا ہے۔ کہ لوند کا مہینہ رکھ لیا ہے اور بارہ کی بجائے تیرہ کا سود لے لیتے ہیں اور کبھی مہینے کے دن بڑھا لیتے ہیں۔ اس بہانے سے کہ حساب پورا ہو جاوے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

۳۸، ۳۹۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ط اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۵ وَّ یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا ط وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! تمہیں کیا ہو گیا جب تم سے کہا۔ جاتا ہے کہ چلو اللہ کی راہ میں تم گرے پڑتے ہو زمین پر بوجھ سے، کیا تم راضی ہو گئے ہو اِدھر کی زندگی پر آخرت کے مقابلہ میں تو اس دنیا کی زندگی کی حقیقت ہی کیا ہے آخرت کے مقابلہ میں یعنی کچھ بھی نہیں۔ اگر تم نہ چلو گے تو اللہ تم کو ٹیس دینے والا عذاب دے گا اور تمہارے سوائے دوسرے لوگ بدل دے گا اور تم اللہ کا کچھ

بھی نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر ایک چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ ہر قوم بلکہ ہر شخص کے لئے ایک امتحان ہے جس سے اس کے جوہرِ مخفی معلوم ہوتے ہیں۔ خدا نے ابوالحنفاء، ابوالانبیاء ابراہیمؑ کا بھی امتحان لی۔ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ کے مخاطبوں کا بھی امتحان لیا۔ امتحان کئی قسم کا ہے۔ ایک ذلیل کرنے کے لئے كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ[1] (الاعراف:۱۶۴) ایک اس لئے کہ پہلی غلطیوں کو چھوڑ دے۔ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ[2] (الاعراف:۱۶۹) ایک کمالات کے اظہار کے لئے جیسے وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ[3] (البقرة:۱۲۵)۔

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ۔ غرض تمہاری اس سفر میں دنیا کی کوئی خواہش ہو رہی ہے۔

يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تنزّل میں ہے۔ یہ غلط ہے اسلام ضرور دنیا میں رہے گا۔ مگر ڈر تو یہ ہے کہ اسلام ہمارے گھروں سے نکل کر کسی اور قوم میں چلا جائے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُتْرُكُوا التُّرْكَ مَا تَرَكُوْكُمْ[4]۔ خوارزم کے ایک بادشاہ نے اس کے خلاف کیا۔ چنگیز خانیوں کو لڑائی کے لئے بلایا۔ اس نے جواب میں کیا عمدہ لکھا کہ اوّل تو تمہارا قرآن شریف مانع ہے۔ کیونکہ اس میں حکم ہے۔ قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا[5] (البقرہ:۱۹۱) دوم ہم تمہارے ساتھ لڑتے نہیں۔ حدیث میں ترک کے ساتھ جنگ کی ممانعت ہے سوم ہمارے تاجر تاجرانہ حیثیت سے آئے۔ انہیں سلطنت سے کچھ تعلق نہیں۔ اس ناعاقبت اندیش نے اس پر غور نہ کیا۔ لڑائی چھیڑ دی۔ آخر اٹھارہ لاکھ مسلمان اس میں ہلاک ہوئے۔ تمام کتب خانے تباہ ہوئے۔ ہزار آدمیوں کو جن کی نسبت خیال تھا۔ دعویٰ

---

[1] اسی طرح ہم ان کو آزمانے لگے کیونکہ وہ نافرمان تھے۔ [2] ہم نے امتحان کیا اُن کا سُکھ اور دُکھ سے۔

[3] اور جب کہ ابراہیم کو چند باتوں کے بدلہ میں اُس کے رب نے کچھ انعام دینا چاہا اور ابراہیم نے اچھی طرح ان باتوں کو پورا کیا۔ [4] ترکوں کو تب تک چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں۔

[5] اور اللہ کی راہ میں تم اُن سے لڑو جو لوگ تم سے لڑیں اور زیادتی نہ کرو۔

سلطنت کریں گے زندہ دیوار میں چنوا دیا۔غرض یہ سب کچھ مسلمانوں نے دیکھا اور نافرمانی نے دکھایا۔مگر نافرمانی کو نہ چھوڑا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

۴۰۔ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ اگر تم رسول اللہ کی مدد نہ کرو گے (تو کیا ڈر ہے) کیوں کہ بے شک اس کی مدد تو اللہ کر چکا ہے جب اسے منکروں نے نکالا تھا تو وہ دو میں کا دوسرا تھا جب وہ دونوں غار (ثور) میں تھے وہ اس وقت اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ تو غمگین نہ ہو کیونکہ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اس پر اور اس کی مدد کی ایسی فوجوں سے جن کو تم نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات پست اور ہیٹی کر دی، اور اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ ہی بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ لَا تَحْزَنْ۔ حزن نبیوں کو بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ بلکہ خوف بھی۔سورہ یوسف میں اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ[1] (یوسف:۱۴)

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۴۱۔ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ چلو ہلکے یا بوجھل ہتھیار بند اور نیک کوشش کرو اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں جب تم جانتے ہو۔

تفسیر۔ اِنْفِرُوْا۔ دینی کام میں چلو۔

خِفَافًا۔ میرے ذوق کے مطابق اس کے یہ معنے بھی ہیں کہ مباحثہ میں کتابوں کے انبار لے

---

[1] مجھ کو غمگین کرتا ہے تمہارا اس کو لے جانا اور میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اس کو بھیڑیا کھا جائے۔

جانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔[1]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵)

۴۳۔عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَ تَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ نے تجھ کو معاف کیا تو نے کیوں اجازت دے دی ان کو جب تک کہ خوب واضح ہو جاوے تجھ پر سچ والے اور تو جان لیتا خاص جھوٹوں کو۔

تفسیر۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور چند آدمی عذر کرنے آئے کہ ہم غزوۂ تبوک میں جا نہیں سکتے۔انبیاء کی طبیعت میں رحم ہوتا ہے۔فرمایا۔اچھا۔

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ۔ اللہ تعالیٰ ناراض نہیں بلکہ محبت سے فرماتا ہے۔تم بڑے درگزر کرنے والے ہو۔اللہ نے بھی تم سے درگزر کی۔

حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ ۔ اس سے ظاہر ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی حکم کے خلاف کارروائی نہ کی تھی۔چنانچہ پارہ ۱۸ نورؔ کے آخری رکوع میں فرمایا۔اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ[2] (النور:۶۳) اس سے معلوم ہوا کہ اذن مانگنا مومن کا کام ہے۔یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اذن لینا کفار کا کام ہے۔یہ اختلاف نہیں بلکہ اختلاف مواقع پر مبنی ہے یہاں اذن مانگنے والوں کے جھوٹ کا ثبوت دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۵،۱۱۶)

۴۵۔اِنَّمَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ ارْتَابَتْ قُلُوْبُھُمْ فَھُمْ فِیْ رَیْبِھِمْ یَتَرَدَّدُوْنَ۔

ترجمہ۔ تجھ سے وہی لوگ رخصت مانگتے ہیں جو اللہ کو نہیں مانتے اور آخرت کے دن کو اور شک اور ہلاکت میں پڑے ہیں ان کے دل،تو وہ لوگ اپنے شک اور تباہی میں ہی بھٹکتے ہیں۔

---

[1] ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے۔ [2] بے شک جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں یہی لوگ ایسے ہیں جو فی الحقیقت ایمان لائے اللہ اور اس کے رسول پر۔

تفسیر۔ اِنَّمَا يَسْتَاْذِنُكَ۔ اس وقت جو اجازت مانگتے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۴۸۔ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَ ظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک انہوں نے فساد ڈلوانا چاہا پہلے سے اور الٹ پلٹ کرتے رہے تیرے لئے کئی تدبیروں کو یہاں تک کہ اللہ کا سچا وعدہ آ پہنچا اور ظاہر ہو گیا اللہ کا حکم حالانکہ وہ کراہت ہی کرتے رہے۔

تفسیر۔ قَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ۔ تیری باتوں کو زیر وزبر کرنے کی کوشش۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

۴۹۔ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَ لَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ کوئی تو ان میں ایسا ہے جو کہتا ہے کہ مجھے رخصت دیجئے اور بلا میں نہ پھنسایئے سن رکھو وہ تو بلا ہی میں آ گرے اور بے شک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو۔

تفسیر۔ وَ لَا تَفْتِنِّيْ۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری قوت شہوانی بڑی تیز ہے۔ میں صورتوں کو دیکھ کر گھبرا جاتا ہوں۔ ایسا نہ ہو میں وہاں گرفتار ہو جاؤں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

۵۱۔ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو کہہ دے ہم پر تو کچھ نہ ہو گا مگر وہی جو اللہ نے لکھ دیا ہے ہمارے لئے وہی ہمارا کارساز اور آقا ہے اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے ایمانداروں کو۔

تفسیر۔ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا۔ جو قانون کے مناسب ہو۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۵۲۔ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ۔

ترجمہ۔ تم کہہ دو کہ تم انتظار نہیں کرتے ہمارے لئے مگر دو بھلائیوں میں سے ایک کا اور ہم تمہارے حق میں اس بات کی تاک لگائے ہیں کہ تم پر اللہ کوئی عذاب کرے اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں سے تو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں تمہارے ساتھ۔

تفسیر۔ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ۔ شہید ہوں گے تو مقرّب بارگاہِ الٰہی ہوں گے۔ فاتح ہوں گے تو عزت پائیں گے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

۵۳۔ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ کہہ دو کہ تم خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے کبھی بھی تمہاری طرف سے قبول نہ ہوگا کیونکہ تم تو فاسق و بدکار لوگ ہو۔

تفسیر۔ نیکیاں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ایک جڑھ۔دوم۔اس کی فروع۔کئی ایسی بھی ہیں جو اس جڑھ سے تعلق نہیں رکھتیں۔شاخوں کی سرسبزی اصول کی آبیاری پر موقوف ہے۔ چونکہ تمام نیک کاموں کی جڑھ ایمان ہے۔اس لئے اس کی محافظت ہر طرح مقدم ہے۔اسی طرح فرائض کو نوافل پر ترجیح ہے۔

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا۔ بہت لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چندوں میں شریک ہوتے مگر چونکہ ایمان میں پورے نہ تھے۔اس لئے فرمایا یہ چندے مقبول نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

۵۴۔ وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ان کے خرچ کے قبول ہونے کا کوئی مانع نہیں ہوا مگر یہی کہ انہوں نے حق چھپایا اور

انکار کیا اللہ اور اس کے رسول کا، نماز کو نہیں آتے مگر سستی مارے اکسائے ہوئے اور خرچ بھی کرتے ہیں تو نفرت اور کراہت سے۔

تفسیر۔ وَ لَا يَأْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَ هُمْ كُسَالٰى۔ یہ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ کا ثبوت دیا ہے۔ ایمانی حالت کا اندازہ اعمال سے ہوتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ا مورخہ ۱۱؍ نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

۵۵۔ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو تُو ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کر (کیونکہ) اللہ نے ارادہ ہی کر لیا ہے کہ اس مال اور اولاد کے ذریعہ ان پر عذاب کرے اس دنیا کی زندگی میں اور ان کی جان ایسی حالت میں نکلے کہ وہ کافر ہی ہوں۔

تفسیر۔ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا۔ بیٹے مسلمان ہوں گے۔ اور ان کے مال اللہ کی راہ میں دے دیں گے جس سے کفّار باپوں کو دکھ ہوگا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۷)

۶۰۔ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

ترجمہ۔ صدقات تو فقیروں اور بے سامانوں اور دینی کارکنوں ہی کا حق ہے اور دلوں کو دین کی طرف مائل کرنے میں اور غلام مومنوں کے آزاد کرانے اور جرمانوں (اور قرضوں) کی ادائی میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کو یہ اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے اور اللہ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ الصَّدَقٰتُ۔ اس سے مراد یہاں زکوٰۃ کا روپیہ ہے۔ اس کے مصارف بیان فرماتا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ ۔ یہ فقیر کی جمع ہے جس کے معنے ہیں محتاج۔ یہ کئی قسم ہیں۔ مثلاً کوئی شخص یوں تو دولت مند ہے مگر اتفاقاً ریل کے سٹیشن پر اس کے پاس روپیہ نہ رہا۔ تو اس وقت وہ فقیر ہو گیا۔ گویا ایک وقت ایسا آ گیا کہ محتاج ہو گیا۔

وَ الْمَسٰكِيْنِ۔ جو ہاتھ پاؤں نہ چلا سکے۔ یہ بھی کئی قسم ہیں۔ مثلاً ایک جلد ساز ہے اور اس کے

پاس جلد کرنے کا سامان نہیں تو وہ مسکین ہے۔

وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا۔ نبی کریمؐ کے زمانے میں زکوٰۃ آپؐ کے حضور پہنچائی جاتی تھی۔ پس جو اس کو جمع کرنے والے تھے ان کو عاملین کہتے۔

الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ ۔مثلاً ایک سکھ یا عیسائی آ گیا۔ اب اسے مکان چاہیے کھانا چاہیے وغیرہ ضروریات۔

وَ فِي الرِّقَابِ۔ غلام اور ایسے قیدی جو بذریعہ روپیہ خلاص ہو سکیں۔

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔دشمن کے مقابلہ کے لئے جو تیاری کرنی پڑتی ہے۔ اگر لڑائیوں کے دن ہیں تو اس میں رسد و ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ اگر قلم کا جنگ ہے تو پھر کتابوں کی تصنیف و تالیف و اشاعت کا خرچ ہے۔ اور اگر روبرو مکالمہ ہے تو عمدہ تقریر۔ کلامِ موجہ کی ضرورت ہے۔ اس پر بھی روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ میرے نزدیک آج کل قرآن و حدیث کی ترویج میں لگانا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ہے۔

وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ۔مسافر لوگوں کو عجیب عجیب ضرورتیں پیش آتی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

زکوٰۃ کیا ہے ایک قومی اور مشنری چندہ ہے جس میں سوائے خاص مصرفوں کے کسی متنفس کی خصوصیت نہیں۔ زکوٰۃ اور صدقات کن لوگوں کے لئے ہیں۔ دیکھو قرآن اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ ... فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ زکوٰۃ جو ہے سو حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور اس کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پرچانا ہے اور گردن چھوڑانے میں (غلاموں اور قیدیوں کا چھوڑانا) اور جو تاوان بھریں اور اللہ کی راہ میں اور راہ کے مسافر کو۔ ٹھہرا دیا ہے اللہ کا۔ ہاں محمدؐ صاحب کی قوم بنوہاشم پر زکوٰۃ اور صدقہ حرام ہے ان کو جائز نہیں کہ ان مشنری چندوں سے کچھ لیں۔ گو کیسے ہی غریب اور مسکین کیوں نہ ہوں۔ منصفو! یہ استثناء بھی قابلِ غور ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بچے تھے تو آپؓ نے صدقے کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اٹھالی اور چاہا کہ منہ میں ڈالیں۔ جناب رسالت مآبؐ نے زور سے منع فرمایا۔ اور منہ سے نکلوادی۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ اوّل صفحہ ۳۴)

خیرات تو فقیروں، مسکینوں اور صدقات کے کارکنوں اور ان کافروں کا جن کو اسلام و مسلمانوں سے لگاؤ ہے حق ہے۔ صدقات کو غلاموں کے آزاد کرنے اور جن پر خاص آفتیں آئی ہیں ان کی امداد دینے اور خدائی کاموں جہاد وغیرہ اور مسافروں کی مددگاری میں خرچ کرو۔ یہ امر اللہ کی طرف سے نہایت ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ علم والا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۶)

۶۴۔ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ۔

ترجمہ۔ منافق ڈرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہیں نازل ہو جائے ایمانداروں پر ایسی سورت کہ ان کو بتا دے جو منافقوں کے دلوں میں ہے۔ کہہ دو اچھا ٹھٹھے مارو بے شک اللہ ظاہر کرنے والا ہے وہ بات جس کا تم کو ڈر ہے۔

تفسیر۔ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ۔ منافقوں کی پہچان کے لئے بہت عجیب عجیب باتیں کلامِ الٰہی میں آئی ہیں۔ ان میں سے ایک هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا [۱] (التوبہ: ۷۴) بھی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ۔ بدکار کی بدکاری عام طور سے ظاہر ہو جاتی ہے كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ [۲] شعروں میں سے ایسے شعر بھی اسی مد میں شامل ہیں ؎

دل از مہرِ محمد ریش دارم رقابت باخدائے خویش دارم [۳]
تقدیر بیک ناقہ نشانید دو محمل سلمائے حدوثِ تو ولیلائے قِدم را [۴]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

---

[۱] ارادہ کر لیا۔ اس کا جس کو نہ پایا۔ [۲] ہم تو محض گپ شپ میں محو تھے اور کھیلیں کھیل رہے تھے۔
[۳] میرا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں زخمی ہے اور اس محبت میں میری رقابت اپنے خدا کے ساتھ۔ (میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عاشق ہوں اور اللہ تعالیٰ بھی آپ سے محبت کرتا ہے تو اس طرح ہم رقیب ہیں۔ مترجم) [۴] تقدیر نے ایک اونٹ پر دو کجاوے رکھ دیئے ہیں (ایک ذات میں دو خوبیاں جمع کر دی ہیں۔ مترجم) نئے محبوبوں اور پرانے محبوبوں دونوں کی خوبیاں تجھ میں جمع کر دی ہیں۔

۶۷۔ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَ يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

ترجمہ۔ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک ہی روش ہے وہ برے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور اچھی بات سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ بند کر لیتے ہیں۔ انہوں نے اللہ کو چھوڑ دیا تو اللہ نے بھی ان کو چھوڑ دیا تو کچھ شک نہیں کہ منافق ہی بدکار فاسق ہیں۔

تفسیر۔ ہر ایک چیز اپنے نشان سے پہچانی جاتی ہے۔ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔ کسی پر مثلاً غضب آوے تو چہرہ پر اس کا اثر ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ غرض انسان کے اندر جو کچھ ہو اس کا اثر ظاہر ہو ہی جاتا ہے۔

یہاں منافقوں کا ذکر ہے اس لئے ان کے نشان بتاتا ہے تا تمہیں اپنے نفسوں کے محاسبہ کا موقع ملے۔

يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ ۔ منافق کے اندر چونکہ پسندیدہ بات کوئی نہیں ہوتی اس لئے وہ تحریکیں بھی ناپسندیدہ امور ہی کی کرتا رہتا ہے۔

يَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ۔ چونکہ اسے جزا و سزا کے مسئلہ پر پورا یقین نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ کھلے دل خرچ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ نہیں کر سکتا۔

فَنَسِيَهُمْ ۔ پس اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ اللہ کسی کو بھولے یہ غلط بات ہے۔

خرچ مال بڑھانے سے بڑھتا اور گھٹانے سے گھٹتا ہے۔ ایک ہزار روپیہ روز پر بھی گزارہ کرتے ہیں اور ہمارے حضرت صاحب فرماتے تھے کہ ایک پیسہ پر انسان آٹھ پہر گزار سکتا ہے اور یہ تجربہ شدہ بات ہے۔ ایک وزیر اعظم نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے یہاں دو روپے پر امیدواری کے دو ماہ گزارے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

۷۲۔ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ مَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔

ترجمہ۔ اللہ نے وعدہ فرمالیا ہے ایماندار مرد اور ایماندار عورتوں سے ایسے باغوں کا جن میں بہہ رہی ہیں نہریں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور عمدہ حویلیاں ہوں گی ہمیشہ کی بہشت میں اور اللہ کی خوشنودی جو سب سے بڑھ کر بات ہے اور یہ ہی تو بہت بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر۔ وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ اور اللہ کی خوشنودی تمام نعمتوں سے بڑی ہے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۲)

قرآن شریف جو وَ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ کے درجہ پر پہنچانا چاہتا ہے یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ایک چوکیدار اگر راضی ہے تو گھر والا کتنے گھمنڈ اور ناز میں رہتا ہے اور اگر ایک ڈپٹی انسپکٹر پولیس اس کا حامی ہو تو پھر اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھتا ہے۔تم نے بھی بہت سے لفظ سنے ہوں گے۔اچھے اچھے متین کہہ اُٹھتے ہیں۔فلاں شخص ہمارا دوست ہے اس کو کہہ کر فلاں کو گرفتار کرا دیں گے۔نوکری کے لئے سفارش کر دیں گے۔ چہ جائیکہ صوبہ کے حاکم یا بادشاہ کے ساتھ تعلق ہو۔پس وہ احکم الحاکمین مولیٰ کریم تو ذرّہ ذرّہ پر حاکم ہے۔ جہاں واہمہ کی واہمہ بھی برداشت نہیں کرتی کہ اگر وہ راضی ہو جاوے تو کس قدر خوشحالی پیدا ہو سکتی ہے۔اسی بناء پر وہ دعویٰ ہے جو آج بہت سے بھائیوں نے سنا ہو گا کہ دنیا کا نور میں ہوں۔میں دنیا کا فاتح ہوں میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔کیا یہ کوئی انسان باوجود اپنی ہمہ ضعف و ناتوانی کے کہہ سکتا ہے۔جو ذرا ذرا سی باتوں کا محتاج ہے۔عجز کا تو یہ حال ہے اور طاقت کا وہ نمونہ، یہ طاقت کہاں سے آتی ہے۔غور تو کرو اس کا منبع وہی ہے رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ۔ سارے دنیا پرست، دنیا کے کتّے، سارے دنیا کے حکمران سب اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کے محتاج رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ اگر حامی و مددگار ہو تو کسی کی دشمنی اثر نہیں کر سکتی۔ میں نے وہ آدمی بھی دیکھے ہیں جو دستخط کراتے ہوئے اور کسی کی بھلائی یا برائی کا فیصلہ کراتے ہوئے قلم آگے پیش کیا ہے اور جان نکل

گئی ہے۔ خدا کی بڑی بڑی عظیم الشان طاقتیں ہیں جو وہم وگمان میں بھی نہیں آ سکتی ہیں۔ایک آن میں لاکھوں لاکھ پیدا کرسکتا ہے اور فنا کرسکتا ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴، ۱۵)

۷۳۔ يَاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔

ترجمہ۔ اے نبی! بڑی محنت کروان کافروں کے لئے اور بڑی ہی کوشش کرو منافقوں کے واسطے اور بڑی زبردست قوت سے مجاہدہ کرو۔ان کا ٹھکانا تو جہنم ہی ہو رہا ہے۔اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

تفسیر۔ مثنوی میں ایک بات لکھی ہے گنّے اور چاولوں کو بہت پانی دیا جاتا ہے۔ پانی میں تمام بیجوں کا مادہ ہوتا ہے اس لئے کچھ اور گھاس وغیرہ بھی اس میں اُگ آتی ہے۔اس کو بذریعہ نہلائی کے دور کیا جاتا ہے اسی طرح منافقین کو مومنین سے الگ کیا جاتا ہے اور اس کے لئے بڑے مجاہدہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ رذائل تو انسان میں پہلے آتے ہیں۔ ان کے دور کرنے کے لئے بڑا مجاہدہ چاہیے۔

وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۔ عَلَيْهِمْ کی ضمیر کے مرجع پر لوگوں نے بحث کی ہے۔بعض دونوں کی طرف پھیرتے ہیں۔بعض صرف منافقین کی طرف۔ میرے نزدیک دونوں کی طرف ہے کیونکہ دوسری جگہ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (الفتح:۳۰) آیا ہے جس کے معنی حضرت صاحب نے یہ کئے ہیں کہ کفار کی بات تم پر اثر نہ کرے۔

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۔عَلٰى اٰكِمَةٍ غَلِيْظَةٍ۔ اس کے معنے مضبوطی کے ہیں۔

وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۔ جہنم عقائدِ فاسدہ کے جلانے کی بھٹی ہے۔اس سے بچاؤ ہوتا ہے بذریعہ توبہ، استغفار، صدقہ، دوسرے سے دعا کرانا، مصائب کا آنا، قبر کے مشکلات، مرنے کے بعد لوگوں کا جنازہ پڑھنا اور ان کو ثواب پہنچتا ہے کھانے کا، روزے کا اور میرے نزدیک کلامِ الٰہی کا بھی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۱؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۶)

یہ جو کہتے ہیں کہ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ کے ماتحت منافقوں سے کیوں جہاد نہیں کیا گیا۔ یہ غلط ہے کیونکہ منافقوں سے لڑائی ہوئی چنانچہ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا[1] (الاحزاب:۶۲) سے ظاہر ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ۔ کوئی صحابی منافق نہ تھا۔ اگر ہوتا تو نبی کریمؐ ضرور اس سے جنگ کرتے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۷۴۔ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَ مَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ۔

ترجمہ۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ انہوں نے کلمہ کفر نہیں بولا حالانکہ انہوں نے بے شک کلمہ کفر بولا اور مرتد ہو گئے اسلام کے بعد اور ارادہ کر لیا اس کا جس کو نہ پایا اور یہ بُرا بدلہ نہیں دیتے مگر اس بات کا کہ ان کو غنی کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول نے اپنی مہربانی سے، تو اگر وہ رجوع بحق کر لیں تو وہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ نہ مانیں گے اور منہ پھیر لیں گے تو اللہ ان کو ٹیس دینے والا عذاب دے گا دنیا ہی میں اور آخرت میں بھی اور ملک میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ ہوگا۔

تفسیر۔ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ ۔ چونکہ ان میں قوّتِ فیصلہ اور تابِ مقابلہ نہیں ہوتی اس لئے وہ جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں۔

وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ شیعہ غور کریں جو کہتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بلافصل خلیفہ بننا چاہا یہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اس طرح حضرت علیؓ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔

عَذَابًا اَلِيْمًا۔ دیکھو سورۃ الاحزاب لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا[2] (الاحزاب:۶۱) یہ دنیا کا عذاب منافقوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہو چکا۔ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛۚ

---

[1] اچھی طرح قتل کئے جائیں۔ [2] ہم تجھ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے تو وہ مدینہ میں تیرے پڑوسی نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے ہی دن۔

اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا[1] (الاحزاب:۶۲) جب دنیا کا عذاب ثابت ہو چکا تو آخرت میں ضرور آئے گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا۔ شیعہ سے پوچھو کہ ابو بکر اگر خلافت چاہتے تھے تو انہوں نے پالی۔ پس وہ منافق کیونکر ہوئے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

عمائد منافقین مدینہ کو کہا کہ شرارتوں سے باز آ جاؤ والّا اس جہان اور قیامت میں دُکھ پاؤ گے جیسے آیت ذیل میں آیا ہے۔

وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ۔

اب غور کرو کہ ان ناعاقبت اندیش لوگوں کی یہ خبر ہے کہ ان کو عذاب دیں گے اس دنیا میں اور ان کے لئے عذاب ہے آخرت میں۔ پھر ایک اور خبر ہے کہ ان کا کوئی والی وارث یا دوست نہ ہوگا اور تیسری خبر ہے کہ انکا کوئی مددگار نہ رہے گا پھر دیکھو یہ تینوں خبریں کس طرح اپنے وقوع کے ساتھ ہمیں دنیا میں نظر آ گئیں۔ جب یہ دونوں اپنی مناسبت سے صحیح ہو گئیں تو تیسرا علم جو انہیں کا مساوی ہے کیونکر صحیح نہ ہوگا کہ قیامت میں عذاب پاؤ گے۔...... اسلامی اصطلاح میں قیامت کے لفظ کے معنی تو بہت ہیں۔ مگر مشہور یہ دو ہیں۔ اوّل مَنْ مَاتَ فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهٗ جو مر گیا اس کی قیامت قائم ہوگئی۔ دوم مَابَعْدَ الْمَوْتِ حَشْرُ اَجْسَادٍ[2] کے وقت جب سعید وشقی بالکل الگ الگ ہو جائیں گے اس کا نام قیامت ہے۔ مابعد الموت کوئی جیل خانہ نہیں اور وہ کوئی حوالات نہیں۔ قبر میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جیسے قرآن کریم میں فرمایا فَاَقْبَرَهٗ[3] (عبس:۲۲) کہ قبر میں اللہ تعالیٰ ہی داخل کرتا ہے اور وہ قبر جس میں اللہ تعالیٰ داخل فرماتا ہے۔ وہ ایک باغ ہے بہشتوں کے باغوں سے جیسے فرمایا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ[4] یا وہ گڑھا ہے دوزخ کے گڑھوں سے جیسے فرمایا اَوْ حُفْرَةٌ مِّنْ حُفَرِ النِّيْرَانِ اور قرآن کریم میں بار ہا ذکر ہوا ہے کہ مومن

---

[1] لعنتی جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کئے جائیں۔ [2] مرنے کے بعد حشرِ اجساد (کو بھی قیامت کہتے ہیں)۔ [3] اسی نے اس کو گاڑا۔ [4] قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا بعد الموت معاً جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور شریر نار میں ۔ جیسے فرمایا قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۔ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ [1] (یٰس:۲۷۔۲۸) اور منکروں اور شریروں کے لئے فرمایا گیا ہے مثلاً فرعون اور فرعون کے ہمراہیوں کیلئے اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا [2] (نوح:۲۶) ہاں حشر اجساد کے وقت عظیم الشان تفرقہ سعید وشقی میں کر دیا جائے گا۔ اسی واسطے اس دن کا نام یوم الفصل آیا ہے۔ پارہ ۳۰ کی پہلی سورہ۔ مگر وہ حالت سرِ دست جنت ونار کے دخول کی مانع نہیں ...... اللہ تعالیٰ توفیق فہم دے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۴۳، ۴۴)

۷۷۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۔

ترجمہ۔ تو اس کے نتیجہ میں اللہ نفاق ان کے دلوں میں رکھ دیتا ہے اس دن تک کہ اللہ سے ملیں کیونکہ انہوں نے اللہ سے خلافِ وعدہ کیا اور وہ جھوٹ بولتے تھے۔

تفسیر۔ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۔ بہت معاہدے کرنے سے پرہیز کرو کیونکہ ان کے نقض کا نتیجہ نفاق ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ ۔ وعدہ خلافی کا نتیجہ منافق ہونا ہے۔ اس سے بچو۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

میں نے الوصیت کو خوب پڑھا ہے۔ واقعی ۱۴ آدمیوں کو خلیفۃ المسیح قرار دیا ہے۔ اور ان کی کثرتِ رائے کے فیصلہ کو قطعی فرمایا۔ اب دیکھو کہ انہی متقیوں نے (جن کو حضرت صاحب نے اپنی خلافت کے لئے منتخب فرمایا) اپنی تقویٰ کی رائے سے اپنی اجماعی رائے سے ایک شخص کو اپنا خلیفہ وامیر مقرر کیا۔ اور پھر نہ صرف خود بلکہ ہزار ہا ہزار لوگوں کو اسی کشتی پر چڑھایا جس پر خود سوار ہوئے۔

---

[1] کہا گیا جا جنت میں (یعنی جنت کی بشارت دی گئی) اس نے کہا کاش میری قوم جانتی کہ میرے ربّ نے کیسی عیب پوشی فرمائی اور مجھے کیسے عزت داروں میں رکھا۔ [2] وہ ڈبائے گئے پھر آگ میں داخل کر دیئے گئے۔

توکیا خدا تعالیٰ ساری قوم کا بیڑہ غرق کر دے گا؟ ہرگز نہیں۔ پس تم کان کھول کر سنو۔ اگر اب اس معاہدہ کے خلاف کروگے تو فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ کے مصداق بنو گے۔ میں نے تمہیں یہ کیوں سنایا۔ اس لئے کہ تم میں بعض نافہم ہیں جو بار بار کمزوریاں دکھاتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بڑھ کر جانتے ہیں۔ (البدر جلد ۸ نمبر ۵۲ مورخہ ۲۱؍اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱)

یاد رکھو۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے انسان کے محروم ہونے کی ایک یہ بھی وجہ ہوتی ہے کہ وہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ سے کچھ وعدے کرتا ہے لیکن جب ان وعدوں کے ایفاء کا وقت آتا ہے تو ایفاء نہیں کرتا۔ ایسا شخص منافق مرتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ اس سے ہمیشہ بچتے رہو۔ انسان مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا ملجا و ماویٰ تصور کرتا ہے اور فی الحقیقت وہی حقیقی پناہ ہے۔ اس وقت وہ اس سے وعدے کرتا ہے۔ پس تم پر مشکلات آئیں گی اور آتی ہیں۔ تم بہت وعدے خدا تعالیٰ سے نہ کرو۔ اور کرو تو ایفاء کرو۔ ایسا نہ ہو کہ ایفاء نہ کرنے کا وبال تم پر آئے اور خاتمہ نفاق پر ہو۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۰؍مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۵)

فَاَعْقَبَھُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِھِمْ اِلٰی یَوْمِ یَلْقَوْنَہٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰہَ مَا وَعَدُوْہُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ (التوبۃ:۷۷)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کا وعدوں کے خلاف کرنے اور جھوٹ بولنے کے سبب ان کے دلوں میں نفاق پڑ گیا اس دن تک کہ وہ اللہ کے حضور میں حاضر ہوں۔ (بدر جلد ۱۴ نمبر ۲۰ مورخہ ۲۷؍نومبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۳)

دوسری بات جو کہ انسانی ترقی کی سدّ راہ ہوتی ہے وہ اس کا نفاق ہے کہ جب کوئی دکھ ہوتا ہے تو خدا سے لمبے چوڑے وعدے کرتا ہے کہ اگر یہ دکھ مجھ سے دور ہو جاوے تو میں فلاں فلاں کام کروں گا۔ تیری عبادت کروں گا۔ صدقہ دوں گا۔ دین کی خدمت کروں گا وغیرہ وغیرہ اور ایسے مواقع لوگوں کو بے روزگاری، تنگی معاش، کمی تنخواہ، اپنی اور بال بچوں کی بیماری وغیرہ میں پیش آتے ہیں۔ لیکن جب مشکل کا پہاڑ ٹل جاتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ کہ منافق ہو کر مرتے

ہیں۔اس کا ذکر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَعْقَبَہُمْ نِفَاقًا[1] (التوبۃ:۷۷) ابیٰ، استکبار، بدعہدی یعنی نفاق، یہ تین باتیں ہوئیں۔چوتھی جھوٹ کی عادت ہے جو کہ انسان کو فیض الٰہی سے محروم رکھتی ہے۔پس چاہیے کہ ہمیشہ اپنا اندرونہ ٹٹولتے رہو کہ ان عیبوں میں سے کوئی ہمارے اندر تو نہیں ہے۔ ایک طرف محرومی کے اسباب پر غور کرے۔ دوسری طرف توبہ اور استغفار سے کام لے۔ورنہ یادرکھو کہ بڑے خطرہ کا مقام ہے۔موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ ایک قوم نکلی تھی اور موسیٰؑ نے ان کو الٰہی ارادوں سے اطلاع بھی دے دی تھی کہ وہ تم پر انعام کرنا چاہتا ہے اور جتلا دیا تھا کہ اگر تم حکم نہ مانو گے تو خائب وخاسر ہوگے مگر قوم نے عذر تراشے۔نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس سال جنگل میں بھٹکتے رہے اور ترقی کی رفتار روک دی گئی۔اس سے ظاہر ہے کہ بعض وقت لوگوں کے اعمال ایک مامور کو بھی مشکل میں ڈالتے ہیں۔اس لئے تم لوگوں کو فکر چاہیے کہ ایک شخص مامور ومرسل تم میں موجود ہے۔تم نے اپنی برادری اور قوم اور خویش واقارب کی پروانہ کر کے اس کے ہاتھ پر خود کو فروخت کر دیا ہے۔اگر تم میں وہی بلائیں اور ظلمتیں موجود ہیں جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ والوں میں تھیں تو تم اس کے راستہ میں روک ڈالتے اور خود فیض سے محروم رہتے ہو۔جو دنیا میں تو اسے قبول کر کے ناپسندیدہ بن گئے مگر اب خدا کے نزدیک نہ بنو۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۹،۱۰)

۷۹۔ اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ وہ جو عیب لگاتے ہیں خیرات میں بڑی رغبت سے خیرات کرنے والے مومنوں پر اور ان پر جو نہیں رکھتے مگر اپنی ہی محنت کا۔ٹھٹھے کرتے ہیں پس ان کو اللہ ہنسی کی جگہ بنادے گا اور ان کے لئے ٹیس دینے والا عذاب ہے۔

تفسیر۔ وَ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ۔ صحابہ میں ایسے بھی تھے جو مزدوری کرتے اور

[1] تو اس کے نتیجہ میں اللہ نفاق ان کے دلوں میں رکھ دیتا ہے

اپنی قوت لا یموت سے بچا کر خدا کی راہ میں دیتے۔بعض ان پرہنسی کرتے۔اس سے منع کیا۔ایسے ہی بہت دینے والوں کو بھی مطعون کرتے کہ ریا سے دیتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ ؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

۸۱۔ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَ كَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ۔

ترجمہ۔ پیچھے چھوڑے ہوئے خوش ہیں اپنے بیٹھ رہنے سے رسول اللہ کے برخلاف اور مکروہ سمجھا انہوں نے نیک کوشش کرنے کو اپنے مال اور جان کے ساتھ اللہ کی راہ میں اور کہنے لگے گرمی میں نہ چلو تو کہہ دے جہنم کی آگ تو بہت ہی گرم ہے۔کاش وہ سمجھ لیتے۔

تفسیر۔ بعض وقت نافہم، ناعاقبت اندیش ایک کام کرتا ہے اور اس کے نتائج کو نہیں سوچتا۔ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ[1] (المومن:۳۱) فرعون نے کہا مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ[2] (المومن:۳۰) جو مَیں کہہ رہا ہوں وہی کامیابی کی راہ ہے۔ بہت سے لوگ ایک بات منہ سے نکال لیتے ہیں مگر نہیں دیکھتے کہ وہ نتائج کے لحاظ سے کیسی ہوگی۔

ابو عامر ایک عیسائی تھا۔قیصر کے دربار میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بہت سی کوشش کی حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سنا کہ ابو عامر مسلمانوں کے خلاف کوشش کر رہا ہے۔اور ان دنوں آپؐ نے تبوک کی طرف چڑھائی شروع کی ہوئی تھی۔دو ماہ کے قریب خرچ ہونے تھے۔اور فصل پکی ہوئی تھی۔اس لئے منافقین نے بہت سے عذر تراشے اور پیچھے رہ گئے اور اس پیچھے رہنے پر خوش ہوئے۔اس کا ذکر اس رکوع میں ہے۔

وَ قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ۔شریر آدمی اپنے ساتھ دوسروں کو بھی ملا لیتا ہے چنانچہ انہوں نے دوسروں کو بھی یہی ترغیب دی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ ؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

---

[1] میں ڈرتا ہوں کہ تم پر گزشتہ جماعتوں کے جیسا دن ۔ [2] راہ راست ہی کی ہدایت دیتا ہوں۔

۸۲۔ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو وہ ہنس لیں تھوڑا سا اور روئیں بہت سا اس کمائی کے عوض میں جو وہ کماتے تھے۔

تفسیر۔ وَ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا۔ تھوڑی دیر ہنس لیں۔انہیں بہت رونا پڑے گا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

وَ لْيَبْكُوْا كَثِيْرًا۔ یہ رونا ان کو بہت وقت کے لئے نصیب ہوگا۔ایک موقع کا ذکر کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

۸۳۔ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر اگر تجھ کو لوٹا کر لے جائے اللہ ان کے کسی گروہ کی طرف پھر وہ تجھ سے اجازت چاہیں نکلنے کی تو تُو جواب دینا تم میرے ساتھ کبھی نہ نکل سکو گے اور میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے نہ لڑ سکو گے کیونکہ تم وہ ہو کہ راضی ہو گئے بیٹھ رہنے پر پہلی ہی مرتبہ تو اب بیٹھ رہو پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ۔

تفسیر۔ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا۔ دیکھو اللہ بھی رحمن۔رحیم۔ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ[1] (الاعراف:۱۵۷) اور نبی کریمؐ بھی رحمۃ للعالمین۔مگر پھر بھی ان کے حق میں ایک قطعی فیصلہ ہو گیا۔ یہ جو بڑی بڑی خطائیں کر کے معافی مانگنا پیشہ قرار دے لیتے ہیں۔غور کریں۔ایمان بین الخوف و الرجاء[2] ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

وَ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا۔ رسولؐ کے ساتھ۔نہ کہ دوسرے خلفاء کے ساتھ جنگِ تبوک سے جو پیچھے رہ گئے تھے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

---

[1] جس پر میں چاہوں اور میری رحمت شامل ہو چکی ہے۔ [2] ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔

۸۷۔ رَضُوْا بِاَنْ یَّکُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَھُمْ لَا یَفْقَھُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ اس بات کو پسند کر چکے ہیں کہ پیچھے رہنے والوں کے ساتھ رہ جائیں اور اللہ نے ان کے دلوں پر نقش کر دیا ہے تو وہ سمجھتے بوجھتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ خَوَالِفِ ۔ جمع خَالِفَۃٌ کی ہے۔ جو عورتیں پیچھے رہ جاویں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

۸۹۔ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا ؕ ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

ترجمہ۔ اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ بہہ رہی ہیں جن میں نہریں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ ہی بڑی مراد کو پہنچنا ہے۔

تفسیر۔ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ ۔ دنیا میں مظفر و منصور ہوں گے تو ان خشک پہاڑوں کے نہیں بلکہ جنّات وغیرہ کے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

۹۰۔ وَ جَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِیُؤْذَنَ لَھُمْ وَ قَعَدَ الَّذِیْنَ کَذَبُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ ؕ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اور آئے حیلے بناتے ہوئے گنوار کہ ان کو اجازت مل جائے اور جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے سامنے جھوٹ بولا وہ بیٹھ رہے۔ قریب ہی ان کو پہنچے گا جو کافر ہوئے ان میں سے ٹیس دینے والا عذاب۔

تفسیر۔ بہت سے لوگ بدکاری کا ارتکاب کر لیتے ہیں مگر جب ان کا خمیازہ اٹھاتے ہیں تو پھر عذر کرنے لگتے ہیں۔ جو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہیں۔ کیونکہ عذر ہر جگہ کام دے تو پھر انبیاء و کتب کی آمد بے کار رہ جاوے۔ عذر کرنے والے تو تقدیر کا بھی عذر کرتے ہیں جو بالکل فضول ہے حالانکہ قانون کی لاعلمی کا دعویٰ بھی مقبول نہیں ہوتا۔ لَوْ کُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ[1] (الملک:۱۱) کہنے والوں کی نہیں

---

[1] ہم سننے سمجھنے والے ہی ہوتے۔

سُنی گئی۔اس رکوع میں غزوۂ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کو خطاب ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

۹۴۔ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَ سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ تمہارے سامنے (منافق) عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس آ ؤ گے تو کہہ دینا عذر خواہی نہ کرو ہم تمہارا ہرگز یقین نہ کریں گے بے شک ہم کو خبر کر دی ہے اللہ نے تمہارے حالات سے اور قریب ہی دیکھے گا تمہارے کام اللہ اور اس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے غائب اور حاضر کو جاننے والے کے سامنے تو وہ تم کو جتائے گا جو تم کر رہے تھے۔

تفسیر۔ الْغَيْبِ ۔ جو اس وقت موجود نہیں۔

الشَّهَادَةِ ۔ جو موجود ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

سَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ ۔اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۹۶۔ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ وہ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے تا کہ تم خوش ہو جاؤ ان سے اور گو کہ تم ان سے خوش بھی ہو جاؤ پر اللہ تو خوش ہونے والا نہیں بدکار نافرمانوں سے۔

تفسیر۔ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى ۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کی رضا مقدم ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

۹۷۔ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ گنوار تو بڑے ہی سخت ہیں کفر و نفاق میں اور اسی قابل ہیں کہ وہ قاعدے نہ سیکھیں جو اللہ نے اتارے اپنے رسول پر اور اللہ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ گنوار کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور اس لائق ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی حدود کا علم نہ آسکے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۵)

۹۹۔ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ اور بعض گنوار ایسے ہیں جو سچے دل سے اللہ کو مانتے ہیں اور آخرت کے دن کو اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہ اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اور رسول اللہ کی دعائیں لینے کو۔ خبردار ہو جاؤ کہ وہ ان کے لئے ضرور قربت کا سبب ہے، قریب ہی ان کو داخل کرے گا اللہ اپنی رحمت میں، بے شک اللہ بڑا عیبوں کا ڈھانپنے والا سچی کوشش کا بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر۔ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ۔ یہ قرآن کا طرز قابلِ غور و تقلید ہے۔ اگر کسی قوم کی برائی کا ذکر کرتا ہے تو ان میں سے نیکوں کو الگ کر لیتا ہے اور بدوں کا الگ ذکر کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷)

۱۰۰۔ وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

ترجمہ۔ اور نیکیوں میں بڑھ جانے والے اوّل مہاجرین اور انصار اور ان کی اچھی پیروی کرنے والے لوگ۔ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے اور اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ بہہ رہی ہیں جن میں نہریں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی مراد کو پہنچنا ہے۔

تفسیر۔ جہاں اللہ تعالیٰ منافقوں وکافروں کا ذکر کرتا ہے وہاں مومنین کا الگ ذکر کرتا ہے۔اس میں ایک حکمت تو یہ ہے کہ شیعہ جومہاجرین وانصار کو منافق یقین کرتے ہیں۔وہ نفع اٹھاویں۔پس اللہ تعالیٰ پہلے منافقین کفّار کے نشانات بتاتا ہے۔پھر مومنوں کے نشان تا مقابلہ سے معلوم ہو سکے کہ مہاجرین وانصار مومن تھے اور ضرور مومن تھے۔

ابھی پیچھے گزرا ہے کہ منافقین کا ایک نشان یہ ہے هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا[1] (التوبہ:۷۴) اب اس کے خلاف بیان فرماتا ہے کہ مہاجرین وانصار کامیاب ہوئے انہوں نے رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ کا سرٹیفکیٹ پایا۔

الْمُهٰجِرِيْنَ ۔جنہوں نے اللہ کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ دیا بلکہ رضا کیلئے یہ تعلقات چھوڑ دیئے۔

الْاَنْصَارِ ۔ جنہوں نے ان مہاجروں کو جگہ دی۔

اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۔ دل سے متبع ہوئے نہ بطور تقیہ۔

رَضِيَ اللّٰهُ ۔ يَرْضٰى نہیں فرمایا کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش رہ جاوے۔راضی ہو چکا۔ اس میں نہ صرف ابوبکرؓ کے ایمان کا بلکہ تمام مہاجرین وانصار کے ایمان کا ثبوت ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸)

اوران کی اتباع کو باعث اپنی رضامندی کا فرمایا ہے۔انہوں نے بھی نہیں فرمایا کہ فلاں حکمِ قرآنی اب منسوخ ہے۔اس پر بالکل عمل درست نہیں۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۱۳)

۱۰۱۔ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۔

ترجمہ۔اور بعض تمہارے اطراف کے گنوار منافق ہیں اور بعض مدینے والے بھی اڑے ہوئے

[1] اورارادہ کرلیا اُس کا جس کو نہ پایا۔

ہیں نفاق پر۔ تو ان کو نہیں جانتا ہم انہیں جانتے ہیں قریب ہم ان کو دو دو مرتبہ عذاب کریں گے، پھر وہ پھیرے جائیں گے بڑے عذاب کی طرف۔

تفسیر۔ لَا تَعْلَمُهُمْ ۔ دوسرے موقع پر فرمایا وَ لَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ[1] (محمد:۳۱) اور ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَاۤ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ ۚ اَيْنَمَا ثُقِفُوْۤا اُخِذُوْا وَ قُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا[2] (الاحزاب:۶۱، ۶۲) پھر ایک پہچان بتاتا ہے کہ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

۱۰۲۔ وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ اور کچھ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ملا ڈالے نیک عمل اور بد عمل۔ قریب ہے کہ اللہ ان کو معاف کرے، بے شک اللہ بڑا ڈھانپنے والا سچی کوشش کا بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر۔ میری طبیعت میں خدا تعالیٰ نے یہ بات رکھ دی ہے کہ انسان کے بہت سارے اعمالِ صالح پر نظر ڈالا کرتا ہوں۔ کیونکہ خدا نے فرمایا ہے خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا۔[3]

پس جب ہم کسی بدی یا بیماری کی تفسیر کرتے ہیں تو یہ ارادہ نہیں ہوتا کہ کسی کو نشانہ بناویں۔ بلکہ اس لئے کھولتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کوئی ایسی تحریک پیدا کر دے کہ ان کے اندر سے وہ بیماری دور ہو جائے۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۲۵، ۲۶ مورخہ ۳۱؍جولائی و ۱۰؍اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۹)

مفرداتِ راغب میں ہے۔ اَلتَّوْبُ تَرْكُ الذَّنْبِ عَلٰى اَجْمَلِ الْوُجُوْهِ وَ هُوَ اَبْلَغُ وُجُوْهِ الْاِعْتِذَارِ یعنی توبہ کے معنی ہیں۔ بہت ہی عمدہ وجہ سے گناہ کو چھوڑ دینا اور اس سے بڑھ کر عذر خواہی کی اور کوئی عمدہ راہ نہیں ہو سکتی۔

---

[1] اور بے شک تو ان کو پہچانے گا ان کی بات کی ادا اور طرزِ کلام سے۔ [2] تو وہ مدینہ میں تیرے پڑوسی نہ رہ سکیں گے مگر تھوڑے ہی دن۔ (قتل کئے گئے) لعنتی جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کئے جائیں۔

[3] انہوں نے اچھے اعمال اور دوسرے بد اعمال ملا جلا دیئے۔

ایک بدکار، نافرمان جب اپنی غلط کاریوں سے الگ ہو جاوے تو انصاف کا مقتضا ہے کہ اب اس کو بَری ہی کیا جاوے مگر محدود العقل، محدود العلم آدمی دلوں کے اندرونی حالات سے ناواقف اگر کسی کے عذر کو نہ مانے تو یہ اس کی نادانی ہے۔ مگر عَلِیۡمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوۡرِ جو تہ در تہ کو جانتا ہے۔ وہ جب جان لے کہ اب یہ شخص بدی کا سچا تارک ہو چکا ہے تو پھر توبہ قبول نہ کرنا ناانصافی ہے...... ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اسلام کو ہی یہ فخر حاصل ہے کہ اس نے انسان کے دل کی سچی آرزو یعنی مسئلہ توبہ کی تبلیغ کی ہے۔ ہر ایک فطرت خطا اور نسیان کے بعد دِلی جوش سے چاہتی ہے کہ اس کا آقا جس کے حکم کو اس نے توڑا ہے اس کی خطا معاف کر دے اور آئندہ اسے تلافی مافات کا عمدہ موقع دے۔ قرآن کریم نے انسان کی فطرت کی سچی آرزو کے موافق رحیم، کریم، توّاب آقا پیش کیا ہے۔ تناسخ اور کفارہ کا بیہودہ مسئلہ توبہ کی فلاسفی کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔ بعض بیماریوں کو دیکھو بدی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور جسمانی طور پر جب ان کا علاج کیا جاتا ہے تو وہ بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ پس توبہ روحانی علاج ہے روحانی بیماروں کا۔ جسمانی سلسلہ سے کاش تم لوگ روحانی سلسلہ کو سمجھو۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۱، ۹۲)

۱۰۳۔ خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِہِمۡ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمۡ وَ تُزَکِّیۡہِمۡ بِہَا وَ صَلِّ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّ صَلٰوتَکَ سَکَنٌ لَّہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۔

ترجمہ۔ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے جس کے سبب سے تو ان کو پاک صاف کرے اور ان کو دعا دے بے شک تیری دعا ان کے لئے موجب تسکین ہے اور اللہ (تیری دعائیں) بڑا سننے والا (تیری اصلاحوں) کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر۔ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ۔ لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ ان کو پاک کرے اس سے اور تربیت اور دعا دے ان کو۔ البتہ تیری دعا ان کے واسطے آسودگی ہے اور اللہ سب سنتا ہے جانتا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم۔ صفحہ ۲۹۶)

۱۰۵۔ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور کہہ دے کہ تم کام کرتے جاؤ پھر قریب ہی اللہ دیکھ لے گا تمہارے کام اور اس کا رسول اور ایمان دار لوگ۔ اور قریب ہی پھیرے جاؤ گے تم چھپے اور کھلے جاننے والے کے سامنے وہ تم کو خبر دار کردے گا تمہارے کرتوتوں سے۔

تفسیر۔سَیَرَی۔نگرانی کرے گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ رنومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

سَیَرَی اللّٰهُ عَمَلَکُمْ ۔ اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔

وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔ آئندہ جو خلفاء ہیں وہ بھی دیکھیں گے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۱۰۶۔ وَ اٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَ اِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔

ترجمہ۔ کچھ دوسرے لوگ ہیں وہ آس لگائے بیٹھے ہیں اللہ کے حکم کی یا اُن پر عذاب ہو یا اللہ ان پر رجوع برحمت فرمائے اور اللہ بڑا جاننے والا ہے (جس قابل ہیں) وہ بڑا حکیم ہے (موافق حکمت کے کام کرے گا)۔

تفسیر۔ مُرْجَوْنَ۔ مؤخر الحکم یہ تین صحابی تھے۔ ایک کا نام ہلال تھا، ایک کا مرارہ، ایک کا کعب تھا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ رنومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

۱۰۷۔ وَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًۢا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ لَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَ اللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جن لوگوں نے ایک تکلیف دینے والی مسجد بنائی اور کفر اور جدائی ڈالنے والی مومنوں میں اور گھات کی جگہ (بنائی) اس شخص کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑ رہا ہے پہلے سے اور ضرور

قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو نیکی ہی کا ارادہ کیا اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بڑے جھوٹے ہیں۔

تفسیر۔ اتَّخَذُوْا۔ اس کا مفعول مَسْجِدًا ہے، اور ضِرَارًا کا فعل اتَّخَذُوْا محذوف کر دیا ہے یعنی اتَّخَذُوْا ضِرَارًا۔

لِمَنْ حَارَبَ اللّٰہَ ۔ یہ ابو عامر کی طرف اشارہ ہے جو عیسائی تھا۔اس کے مکروں سے ایک مکر یہ بھی تھا کہ رسول کریمؐ اس مسجد میں نماز پڑھ لیں۔ پھر کچھ مسلمان ادھر بھی آ جایا کریں گے اور اسی طرح مسلمانوں کی جماعت کو توڑ لوں گا۔اس ابو عامر نے اپنا ایک رؤیا بھی مشتہر کر رکھا تھا کہ میں نے دیکھا ہے کہ نبی کریمؐ وَحِیْدًا طرِیدًا شرِیدًا[1] فوت ہوں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ خواب سچا ہے۔اس نے اپنی حالت دیکھی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔نام نہ لینے میں یہ بلاغت ہے کہ آئندہ بھی اگر کوئی ایسا کرے گا تو اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

۱۰۹۔ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ بھلا جس نے پایہ ڈالا اپنی عمارت کا تقویٰ پر اللہ ہی کے لئے اور اُسی کی خوشی کے واسطے وہ بہتر ہے یا وہ جس نے پایہ رکھا اپنی عمارت کا گرنے والے گڑھے کے کنارے کہ وہ اسے بھی لے گرے جہنم کی آگ میں اور بے جا کام کرنے والے جس راہ پر چلتے ہیں وہ اللہ کی بتائی ہوئی نہیں۔

تفسیر۔ شَفَا۔ کنارہ۔

جُرُفٍ۔ کھوکھلا، کھایا ہوا۔

فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ۔ دریا کا کنارہ تو پانی میں گرتا ہے مگر یہ نفاق کا کنارہ جہنم میں گرے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

---

[1] تنہا، دھتکارہ ہوا، آوارہ (نعوذ باللہ)

۱۱۱۔ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۫ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

ترجمہ۔ اللہ نے مول لئے ہیں ایمانداروں کے جان و مال اس کے عوض میں کہ ان کے لئے جنت ہے وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔ اللہ نے سچا اور پکا وعدہ کرلیا ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ قول کا پکا کون ہے تو بشارت اور خوشی ہو اس سوداگری پر جو تم نے اللہ سے کی اور یہ ہی بڑی مراد کو پہنچنا ہے۔

تفسیر۔ انسان کی حقیقی خواہش کیا ہے۔ آرام، روپیہ کمانا، جتھا، حکام سے تعلق چاہنا، عمدہ مکان بنانا۔ غرض تمام کوششیں اسی آرام کے حصول کے لئے ہیں۔ طبّ، طبعیات۔ سب علوم بھی اسی لئے ہیں۔ پھر لوگ آرام بھی بے انت زمانہ کے لئے چاہتے ہیں۔ اس کے لئے اس رکوع میں ایک گُر بتاتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ ۔ اللہ کے لفظ کا ترجمہ کوئی زبان برداشت نہیں کرسکتی۔ عرب کسی معبود پر سوا خدا تعالیٰ کی ذات کے یہ لفظ نہیں بولتے تھے حتّٰی کہ ان کے زمانۂ جاہلیت کے قصائد میں کہیں یہ لفظ کسی بُت یا محبوب پر نہیں آیا۔ سارے قرآن شریف میں اللہ کو موصوف قرار دیا ہے۔ کہیں بھی صفت ہو کر نہیں آیا جس سے ظاہر ہے کہ اور جتنے کام ہیں وہ اس کی تفصیل و تشریح میں ہیں۔

اَنْفُسَهُمْ ۔ عربی میں نفس کے دو معنے ہیں۔ ایک وہ جو انسان کی جان ہے۔ جس سے رُوح غلط مراد لیتے ہیں۔ دوسرے معنے ان میں سے۔

اَمْوَالَهُمْ ۔ اس بات کو خوب سمجھ لو کہ مال و جان مومن کا جنابِ الٰہی کا مِلک ہو چکا ہے۔ پس اس پر مومن کا اپنا کوئی حق نہیں۔ سب کچھ خدا کے حکم کے ماتحت رکھنا چاہیے۔

اَلْجَنَّةَ ۔ بہشت۔ آرامگاہ۔

انبیاء کے جس قدر اوامر ہیں۔ اگر انسان ان پر چلے تو وہ دنیا میں بلحاظ طبّ بھی آرام سے رہتا ہے کوئی خطرناک موذی مرض اوامر الٰہی کے اتباع سے پیدا نہیں ہوتی۔

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا۔ وعدے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ کئی وعدے اور ترقی پا جاتے ہیں اس لئے ان کا ایفاء اور کسی رنگ میں ہوتا ہے اس لئے یہاں حَقًّا لگایا ہے کہ اسی طرح پورا ہوگا۔

فِي التَّوْرٰىةِ ۔ انجیل میں ایک جگہ آیا ہے کہ تو اپنے مال کو وہاں نہ رکھ جہاں چور کا ڈر ہو۔ تُو اسے آسمان پر رکھ۔

وَ الْاِنْجِيْلِ۔ انجیل میں صاف ہے کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ سے گزرنا آسان ہے۔ مگر دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ان کی نام لیوا اُمّت اپنی تمام ہمت کو مال کے جمع کرنے میں صرف کر رہی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا۔ توریت کتاب استثناء۔ متی باب ٦ آیت ۱۹۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (التوبۃ:۱۱۱) بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں (کس چیز کے بدلہ میں) ان کے جانوں اور مالوں کے معاوضہ میں ان کو جنت دی ہے۔ یہ خرید الٰہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تجارت اللہ تعالیٰ کا بیوپار مومنوں کے ساتھ ہے۔ یہ اس کا کس قدر فضل اور کرم ہے کہ جس چیز کو وہ بدوں کسی قسم کا تبادلہ یا معاوضہ دینے کے بھی مالک اور مختار تھا کہ جس طرح چاہے اس سے کام لے پھر بھی اس چیز کا معاوضہ دیا ہے۔ اللہ اللہ ایسا کریم و رحیم محسن آقا!!!

پس یاد رکھو کہ مومن بننے کے ساتھ ہی مومن کہلاتے ہی اپنی جان و مال جو عارضی طور پر اپنی کہلاتی ہے بیچ دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ انسان اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب سکھ کو چاہتا ہے اور وہ جنت میں حاصل ہوتے ہیں جس کا ظل اور پرتو اسی دنیا سے شروع ہوتا ہے۔ اَنْفُسَهُمْ کے کہنے سے نہ اپنے دل

پر نہ آنکھ پر نہ زبان پر غرض اپنے جسم کے کسی حصہ اور اعضاء پر اپنا اب کوئی اختیار باقی نہیں رہتا اور نہ رہنا چاہیے کیونکہ جب ہم روزمرہ اپنے تجربہ میں اس امر کو دیکھتے ہیں کہ جب کوئی چیز کسی سے خریدتے ہیں تو خریدنے کے ساتھ ہی بیچنے والے کا اپنا کوئی اختیار اور تصرف اس پر نہیں رہتا۔ پس جب ہم نے ایمان کا دعویٰ کیا اور مومن بنے تو اس کے ساتھ ہی اپنا جان و مال خدا کے ہاتھ بیچ ڈالا تو اب اس پر ہمارا اپنا تصرف کیسا؟............

مومن کو اگر اپنی جان تک دینے کی بھی نوبت آ جائے تو اسے دریغ نہیں اس لئے کہ وہ اس پر اپنا اختیار ہی نہیں رکھتا وہ تو اسے دے چکا یہاں تک کہ یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَ یُقۡتَلُوۡنَ[1] (التوبۃ:۱۱۱)۔ اگر یہ موقع بھی ان کو پیش آ جائے کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں جو ان سے لڑتے ہیں لڑنا پڑے تو وہ ہرگز نہیں جھجکتے۔

یہ وعدہ حق ہے۔ اس کا پتا توریت اور انجیل سے بھی ملتا ہے اور قرآن میں بھی موجود ہے اور یہ تو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون وفادار اور صادق الوعد ہو سکتا ہے۔ پس جب کہ یہ بات ہے تو پھر تم اپنی اسی بیع پر خوش ہو جاؤ اور یہی تو وہ اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۹ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱، ۱۲)

۱۱۲۔ اَلتَّآئِبُوۡنَ الۡعٰبِدُوۡنَ الۡحٰمِدُوۡنَ السَّآئِحُوۡنَ الرّٰکِعُوۡنَ السّٰجِدُوۡنَ الۡاٰمِرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ النَّاہُوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡحٰفِظُوۡنَ لِحُدُوۡدِ اللّٰہِ ؕ وَ بَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

ترجمہ۔ رجوع بحق کرنے والے عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، کوشش کرنے والے، سفر کرنے والے (یعنی مجاہد اور صالح)، جھکنے والے، فرمانبرداری کرنے والے، نیک کاموں کا حکم دینے والے، بُرے کاموں سے روکنے والے، اللہ کی حد بندیوں کی حفاظت کرنے والے، یہی لوگ ہیں (اچھے) اور خوشخبری سنا دو ایمانداروں کو۔

---

[1] وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔

تفسیر۔ السَّآئِحُوْنَ ۔مومن دنیا میں اعلاء کلمۃ اللہ اور عبرت کے لئے پھرنے والا ہوتا ہے۔

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ علوم حقّہ کو حاصل کر کے دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے۔

وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ ۔ یہ غلط ہے کہ مستحقِ کرامت گناہ گار انند۔مومن وہی ہے جو خدا کی حدود کی محافظت کرے۔ہاں گناہ گار توبہ کر لے تو مستحقِ کرامت ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

مومن کی ۹ صفات چاہئیں۔ اَلتَّآئِبُوْنَ تا السَّآئِحُوْنَ (روزہ دار) تا الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰہِ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۱۱۳۔ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۔

ترجمہ۔اور نبی کو جائز نہیں نہ ایمانداروں کو کہ مغفرت کی دعا کریں مشرکوں کے لئے اگرچہ وہ ان کے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔اس کے بعد کہ ان پر صاف صاف کھل چکا کہ وہ جہنمی ہیں۔

تفسیر۔ لِلْمُشْرِكِيْنَ ۔ ایک ہندو سے مجھے معرفت کا نکتہ یاد ہے۔کہ جب کسی کے والد کو کوئی چوہڑا کہہ دے حالانکہ بشریت میں ایک ہیں۔تو کتنا رنج ہوتا ہے۔تو کیا کسی پتھر کو خدا کہنے والے پر ہم کس طرح ناراض ہوں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

۱۱۴۔ وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔اور ابراہیم کا مغفرت مانگنا اپنے چچا کے لئے وہ تو ایک وعدے کے سبب سے تھا جو وہ خاص اپنے چچا سے کر چکا تھا پھر جب ابراہیم کو خوب معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے بیزار ہو گیا۔کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بڑا آہ آہ کہنے والا نرم دل بردبار تھا۔

تفسیر۔ لِاَبِيْهِ ۔ مراد چچا ہے۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

۱۱۵۔ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ ہٹادے کسی قوم کو اُس کو راہ پر لگانے کے بعد یہاں تک کہ بتادے ان کو وہ چیزیں جن سے ان کو پرہیز کرنا چاہیے بے شک اللہ ہر ایک چیز کا بخوبی جاننے والا ہے۔

تفسیر۔ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا۔ جبر کے مسئلہ پر بہت بحث ہو چکی ہے۔ قرآن ان قوموں کے ہاتھوں میں ہوتا تو کبھی غلطی نہ کھاتے۔ کیونکہ اس میں صاف بتایا گیا ہے کہ احکامِ شریعت ان قویٰ کے لئے ہیں۔ جن پر انسان کا اختیار ہے۔ اسی بناء پر تثلیث و کفارہ غلط ہے کیونکہ انسان کو کوئی قوّت نہیں دی گئی جس سے وہ ایک اور ایک اور ایک کو تین کی بجائے ایک سمجھے اور اپنے گناہ کا اثر دوسرے پر پائے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

۱۱۹۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! اللہ کو سپر بناؤ، اللہ کا خوف رکھو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

تفسیر۔ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔ صداقت عربی زبان میں ایسا لفظ ہے کہ ہر صحیح اور امرِ واقعہ پر بولا جاتا ہے۔ چور کو پکڑتے ہیں تو کہتے ہیں۔ الکذب الکذب۔ عمدہ تلوار کو بھی صدق ہی کہتے ہیں۔

اَخُوْ ثِقَةٍ۔ اَخُوْ صِدْقٍ۔

سچے علوم کے مطابق عمل درآمد کا نام ہے صداقت۔ راست بازوں کے ساتھ ہو جانا ایک کارِ اہم ہے اور بڑی بھاری قربانی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸)

اے مومنو! ڈرو تم اللہ سے اور ہو تم ساتھ سچوں کے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل۔ صفحہ ۷۶)

عالمِ ربّانی کے لئے ضرورت ہے کہ تقویٰ سے کام لے اور تقویٰ کی حقیقت اس وقت تک کھل نہیں سکتی جب تک خدا تعالیٰ کے صادق اور مامور بندوں کی صحبت میں نہ رہے۔ جیسا فرمایا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

اس سے معیتِ صادق کی بہت بڑی ضرورت معلوم ہوتی ہے اور فی الحقیقت ضرورت ہے۔

لیکن چونکہ ساری قوم ایک ہی وقت اپنے امام کے گرد نہیں رہ سکتی اور اگر ہر فرد قوم کا حاضر بھی ہو تو ہر ایک فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ طبیعتیں جدا جدا ہیں اور مذاق الگ الگ، اور تقسیمِ محنت کا اصول الگ اس کی مخالفت کرتا ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ قانون مقرر فرمایا کہ ایک گروہ حصولِ تعلیم دین کے لئے حاضر ہو اور وہ واپس جا کر قوم کو سکھلائے۔

میں پھر کہتا ہوں کہ اس آیت اور اس کے اصل مفہوم پر غور کرو۔ اس کے الفاظ کو سوچو کہ ان کے اندر حصولِ تعلیم کے لئے کیسا کھلا اور واضح قانون رکھا ہے۔ اصل غرض تَفَقُّه فی الدِّین ہے۔ یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ طوطے کی طرح چند کتابیں رٹ لے اور دستارِ فضیلت باندھ کر یا ایک کاغذ سند کے طور پر ہاتھ میں لے کر قوم پر ایک بوجھ بن کر مالیہ وصول کرتا پھرے۔ نہیں بلکہ اس کی روحانی اور اخلاقی حالت، اس کی نکتہ رسی اور معرفت ایسی ہو، اس کے کلام میں وہ تاثیر اور برکت ہو کہ لوگوں پر خوفِ الٰہی مستولی ہو کر ان کو گناہوں سے بچانے کا باعث ہو۔ وہ ایک نمونہ ہو۔ جس سے قوم پر اثر پڑ سکے۔ مگر بتاؤ اور وسیع نظر کر کے دیکھ لو کہ کتنے ہیں جو اس کے صحیح مصداق ہیں۔

اب میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تم نے مرزا صاحب کو امام مانا، صادق سمجھا، بہت اچھا کیا۔ لیکن کیا اس غرض وغایت کو سمجھا کہ امام کیوں آیا ہے؟ وہ دنیا میں کیا کرنا چاہتا ہے؟ اس کی غرض یا اس کا مقصد میری تقریروں سے یا مولوی عبدالکریم کے خطبوں سے یا کسی اور کی مضمون نویسیوں سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور نہ ہم اس غرض اور مقصد کو پورے طور پر بیان کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہمارے بیان میں وہ زور اور اثر ہو سکتا ہے۔ جو خود اس رسالت کے لانے والے کے بیان میں ہے۔ پھر اس کے معلوم کرنے کو تو خود اس کے مُنہ سے کچھ سُننا چاہیے اور یہ اس کی صحبت سے معلوم ہوگا۔

تم نے مولویوں کو ناراض کیا۔ سجادہ نشینوں کو چھوڑا اور اکثروں کو یہ مشکلات بھی پیش آئیں کہ ان کو اپنے بعض رشتہ داروں یا عزیزوں سے قطع تعلق کرنا پڑا۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۷ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں رہنے کی کس قدر ضرورت ہے کیونکہ جب تک یہاں نہ رہے تو انوارِ شریعت اور مغزِ قرآن جو یہاں پیش کیا جاتا ہے اس سے اطلاع کیونکر ہو؟

.... بات یہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کا خالص بندہ بن جاتا ہے اوراس کی ساری نفسانی خواہشوں پر موت آ جاتی ہے اور ساری غرض و غایت اللہ کے لئے ہو جاتی ہے۔اوراس کے دین کا جلال ظاہر کرنا اس کا مقصد ہو جاتا ہے تو پھر ساری مشکلات اس کی حل ہو جاتی ہیں۔دنیا اوراس کے اسبابِ خود اس کے پیچھے پیچھے دوڑتے ہیں۔مگراس کے راہ اختیار کرنے کے واسطے ضرورت ہے قرآن شریف پر عمل کرنے کی اور عمل کے لئے پہلے ضروری ہے قرآن شریف کا فہم اور فہم قرآن بجز تقویٰ کے حاصل نہیں ہوتا اوراس کے واسطے مجاہدہ شرط ہے اور یہ باتیں حاصل ہوتی ہیں مامور کی صُحبت سے اور صادق کے پاس رہنے سے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ یہ حکم دیتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔

اور پھر یہ نصیحت فرماتا ہے کہ تفقُّه فِي الدِّين کے لئے اپنی اپنی جگہ سے کچھ آدمی بھیجو جو مامور کی صُحبت میں رہ کر وہ فیض حاصل کریں اور پھر واپس اپنی قوم میں جا کر تبلیغ کریں تا کہ تم میں خشیتِ الٰہی پیدا ہو۔

بارہا یہ بات میرے دل میں پیدا ہوتی ہے اور جوش اٹھتا ہے کہ لوگ اس ارشادِ الٰہی پر کیوں عمل نہیں کرتے؟ تمہیں فخر ہے کہ قرآن فہمی ہم میں ہے مگر یہ فخر جائز اس وقت ہوگا کہ تم ایک باراس قرآن کو دستور العمل بنانے کے واسطے سارا پڑھ لو۔لوگ مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ قرآن شریف کیونکر آ سکتا ہے میں نے بارہا اس کے متعلق بتایا ہے کہ اوّل تقویٰ اختیار کرو پھر مجاہدہ کرو اور پھر ایک بار خود قرآن شریف کو دستور العمل بنانے کے واسطے پڑھ جاؤ۔جو مشکلات آئیں ان کو نوٹ کرلو۔پھر دوسری مرتبہ اپنے گھر والوں کو سناؤ۔اس دفعہ مشکلات باقی رہ جائیں ان کو نوٹ کرو۔اس کے بعد تیسری مرتبہ اپنے دوستوں کو سناؤ۔چوتھی مرتبہ غیروں کے ساتھ پڑھو۔میں یقین کرتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر کوئی مشکل مقام نہ رہ جائے گا۔خدا تعالیٰ خود مدد کرے گا۔لیکن غرض ہو اپنی اصلاح اور خدا تعالیٰ کے دین کی تائید۔کوئی اور غرض درمیان نہ ہو۔بڑی ضرورت عمل درآمد کی ہے۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۸ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

غرض میں اس کیفیت کی گواہی تجربۃً دے سکتا ہوں جو انسان کو خدا تعالیٰ کے ماموروں کے ساتھ تعلق پیدا کر کے ہاں سچا تعلق پیدا کر کے حاصل ہوسکتی ہے۔ حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کیفیت کا ایک مرتبہ اس طرح پر اظہار کیا تھا کہ جیسے پانی کی ایک بڑی نالی ہوتی ہے۔ مامور من اللہ اس نالی کی مانند ہوتا ہے اور سچے ارادتمندوں کا اس نالی کے ساتھ اس طرح پر تعلق ہوتا ہے جیسے چھوٹی چھوٹی نالیاں ایک بڑے لوہے کے نل کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں اور جب پانی کے چشمہ سے اس بڑے نل میں پانی آتا ہے تو ان چھوٹی نالیوں میں بھی ان کے ظرف کے موافق اور استعداد کے مطابق وہ پانی گرتا جاتا ہے۔ پس چونکہ امام خدا تعالیٰ کے فیوض و برکات کو براہ راست حاصل کرتا ہے اس لئے اس سے سچے تعلق رکھنے والے ان برکات کو اس میں ہوکر حاصل کرتے ہیں۔ میں اس سلسلہ میں دور چلا گیا۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسماء حسنیٰ کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور وہ تقاضا کرتی ہے کہ اجزاءِ متفرقہ کو مجتمع کرے اس لئے اجتماع لازمی ہے۔

ساری گاڑیاں اگرچہ اپنے پہیوں سے چلتی ہیں مگر سٹیم انجن کے بدوں وہ پہیے بیکار محض اور نکمے ہیں اسی طرح پر ہمارے اندر بھی جو قرب کی فطری قوتیں اور طاقتیں ہیں وہ سب کی سب بیکار اور نکمی ہیں اگر کسی سٹیم انجن کے ساتھ ہمارا تعلق نہ ہو کوئی شاخ مثمر ثمرات نہیں ہوسکتی جب تک اصل درخت کے ساتھ اس کا تعلق نہ ہو، کوئی بچہ نشوونما نہیں پا سکتا جب تک ماں کی گود میں نہ ہو۔ اسی اصل اور بنا پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ [1]

یعنی ایمان باللہ والو! تقویٰ اختیار کرو اور تقویٰ اختیار کرنے کی راہ یہ ہے کہ صادقوں کی صحبت میں رہو۔ مجھے اپنے طالب علمی کے زمانہ کا ایک واقعہ یاد ہے۔ جب میں ہندوستان میں تعلیم پاتا تھا تو میرے ایک مہربان تھے جو بڑے ہی پرہیز گار اور صالح آدمی تھے۔ ان کا نام شاہ عبدالرزاق تھا۔ رام پور روہیلکھنڈ میں رہتے تھے اور یہ سید احمد بریلوی کے معتقد تھے۔ میں عموماً ان کی ملاقات

---

[1] اے ایماندارو! اللہ کو سپر بناؤ، اللہ کا خوف رکھو اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

کے واسطے جایا کرتا تھا اور ان کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ کئی دن تک مجھے ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ ملا۔ اس غیر حاضری کے بعد جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا کہ تم اتنے دنوں تک کیوں نہیں آئے۔ میں نے عرض کی کہ یونہی آنا نہیں ہوسکا۔ اس پر مجھے فرمایا کہ کیا تم کبھی قصاب کی دکان پر بھی نہیں گئے ہو؟ دو تین مرتبہ اس فقرہ کو دہرایا مگر میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس سے آپ کا کیا مطلب ہے اور میری غیر حاضری اور حاضری کو اس سے کیا تعلق؟ پھر آپ نے ہاتھ کے اشارہ کے ساتھ سمجھایا کہ دیکھو قصاب تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد اپنی دونوں چھریوں کو کس طرح باہم رگڑ لیتا ہے حالانکہ بظاہر اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس سے عارف کو سبق لینا چاہیے کہ دنیا کے دھندوں اور تعلقات میں انسان کے قلب پر ایک قسم کا زنگ چڑھ جاتا ہے اور معرفت کی تیزی جلد کند ہونے لگتی ہے جس کے واسطے ضروری ہے کہ انسان وقتاً فوقتاً صادقوں کی صحبت میں رہ کر اس زنگ کو دور کرتا رہے اور ان کی نیک صحبت سے اس تیزی اور جلا کو قائم رکھے۔ قرآن کریم میں اسی کی طرف اشارہ کرکے فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔

میں سچ کہتا ہوں اور اپنے تجربہ کی بنا پر کہتا ہوں بے شمار کتابوں کے پڑھنے نے مجھے اتنا فائدہ نہیں دیا جس قدر خدا تعالیٰ کے صادق بندوں کی صحبت نے مجھے فائدہ پہنچایا ہے اور اب میں سالہا سال سے تجربہ کر رہا ہوں کہ قادیان میں بیٹھ کر جس قدر فائدہ میں نے اٹھایا ہے اپنی ساری عمر میں نہیں اٹھایا جو قادیان سے باہر بسر کی ہے اور چونکہ انسان کی فطرت میں یہ امر اللہ تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے کہ وہ نفع رساں اشیاء کو لینا چاہتا ہے اور مضر اور نقصان رساں سے بھاگتا ہے۔ اسی لئے میں قادیان سے باہر ایک دم گزارنا بھی موت کے برابر سمجھتا ہوں۔

یہی وجہ ہے کہ میں قادیان سے باہر ہزاروں روپیہ پیش کرنے کی صورت میں بھی جانا نہیں چاہتا۔ ہاں اگر کبھی نکلتا ہوں تو محض اس لئے کہ اس پاک وجود کا حکم ہوتا ہے جس کے حضور حاضر رہ کر یہ عظیم الشان فائدہ اٹھا رہا ہوں۔ جس نے ہزاروں نہیں لاکھوں بلکہ دنیا کے سارے مال و متاع سے

مجھے مستغنی کر دیا ہے۔

میں نے یہ باتیں اس لئے نہیں کی ہیں کہ میں تمہیں یہ بتاؤں کہ امام کے ساتھ میرا کیسا تعلق ہے؟ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ (بخاری کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی) [۱]۔ میری غرض فقط یہ ہے کہ میں تم لوگوں کو خصوصاً ان دوستوں کو جو مجھ پر حسن ظن رکھتے ہیں ان فوائد سے اطلاع دوں جو مجھے یہاں رہ کر حاصل ہوئے ہیں اور جنہوں نے دنیا کی ساری دولت کو میرے سامنے ہیچ کر دیا ہے وہ بھی یہاں رہ کر وہ بات حاصل کریں جو حضرت امام کے آنے کی اصل غرض ہے۔ اس امر کے اظہار سے میری یہ بھی ایک غرض ہے کہ ان لوگوں کو ابتلا سے بچاؤں جو کبھی کبھی بدظنی کر بیٹھتے ہیں کہ میں دوسروں کو حقیر سمجھ کر بلانے پر قادیان سے باہر نہیں جاتا۔

تم جو یہاں موجود ہو یاد رکھو خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ہاں اپنے ہی فضل سے مجھے اس راہ کی ہدایت فرمائی ہے کہ الٰہی فیوض و برکات کے حصول کا اصل ذریعہ ایمان باللہ اور تقویٰ ہے۔ مگر ایمان باللہ اور تقویٰ اللہ کی حقیقت اور کیفیت پیدا نہیں ہوسکتی جب تک کہ صادق کی صحبت میں نہ رہے اور مجھے اپنی ذات پر تجربہ کرنے سے اس کی قدر معلوم ہوئی ہے۔ اس لئے میں کھول کر کہتا ہوں کہ اگر چاہتے ہو کہ وہ انوار سماوی اور روحانی برکات حاصل کرو جو روح کے تقاضوں کی انتہا ہیں تو سنو! یہاں آؤ اور صادق کی صحبت میں رہو اور اس سے وہ فیض لو جو وہ لے کر آیا ہے۔ غرض مامور من اللہ اور صادق کی صحبت اور معیت ضروری ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ کوئی انسان اس قابل نہیں ہوتا کہ وہ اپنی ہی ذات پر بھروسہ کرے اور اپنی تجویزوں اور تدبیروں سے اعلیٰ کامیابیوں تک پہنچے اور اس امر کی پروانہ کرے کہ مامور من اللہ اور صادق کی صحبت میں رہنے سے اسے کوئی فائدہ حاصل ہوسکتا ہے۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ بیوقوف ہے اپنا دشمن ہے۔ دیکھو اس خیر القرون میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرن تھا۔ خدا تعالیٰ کے برکات اور فیوض کی بارش کا وقت تھا لیکن کل عرب وعجم نہیں ساری دنیا میں

---

[۱] اعمال تو نیتوں ہی پر ہیں۔

سے مکّہ کو جو امّ القریٰ ہے منتخب فرمایا اور سارے مکّہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور پھر عبداللہ اور آمنہ کے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو دنیا کو ان انوار و برکات سے بہرہ ور کرے پھر خیر القرون میں صحابہ نے اور تابعین اور تبع تابعین نے کیسی ترقی کی؟ انہوں نے اپنے سلوک کے منازل کو طے کرنے کے واسطے کیا راہ اختیار کی؟ کیا یہ کہ آپ کا اقرار کر لیا آپ کو صادق تسلیم کر لیا اور پھر آپ کے پاس آ کر نہ بیٹھے۔ اپنے گھروں میں جا کر اپنے کاروبار میں مصروف ہو کر روپیہ کمانے کی فکر میں ہو گئے اور پاس نہ رہنے کے لئے دنیا اور اس کے مخمصوں کا عذر کر دیا؟ سوچو! اور پھر سوچ کر بتاؤ۔ میں خود ہی اس سوال کا جواب دے دیتا ہوں۔ صحابہ نے جس قدر ترقیاں کیں جو جو مدارج عالیہ انہوں نے حاصل کئے ان سب کا اصل سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت اور معیّت ہی تھی جس نے ان کے اندر خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت اس درجہ تک کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی کہ جس کے مقابلہ میں انہوں نے وطن، آبرو، عزت، راحت، دولت، آسائش، عزیز و اقرباء غرض دنیا کی کسی چیز اور کسی تعلق کی پروا نہیں کی۔ اور تو اور انہوں نے اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کی اپنے خون پانی کی طرح بہا دیئے وہ بات جس نے ان میں یہ قوت یہ شجاعت و استقامت اور ایثار نفس پیدا کر دیا تھا یہی تھی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہتے اور آپ کے ساتھ تعلق کو اتنا شدید کیا اور ایسے وابستہ ہوئے کہ وہ سکینت اور اطمینان جو خدا کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی تھی جس نے آپ کا شرح صدر فرمایا۔ اس تعلق اور محبت کی نالی کے ذریعہ صحابہ کے دل پر بھی اترتی تھی اور ان کے شرح صدر کر کے نور یقین سے بھرتے جاتے تھے۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۱ مورخہ ۱۰؍ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۵، ۶)

وہ محبت اور اخلاص جو صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا۔ اس کے مقابلہ میں انہوں نے نہ وطن کی پروا کی اور نہ عزت و آبرو و راحت و آرام کو مدنظر رکھا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور فنا فی الرسول کے مقام کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس میں پورے کامیاب ہوئے۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍ جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۵)

۱۲۰۔ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ نہیں چاہیے تھا مدینے والوں اور اس کے اطراف کے گنواروں کو یہ کہ رسول اللہ کے پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ مناسب تھا کہ وہ اپنی جانوں کو زیادہ عزیز جانیں رسول کی جان سے۔ کیونکہ نیک کوشش کرنے والوں کو نہ پیاس لگتی ہے اور نہ رنج ہوتا ہے اور نہ سخت بھوک لگتی ہے اللہ کی راہ میں اور نہ وہ ایسے مقاموں پر چلتے ہیں جو کافروں کے غصے کو بھڑکائیں اور دشمنوں سے کسی مال کو حاصل کرتے ہیں مگر (ہر ایک کام پر) ان کے لئے لکھا جاتا ہے نیک عمل۔ بے شک اللہ ضائع نہیں کرتا محسنوں کا اجر۔

تفسیر۔ قرآن شریف چونکہ اللہ علیم وحکیم کی کتاب ہے۔اس لئے وہ انسانی ضرورتوں اور اس کی مجبوریوں کا پورا علم اور فلسفہ اپنے اندر رکھتی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک صحبت میں رہنے کا حکم دیا ہے اور انسان چونکہ متمدن ہے۔بعض اوقات اس کو مشکلات پیش آ جاتے ہیں اور وہ ہر دم اس سرکار میں حاضر رہنے سے معذور ہوسکتا ہے۔اس لئے معمولی دُوری کو انقطاعِ کُلّی کا موجب نہیں ہونے دینا چاہیے۔جس قدر دُور ہوتا جاتا ہے۔اسی قدر سُستی اور کاہلی پیدا ہوسکتی ہے اگر خدا تعالیٰ کا فضل اور کثرتِ استغفار نہ ہو۔اس لئے انقطاعِ کُلّی سے بچانے کے لئے حکم دیا ہے۔

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَ مَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ۔

یعنی اہلِ مدینہ اور اس کے اردگرد رہنے والوں کا یہ کبھی حال نہ ہو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص کام میں توجہ کریں تو یہ اپنی جگہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔اس کی خلاف ورزی نہ کریں۔

انبیاء ومرسلین کے کام اللہ تعالیٰ کے اشارے اور ایماء کے ماتحت ہوتے ہیں اور ان میں باریک در باریک اسرار اور غوامض ہوتے ہیں۔موٹی عقل سے دیکھنے والوں کی نظر میں ممکن ہے کہ ایک فعل مفید معلوم نہ ہو لیکن دراصل اس میں مآل کار قوم اور ملک کے لئے ہزاروں ہزار مفاد اور بہتریاں ہوتی ہیں۔تو یہ اس کی حماقت ہوگی اگر اس پر اعتراض کردے۔

نادان انسان ہر فعل کی علّت غائی اور ضرورت کو نہیں سمجھتا اور نہ اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ ہر ایک فعل کی علّت غائی ہی سوچتا رہے۔ ایک کیکر کے درخت کو جو اس قدر کانٹے لگائے اور شیشم یا آم کے درخت کو ایک بھی کانٹا نہ لگایا۔ اب اگر ایک احمق اعتراض کرے کہ یہ کیا کیا؟ کیکر کے درخت کو کانٹے کیوں لگائے؟ اور دوسرے کو کیوں نہ لگائے؟ یہ اس کی نادانی ہوگی یا نہیں؟ اس کی مصلحت اور ضرورت کو تو وہی خدا سمجھتا ہے۔ جس نے کیکر اور آم کو بنایا ہے۔ دوسرا کیونکر اسے سمجھے۔ اسی طرح پر انبیاء کے افعال وحرکات جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے اللہ تعالیٰ کے خفی وجلّی احکام اور اشارات کے ماتحت ہوتے ہیں بعض اوقات ان کے افعال عام نظر میں ایسے دکھائی دیئے جاتے ہیں جو دوسروں کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ مگر درحقیقت درست اور صحیح وہی ہوتا ہے۔ اب ایک آدمی دیکھتا ہے کہ بدر کی جنگ میں تین آدمی مخالفوں کی طرف سے نکلے ہیں اور تین ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نکلے ہیں۔ کوئی کہے کہ تین کے مقابلہ میں ڈیڑھ کافی تھا۔ آپؐ نے تین کیوں بھیجے جو چھ کے لئے کافی تھے؟ مگر وہ بڑا ہی احمق اور نادان ہوگا جو کہے کہ یہ کارروائی غلط تھی۔

یاد رکھو خدا تعالیٰ کی مرسل مخلوق کو اپنی فراست پر قیاس نہیں کر لینا چاہیے۔ اسی لئے فرمایا کہ خیر القرون کی مخلوق کو تخلّف جائز نہیں ہے خواہ اس میں مصائب اور مشکلات ہی پیدا ہوں اور ہوتے ہیں مگر جب وہ اپنا کام اس پر مقدّم نہ کریں گے تو کیا یہ تکالیف اور مصائب اکارت جائیں گے؟ کبھی نہیں۔ سنو۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّ لَا نَصَبٌ وَّ لَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَ لَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سفر میں پیاس لگتی ہے۔ موقع پر پانی نہیں ملتا۔ بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ تکان یا تکالیف ہوتی ہے۔ ایسا ہی سفر میں ممکن ہے کہ روٹی نہ ملے یا ملے تو وقت پر نہ ملے، اس قسم کی صدہا قسم کی تکلیف ہوتی ہیں۔ اس قسم کی تکالیف اور مشکلات اگر اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں

اور یا دشمن سے کوئی فائدہ حاصل کر لے۔غرض حضورِ الٰہی میں ان کا ثمرہ ضرور ہوتا ہے اور ان کے ذمہ اعمال میں نیک عمل لکھا جاتا ہے۔خدا چونکہ شکور خدا ہے۔وہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۷)

۱۲۱۔ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔اور خرچ نہیں کرتے کوئی چھوٹا یا بڑا خرچ نہ کوئی جنگل طے کرتے ہیں مگر ان کے لئے لکھ دیا جاتا ہے اور محفوظ رکھ لیا جاتا ہے تا کہ اللہ ان کو بدلہ دے اچھا ان کے نیک اعمال کا۔

تفسیر۔ یعنی اور نہ وہ اللہ کی راہ میں کوئی ہوا ایسا تھوڑا یا بہت مال خرچ کریں گے اور نہ کوئی میدان طے کریں گے مگر یہ کہ ان کے واسطے اس خرچ اور سفر کی جزا لکھی جاوے گی تا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس اچھے کام کا بدلہ دے جو وہ کرتے تھے۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مامورین کے وقت سفروں کی ضرورت بھی پیش آتی ہے اور خدا کے لئے کوئی نہ کوئی سفر قوم کے بعض یا کل افراد کو کرنا پڑتا ہے۔پس وہ سفر بجائے خود اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین جزا کا موجب اور باعث ہوتا ہے۔غرض اس میں انفاق کی فضیلت بیان کر کے اس دوسری آیت میں جو تفقّہ فی الدّین کے لئے ایک جماعت کے نکلنے کی ہدایت کرتی ہے۔انفاق کی ضرورت بیان کی گئی۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۶ مورخہ ۱۷؍فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۸)

۱۲۲۔وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور یہ نہیں چاہیے کہ مومن سب کے سب چلے جائیں۔ پر کیوں نہ نکلے ان کے ہر ایک فرقے میں سے چند آدمی تا کہ وہ دین کی سمجھ پیدا کرتے علم دین سیکھتے اور نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اپنی قوم کو ڈراتے جب وہ ان کی طرف واپس آتے تا کہ وہ ڈرتے۔

تفسیر۔ انسان کی ضرورتیں، اس کی کم نظریاں، انعاماتِ الٰہیہ کی وسعت سے بے خبری، اس کی ذاتی کمزوریاں اور بشری تقاضے، بعض اوقات ایسا کرتے ہیں کہ ہر وقت وہ ماموروں کی صحبت میں نہیں رہ سکتا۔ اور وہ فیض اور فضل جو ان کی پاک صحبت میں ملتا ہے وہ اسے ان شرائط اور لوازمات کے ساتھ جو خاص صحبت ہی سے مختص ہیں، نہیں پا سکتا۔ اس لئے ایک اور ضرورت پیش آئی۔ وہ ضرورت ہے تفقّہ فی الدّین کی۔ تفقّہ فی الدّین کے لئے پھر یہ حکم صادر ہوا کہ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔

یعنی چونکہ یہ تو ممکن نہیں ہے اور نہ مناسب ہی ہے کہ سب کے سب مسلمان یک دفعہ ہی نکل جاویں۔ اس لئے کیوں ہر گروہ سے ایک جماعت اس مقصد اور غرض کے لئے نہ نکلے کہ وہ تفقّہ فی الدّین کرے اور جب وہ اپنی قوم کے پاس لوٹ کر واپس آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں تا کہ وہ قوم بُری باتوں سے بچے۔

اس آیت سے پہلی آیت میں انفاق کے فضائل بیان ہوئے ہیں۔ اس واسطے کہ اس آیت میں جو ابھی میں نے پڑھی ہے انفاق کی ایک ضرورت بھی پیش ہوئی ہے۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۶ مورخہ ۱۷؍فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۸)

چونکہ یہ امر تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کل مومن علومِ حقّہ کی تعلیم اور اشاعت میں نکل کھڑے ہوں۔ اس لئے ایسا ہونا چاہیے کہ ہر طبقہ اور ہر گروہ میں سے ایک ایک آدمی ایسا ہو جو علومِ دین حاصل کرے اور پھر اپنی قوم میں واپس جا کر ان کو حقائقِ دین سے آگاہ کرے تا کہ ان میں خوف وخشیت پیدا ہو۔ پس قرآن کریم نے جب ایک بہترین راہ ہمارے لئے کھول دی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو ہی دستور العمل بنایا نہ جاوے؟ (الحکم جلد ۸ نمبر ۶ مورخہ ۱۷؍فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۹)

عام طور پر کل انسان ایک امام کے حضور جمع نہیں ہو سکتے۔ کل دنیا نہ تو متفق ہی ہو سکتی ہے نہ وہ ایک جگہ جمع ہو سکتی ہے۔ ملک کی طبعی تقسیم اور پھر کل دنیا کی طبعی تقسیم اس امر کی شاہد ہے۔ اس عام نظارہ

قدرت کے ہوتے ہوئے یہ کہنا کہ سب کے سب امام کے حضور جمع رہو۔اور ہر وقت حاضر رہو۔قریباً تکلیف مالا یطاق ہو جاتی جو اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھی ...... یہ خوبی اور عظمت اسلام کی ہی ہے کہ اس کے جمیع احکام اس قسم کے ہیں کہ ہر ایک انسان ان سے اپنی استطاعت و طاقت کے موافق اپنی حالت اور حیثیت کے لحاظ سے یکساں فائدہ اٹھا سکتا ہے۔مثلاً ایک شخص ہے وہ بیمار ہے اُٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا وہ بیٹھ کر حتیٰ کہ اشاروں سے بھی پڑھ سکتا ہے۔اس کا ثواب ایک مستعد تندرست آدمی کی نماز سے کم نہیں ہوگا اور نہ اس نماز میں کوئی سقم واقع ہو سکتا ہے۔ایک شخص استطاعت حج کی نہیں رکھتا۔حج نہ کرنے سے اس پر گناہ نہیں ہوگا۔اسی طرح پر تفقّہ فی الدّین کی بھی مختلف صورتیں ہیں ۔ ہر شخص اتنا وقت اور فراغت نہیں رکھتا کہ وہ اس کام میں لگا رہے۔ دنیا میں تقسیم محنت کا اصول صاف طور ہدایت دے رہا ہے کہ مختلف اشخاص مختلف کام کریں۔ انسان کی تمدنی زندگی کی ضروریات کا تکفّل ہوگا۔اسی طرح اسی اصول کی بناء پر حکم ہوا کہ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ...... میں افسوس اور درد دِل سے کہتا ہوں کہ عملی رنگ میں اس آیت کو منسوخ کر دیا گیا ہے۔حقیقت میں ایسا ہی ہوا ہے۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۷ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

۱۲۳۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَ لْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔اے ایماندارو لڑو تم اپنے آس پاس کے کافروں سے اور چاہیے کہ وہ تم میں ایک قسم کی سختی پائیں اور جان رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے (یعنی متقی غالب ہو جائیں گے)۔

تفسیر۔ قَاتِلُوْا۔ مقابلہ کرتے رہو۔

يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ۔ شیخ ابن عربی نے لکھا ہے۔سب سے نزدیکی کافر تو ہمارا نفس ہے جو اللہ کی بہت سی نافرمانیاں کرتا ہے۔پس سب سے پہلے مقابلہ اس سے کرو۔

غِلْظَةً۔اس کی تفسیر میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ[1] (فتح: ۳۰) آیا ہے۔مراد اس سے مضبوطی

---

[1] اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت مؤثر ہیں ان سے متاثر نہیں ہوتے۔شدید و غالب ہیں۔

ہے۔یعنی کفّار کا اثر قبول نہ کرو۔ ہماری زبان میں غلیظ کے معنے بُرے لئے گئے ہیں۔مگر عربی میں یہ بات نہیں چنانچہ اَکَمَۃٌ غَلِیْظَۃٌ کے معنے ہیں مضبوط ٹیلہ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۸، ۱۱۹)

۱۲۴، ۱۲۵۔وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَۃٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِیْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ۔ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب کوئی سورت اترتی ہے تو بعض منافق کہتے ہیں وہ کون ہے تم میں سے جس کا ایمان اس سورت نے بڑھایا تو ایماندار وہ لوگ ہیں جن کا ایمان بڑھایا اس سورت نے اور وہ خوش ہیں۔اور جن کے دلوں میں کمزوری ہے تو ان کے گند پر گند بڑھا دیئے اور وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے۔

تفسیر۔ اور جب کوئی سورۃ اتاری جاتی ہے کوئی تو ان میں سے کہتا ہے بتاؤ تو اس سورۃ نے تم میں سے کس کے ایمان کو بڑھایا؟ جو تو مومن ہیں ان کے ایمان کو تو وہ سورۃ بڑھا دیتی ہے اور وہ خوشیاں مناتے ہیں اور جن کے دلوں میں روگ ہیں وہ سورۃ ان کی پلیدی اور بدباطنی کو بھی بدباطنی کے ساتھ ملا کر بڑھاتی ہے اور وہ کفر میں ہی مرتے ہیں۔

عمدہ عمدہ تندرستوں کے کھانے بیماروں کو نقصان پہنچاتے ہیں اور موسم بہار کی عمدہ ہوا بعض بیماروں میں ضرر کا موجب ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۰۳)

۱۲۶۔ اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائش میں پھنسے رہتے ہیں ہر سال ایک بار یا دو بار پھر وہ نہ رجوع بحق کرتے ہیں اور نہ وہ نصیحت ہی یاد رکھتے ہیں۔

تفسیر۔ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ۔گندے اور پاک کی تمیز کی جاتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ۱۹ دفعہ ایسے فتنے آئے ہیں۔

ظاہر کو باطن سے اور باطن کو ظاہر سے ایک تعلق ہے۔ رسولِ کریمؐ کے حضور آدمی آئے۔ ایک نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جگہ ہے۔ وہ تو جرأت کر کے وہاں چلا گیا۔ دوسرے کو شرم آئی۔ وہ آگے نہ ہوا۔ سب سے پیچھے بیٹھ گیا۔ تیسرے نے دیکھا کہ جگہ نہیں ہے۔ اس نے اجتہاد کیا کہ میرا بیٹھنا فضول ہے۔ چلا گیا۔ نبی کریمؐ کو وحی ہوئی کہ جس نے شرم کی اس کے گناہوں کی پکڑ میں اللہ بھی شرم کرے گا۔ جو چلا گیا وہ بدنصیب ہے۔ نبی و راستباز کی صحبت میں بیٹھ رہنے سے بہت فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ خواہ کچھ نہ سنے نفس ''بیٹھنا'' بھی ان انوار و برکات سے حصہ دلا دیتا ہے۔

میں اپنے بچوں کو بھی قرآن شریف سنایا کرتا ہوں۔ اب کوئی یہ نہ جانے۔ یہ کیا سمجھتے ہیں کیونکہ اس کا اثر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے۔ ایک عورت بیمار تھی اور وہ اس حالتِ مرض میں جرمن بولتی تھی۔ لوگ حیران تھے۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ چھوٹی عمر میں کسی پادری کی زبان سے جرمنی زبان کا لیکچر سنتی تھی۔ اس نہانی اثر کی وجہ سے مرض میں جرمن بولتی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیدا ہوتے ہی اذان سنانے کا حکم دیا ہے۔ یہ لغو فعل نہیں بلکہ اس کا اثر آئندہ عمر پر پڑتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)



سُوْرَۃُ یُوْنُسَ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

اس اللہ کے نام سے جو ساری صفات کاملہ سے موصوف اور بالکل بدیوں سے منزہ بلا مبادلہ دینے والا اور مبادلہ سے محروم نہ رکھنے والا ہے۔ ہم اس سورہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں۔

۲۔ الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ۔

ترجمہ۔ میں اللہ مکرّر رسالت محمدیہ کے ثبوت میں سورت نازل کرتا ہوں۔ یہ آیتیں ایک کتاب کی ہیں جو محکم و باحکمت ہے۔

تفسیر۔ الٓرٰ۔ اَنَا اللّٰہُ اَرٰی۔ کیا دیکھتا ہوں؟ اَرٰی اَعْمَالَکُمْ! یعنی جو کچھ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سلوک کر رہے ہو اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارے تعلقات ہیں۔ وہ سب میں دیکھ رہا ہوں۔

الْکِتٰبِ الْحَکِیْمِ۔ جامع کتاب۔ کس معاملہ میں؟ حق و حکمت کی بھری ہوئی۔ سزا ہو گی تو بھی حکمت پر۔ جزا بھی ملے گی تو بھی حکمت پر۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۳۔ اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْھُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَھُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّھِمْ ط قَالَ الْکٰفِرُوْنَ اِنَّ ھٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ۔

ترجمہ۔ کیا لوگوں کو اس بات کا تعجب ہوا کہ ہم نے وحی بھیجی ایک آدمی کی طرف انہیں میں سے تاکہ ڈرائے اپنے دشمنوں کو اور خوشخبری سنا دے اپنے ایماندار دوستوں کو کہ ان کا مضبوط قدم ہے ان کے رب کے نزدیک، اور منکر کہتے ہیں تیری باتیں تو ہیں دل ربا پر ملک و قوم سے صریح قطع تعلق کرانے والی ہیں۔

تفسیر۔ اِلٰی رَجُلٍ مِّنۡهُمۡ ۔یہ سوال ہر زمانہ میں پیدا ہوتا رہا ہے اور کئی ایک کو دھوکہ لگتا رہا ہے کہ ظاہری شکل تو ہم جیسی ہے۔ پس اس میں ما بہ الِا متیاز کیا ہے؟ حالانکہ ما بہ الِا متیاز ہوتا ہے۔ گو عام فہم نہ ہو۔ چنانچہ پہلا امتیاز تو یہی ہے کہ

اَنۡ اَنۡذِرِ النَّاسَ ۔مکذّب لوگوں کو عذابِ الٰہی سے ڈراوے۔

وَ بَشِّرِ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۔مومنین کو بشارت دے۔

لَسٰحِرٌ مُّبِیۡنٌ ۔دلربا باتیں کرنے والی قوم سے کٹوا کر الگ کر دینے والا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۴۔ اِنَّ رَبَّکُمُ اللّٰہُ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ فِیۡ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسۡتَوٰی عَلَی الۡعَرۡشِ یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ مَا مِنۡ شَفِیۡعٍ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اِذۡنِہٖ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡہُ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوۡنَ ۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں تمہارا رب وہی اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین کو چھ وقت میں بنایا پھر صاحب حکومت بنا، سب امور پر انتظام کرتا ہے ہر ایک کام کا کوئی ساتھی نہیں اور نہ حمایتی اور نہ سفارشی مگر اس کی اجازت کے بعد۔ یہی اللہ تمہارا رب ہے تو تم اسی کی خالص عبادت کرو کیا تم یاد اور غور نہیں کرتے۔

تفسیر۔الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ ۔آسمان و زمین دونوں اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ مگر ایک کو رفعت بخشی۔ ایک کو پستی۔ اسی طرح کسی کو محض اپنے فضل سے رفعتِ شان بخش دیتا ہے۔

مِنۡ شَفِیۡعٍ ۔ شَفَعَ کہتے ہیں جفت کو۔ پس خدا کا جفت والا کوئی نہیں۔ نہ اس کی پکڑ کے وقت کوئی سزا یاب کا ساتھی بنتا ہے۔

رَبُّکُمۡ اور یُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ میں ثبوت دیا ہے۔ بعثتِ نبوت اور ایک شخص کو برگزیدہ کر لینے کا اور پھر اسے کامیاب، مظفر و منصور کرنے کا۔ اور پھر تمام انبیاء کی تعلیم کا اصل الاصول بتلایا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۵۔ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ۔

ترجمہ۔تم سب کو اسی کی طرف چلنا ہے اور اللہ کا وعدہ برحق اور سچا ہے۔اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر بار بار بناتا ہے تاکہ عوض دے ان کو جنہوں نے اللہ کو مانا اور بھلے کام کئے عدل سے اور جنہوں نے حق چھپایا ان کو پینا ہے بہت اونٹتا ہوا پانی اور ٹیس دینے والا عذاب کیونکہ وہ کفر کرتے تھے۔

تفسیر۔ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ۔ جیسا مبدء میں وہی ہے۔ایسا ہی سب کا انجام بھی وہی ذات ہے جس آن میں اللہ اوّل ہے۔اسی آن میں آخر ہے۔کیونکہ ذرہ ذرہ پیدائش کے ساتھ، ذرہ ذرہ اپنے بقاء کے لئے بھی اسی کا محتاج ہے۔

لِيَجْزِيَ ۔ انذار وتبشیر اور یہ تمام کار اس لئے ہے کہ جزا دے مومنوں کو اور سزا دے کفار کو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۶۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔وہی اللہ ہے جس نے بنایا سورج چمکیلا اور چاند نورانی اور ٹھہرا دیئے ان کے مقامات تاکہ تم لوگ معلوم کرلو برسوں کی گنتی اور حساب، اور یہ سب اللہ نے نہیں پیدا کیا مگر حق وحکمت کے ساتھ۔مفصل بیان کرتا ہے نشانیئیں اس قوم کے لئے جو علم رکھتی ہے۔

تفسیر۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ۔ظاہری انتظام کو دکھا کر باطنی پر استدلال فرمایا۔

الْاٰيٰتِ ۔کہ ہر چیز کا مبدء ومعاد میں ہی ہوں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۸، ۹۔ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِھَا وَ الَّذِیْنَ ھُمْ عَنْ اٰیٰتِنَا غٰفِلُوْنَ۔ اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔

ترجمہ۔ جو ہم سے ملاقات کی امید نہیں رکھتے اور اِدھر ہی کی زندگی پر خوش ہو گئے ہیں اور پورے مطمئن ہو گئے ہیں اس کے ساتھ اور وہ ہماری نشانیوں سے بے خبر اور غافل ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کی آرام گاہ آگ ہے ان کی کمائی کے سبب سے۔

تفسیر۔ لَا یَرْجُوْنَ۔ ایک معنی، امید نہیں رکھتے۔ دوم معنی، خوف نہیں رکھتے اور یہ معنے چسپاں ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

اُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمُ النَّارُ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ۔ ایسوں کا ٹھکانہ ہے آگ۔ بدلہ اس کا جو کماتے تھے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم۔ صفحہ ۳۱۳)

۱۰۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ یَھْدِیْھِمْ رَبُّھُمْ بِاِیْمَانِھِمْ ۚ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھِمُ الْاَنْھٰرُ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔

ترجمہ۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کو مانا اور اچھے کام کئے ان کو راہِ مقصود دکھائے گا ان کا رب ان کے ایمان کے سبب سے۔ بہہ رہی ہیں ان کے نیچے نہریں بڑی آسایش کے باغوں میں۔

تفسیر۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ علم کے ساتھ عمل ضروری ہے۔ گو فلسفہ قدیم کا یہ مسئلہ گمراہ کُن ہے کہ ہم عالم ہو جائیں تو خدا سے تشبّہ پیدا کریں کہ اسے علم ہے مگر عمل نہیں کرتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۱۱۔ دَعْوٰھُمْ فِیْھَا سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَ تَحِیَّتُھُمْ فِیْھَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰھُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ۔ وہاں ان کی آوازیں سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ ہوں گی (یعنی اے ہمارے اللہ کیا ہی تیری پاک ذات ہے) اور آپس میں کہیں گے سلام (یعنی خیر و خوبی و سلامتی سے رہو) اور ان کا تکیہ کلام یہ ہوگا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (یعنی سب حمد اللہ ہی کی ہے جو آہستہ آہستہ سب جہانوں کو کمال کی طرف پہنچانے والا ہے)۔

تفسیر۔ مسلمانوں کے نزدیک بہشت نام ہے اس جگہ کا جہاں جیو (نفس) یا رُوح کو ہر طرح کی راحت اور آرام ملے۔ وہ ایک اعلیٰ سرور کا مقام ہے جس میں انسانی حالت خدا تعالیٰ کے متعلق تو یہ ہو گی جس کا بیان قرآن میں یہ آیا ہے...... ’’اور ان کی پکار اس میں یہ ہوگی کہ اے اللہ! تُو پاک ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر ان کا قول سلام اور سلامتی ہوگا اور آخری پکار ان کی یہ ہوگی کہ سب حمد اللہ کے لئے جو ربّ العٰلمین ہے‘‘

اس آیت پر غور کرنے والا غور کرلے کہ کس طرح بہشت میں جنابِ الٰہی کی تسبیحیں اور تحمیدیں کی جائیں گی اور کس طرح روحانی مزہ اٹھایا جائے گا۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴)

وہ بہشت میں اللہ کی پاکیزگی بیان کریں گے اور آپس میں سلامتی اور صلح سے رہیں گے اور آخری پکار ان کی یہ ہوگی کہ حمد ہے اللہ پروردگار کے لئے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۲)

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اور ان کی آخری پکار یہ ہوگی کہ اللہ ربّ العٰلمین کی ستائش ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۲۳)

۱۲۔ وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر اللہ لوگوں کے واسطے جلدی سختی ڈال دے جیسے وہ نیکی جلدی چاہتے ہیں تو پوری ہو چکتی ان کی اجل تو ہم ان لوگوں کو چھوڑ دیتے ہیں جو ہمارے دیدار کی آرزو نہیں رکھتے ہیں وہ اپنی سرکشی میں دل کے اندھے ہو رہے ہیں۔

تفسیر۔ وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ۔ نادان انسان اپنے لئے عذاب مانگ لیتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً[1] (الانفال: ۳۳)۔

ابوجہل نے دعا کی تھی۔ ہمارے ملک میں لڑکیوں کو ایسی ایسی گالیاں دیتے ہیں کہ خدایا تیری پناہ! زمیندار اپنے مال مویشی کو اسی قسم کے لفظ کہتے ہیں۔ اگر یہ دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کرلے تو تمام

---

[1] اے اللہ اگر یہ حق تیری طرف سے ہے تو ہم پر پتھر برسا۔ (مرتّب)

کارخانہ درہم برہم ہو جائے۔

فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔ ہم تو ان کو چھوڑ دیتے ہیں مگر وہ ایسے شریر ہوتے ہیں کہ اندھا دھند اپنی شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۱۴۔ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم تباہ کر چکے بہت ہی بستیاں اور ٹکڑیں تم سے پہلے جب کہ انہوں نے بے جا کام کیا اور ان کے پاس ان کے رسول آئے کھلی کھلی نشانیاں لے کر مگر وہ ماننے والے ہی نہ تھے۔ اسی طرح ہم جزا دیں گے ہم سے قطع تعلق کرنے والوں کو۔

تفسیر۔ وَ لَقَدْ اَهْلَكْنَا۔ یہ اس بات کی نظیر دیتا ہے کہ بعض وقت عذاب آتا ہے تو وہ اٹھایا نہیں جاتا کیونکہ جُرم معافی کی حد سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔

وَ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ۔ غفلت میں اللہ تعالیٰ نہیں پکڑتا۔ بلکہ اتمامِ حجت فرما کر پکڑتا ہے۔

وَ مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ غفلت میں نہیں رہے بلکہ انکار بھی کیا۔

الْمُجْرِمِيْنَ۔ صرف گناہ گار نہیں۔ بلکہ وہ جس نے جناب الٰہی سے اپنے تعلقات قطع کر لئے ہوں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۱۵۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے تم کو ان کے بعد قائم مقام بنایا ملک میں، دیکھیں تو تم کیسے عمل کرتے ہو۔

تفسیر۔ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ۔ اگلی قوموں کو ہلاک کر کے تم کو ان کا خلیفہ بنا دیا۔

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ اب دیکھتے ہیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔

(بدر جلد ۸ نمبر ۵۲ مورخہ ۲۱/اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱)

لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ۔ یہ آیت خصوصیت کے ساتھ قابلِ توجّہ ہے۔ کیونکہ تم بھی اس آیت کے نیچے ہو۔ بدظنی سے بچو۔ اوقات ضائع نہ کرو۔ علومِ دین سے واقفیت پیدا کر کے اس پر عمل کرو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۱۶۔ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ اور جب ان پر ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ کہتے ہیں جن کو یقین نہیں ہے ہم سے ملنے کا کہ کوئی اور قرآن اس کے سوا تو لا یا اس کو بدل دے۔تو جواب دے کہ یہ میرا کام نہیں کہ میں اس کو بدل ڈالوں اپنی ذات سے میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے اگر میں نافرمانی کروں میرے ربّ کی تو میں ڈرتا ہوں بڑے وقت کے عذاب سے۔

تفسیر۔ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ۔تو کہہ میرا کام نہیں کہ اس کو بدلوں اپنی طرف سے میں تابع ہوں اسی کا جو حکم آوے میری طرف۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم۔صفحہ ۲۴۱)

اُبَدِّلَهٗ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو کافی نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے کہ

مثنوی مولوی معنوی ہست قرآن در زبانِ پہلوی [۱]

جیسے شعر بنائے گئے۔لوگ قرآن شریف کو چھوڑ کر راگ وغیرہ کی طرف بھی لذت کے لئے توجہ کرتے ہیں۔مگر اس کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹)

۱۷۔قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو کہہ دے کہ اگر اللہ چاہتا تو میں نہ پڑھتا وہ قرآن تم پر اور نہ تم کو واقف کراتا اس سے (کیونکہ) بے شک میں رہ چکا ہوں بڑی عمر اس سے پہلے تم میں تو کیا تم کو کچھ بھی عقل نہیں ہے۔

تفسیر۔ عرب کے عمائد و اہل الرّائے آپؐ کے مکارمِ اخلاق کے مُقِرّ تھے۔آپؐ نے اپنے اعلیٰ کیریکٹر کا دعویٰ بڑی تحدّی سے پیش کیا اور فرمایا فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا

---

[۱] مولانا جلال الدین رومی کی کتاب مثنوی فارسی زبان میں قرآن ہے۔

تَعْقِلُوْنَ ۔امین کا لقب تو آپ پا ہی چکے تھے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ ماہِ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۶)

عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ۔ چالیسؔ سال کی عمر کسی بشر کے حالات کے لئے کافی ہے۔ اس میں اس شخص کی احتیاط و تقویٰ کا علم ہوسکتا ہے۔

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔کیا تم اس کے مقابلہ سے اپنے تئیں نہیں روکتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸/نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱۹، ۱۲۰)

وَ لَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۔نہ میں تمہیں سمجھاتا یہ قرآن۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (یونس:۱۷)

میں نے تمہارے اندر چالیس سال کا ایک لمبا زمانہ گزارا ہے۔ میری عفت و دیانت و امانت وصداقت پر تم سب کے سب گواہ ہو اور ایک بھی نہیں جو میری پاکیزہ اور معصوم زندگی پر حرف رکھ سکے۔ یہ دعویٰ عرب جیسی اکھڑ، دلیر اور معائب کو علیٰ رؤس الاشہاد بیان کر دینے میں نہ جھجکنے والی قوم کے سامنے اس حالت میں کیا گیا جبکہ ان کی مالوف ترین چیز مذہب کو ان کے دل سے چھیننے کا اعلان کیا تھا لیکن اس تحدی اور علی الاعلان چیلنج کی تردید کے لئے کسی زبان، ہاتھ اور قلم کو جنبش نہیں ہوتی اور آج تیرہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی عرب جاہلیت کی پرانی تاریخوں، ان کے واقعات اور اشعار میں ایک بھی جملہ نہیں ملتا جو اس عدیم النظیر تحدی کو توڑ سکے۔ آپؐ کی خطرناک مخالفت کے حالات ہمارے سامنے ہیں اور وہ تاریخ دنیا سے نابود نہیں ہوگئی مگر ان تاریخوں کو پڑھ جاؤ تمہیں ایک بھی جملہ اور ایک بھی کلمہ نہیں ملے گا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائف پر نکتہ چینی کا موقع مل سکے۔

یہ فخر اور بجا فخر بے نظیر فخر صرف سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہے کہ آپؐ کی زندگی کے تمام واقعات محفوظ ہیں۔ آپ کے کیریکٹر کی قوت اور شوکت کا اس سے پتہ لگتا ہے کہ آپ نے اپنی پرائیویٹ زندگی کے واقعات کو بھی پبلک کرنے میں کبھی مضائقہ نہیں فرمایا۔

(الحکم جلد ۲ نمبر ۷ ۳ مورخہ ۲۱/جنوری ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰)

۱۸، ۱۹۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے یا اس کی آیتوں کو جھٹلاوے بے شک بامراد نہیں ہوتے قطع تعلق کرنے والے مفتری کاذب۔ اور وہ لوگ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کو بھی پوجتے ہیں جو انہیں نہ نقصان پہنچا سکتی ہیں نہ نفع اور کہتے ہیں یہ ہمارے حمایتی ہیں اللہ کے پاس تم کہہ دو کیا تم اللہ ہی کو سکھاتے ہو جو وہ نہیں جانتا آسمان اور زمین میں وہ پاک ذات اور عالی ہے اس سے جس کو وہ شریک کرتے ہیں۔

تفسیر۔ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ۔ یہ اپنے صدق کی دلیل دی ہے کہ میں مظفر و منصور ہوں گا اور یہ دشمن شکست یاب۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ .... يُشْرِكُوْنَ۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ایسوں کو پوجتے ہیں۔ جو ان کو ضرر و نفع دے نہیں سکتے۔ اور کہتے ہیں۔ یہ اللہ کے پاس ہمارے شفیع ہوں گے۔ تو کہہ کیا تم اللہ کو وہ کچھ بتاتے ہو جو وہ آسمان و زمین میں نہیں جانتا۔ وہ تمہارے شرکوں سے بلند و برتر ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۲۴)

۲۰۔ وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔

ترجمہ۔ سب لوگ ایک ہی رنگ میں رنگین تھے پھر الگ الگ ہوئے اختلاف کئے اور اگر پیش گوئی نہ ہوتی جو بیان ہو چکی تیرے رب کی طرف سے تو پورا فیصلہ ہو جاتا ان میں جس بات میں وہ اختلاف کر رہے تھے۔

تفسیر۔ وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ اس آیت میں اس امر کا بیان ہے کہ انبیاء و

مجدّ دین کس وقت میں مبعوث ہوتے ہیں۔سوفرماتا ہے کہ لوگ ایک رنگ میں رنگین ہوجاتے ہیں۔ یعنی غیرتِ دینی اُٹھ جاتی ہے۔کوئی نماز پڑھے تو پڑھے۔شراب پیئے تو پیئے یعنی جب عیسیٰؑ بدین خود موسیٰؑ بدین خوداور یہ کہ اپنی اپنی قبر میں پڑنا ہے کے فقرے بولے جاتے ہیں۔ایسے وقت میں۔

فَاخْتَلَفُوْا۔ اختلاف اس وقت پڑتا ہے کہ جب ماموراٰ جاوے۔ چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا۔ کَانَ النَّاسُ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً فَبَعَثَ اللّٰہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَ مُنْذِرِیْنَ...... وَمَا اخْتَلَفَ فِیْہِ اِلَّا الَّذِیْنَ اُوْتُوْہُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنٰتُ بَغْیًۢا بَیْنَھُمْ[۱] (البقرہ:۲۱۴) اور وَ لَوْ لَا کَلِمَۃٌ وہ کلمہ عَسٰۤی اَنْ یَّکُوْنَ رَدِفَ لَکُمْ[۲] (النمل:۷۳) اور مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ[۳] (الانفال:۳۴)۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸رنومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۲۱۔ وَ یَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَیْبُ لِلّٰہِ فَانْتَظِرُوْا اِنِّیْ مَعَکُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ۔

ترجمہ۔اور وہ کہتے ہیں اس نبی پر کوئی نشانی کیوں ظاہر نہیں ہوئی اس کے رب کی طرف سے۔تو کہہ دے چھپی بات کا جاننے والا تو اللہ ہی ہے تو تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔

تفسیر۔ اٰیَۃٌ ۔ وہ عظیم الشان نشان جس میں سب ہلاک ہوجاویں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸رنومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۲۲۔ وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَۃً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْھُمْ اِذَا لَھُمْ مَّکْرٌ فِیْۤ اٰیَاتِنَا قُلِ اللّٰہُ اَسْرَعُ مَکْرًا اِنَّ رُسُلَنَا یَکْتُبُوْنَ مَا تَمْکُرُوْنَ۔

ترجمہ۔اور جب ہم چکھاتے ہیں لوگوں کو اپنی رحمت تکلیف کے بعد جو ان کو پہنچی تو اس وقت بنانے

۱؎ اور کتاب میں جھگڑا نہ ڈالا مگر انہیں لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی (اور وہ بھی) اس کے بعد کہ اُن کے پاس کس قدر کھلے کھلے نشان آچکے آپس کی ضد سے۔ ۲؎ قریب ہے کہ تمہارے پیچھے آلگا ہو۔

۳؎ اللہ ان کو عذاب دینے والا نہیں جب تک کہ تو ان میں ہے۔

لگتے ہیں حیلے ہماری نشانیوں کی تکذیب میں، تُو کہہ دے اللہ تو بہت جلد تدبیریں بنا سکتا ہے بے شک ہمارے رسول اور فرشتے لکھ رہے اور محفوظ رکھتے ہیں جو تم تدبیریں کرتے ہو۔

تفسیر۔ مَکْرٌ۔ تدابیر۔ جب کسی پر کوئی مشکل یا مصیبت بنتی ہے تو کوئی طرح کے حیلے کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کی تشریح خود فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ میں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۲۳۔ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَ جَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ۬ لَىِٕنْ اَنْجَیْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جو تم کو خشکی اور تری میں سیر کراتا ہے یہاں تک کہ جب تم ہوتے ہو کشتیوں میں اور وہ کشتیاں لوگوں کو لے کر چلتی ہیں موافق ہوا کی مدد سے اور لوگ خوش ہوتے ہیں اس سے یکا یک آ پڑتی ہے اس پر سخت ہوا اور ان کو آ لیتی ہے موج ہر ایک جگہ سے اور وہ یقین کر لیتے ہیں کہ ہم گھر گئے اس میں تو پکارنے لگے اللہ کو خالص اُسی کی اطاعت کرتے ہوئے کہ اگر تو ہم کو نجات دے گا اس سے تو ہم ضرور شکرگزار ہو جائیں گے۔

تفسیر۔ جَرَیْنَ بِهِمْ ۔ بِهِمْ بجائے بِكُمْ ۔ اس لئے کہ یہ لوگ خدا سے دوری میں پڑے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۲۴۔ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْیُكُمْ عَلٰۤی اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ٝ ثُمَّ اِلَیْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب اللہ نے ان کو نجات دے دی تو وہ لگے شرارت کرنے ملک میں ناحق۔ اے لوگو! تمہاری شرارت تمہاری ہی جانوں پر ہے تھوڑا سا فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی کا پھر تم کو ہماری طرف

لوٹ کر آنا ہے پھر ہم تم کو خبر کر دیں گے تمہارے کرتوتوں کی۔

تفسیر۔ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۔نادان انسان جب مشکل سے نجات پاتا ہے تو اپنی تدبیروں پر اکڑ بازی کرتا ہے۔ایک دفعہ میری ایک بہن کا بچہ پیچش سے بیمار رہ کر مر گیا۔ میں جو گھر آیا تو اس نے مجھے کہا۔ بھائی اگر تم ہوتے تو لڑکا بچ رہتا۔ مَیں نے کہا۔اب ایک لڑکا ہوگا اور وہ میرے سامنے پیچش سے مرے گا تا ظاہر ہو کہ خدا تعالیٰ کے ارادے کے سامنے ہماری تدبیریں ہیچ ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ایسے کلمات الٰہی عظمت کے خلاف ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۲۵۔ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَ الْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّيَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اس کے سوائے نہیں کہ دنیا کی زندگی کی عمدہ بات اور مثال پانی کے جیسی ہے جس کو ہم نے بادل سے برسایا پھر مِل نکلا اس سے زمین کا سبزہ جس کو لوگ کھاتے ہیں اور جانور چوپائے یہاں تک کہ جب لیا زمین نے اپنا حسن اور بناؤ کر لیا اور زمینداروں نے سمجھ لیا کہ وہ کھیتی کرنے پر قدرت پا گئے آ پہنچا ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر ہم نے اسے کاٹ کر ڈھیر کر دیا گویا کل یہاں کھیتی تھی ہی نہیں۔ اسی طرح ہم نشان کھول کھول کر بیان کرتے ہیں غور کرنے والی قوم کے لئے۔

تفسیر۔ مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ جوانی کے دن خصوصیت سے قابلِ توجہ ہیں۔ان کی مثال دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۲۷۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

ترجمہ۔ جن لوگوں نے نیکی کی ان کے لئے نیکی ہے اور کچھ بڑھ کر بھی ملے گا اور نہ چڑھے گی ان کے چہرے پر کالک اور نہ رسوائی ہوگی۔ یہی لوگ جنتی ہیں وہ اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر۔ وَ زِيَادَةٌ۔ دیدارِ الٰہی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۲۸۔ وَ الَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جنہوں نے برائیں کمائیں تو ان کو بُرائی کا اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنی برائی کی اور ان پر ذلّت چھا جائے گی اور انہیں اللہ سے کوئی بچانے والا نہیں (ان کے چہروں پر ایسی کالک ہوگی) گویا ان کے چہرے چھپا دیئے گئے ہیں سخت اندھیری رات کے ٹکڑوں سے یہ لوگ آگ والے ہیں وہ اس میں مدتوں رہیں گے۔

تفسیر۔ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا۔ جس قسم کا کوئی گناہ کرتا ہے اسی قسم کی سزا پاتا ہے۔ یعنی جس غرض کے لئے گناہ کرتا ہے وہ غرض حاصل نہیں ہوتی۔ مثلاً کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اپنے لباس میں، اپنی زبان میں اپنے تعلقات میں ایک شان پیدا کر لیتا ہے۔ چونکہ یہ لوگ اپنی بڑائی چاہتے ہیں اس لئے تمام فہیم لوگ اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اسی طرح چور حصولِ مال کے لئے چوری کرتا ہے وہ ہمیشہ مفلس و نادار اور غریب رہتا ہے۔ ایک چور کا ذکر ہے کہ اس نے کسی عورت کا زیور چرا لیا۔ عورت نے دیکھ لیا۔ کچھ مدت کے بعد وہی چور جس نے اس عورت کا زیور چرا لیا تھا۔ اس کوچہ میں گزرا تو اس عورت نے کہا۔ دیکھو مجھے تو خدا نے وہی زیور پھر دے دیا مگر تم ویسے ہی بھوکوں مرتے ہو۔ اس پر وہ تائب ہوا۔

اسی طرح قمار بازوں کا حال ہے۔ یہی انجام عیاشوں اور شہوت پرستوں کا ہوتا ہے کہ وہ اس

لذّت سے ہمیشہ کے لئے محروم رہ جاتے ہیں بلکہ ان میں آتشک، سوزاک، نامردی پیدا ہو جاتی ہے۔ شرابی اور افیونی بھی آرام نہیں پاتے۔ جو لوگ نکمّے بیٹھتے ہیں آخر انہیں ذلّت کے کام کرنے پڑتے ہیں یا ذلیل ہونا پڑتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۲۹۔ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَ شُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَ قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جس وقت ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر کہیں گے مشرکوں سے اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو تم اور تمہارے شریک ہم ان کی آپس میں جدائی ڈال دیں گے اور کہیں گے اُن کے شریک (اُن سے کہ کچھ) تم ہماری ہی تو پرستش نہ کرتے تھے۔

تفسیر۔ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ ۔ آپس میں ان کا جھگڑا کرا دیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۳۱۔ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہاں آزمائے گا ہر کوئی جو اس نے آگے بھیجا اور وہ سب لوٹائے جائیں گے اللہ کی طرف جو ان کا سچا مولیٰ اور آقا ہے اور ہٹ گیا ان سے وہ جو افترا کیا کرتے تھے۔

تفسیر۔ هُنَالِكَ تَبْلُوْا۔ ظاہر پائے گا۔ جیسے يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ (الطارق:۱۰)۔[۱]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۳۲۔ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ۔ پوچھ کون تم کو کھانا دیتا ہے آسمان اور زمین سے اور کون کان اور آنکھ کا مالک ہے اور کون زندہ کو مردہ سے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور کون کاموں کی تدبیر کرتا ہے تو قریب

---

[۱] جس دن چھپی ہوئی باتوں کی جانچ ہوگی۔

ہی وہ سب کہہ اٹھیں گے کہ ہاں اللہ ہی ،تو کہہ کہ پھر اللہ کو سپر کیوں نہیں بناتے اور اس کا ڈر کیوں نہیں رکھتے ۔

تفسیر۔ قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ ۔ یہ مَوْلٰھُمُ الْحَقِّ کا ثبوت دیتا ہے۔ چنانچہ اپنے احسان بیان فرمائے رزق موجبِ زندگی ہے اور سمع وبصر لطفِ زندگی۔

مَنْ یُّخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ ۔انڈوں سے چوزے اور مرغی سے انڈے۔گندوں سے نیک اور نیکوں سے گندے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۳۴۔ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْۤا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ اسی طرح تیرے رب کا فردِ جرم لگتا ہے بدعہدوں پر جو بے ایمان ہیں۔

تفسیر۔ اَنَّھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۔کیونکہ مسلمان کے معنے ہیں جو نیک نمونہ ہو۔ جو اللہ کا فرماں بردار ہو جس کا مسلک صلح وآشتی ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۳۶۔ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْۤ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ٙ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ۔

ترجمہ۔ پوچھ تو کوئی تمہارے شریکوں میں ایسا ہے جو سیدھی راہ بتاوے حق۔(وہ تو کیا جواب دیں گے) تو کہہ دے ہاں اللہ ہی ہے جو راہ دکھاتا ہے حق کی۔اچھا تو جو راہ دکھاوے حق کی وہ زیادہ حق دار ہے اس بات کا کہ اس کی پیروی کی جاوے یا وہ جو خود ہی گمراہ ہے مگر یہ کہ کوئی اس کو دوسرا شخص راستہ بتاوے تو تمہیں کیا ہو گیا ہے یہ کیسا فیصلہ کرتے ہو؟

تفسیر۔ فَمَا لَکُمْ ۔اس کے آگے قِف ہے۔اس بات کا اشارہ ہے کہ خوب سوچو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

۳۸۔ وَ مَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور یہ قرآن ایسا نہیں کہ اللہ کے سوا کسی نے بنا لیا ہو لیکن تصدیق ہے الٰہی کلام (توریت) کی اور تفصیل ہے محفوظ کتاب کی اس میں کچھ ہلاکت نہیں وہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں نبی کریمؐ کی نبوت کے بارے میں ثبوت دیئے ہیں۔ پہلے تو فرمایا کہ تم سمجھتے ہو کہ یہ بے کس و بے بس ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ اس کا بھیجنے والا عرش کا مالک ہے۔ درمیان میں ایک بات آ گئی کہ ہمیں کس طرح معلوم ہو کہ یہ راست باز ہے یا منافقانہ طور سے کہتا ہے۔ واقعی یہ سوال اہم ہے کیونکہ ہر کارخانے میں ایک کارخانہ جھوٹ کا بھی ہوتا ہے اور مصنوعی اور اصلی شئے میں تمیز کرنے سے بعض عقلیں عاجز آ جاتی ہیں۔ ایک دفعہ ہم نے ایک رقعہ لکھا اور ایک اس قسم کے مدعی سے کہا۔ اس کا جعل بنا دو۔ ہم نے اپنے رقعہ میں ایک باریک نقطہ لگا دیا۔ جب وہ جعل بنا کر لایا تو بعینہٖ وہ نقطہ اس میں بھی تھا اور یہ تمیز نہ ہو سکتی تھی کہ اصل کون سا ہے۔

راست بازوں کی پہچان کے متعلق ہم کو تو بہت سی آسانیاں ہیں کیونکہ اس سے پہلے کئی نبی اور صادق ہو چکے ہیں۔ جھوٹے اور سچے کی تمیز کے لئے کئی معیار ہیں ان میں سے ایک کا بیان فرماتا ہے۔ ایک تو یہ کہ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ۔ اگلی کتب میں جو پیشگوئیاں ہیں وہ اس پر صادق آتی ہیں۔ حضرت نبی کریمؐ کے بارے میں ایک پیشگوئی جو استثناء باب ۱۸ میں ہے۔ جس کی تفصیل ''فصل الخطاب'' میں ہے پھر انجیل میں خدا کی بادشاہت کا بار بار ذکر ہے جس سے مراد اسلام ہے۔ کیونکہ مسیحؑ کو حکومت حاصل نہیں ہوئی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۰)

وَ تَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ۔ بائبل میں بہت سے مسئلے ہیں مگر بغیر دلیل اور مختصر۔ چنانچہ عیسیٰؑ سے ایک گروہ یہود نے (جو منکرِ قیامت ہیں اور فریسی کہلاتے ہیں) کسی نے قیامت کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ تورات میں لکھا ہے کہ میں ابراہیم اور اسحاق کا خدا ہوں۔

پس اگر وہ تھے نہیں تو ''خدا ہوں'' کیسے ٹھہرا۔ مگر اب قرآن شریف کو دیکھو کہ اس نے قیامت وحشر

کے دلائل اور حالات کس تفصیل سے دیئے ہیں۔ایسا ہی جناب الٰہی کی ذات کے متعلق تورات میں اختصار ہے اور خدا کے مجسّم ہونے کی نسبت کچھ اس قسم کا بیان ہے کہ اس کی غلط فہمی سے مسیحؑ کو خدا بنا دیا ہے مگر خدا نے قرآن شریف میں اس مسئلہ کو خوب کھولا ہے۔ان دو ثبوتوں کو پیش کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ اس سے لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔مگر ایک اور ثبوت لو وہ یہ کہ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرۃ:۲۴) اس کی مثل ایک سورت تو بنا لو اگر ایک شخص واحد کوئی کلام بنا سکتا ہے۔تو کئی شخصوں کی مجموعی قوت ضرور بنا سکتی ہے۔جب ایسا نہیں کر سکتے تو صاف ثابت ہوا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ولنعم ما قیل ؎

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ ؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۱)

یہ قرآن اللہ کے سوا اور کا بنایا ہوا نہیں۔لیکن تصدیق ہے اس کتاب کی جو اس کے آگے ہے۔

عیسائی علماء نے عدم فہمی قرآن سے تصدیق و مصدق کو جو قرآن میں جا بجا آیا ہے کچھ اور ہی سمجھ کر خامہ فرسائی کی ہے۔اصل مطلب یہ ہے کہ موسیٰؑ نے پیشینگوئی کی کہ میرے مثل ایک نبی پیدا ہو گا۔اور خدا کا کلام اس کے منہ میں ڈالا جائے گا۔اور یہ خبر اپنے وقوع کی محتاج تھی۔اور ضرور تھا کہ موسیٰؑ کی پیشنگوئی پوری ہو۔پس آنحضرتؐ کے وجود مبارک اور قرآن کریم نے اس کو پورا کر دیا۔اب موسیٰؑ کی پیشینگوئی کی تصدیق ہوگئی۔پس تصدیق و مصدق کے لفظ کے یہی معنی ہیں۔اب اگر قرآن کو سچا نہ مانیں اور آنحضرتؐ کو حضرت موسیٰؑ کا مثیل ہونا تسلیم نہ کریں۔بایں کہ آپؐ نے یہ دعویٰ بڑے زور سے کیا اور خدا نے انہیں کامیاب کیا۔تو کتبِ مقدسہ کی اقدم و اعظم کتاب توریت کی تکذیب لازم آتی ہے۔آگے اختیار ہے۔(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔حصہ دوم صفحہ ۲۵۳، ۲۵۴)

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ[1] (یونس:۴۰) ایک اور بات فرماتا ہے کہ انجام دیکھو موسیٰ و فرعون کے واقعہ کو یاد کرو۔دونوں شہر سے نکلے۔مگر مظفر و منصور کون ہوا اور ہلاک کون ہوا؟

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ ؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۱)

---

[1] تو دیکھ بے جا کام کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔

۴۲۔ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر تیری تکذیب کرتے ہی رہیں تو تُو کہہ دے کہ میرا کام میرے ساتھ ہے اور تمہارا کام تمہارے ساتھ ہے تم میرے کام کے ذمہ دار نہیں اور میں تمہارے کام کا ذمہ دار نہیں۔

تفسیر۔ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ۔ باوجود ان حجج باہرہ کے پھر بھی جھٹلائیں تو اور ثبوت لو۔ وہ یہ کہ تم بھی اپنا کام کر رہے ہو اور مَیں بھی۔ دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس کا حامی ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی قولی شہادت کے علاوہ فعلی شہادت کس کے حق میں ہوتی ہے۔

میں نے اپنے نزدیک ایک معیار رکھا ہے جو اس آیت سے نکلتا ہے۔ بہت ہی مخلی الطبع ہو کر خیرات و صدقہ و استغفار کر کے بالاستقلال دعا مانگے تو کبھی دھوکے میں نہیں رہتا۔ میں نے بارہا اس اصل سے مدد لی ہے۔ یعنی ان شرائط سے دعا کرتا ہوں۔

دینیات کے محکمہ کا آفیسر جبرئیل ہے۔ دنیا کے محکمہ کا آفیسر میکائیل ہے۔ اور اموات کے محکمہ کا آفیسر عزرائیل ہے اور جہات کے محکمہ کا آفیسر اسرافیل ہے۔ جو کام ہوتے ہیں وہ انہی کی معرفت ہوتے ہیں۔ اسی لئے ان چاروں کا نام اندر لے لیتا ہوں اور یوں کہتا ہوں۔ ربّ۔ دومؔ لاحول کی کثرت۔ سومؔ الحمد۔ چہارمؔ خیرات دیتا ہوں۔ پنجمؔ عاجزی سے نماز کے اندر دعا مانگتا ہوں۔

ایک وعدہ ہوتا ہے اور ایک وعید۔ دونوں میں فرق ہے اگر کسی سے کہیں تم ہمارا یہ کام کر دو تو ہم تمہیں دس روپے انعام دیں گے اور اگر کہیں کہ یہ کام نہ کرو گے تو سزا پاؤ گے۔ وعدہ ہوتا ہے کسی کو انعام دینے کے لئے۔ اور جو ناراضامندی کے ظاہر کرنے کے لئے بات کی جاوے یا سلوک کیا جاوے۔ اسے وعید بولتے ہیں۔ اس وعدہ وعید کے متعلق یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ عربی زبان میں یہ مشہور ہے۔ اِنِّیْ اِذَا وَعَدْتُّهٗ أَوْ اَوْعَدْتُهٗ مُنْجِزُ وَعْدِیْ وَمُخْلِفُ اِیْعَادِیْ۔[1] جس سے معلوم

---

[1] میں جب اس سے کوئی وعدہ کرتا ہوں یا میں اسے کوئی دھمکی دیتا ہوں تو میں اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہوتا ہوں اور وعید پر عمل نہیں کرتا۔

ہوا کہ وعیدہ کے خلاف کرنے کا نام جرم نہیں۔ پس اگر کسی کو ہم وعیدہ کریں اور پھر اسے سزا نہ دیں تو کوئی یہ نہ کہے گا کہ تم جھوٹے ہو۔ اسی بناء پر وعید سے درگزر کرنے کا نام کرم اور رحم ہے۔ وعید کی پیشگوئیاں ٹل جاتی ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۱)

۴۷۔ وَ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ فَاِلَیْنَا مَرْجِعُھُمْ ثُمَّ اللّٰہُ شَھِیْدٌ عَلٰی مَا یَفْعَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ بعض پیش گوئیاں تو ہم دکھا ہی دیں گے تجھ کو جن کا ان مخالفوں سے ہم وعدہ کرتے ہیں یہاں تک کہ تجھ کو وفات دیں گے پھر ان سب (مخالفوں) کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور اللہ ہی گواہ ہے ان کے کرتوتوں پر۔

تفسیر۔ اِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ (یونس:۴۷)۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ہمیشہ سے سنت ہے کہ انبیاء کی بعض پیشگوئیاں ان کی زندگی میں پوری ہوتی ہیں اور بعض ان کے بعد ان کے خلفاء کے وقت میں پوری ہوتی ہیں یا نئے مامور پر پوری ہوتی ہیں۔ انبیاء ہمیشہ پاک تعلیمات اور پاک اور روحانی تبدیلی کے واسطے بعض روحوں کو مستعد کر کے اپنی تعلیمات کی تخم ریزی کر جاتے ہیں۔ پھر ان کی حفاظت اور آبپاشی ان کے خلفاء کے زمانہ میں ہوتی ہے تا بہت سی سعید روحوں کو خدمت دین کا اجر اور ثواب ملے۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۹ مورخہ ۱۸؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۲)

نَعِدُھُمْ ۔ جن باتوں کے لئے ہم نے تیرے لئے ان مخالفین کو وعید کیا وہ یا تو دکھا دیں گے یا ہم تجھے وفات دے دیں گے۔

ایک اور بات ہے وعدہ۔ اس میں تین شان ہیں۔ کسی لڑکے کو ہم نے کہا کہ اگر تم فلاں عمر میں پاس ہو جاؤ تو ہم تمہیں لطیف کوٹ دیں گے۔ اب اس کے پاس ہونے میں اگر ہم بجائے کوٹ کے یہ کہہ دیں کہ ایم۔ اے کی تعلیم تک کے اخراجات اپنے ذمّہ لیتے ہیں تو اسے وعدہ کا اخلاف نہیں کہیں گے۔ وعدہ کی پیشگوئیاں ترقی کے رنگ میں آ جاتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اسے کہہ دے کہ ایم۔ اے تک کیا بس تم تو اب ہمارے ہو گئے اور ہم تمہارے۔ یہ اعلیٰ درجے کا انعام ہے۔

جس کے ساتھ کوئی انعام لگا نہیں کھا سکتا۔

تیسری بات یہ ہے کہ اس چیز کے بدلہ میں کوئی اور چیز دے دی جائے مثلاً کوٹ کا وعدہ ہے۔ مگر ضرورت دیکھ کر اسے رضائی و توشک دے دیں۔ صورت میں تو اختلاف ہو گیا مگر نفسِ وعدہ میں اختلاف نہیں ہوا۔

ایک اور غلطی ہے کہ پیشگوئیاں معیارِ صداقت ٹھہریں۔ دنیا میں پیشگوئی خدا کا قول ہے۔ جیسا اس کا قول سچا، فعل بھی سچا ہوتا ہے۔ کاشتکاروں کو دیکھو کہ جب ایک دفعہ انہوں نے گیہوں کے ایک دانے کے بہت سے دانے ہوتے دیکھے تو پھر بیج بو کر کہہ دیتے ہیں کہ اب ہماری فصل پک جاوے گی۔ یہ گویا خدا کے ایک فعل کی بناء پر پیشگوئی کی ہے۔ اسی طرح جب ہم کہتے ہیں کہ فلاں بجے کی گاڑی پر آ جاویں گے۔ یا ہم ایف۔ اے، بی۔ اے کر لیں گے تو یہ ایک طرح کی پیشگوئیاں ہیں۔ مگر ممکن ہے جیسا کہ امید کی گئی ہے یہ بات پوری نہ ہو۔ کوئی درمیانی حادثہ پیش آ جاوے۔ مگر تاہم کہنے والے کو جھوٹا نہ کہیں گے اور نہ بعض دفعہ ان درمیان میں پیش آنے والی باتوں کی بناء پر لوگ کام چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ کیونکہ ہمیشہ کثرت کی بناء پر فیصلہ ہوتا ہے اور کثرت پر اعتبار کیا جاتا ہے۔

پس معیارِ صداقت کثرت و قلت کی بناء پر ہے۔ دیکھو لوگ مجھے طبیب اور تجربہ کار سمجھتے ہیں تو کیا اس کے یہ معنے ہیں کہ سب بیمار میرے ہاتھ سے شفا پا گئے۔ جب ایسا نہیں ہوتا تو پھر لوگ کیوں میری طرف رجوع کرتے ہیں۔ کثرت کی بناء پر۔ پس تمام پیشگوئیوں کا انہی الفاظ میں پورا ہونا ضروری نہیں۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ قول میں کیوں اختلاف ہوا۔ ہم کہتے ہیں کہ فعل الٰہی میں کیوں اختلاف ہوتا ہے اصل بات یہ ہے کہ بعض اوقات تنزّل ترقیات کے لئے ہوتا ہی بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ کے معنی اس تشریح سے سمجھ میں آ جائیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۱، ۱۲۲)

اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ۔ یہاں تک ہم رُوح قبض کر لیں گے تیری۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۴۸۔ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ ہرایک جماعت کے لئے ایک رسول ہے پھر جب ان کا رسول ان کے پاس آیا تو فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے اور ان پر کچھ ظلم نہیں ہوتا۔

تفسیر۔ ہرایک گروہ کے لئے ایک رسول ہے۔ جب وہ رسول ان کا آتا ہے تو ان میں انصاف سے فیصلہ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۸، ۹۹)

۴۹، ۵۰۔ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا جب تم سچے ہو۔ جواب دے میں تو اپنی ذات کے نقصان اور نفع کا بھی مالک نہیں۔ ہاں اللہ جو چاہے۔ تو ہر ایک جماعت کے لئے ایک وقت مقرر ہے جب آجائے گا ان کا وقت تو تم نہ ہٹا سکو گے ایک گھڑی جیسا کہ اب تم نہیں لا سکتے۔

تفسیر۔ اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم سچے ہو تو کہہ میں تو اپنی جان کے لئے نفع اور ضرر کا مالک نہیں مگر جو کچھ چاہے اللہ۔ ہرایک گروہ کے لئے وقت اور معیاد مقرر ہے۔ جب ان کا وقت آجاتا ہے اُسے ایک گھڑی پیچھے نہیں کر سکتے اور نہ اس گھڑی کو آپ آگے لا سکتے ہیں۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۹)

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ...... یہ تو ایک پیشگوئی ہے اور اس میں جنابِ الٰہی نے بتایا ہے کہ ہر قوم کے لئے ایک شخص اللہ کی طرف سے بھیجا ہوا آیا کرتا ہے۔ جب وہ آتا ہے تو لوگ اس کے موافق بھی ہوتے ہیں اور مخالف بھی۔ آخر دونوں کے درمیان انصاف کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ جب یہ پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخاطبین کو سناتے ہیں وہ پوچھتے ہیں کہ اگر تم اس پیشگوئی کے کرنے میں صادق ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟ اس پر خدا تعالیٰ اپنے نبیؐ سے فرماتا

ہے کہ یوں جواب دو اور کہو کہ مَیں خود نفع پہنچانے اور ضرر دینے کا مالک نہیں کہ میں وقت بتا دوں۔ ہاں اللہ ہے۔ جو اللہ چاہتا ہے (وہی مل رہتا ہے)۔ ہر ایک کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ اس میں کم وبیش نہیں ہوا کرتا۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۸)

۵۵۔ وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اگر جس قدر زمین میں ہے وہ سب ہو اپنی جان پر ظلم کرنے والے کے پاس تو وہ ضرور اپنی نجات کے لئے دے ڈالے۔ اور دل ہی دل میں چھپائیں گے یا کھلم کھلا ظاہر کریں گے ندامت جب وہ عذاب دیکھیں گے، اور ان میں عدل وانصاف سے فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہیں ہوگا۔

تفسیر۔ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ ۔ندامت کو ظاہر کریں گے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۵۸۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اے لوگو تمہارے پاس آئی نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور وہ قرآن شفاء ہے ان بیماریوں کے لئے جو سینے میں (شبہات پیدا کرتی) ہیں۔ اور ہدایت اور رحمت ہے مومنوں کے لئے۔

تفسیر۔ هُدًى ۔ بیمار کے لئے پہلے ازالۂ مرض کی ضرورت ہوتی ہے پھر قوت کی۔ قرآن مجید روحانی امراض کو دور کر کے ترقیات کے لئے قوت دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

۶۱۔ وَ مَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور انہوں نے کیا سمجھا ہے قیامت کے دن کو جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں۔ بے شک اللہ بڑا فضل والا ہے لوگوں پر لیکن بہت سے لوگ شکر نہیں کرتے۔

تفسیر۔ یہ بات چلی ہوئی تھی کہ معیارِ صداقت کیا ہے۔ انبیاء اور ان کے اتباع کا یہ قاعدہ ہے کہ ان کو کوئی مسئلہ معلوم نہ ہو تو خاموش رہتے ہیں۔ ایک تاریخی واقعہ یاد آیا کہ ایک عالم سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو وہ خاموش رہے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ پھر اب کس سے پوچھیں؟ انہوں نے کہا تم ایک مسئلہ کے نہ جاننے سے گھبراتے ہو حالانکہ کس قدر میری لاادریاں[1] ہیں۔ پس یہ بھی معیارِ صداقت ہے کہ راست باز اپنی اٹکل بازی سے کچھ چیزوں کو حلال یا حرام نہیں ٹھہراتا۔

لَذُوْ فَضْلٍ۔ وہ اپنے فضل سے حرام وحلال بتا دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

۶۲۔ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ۔ تُو کسی حال میں کیوں نہ ہو اور قرآن میں سے کچھ بھی کیوں نہ پڑھتا ہو اور تم کچھ بھی عمل کیوں نہ کرتے ہو مگر ہم تمہارے پاس موجود رہتے ہیں تمہاری حفاظت کرتے ہیں جب کہ تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو اور چھپ نہیں سکتی تیرے رب سے ذرّہ بھر چیز زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ اس سے بڑھ کر چھوٹی اور نہ اس سے بہت بڑی مگر وہ واضح کتاب میں محفوظ ہے۔

تفسیر۔ ایک اور معیارِ صداقت بتاتا ہے۔ تم نے سنا ہوگا کہ حضرت عمرؓ بڑے رعب والے تھے۔ حضرت علیؓ نے کوفہ میں جا کر جب بہت سی مشکلات دیکھیں تو ابن عباسؓ نے ان سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے پہلے لوگوں کو اتنی جرأت نہ ہوتی تھی۔ انہوں نے کہا۔ ابن عباس! تم ہی کہو۔ جب تم آذربائیجان (میں) تھے تو عمرؓ کی نسبت کیا خیال کرتے تھے۔ وہ بولے کہ میں تو ایسا سمجھتا تھا کہ ایک جبڑا تو ان کے ہاتھ میں ہے اور دوسرے پر پاؤں رکھا ہوا۔ چاہیں تو ابھی چیر دیں۔ اس پر حضرت علیؓ

[1] جمع لَا اَدْرِیْ: میں نہیں جانتا۔ مرتّب

نے کہا۔ کیا تم میرا ابھی رعب ایسا مانتے ہو؟ غرض ان خلفاء راشدین کے وقت کے جلال اور شوکت پر نظر کرو۔ پھر دیکھو کہ ایسے بارعب آدمیوں کو بھی مارنے والے نے سرِ مجلس مار دیا۔ حضرت عثمانؓ کا پانی تک بند کر دیا۔ قتل بھی کیا۔ ان کی چلتی پرزہ قوم کی کچھ پیش نہ گئی۔ حضرت علیؓ کی شجاعت نے بھی کچھ کام نہ دیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی حالت میں تھے کہ چاروں طرفوں سے دشمنوں کا نرغہ تھا۔ پھر بھی کوئی آپؐ کے قتل پر کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپؐ نے خیمہ سے سر نکال کر باہر دیکھا کہ کوئی پہرہ دے رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم چلے جاؤ پہرہ کی ضرورت نہیں اس حفاظت کا ذکر وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ آیت میں فرماتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

۶۳، ۶۴۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ۔ خبردار ہو جا کہ اولیاء اللہ پر خوف اور حزن نہیں ہوتا۔ مومن جو متقی ہوتے ہیں۔

تفسیر۔ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ ۔ اب اولیاء اللہ کے نشان بتاتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ ان کو خوف نہیں ہوتا کہ ہم ناکام رہیں گے۔ نہ حزن ہوتا ہے کہ ہمیں یہ نقصان پہنچے گا۔ حضرت عمرؓ وعلیؓ کے قتل سے بھی اسلام کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے مقبوضات ابھی تک تیرہ سو برس سے مسلمانوں کے قبضے میں چلے آتے ہیں۔ کربلا کا واقعہ جو پیش کرتا ہے۔ اُسے سمجھ لینا چاہیے کہ وہاں کے عارضی فاتحین کا نام ونشان تک نہیں۔ اور وہ جو وہاں شہید کئے گئے۔ ایک دنیا میں ان کا ڈنکا بج رہا ہے۔ سیّد تو ہر گاؤں میں ملیں گے۔ مگر کوئی نہیں ملے گا جو اپنے تئیں یزید کی اولاد سے کہے بلکہ نام بھی یزید ہو۔ خوارج تک کا یہ نام نہیں ہوتا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ۔ یہ ولی اللہ کی تعریف ہے۔ ایمان لائے اور پھر تقویٰ میں ترقی کرتا رہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

۶۵۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

ترجمہ۔ان کے لئے اس دنیا میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔یہ اللہ کی پیش گوئیاں اٹل ہیں جو بدلیں گی نہیں اور یہ ہی بڑی مراد کو پہنچنا ہے۔

تفسیر۔ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۔ضرور ہے کہ وہ دنیا میں بھی مبشرات (الہامات) سے مشرف ہوں اور اس دنیا میں وہ آخر کی زندگی کا جلوہ دیکھیں۔

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۔ خدا کی باتیں اٹل ہوتی ہیں ۔عیسائیوں نے یہاں دھوکہ کھایا ہے وہ کہتے ہیں کہ کلام اللہ میں تحریف نہیں ہوتی۔ حالانکہ اس سے مراد یہ ہے کہ لَهُمُ الْبُشْرٰى کی پیشگوئیاں ضرور واقع ہوتی ہیں۔اور ان کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ پر اعتراض کیا ہے ’’اگر کلمات سے مراد قانونِ قدرت ہے تو قرآن میں خلاف قانون قدرت کیوں؟......اگر آیات ہیں تو نسخ کیوں؟ محقّق کتنے ہی احکام قرآن سے دکھا سکتا ہے جو پہلے جائز کئے اور پھر ممنوع۔شراب پہلے حرام نہیں کیا پھر حرام کیا۔اسی طرح بیت المقدس قبلہ تھا۔پھر نہ رہا۔‘‘

الجواب: جس کو تم لوگ قانونِ قدرت کہتے ہو اس کے خلاف بھی قرآن کریم میں ایک کلمہ نہیں مگر یہ یاد رہے کہ قانونِ قدرت میں تھیوریاں، خیالی فلسفہ پیش نہ کرنا۔سائنس کے خلاف کچھ دکھاؤ! اور نسخ بمعنے ابطال حکم بھی۔قرآن کریم میں قطعاً نہیں! کیا معنی؟ قرآن کریم میں کوئی ایسا حکم موجود نہیں جس پر کسی زمانہ میں تو ہم کو عملدرآمد کرنا ضرور تھا اور اب اس پر عملدرآمد کسی طرح جائز نہ ہو بلکہ قطعاً ممنوع ہو۔مثلاً بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم جس آیت میں ہو وہ آیت قرآن کریم میں تو قطعاً موجود نہیں۔اسی طرح ایسی آیت بھی کوئی نہیں اور قطعاً قرآن کریم میں نہیں کہ جس میں لکھا ہو۔شراب حلال ہے تم پیا کرو۔ہاں یہ بات ہے کہ شراب پہلے ہی حرام کیوں نہ کیا۔

دیر کے بعد کیوں حرام کیا۔مگر اس میں نسخ کس حکم موجود فی القرآن کا ہوا؟ نزولِ ارشادات آخر بتدریج ہوا کرتا ہے۔کیا وید کے تمام احکام بلاکسی ترتیب کے یکدم رشیوں نے سمجھے تھے؟نہیں اور ہرگزنہیں! آپ تو کہتے ہیں کہ محقّق کتنے احکام نکال سکتا ہے کہ پہلے جائز کئے پھرممنوع۔ ہاں مجھے تو کوئی آیت ایسی معلوم نہیں جس سے یہ پایا جائے کہ فلاں حکم جائز یا ضرور ہے۔پھر بعینہٖ اسی حکم کو کہا گیا ہو کہ یہ حکم ممنوع ہے۔نہیں۔نہیں!! اور ہرگز نہیں! ہم کو ہمارے قرآن نے کہیں نہیں کہا کہ فلاں حکم جوفلاں آیت میں ہے اب قطعاً منسوخ ہوگیا۔ ہمارے ہادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ فلاں حکمِ قرآنی اب منسوخ ہے۔آپؐ کے پاک جانشینوں ابوبکرؓ وعمرؓ ...... نے بھی نہیں فرمایا کہ فلاں حکمِ قرآنی اب منسوخ ہے۔اس پر بالکل عمل درست نہیں!

نسخ کے معنے اگر ابطالِ حکم کے ہیں کہ قرآن میں ایک حکم موجود ہو اور وہ منسوخ کیا گیا ہو تو ایسا حکم بھی مجھے ہرگز معلوم نہیں! اگر کسی کو اس کے خلاف دعویٰ ہو تو ثبوت دے! قرآن کریم حسبِ ارشادِ الٰہی اِکمال کے لئے آیا ہے۔جیسا اس نے فرمایا اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ[1] (المائدۃ:۴) پس وہ حقائقِ ثابتہ کے ابطال کے لئے نہیں آیا بلکہ اثباتِ حقائق کی خاتم الکتب ہے!!

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳)

۶۶۔ وَ لَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُہُمۡ ۘ اِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ؕ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ۔

ترجمہ۔ ان کے کہنے کا تو رنج نہ کر۔ان کو بتلا دے کہ سب عزتیں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہیں اور وہ بڑا سننے والا ہے کافروں کی بدگوئی بڑا جاننے والا ہے تیرے غلبہ اور عزت کا حال۔

تفسیر۔ قَوۡلُہُمۡ ۔ مخالفین عجیب عجیب طرح سے حقارت کے کلمات بولتے ہیں۔مگر آخر سب جھوٹے نکلتے ہیں۔نوحؑ کے ساتھیوں کو کہا گیا ہُمۡ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاۡیِ[2] (ھود:۲۸) فرعون نے بھی کہا کہ ان کی قوم ہماری غلام ہے۔پھر یہ بھی کہتے ہیں یہ ہم پر برتری چاہتا ہے۔یہ سب باتیں غلط ہیں۔اولیاء اللہ اپنی عزت نہیں چاہتے۔ وہ تو خدا کا جلال اور خدا کی عزت کے طالب رہتے ہیں ان

---

[1] آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے دین۔ [2] مگر ہم میں کے ذلیل (سطحی رائے والے) اور یہ ہماری رائے کھلی ہے۔

لوگوں میں ریا کا نام تک نہیں ہوتا۔(حضرت صاحب سے ایک دفعہ مولوی عبدالکریم صاحب نے پوچھا حضرت آپ کو بھی کبھی ریا آیا ہے۔فرمایا۔تم اگر مویشیوں میں نماز پڑھوتو تمہیں ریا آتا ہے؟ کہا نہیں! فرمایا پس عام مخلوق خدا کے برگزیدوں کی نظروں میں مویشیوں سے بھی کم ہے۔ریا کیسا) پس عزتیں تو خدا کے ہاتھ میں ہیں۔جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔کیونکہ آسمان وزمین اسی کا ہے۔ان کے تحقیر آمیز کلمات کا کچھ خیال نہ کرو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

۶۸۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے بنادی تمہارے لئے رات تاکہ تسکین پاؤ اس میں اور دن روشن بنادیا دیکھنے والا۔اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔

تفسیر۔ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ۔ رات کے وقت سونے میں بادشاہ وفقیر یکساں ہوجاتے ہیں مگر جب دن چڑھتا ہے۔تو پھر امتیاز شروع ہوجاتا ہے۔اسی طرح نبی جو سراجِ منیر ہے۔اس کے ظہور کے وقت سعید وشقی میں تمیز ہونے لگتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

۶۹۔ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ ایک جماعت نے کہا کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنا رکھا ہے۔وہ پاک ذات ہے وہ بے نیاز ہے ہاں! سب اُسی کا مال ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔(اے عیسائیو) کیوں جھوٹ بکتے ہو اللہ پر جو بات تمہیں معلوم نہیں۔

تفسیر۔ انہوں نے کہا۔اللہ نے بیٹا بنالیا ہے وہ پاک غنی ہے۔زمین وآسمان میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے ایسی باتوں کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں۔کیا اللہ پر باتیں بناتے ہو جن کا تم کو علم نہیں۔

مسیح علیہ السلام کو خدائے مجسم ماننے والوں نے دو دعوے کئے ہیں۔اوّل یہ کہ مسیح خدا تھے اور دومؔ یہ کہ مسیح انسان تھے۔کیا معنے؟ مسیح جامع الوہیت وانسانیت تھے۔مسیح کا انسان ہونا تو حسبِ نشان آیت اولیٰ وثانیہ امرِ مسلم ہے کیونکہ مسیح بھی رسولوں میں سے ایک رسول تھے۔اگر انہوں نے معجزے دکھائے تو اسی قسم کے نشانات حضرت موسیٰؑ اور ایلیاؑ اور الیشعؑ وغیرہ نے بھی دکھلائے۔مسیحؑ کی ماتھی اور وہ دونوں کھاتے پیتے تھے۔ہاں خدا ہونے کی دلیل چاہیے۔قرآن نے بھی کہا ہے۔ تمہارے پاس کوئی دلیل مسیح کے خدا ہونے پر نہیں تو پھر کیوں مدعیٔ الوہیتِ مسیح ہوئے ہو؟ چنانچہ آیت بالا کے مضمون سے واضح ہے۔ (ابطالِ الوہیت مسیح۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۶،۳۷)

۷۰۔ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ۔ کہہ دے جو بہتان باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹا (کبھی) وہ نہال وبامراد نہ ہوں گے۔

تفسیر۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ۔ یہ سب سے اعلیٰ معیارِ صداقت ہے کہ مفتری کامیابی کا منہ نہیں دیکھتا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲)

۷۲۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْۤا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ۔

ترجمہ۔ پڑھ کر سنا دے ان کو نوح کی خبر جب اس نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم اگر تم کو بھاری معلوم ہوتا ہے میرا رہنا، میرا درجہ، میرا وعظ اور کہنا اور سمجھانا اللہ کی آیات کو تو میں نے تو اللہ پر بھروسہ کر لیا تو تم بڑی بڑی کمیٹیاں کر وا اپنے ساتھ والوں کو ملا ملا کر اور کھل کر پھر تمہاری رائے تم پر مخفی نہ رہے پھر سب کے سب ٹوٹ پڑو مجھ پر اور ایسے وقت تم مجھے مہلت بھی نہ دو۔

تفسیر۔ کئی ایک تاریخوں میں مَیں نے پڑھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جن دنوں میں مکّہ میں بود و باش رکھتے تھے۔ آپ نے مخالفین کی ایذاء رسانی کے مقابلہ میں کچھ نہ کیا۔ مگر مدینہ جاتے ہی جب جتھا ہو گیا تو لڑائی شروع کر دی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ نبی جتھے کے منتظر رہتے ہیں۔ تین طرح سے اس کی تردید ہو گی۔ ایک جگہ فرمایا۔ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ [1] (النساء:۸۵) اور مومنوں کے لئے صرف حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ [2] (النساء:۸۵) فرمایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سایہ عاطفت میں بارہ ہزار سپاہ تھی۔ جب آپؐ غزوۂ حُنین کو جا رہے تھے کسی کو خیال اٹھا کہ اب ہم اتنے ہزار ہیں ہمارا کون مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہاں آیتیں نازل ہوئیں۔ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ [3] (التوبة: ۲۵) چنانچہ یہ کہنا تھا کہ ہوازن کے سو آدمیوں نے شکست دی اور اس وقت صحابہ کی یہ حالت ہوئی۔ وَّ ضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ [4] (التوبة:۲۵) بھاگنے کی بھی جگہ نہ رہی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک خچرّ پر سوار تھے۔ جب دیکھا کہ لوگ پیٹھ پھیرے بھاگے جا رہے ہیں تو حارث کو کہا کہ باگ موڑ دو اور ایسے خطرے کے وقت میں فرمایا۔

اَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ [5]

جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو جتھے کی پرواہ نہ تھی۔ تیسری بات وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ [6] (المائدة:۶۸) کا نزول ہے جس پر آپؐ نے پہرہ دینے سے منع کر دیا۔ ایسا ہی اس رکوع میں حضرت نوحؑ کے حالات پر غور کرو کہ اکیلا شخص پکارتا ہے فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ

---

[1] صرف تجھی کو تکلیف دی جاتی ہے۔ [2] اور ایمان داروں کو بہت ترغیب دے۔

[3] حنین کے دن جب تم کو تعجب میں ڈال دیا تھا تمہاری کثرت نے۔

[4] اور تم پر تنگ ہو گئی زمین باوجود اپنی کشادگی کے۔ [5] میں نبی ہوں جھوٹا نہیں۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔ [6] اللہ تیری حفاظت کرے گا لوگوں سے۔

شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَ لَا تُنْظِرُوْنِ [۱] (یونس:۷۲)۔کیا اس کلام کو پڑھ کر یہ شک بھی رہ سکتا ہے کہ نبیوں کو جتھوں کی پرواہ ہوتی ہے۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے واقعات پر غور کرو کہ جب آگے دریائے نیل تھا اور پیچھے فرعون کی فوج۔ اس وقت اصحاب موسیٰؑ نے کہا اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ [۲] (الشعراء:۶۲) مگر حضرت موسیٰؑ کس اطمینان سے کہتے ہیں کہ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ [۳] (الشعراء: ۶۳) پس مکہ شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صبر اس لئے تھا کہ یہ لوگ کسی طرح سمجھ جاویں۔

كَبُرَ۔ برا لگتا ہے۔ فَعُلَ کا وزن ایسے ہی معنوں کے لئے مخصوص ہے۔

عَلَيْكُمْ غُمَّةً۔ چھپ چھپ کر نہ کرو بلکہ کھلم کھلا مخالفت کرو۔ کھلے بندوں زور لگاؤ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۲، ۱۲۳)

میرا بھروسہ خدا پر ہے۔تم سب جمع ہو کر جو حیلہ چاہو کرلو۔ اور ایسا کرو کہ تم کو اپنی کامیابی میں کوئی شک وشبہ نہ رہے اور کوئی مفر میرے لئے نہ رہنے دو۔ پھر دیکھ لو کہ تم ناکام اور مَیں بامراد ہوتا ہوں کہ نہیں۔ پس ایسے ایسے موقعوں پر خدا تعالیٰ اپنے مرسلوں کے دشمنوں کو بے دست و پا کر کے بتلاتا ہے کہ دیکھو۔ میں اس کا محافظ ہوں کہ نہیں اور یہ ہمارا مرسل ہے کہ نہیں۔غرضیکہ انبیاء کی بعثت میں ایک سرّ ہوتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے الٰہی تصرّف اور اقتدار کا پتہ لگتا ہے۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۲)

۷۴۔ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر بھی لوگوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اس کو نجات دی اور اس کے ساتھ والوں کو کشتی میں

۱؎ توتم بڑی بڑی کمیٹیاں کرواپنے ساتھ والوں کو ملا ملا کر اور کھل کر پھر تمہاری رائے تم پر مخفی نہ رہے پھر سب کے سب ٹوٹ پڑو مجھ پر اور ایسے وقت تم مجھے مہلت بھی نہ دو۔ ۲؎ ہم تو پکڑے گئے۔

۳؎ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ۔ بے شک میرے ساتھ تو میرا ربّ ہے وہ مجھے جلد راستہ بتادے گا قریب کا۔

بٹھا کر اوراس کے پیچھے نسل والے بنائے ہم نے اور ڈبو دیا ان کو ہم نے جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو تو دیکھو کیا ہوا انجام ان کا جن کو ڈرایا گیا تھا۔

تفسیر۔ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا۔ بس نبیوں کو تو اپنے مولیٰ کا بھروسہ ہوتا ہے۔حضرت نوحؑ کی ایک دعالَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا[1] (نوح:۲۷) کام کرگئی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۷۶۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ۔ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے ان کے بعد بھیجا موسیٰ اور ہارون کو فرعون اوراس کی رعب دار قوم کی طرف ہماری آیتیں دے کر تو انہوں نے تکبّر کیا اور وہ قوم (جنابِ الٰہی سے) قطع تعلق کرنے والی تھی۔

تفسیر۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى۔ موسیٰؑ کی طاقت تو یہ تھی کہ ایک آدمی مر گیا تو وہاں سے بھاگ نکلے۔تلاشی ہونے لگی تو صندوق میں ڈالے گئے۔آخر اسی موسیٰؑ نے فرعون پر فتح پائی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۸۴۔ فَمَاۤ اٰمَنَ لِمُوْسٰۤى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر بھی موسیٰ کو نہیں مانا مگر اس کی قوم کے چند بچوں نے باوجود فرعون اور اُس کے رعب دار سرداروں کے ڈر کے۔ڈر یہ تھا کہ کہیں وہ ان کو بلا میں نہ پھنسا دیں اور کچھ شک نہیں کہ فرعون بڑا متکبر تھا ملک میں اور بے شک وہ زیادتی کرنے والوں میں سے تھا۔

تفسیر۔ بنی اسرائیل ایک روایت کے مطابق ۲۵۰ سال اور بروایتے چارسو سال فرعون

---

[1] اورنوح نے عرض کی اے میرے ربّ! نہ چھوڑ خاص زمین پر کافروں کا کوئی گھر بسنے والا۔

کے ظلم میں گرفتار رہے۔

یَّفْتِنَهُمْ ۔ ایسے چکر میں نہ ڈالیں کہ ہماری کمزوریاں ظاہر ہوجاویں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹/دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۸۶۔ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔

ترجمہ۔ انہوں نے جواب دیا ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کرلیا۔ اے ہمارے ربّ! ہمیں آزمائش میں نہ ڈالنا ظالم قوم کے مقابلہ میں۔

تفسیر۔ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا ۔ مومن تمام مشکلات کا مقابلہ دعا سے کرتا ہے اور اسی سے کامیاب ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹/دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۸۸۔ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰى وَ اَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی کی طرف وحی بھیجی کہ تمہاری قوم کے لئے مصر میں گھر بنالو اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بناؤ اور نماز کو ٹھیک درست رکھو۔ اور خوشخبری دے ایمان والوں کو۔

تفسیر۔ اَنْ تَبَوَّاٰ ۔ مختلف علاقوں سے اکٹھے ہوکر سب مصر میں اپنا گھر بنالو۔

وَ اجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً ۔ بچپن میں ایک عیسائی نے مجھ پر اعتراض کیا کہ اس کے معنے ہیں اپنے گھروں کو قبلہ رُخ بناؤ۔ اب تم بتاؤ کہ موسیٰؑ کو تمہارے قبلہ کی کیا ضرورت تھی۔ دوم یہ ثابت کرو کہ ان کا بھی کوئی قبلہ تھا۔

میں نے اس وقت لغات کی کتاب کو دیکھا تو معلوم ہوا۔ قِبْلَةً کے معنے مُتَقَابِلَةً ہیں۔ پس میں نے اسے بتایا۔ ان کو حکم یہ ہوا کہ اپنے گھروں کے دروازے ایک دوسرے کے مقابلے پر بنالو تاکہ خطرہ کے وقت ایک دوسرے کے کام آسکو۔ وہ وقت تو یوں گزر گیا۔ پھر خدا نے میری معرفت بڑھائی اور میں نے توریت میں پڑھا کہ حکم دیا گیا کہ تم قربانی کے خون کے نشان اپنے گھروں کی چوکھٹوں پر لگادو تاکہ عذاب کے فرشتے ان کو پہچان لیں۔ میں نے کہا کہ کیا فرشتے بغیر اس کے پہچان

نہ سکتے تھے؟ یہ تو اس پر اعتراض کیا اور معنے یہ کئے کہ اب تم اپنے گھروں کو قربان گاہ بنالو اور خون کے نشان لگنے سے ان کے گھر امن کے گھر بن گئے۔ اس لئے بھی ان کو قبلہ کہا گیا۔ چوتھے معنے یہ ہیں کہ نمازیں بھی اپنے گھروں میں پڑھ لیا کرو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

قبلۂ یہود وہ جگہ تھی جہاں وہ قربانی کرتے تھے اور فسح کی رسم ادا کرتے اور عبادت کرتے تھے۔ دیکھو میزان الحق صفحہ ۲۲۔ پھر یروشلم یہودیوں کا قربان گاہ اور عبادت گاہ تھا اور خدائے تعالیٰ وہاں اپنے تئیں ایسا ظاہر کرتا تھا کہ گویا اس جگہ میں رہتا تھا۔

انجیل لوک ۲ باب ۴۱ سے ۴۲ تک۔ اُس (مسیح) کے ماں باپ ہر برس عید فسح میں یروشلم کو جاتے تھے اور جب وہ بارہ برس کا ہوا۔ وے عید فسح کے دستور پر یروشلم کو گئے۔

خروج ۳۴ باب ۲۳۔ اور استثناء ۱۶ باب ۱ و ۱۶ میں بھی ایسی ہی باتیں لکھی ہیں۔ اب اس سے واضح ہو گیا کہ یہ نشانات اور یہ حقیقت قبلۂ یہود کی تھی۔

اب خروج ۱۲ باب ۳ سے ۷ تک اور ۲۲ سے ۲۴ تک دیکھ ڈالو۔ اس میں لکھا ہے کہ اسرائیلیوں کے سارے گروہ سے یہ بات کہو کہ اس مہینے کے دسویں دن ہر ایک مرد اپنے اپنے گھر باپ دادوں کے گھرانے کے مطابق ایک برّہ گھر پیچھے اپنے لئے لے اور شام کو ذبح کرو اور اس کا چھاپا دروازے پر لگاؤ۔

۲۳ میں ہے۔ خداوند در پر سے گزر کرے گا اور ہلاک کرنے والے کو نہ چھوڑے گا کہ تمہارے گھروں میں آ کے تمہیں مارے اور خداوند کا یہ بھی حکم تھا کہ گھر سے باہر نہ نکلیں اور یہ رسم گھر کے اندر ہی ادا ہو۔

یہی مطلب قرآن کا ہے کہ گھروں کو قبلہ بناؤ یعنی یہ رسم گھروں ہی میں ادا کرو......
اہل اسلام کے نزدیک قبلہ وہ جگہ ہے جہاں قتل کا امن[۱] ضروری ہو اور جس پر خاص خداوندی نظر ہو۔

[۱] سے ہوگا۔ واللہ اعلم۔ مرتب۔

چنانچہ دیکھو۔ بیت اللہ کی نسبت جو اہلِ اسلام کا قبلہ ہے۔ قرآن میں حَرَمًا اٰمِنًا وارد ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہاں قتلِ نفس حرام ہے۔ اس طور پر بھی قبلہ کہنا صحیح ہے کہ فرشتے نے بنی اسرائیل کے گھروں کو امن دیا اور فرعون کے پلوٹھے مار ڈالے۔

قِبْلَۃً کے معنی متقابلۃً کے بھی ہیں۔ یعنی آمنے سامنے۔ بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ اپنے اپنے گھر ایک دوسرے کے سامنے بنادیں اور مصلحت اس میں یہ تھی کہ رات کو نکل جانے کیلئے اچھا موقع ملے۔ دیکھو گنتی۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ اوّل صفحہ ۱۵۱)

۸۹۔ وَ قَالَ مُوْسٰى رَبَّنَاۤ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَ مَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّ اَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا١ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ١ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔

ترجمہ۔ اور موسیٰ نے کہا اے ہمارے ربّ! تو نے ہی تو فرعون اور اس کے سرداروں کو دے رکھی ہے زینت اور مال یہاں کی زندگی میں، اے ہمارے ربّ! (اس کا) نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تیرے راستہ سے ہٹا دیں گے۔ اے ہمارے ربّ! تباہ کر دے اُن کے مال اور سخت کر دے اُن کے دل کہ وہ تجھ پر ایمان ہی نہ لائیں جب تک نہ دیکھ لیں ٹیس دینے والا عذاب۔

تفسیر۔ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔ انبیاء بہت رقیق القلب ہوتے ہیں۔ مگر جب حجت پوری ہو چکتی ہے تو پھر وہ بڑے سخت ہو جاتے ہیں۔ ایک وقت ان کے مومن بننے کی کوشش فرمائی جاتی ہے۔ دوسرے وقت میں کہا کہ ایمان لانے کی توفیق ان سے چھین لے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰۤى اَمْوَالِهِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ۔ اے رب ان کے مالوں پر جھاڑو پھیر دے اور ان کے دل سخت کر دے۔ پس یہ ایمان نہ لائیں جب تک درد دینے والا عذاب نہ دیکھ لیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۵۷)

حضرت موسیٰؑ...... کی تمام قوم غلام تھی مگر ایک آواز سے سب کام کروالیا۔ وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۔ نبیوں کو، خدا کے پاک لوگوں کو جتھوں کی کیا پرواہ ہے۔ انبیاء کے نزدیک ایسا خیال شرک ہے۔ میں تمہیں دعاؤں کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ تم یوں سمجھو کہ دعاؤں کے لئے پیدا کئے گئے اور یہی دعائیں تمہارے سب کام سنواریں گی۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۴؍نومبر ۱۹۰۹ صفحہ ۱)

۹۰۔ قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَ لَا تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ نے فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہو چکی اب تم دونوں ثابت قدم ہو جاؤ اور نہ چلنا لاعلموں کی راہ۔

تفسیر۔ فَاسْتَقِيْمَا ۔ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا کے باوجود یہ دو شرطیں ظاہر کرتی ہیں کہ عذاب کا وعدہ ٹل بھی جاتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۹۱۔ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّ عَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے پار اتار دیا بنی اسرائیل کو دریا کے پھر ان کے پیچھے لگا فرعون اور اس کا لشکر شرارت اور تعدّی کر کے یہاں تک کہ اُسے گھیر لیا ڈباؤ پانی نے وہ کہنے لگا کہ مجھے یقین آ گیا اس بات کا کہ کوئی سچا معبود نہیں مگر وہی جس پر اللہ کے پہلوان کی اولاد ایمان لائی اور میں (بھی) فدائی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

تفسیر۔ فِرْعَوْنُ وَ جُنُوْدُهٗ بَغْيًا ۔ فرعون موسیٰؑ کے تابع نہ تھے۔ پس بغاوت صرف اپنے حاکم سے نہیں ہوتی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۸)

۹۳۔ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو آج ہم تیرے بدن کو کسی برتے پر ڈال دیں گے تاکہ پچھلوں کے لئے تجھے نشانی بنائیں۔ بے شک بہت سے آدمی ہماری آیتوں سے ضرور غافل ہی ہیں۔

تفسیر۔ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً۔ اس زمانہ میں اس کی لاش نکلی ہے۔ یہ قرآن شریف کا اعجاز ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۹۴۔ وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰی جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے جگہ دی بنی اسرائیل کو عمدہ جگہ، روزی دی پاکیزہ ستھری چیزوں میں سے پھر انہوں نے جھگڑا نہیں کیا مگر عالم ہوئے بعد، بے شک تیرا رب اُن میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن جن چیزوں میں وہ جھگڑا کرتے تھے۔

تفسیر۔ اللہ کا کوئی بنے تو بہت سُکھ پاتا ہے۔ مگر افسوس بعض لوگ اپنے علم وفضل پر نازاں رہتے ہیں بعض اپنی قومیت پر بعض جتھے پر۔

بنی اسرائیل کو مصر میں پہلے سب باتیں حاصل تھیں۔ جتھا بھی تھا۔ قومیت بھی۔ علم وفضل بھی جب اللہ تعالیٰ سے تعلق منقطع ہوا تو یہ سب باتیں کسی کام بھی نہ آئیں۔ وہ غلام بنائے گئے۔ ان سے اینٹیں پکوانے کا کام لیا گیا۔ بلکہ یہ بھی حکم ہوا کہ اس کا سامان بھی یہی مہیا کریں۔ پھر جب ان کو خدا یاد آیا تو خدا بھی ان پر متوجہ برحمت ہوا۔

صِدْقٍ۔ عربی زبان میں صدق مضبوط جگہ کو کہتے ہیں۔

یَوْمَ الْقِیٰمَةِ۔ وہ دن بھی ہوتا ہے جس دن انسان مرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۹۵۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر اگر اے مخاطب تو شک میں ہے اُس چیز سے جو ہم نے اتاری تیری طرف تو تُو پوچھ لے ان لوگوں سے جو پڑھتے رہتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے بے شک تیرے پاس حق آ چکا تیرے رب کی طرف سے تو تُو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جانا۔

تفسیر۔ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ شَكٍّ۔ یعنی اے شک کرنے والے اگر تُو شک میں ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ فعل سے فاعل مشتق ہو جاتا ہے۔

پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل میں پڑھیئے کہ فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا[1] (بنی اسرائیل:۲۴) حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یتیم تھے۔ پس وہ مخاطب نہیں ہیں۔ اگر یہاں مِمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكَ آیا ہے تو اس سے بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصیت ثابت ہوگی۔ کیونکہ سورۂ اعراف میں ہے۔ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ[2] (الاعراف:۴)۔

تَكُوْنَنَّ۔ اے مخاطب نہ ہو شک کرنے والوں سے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۳)

۹۹۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَاۤ اِيْمَانُهَاۤ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّاۤ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ۔

ترجمہ۔ کیوں نہیں ایسی بستیاں ہوئیں جو ایمان لائیں تو ان کا ایمان انہیں نفع دیتا، رہی یونس کی قوم (یعنی وہ ایسی تھی کہ) جب وہ ایمان لائی تو ہم نے ہٹا لیا اُن سے ذلت کا عذاب دنیا میں اور ہم نے ان کو فائدہ لینے دیا جیئے تک۔

تفسیر۔ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ۔ عرب میں بھی ایک امن کی بستی حَرَمًا اٰمِنًا[3] (قصص:۵۸) اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ[4] (قریش:۵) اس کو سمجھا یا ہے کہ ایمان لائے۔ یونس کی قوم کی طرح

[1] تو اُن کو ہوں بھی نہ کہنا اور نہ جھڑکنا۔ [2] تم اتباع کرو اس کتاب کی جو تمہارے رب کی طرف سے تمہاری طرف نازل ہوئی۔ [3] امن والے حرم۔ [4] ہر قسم کے خوف سے امن میں رکھا۔

فائدہ اٹھائے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

۱۰۰۔ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِیْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر تیرا رب چاہتا (یعنی جبراً) تو ضرور ایمان لے آتے سب کے سب جو زمین میں ہیں اکٹھے تو کیا تو زبردستی کر سکتا ہے لوگوں پر کہ وہ ایمان لا ہی لیں۔

تفسیر۔ وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ۔ اگر اللہ چاہتا تو انسان کے تمام ایسے قویٰ بنا دیتا۔ کہ ان پر فعل یا ترک کا کوئی دخل وتصرف نہ ہوتا۔ اور اس طرح نہ ماننا ان کی فطرت میں ہی نہ رہتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

۱۰۱۔ وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ یَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور کسی شخص کے ہاتھ میں نہیں کہ ایمان لائے مگر اللہ ہی کے حکم سے اور وہ ان لوگوں پر گندگی ڈالتا ہے جو عقل کو کام میں نہیں لاتے۔

تفسیر۔ لَا یَعْقِلُوْنَ۔ جو بدیوں سے نہیں رکتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

۱۰۴۔ ثُمَّ نُنَجِّیْ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے بچا لیا اپنے رسولوں کو اور ایمانداروں کو پھر۔ ہم پر فرض ہے کہ ہم ایمانداروں کو بچایا کریں۔

تفسیر۔ حَقًّا عَلَیْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ مومن کو تمام مشکلات سے نجات دیتے ہیں۔ مگر کوئی مومن بھی ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

۱۰۵۔ قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ دِیْنِیْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ ۚۖ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ کہہ دے اے لوگو! اگر تم شک میں ہو میرے مذہب اور طریقہ سے تو مَیں عبادت کروں گا ہی نہیں جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا لیکن میں تو عبادت کرتا ہوں اس اللہ کی جو تمہاری روحیں نکال لیتا ہے اور مجھے حکم ہو چکا ہے کہ میں ایمانداروں میں رہوں۔

تفسیر۔ یَتَوَفّٰىكُمْ ۔روح کی بقاء کے مسئلہ کو ذہن نشین کرنے کے لئے یَتَوَفّٰی استعمال میں آتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)



سُوْرَۃُ ھُوْدٍ مَّکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورۂ ھود کو اللہ کے نام سے پڑھنا شروع کرتا ہوں جو تمام صفات سے موصوف ہے اور سب برائیوں سے پاک ، بلا مبادلہ دینے والا اور مبادلہ سے محروم نہ رکھنے والا ہے۔

۲۔ الٓرٰ قف کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُہٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ۔

ترجمہ۔ میں اللہ مکرّر رسالت محمدیہ پر سورت نازل کرتا ہوں یہ آیتیں ایک کتاب کی ہیں جو محکم ہے تفصیل وار بیان کی گئی ہیں بر محل کام کرنے والے بڑے خبردار کی طرف سے۔

تفسیر۔ الٓرٰ اَنَا اللّٰہُ اَرٰی۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ فرماتا ہے بتوں کے حامی جو کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مخالفت کرتے رہتے ہیں۔ وہ مَیں دیکھ رہا ہوں (جس کے معنے یہ ہیں کہ ہمیں ان کی شرارتوں کا علم ہے اس کے مطابق باز پُرس ہوگی)۔ اس سورۃ میں دشمنانِ رسالت مآب کی شرارتوں کا بیان ہے۔

کِتٰبٌ۔ دنیا کے تمام راستبازوں کی تعلیم کی جامع کتب۔

ثُمَّ فُصِّلَتْ۔ ایک مقام پر فرمایا ہے وَ لَوْ جَعَلْنٰہُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ ط ءَ اَعْجَمِیٌّ وَّ عَرَبِیٌّ [۱] (حٰم سجدۃ:۴۵) جس سے ظاہر ہے کہ فُصِّلَتْ کی مصداق عربی زبان ہے جو بہت فصیح اور تمام قسم کے معانی و مافی الضمیر کے اظہار کے لئے کافی ہے۔ کوئی زبان اللہ کا ترجمہ مفرد لفظ میں برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ۔ یہ کتاب حکیم کی طرف سے ہے۔ عام حکیم جو کچھ کہتے ہیں اس کے سامنے عوام کو چون و چرا کا یارا نہیں چہ جائیکہ ایک عظیم الشان حکیم کی طرف سے ہو اور حکیم بھی ایسا کہ جو ہر طرح سے باخبر ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

۱؎ اور اگر ہم اس قرآن کو عجمی زبان میں اتارتے تو بھی یہ ضرور کہتے کہ کیوں نہیں کھول کھول کر بیان کی گئیں اس کی آیتیں۔ آدمی تو عجمی ہو اور قرآن عربی۔

۳۔ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۔

ترجمہ۔ یہ کہ کسی کی پوجا نہ کرنا مگر اللہ ہی کی۔ البتہ میں اس کی طرف سے تمہارے لئے ڈرانے والا اور بشارت دینے والا نبی بن کر آیا ہوں۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرستش مت کرو، بے ریب میں تمھارے لیے ہوں ڈرانے والا اور بشارت دینے والا۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۰۴)

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ۔ پس یہ اس کتاب کی تعلیم کا خلاصہ ہے۔ یہی کلمۂ اسلام کا روحِ رواں ہے۔جس کے اعلان کا یہاں تک اہتمام ہے کہ پانچ وقت کوٹھوں پر چڑھ کر تبلیغ کی جاتی ہے۔اور دنیا میں کسی مذہب نے کسی بات کی اس زور سے اشاعت نہیں کی۔

اِنَّنِیْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ ۔ یہ توحید کو کامل کرنے کے لئے اس کا دوسرا حصہ ہے کیونکہ سب احکام انہی مبارک وجودوں کے ذریعے سے ظاہر ہوئے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

۴۔ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ یُؤْتِ كُلَّ ذِیْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ كَبِیْرٍ ۔

ترجمہ۔ اور یہ کہ مغفرت مانگو اپنے رب سے اور اس کی جناب میں رجوع کرو وہ تم کو سامان دے گا اچھا سامان ایک معیّن وقت تک اور ہر فضل وکمال والے کو زیادتی دے گا اس کے فضل وکمال میں اور اگر تم منہ موڑلو گے تو میں خوف کرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے۔

تفسیر۔ یُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا ۔ بعض لوگ قرآن سیکھنے یا اس پر عمل کرنے کی نسبت یہ عذر کرتے ہیں۔فکرِ معاش۔ دو دن کی زندگی میں بھلا کیا کرے کوئی۔ فرماتا ہے رزق کا سامان ہم خود کردیں گے۔ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ میں اس مسئلہ کو کھولا ہے۔

اِنْ تَوَلَّوْا ۔ مذہبِ حق اختیار کرنے سے بعض دُکھوں سے ڈرتے ہیں۔فرماتا ہے کہ وہ عذاب

جوحق کے انکار کرنے کی سزا میں ہے اس سے بہت بڑھ کر ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

اور یہ کہ عفو مانگو اپنے رب سے اور حفاظت طلب کرو پھر اسی کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ مخالفت پر بتاتا ہوں کہ تم پر میری مخالفت کا وبال آئے گا اور ناکام رہو گے اور موافقت پر تمہیں بشارت اور خوشخبری سناتا ہوں۔ پھر اس وعظ امید وبیم کے بعد فرماتا ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۰۴)

یعنی اگر تم منہ پھیرو گے تو بے ریب میں ڈرتا ہوں تم پر بڑے دن کے عذاب سے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۰۴)

۷۔ وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ۔ اور کوئی چلنے والا نہیں زمین پر مگر اللہ ہی کے ذمہ اس کی روزی ہے اور وہ جانتا ہے مستقل رہائش کی جگہ آدمی کی، یہ سب کچھ لکھا ہوا کتاب میں کھلا کھلا ہے۔

تفسیر۔ ایک زمیندار بھی اس نکتہ کو خوب سمجھتا ہے کہ غلّہ کے حصول کے لئے زمین کی کاشت اور پھر اس میں تخم ریزی آب رسانی کی ضرورت ہے۔ اور وہ باوجود اللہ تعالیٰ کو خیر الرازقین جاننے اور مَا مِنْ دَآبَّةٍ...... اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا (کوئی جانور نہیں مگر کہ اس کا رزق اللہ کے ذمّے ہے) پر ایمان لانے کے محنت کرتا اور ان اسباب سے کام لیتا ہے۔ ایک بیوقوف سے بیوقوف شخص بھی مانتا ہے کہ آنکھیں بند کرلیں تو زبان سے نہیں دیکھ سکتے اور مشک کا منہ اگر کھول دیں تو ضرور ہے کہ پانی سے خالی ہو جائے۔ غرض یہ تو سب جانتے ہیں کہ سلسلہ اسباب کا مسبّبات سے وابستہ ہے اور ہر ایک فعل کا ایک نتیجہ ہے اور خدا تعالیٰ کے قواعد وضوابط اٹل ہیں۔ مگر بڑے تعجب کی بات ہے کہ بایں ہمہ لوگ دین میں بداعمالی ونیک اعمالی کے نتائج سے غافل ہیں اور جنت کو بغیر کسی عمل صالح وایمانِ صحیح کے حاصل کرنا چاہتے ہیں دین کے بارہ میں اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (اللہ بخشنہار ہے) اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (اللہ ہر چیز پر قادر ہے) پڑھنے میں بڑے دلیر ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہِ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۶)

۸۔ وَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ وَّ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ لَىٕنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَیَقُوْلَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا چھ وقت میں اور وہ پانی جس پر زندگی کا مدار ہے اس پر بھی اللہ ہی کا عرش ہے یعنی حکومت تا کہ تم کو انعام دے، دیکھیں کہ کون تم میں بہت اچھے عمل کرتا ہے اور اگر تو کہے کہ تم سب کھڑے کئے جاؤ گے میرے پیچھے تو کافر ضرور کہیں گے یہ دلربا باتیں قوم سے صاف کٹوا دینے والی ہیں۔

تفسیر۔ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۔ ہر چیز جو کمال کو حاصل کرتی ہے۔ چھ مراتب کو طے کر کے۔ فرماتا ہے کہ آسمان وزمین کو پیدا کیا اور پھر اسے کمال تک پہنچایا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۷ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۴)

۱۰۔ وَ لَىٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَیَـٴُوْسٌ كَفُوْرٌ۔

ترجمہ۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی طرف سے کوئی نعمت اور رحمت چکھائیں پھر وہ نعمت اور رحمت اس سے چھین لیں تو وہ اسی وقت نا امید و ناشکرا بن جاتا ہے۔

تفسیر۔ وَ لَىٕنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ ۔ جو لوگ خدا کی کتاب اور خاتم النبیینؐ کے حالات وتعلیمات سے ناواقف ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

دنیا میں کبھی خوشی آتی ہے اور کبھی غمی اور کبھی صحت ہوتی ہے اور کبھی بیماری اور کبھی دکھ اور کبھی سکھ۔ انسان پر یہ دونوں حالات ضرور ہوتے ہیں۔ مگر ایک نبیوں کے متبع ہوتے ہیں۔ ایک جو ان کی تعلیمات کی پرواہ نہیں کرتے۔ یہاں آخر الذکر کا ذکر ہے۔

لَیَـٴُوْسٌ كَفُوْرٌ ۔ بے ایمان انسان ناامید ہو جاتا ہے۔ مگر نبیوں کے متبع کی نسبت مثنوی میں آیا ہے ۔

ہر بلاکین قوم راحق دادہ است زیرِ اُو گنج کرم بنہادہ است [۱]

ایک بیوی کا خاوند فوت ہو گیا اور اس کے دل میں خیال آیا کہ اب اس کی مثل کون ہوگا۔ مگر معاً اس

---

[۱] حق کے راستہ میں جو آزمائش بھی کسی قوم پر آتی ہے اس کے نیچے خدا تعالیٰ کے بے شمار کرم واحسانات کا خزانہ مخفی ہوتا ہے۔

نے استغفار کیا۔ اور کہا کہ خدا تعالیٰ کو سب قدرتیں ہیں۔ چنانچہ اس کے بعد اس کا نکاح حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوگیا۔ اور اس نے خود اقرار کیا کہ یہ میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔

یاس مومن کا کام نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بھی ایک موقع پر فرمایا ہے۔

لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ[1] (یوسف:۸۸) چنانچہ اس کا پھل پایا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۵)

۱۱۔ وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ۔

ترجمہ۔ اور اگر ہم اس کو تکلیف کے بعد جو اُس کو پہنچی آرام کا مزہ چکھائیں تو وہ کہنے لگے دور ہوگئیں ہم سے تکلیفیں اور برائیاں۔ کچھ شک نہیں کہ وہ خوشیاں کرتا شیخی مارتا ہے۔

تفسیر۔ وَ لَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ۔ حدیثوں میں ایک شخص کا ذکر ہے جسے جذام تھا۔ اس کے سامنے فرشتہ متمثل ہوکر آیا اور پوچھا کیا چاہتا ہے۔ کہا لَوْنٌ حَسَنٌ۔ رنگ اچھا ہو۔ جسمانی صحت ہو۔ چنانچہ ایسا ہوگیا پھر اس نے کہا کہ کیا چاہتا ہے۔ کہا مال مویشی اونٹ وغیرہ۔ یہ بھی مل گیا۔ پھر وہی فرشتہ گدا کی شکل میں اس کے سامنے آیا اور سواری کے لئے گھوڑا مانگا۔ تو اس نے اسے جھڑکا کہ یوں دینے لگے تو ہمارے پاس کیا رہے اور اسے ذلیل سمجھا۔ بدبخت انسان تھوڑے سے سکھ پر پھول بیٹھتا ہے اور اکڑباز بن جاتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۵)

۱۳۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَ ضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ۔

ترجمہ۔ کیا تو کچھ حصہ اس وحی کا جو تیری طرف کی جاتی ہے چھوڑ بیٹھنے والا ہے (یعنی یہ کبھی نہ ہوگا اور یہ بھی کبھی نہ ہوگا) کہ اس کی وجہ سے تیرا دل تنگ ہو کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہیں اتارا گیا اس شخص پر خزانہ یا اس کے ساتھ فرشتہ (کیوں) نہ آیا تُو تو بس ڈر سنانے والا ہی ہے دشمنوں کو اور اللہ ہر ایک شئے کا بڑا

---

[1] کیونکہ مومن ناامید نہیں ہوتا اللہ کی بہار سے ہاں کافر ہوا کرتے ہیں۔

کارساز اور نگہبان ہے۔

تفسیر۔ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا یُوْحٰۤی اِلَیْكَ ۔کئی لوگ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بعض حصہ کلام کی مطلق پرواہ نہیں کرتے۔ دوسروں کی عیب چینی معمولی معمولی باتوں پر کرتے ہیں اور خود اپنے نفس پر غور نہیں کرتے کہ اہم سے اہم فرض کے تارک ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کے پاس ایک شخص آیا اور پوچھا کہ بے وجہ مکھی مارنے کا کیا قصاص ہے۔ آپؓ نے اس سائل کو دیکھ دیکھ کر فرمایا کہ تیرے گھر کوفے ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا۔ امام حسینؓ کے خون کے وقت تمہیں فتویٰ کی ضرورت نہ تھی؟

وَ ضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ ۔ جب کوئی حکمِ قرآنی آئے تو پھر شرح صدر سے اسے نہیں کرتے بلکہ بہانے بنانے لگتے ہیں کہ اپنی قوم کا لحاظ ہے۔ یہ بات ہے۔ وہ بات ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۵)

وَ ضَآىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ ۔ واعظ و ناصح جب اپنے وعظ کے لئے مناسب محل نہ دیکھے تو اس کا سینہ تنگی کرتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۱۸۔ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَ یَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ اُولٰٓىِٕكَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ بھلا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بادلیل کھلے دلائل پر ہو اور پیچھے آئے گا اس کے ایک گواہی دینے والا اس کے رب کی طرف سے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب مقتدا اور رحمت ہے یہی لوگ اس نبی کو مانتے ہیں اور جو کوئی اس کا منکر ہو جماعتوں میں سے تو ان کا وعدہ گاہ آگ ہے، تو اے مخاطب! تو اس سے شبہ میں نہ پڑ۔ بے شک وہ سچ ہے تیرے رب کی طرف سے لیکن اکثر لوگ مانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ اَفَمَنْ کَانَ عَلٰی بَیِّنَۃٍ ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو دین آیا۔اس کی صداقت کے تین نشان فرمائے۔ایک بیّنہ۔دومؔ شاہد جو اس کے اندر سے ہو یعنی ضمیر کی شہادت۔فراست مومن۔سومؔ۔ الٰہی کتب مثلاً موسیٰؑ کی کتاب کی شہادت۔انبیاء وفلاسفروں میں یہ فرق ہے کہ فلاسفروں کا آپس میں ضرور فرق ہوتا ہے مگر انبیاء اصولاً سب کے سب متفق ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۵)

شَاہِدٌ مِّنْہُ ۔سچائی کے گواہ۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ کا مکالمہ۔ ۲۔ وجدان صحیح۔ ۳۔عقل صحیح۔ ۴۔فطرتِ سلیم۔ ۵۔سنن الٰہیہ۔ ۶۔اخلاق محمدیہ۔ ۷۔اسماء الٰہیہ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۱۹۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ؕ اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّہِمْ وَ یَقُوْلُ الْاَشْہَادُ ہٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّہِمْ ۚ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون شخص ہوگا جو جھوٹا بہتان باندھے اللہ پر۔یہی لوگ ہیں جو پیش کئے جائیں گے اپنے ربّ کے حضور اور گواہ یہ گواہی دیں گے کہ یہی لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اپنے ربّ پر۔ہوشیار ہو جاؤ کہ ظالم بے جا کام کرنے والوں پر ہی اللہ کی لعنت ہے۔

تفسیر۔ ہر حق کے سامنے ایک جھوٹ ہوتا ہے۔اور ہر جھوٹ کے مقابل سچ۔یہاں ہر مَنْ اَظْلَمُ میں جھوٹے مفتری کا نشان اور اس کا انجام بتاتا ہے۔

اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ۔موسیٰؑ اور فرعون دونوں مر چکے ہیں۔مگر موسیٰؑ پر سب علیہ الصلوٰۃ والسلام پڑھتے ہیں اور فرعون پر کوئی رحمت بھیجنے والا نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۵)

دیکھو اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۵)

۲۰۔ اَلَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ یَبْغُوْنَھَا عِوَجًا ؕ وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ جو روکتے ہیں اللہ کی راہ سے اور اس راہ کو ڈھونڈتے ہیں ٹیڑھے ہوکر اور یہ آخرت کے تو بالکل منکر ہی ہیں۔

تفسیر۔ یَبْغُوْنَھَا عِوَجًا۔ بے دین (ٹیڑھے) رہ کر چاہتے ہیں اللہ کی راہ کو۔ مسلمان بھی اب اس مرض میں گرفتار ہیں۔

وَھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ۔ ان تمام خرابیوں کی جڑ ایک ہی بات ہے کہ وہ اس بات پر یقین نہیں رکھتے کہ ایک وقت آتا ہے جب ہم کو جواب دہی کرنی پڑے گی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۵)

۲۴۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْٓا اِلٰی رَبِّھِمْ ۙ اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک جن لوگوں نے اللہ کو مانا اور بھلے کام کئے اور تسلی پائی، توجہ کی، عاجزی کی، اپنے رب کی طرف تو یہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

تفسیر۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ اس میں دوسرے گروہ کا ذکر فرماتا ہے جو راستبازوں کا گروہ ہے۔

اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ۔ صحابہ کرامؓ کے لئے ایک جنت تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت تھی کہ وہ معاصی اور ان کے بدنتائج سے بچ کر نیکیوں سے لُطف اٹھاتے تھے۔ ایک شرابی ہی کو لو۔ شراب پی۔ متوالے ہوئے۔ بدرو میں گرے۔ پاس جو نقدی تھی وہ گئی۔ ایک بہشت اللہ پر بھروسہ اور ایمان کا ہے۔ جو مصائب میں بھی آرام بخشتا ہے۔ پھر صحابہؓ کے لئے مدینہ منورہ ایک بہشت تھا۔ پھر مکہ کی فتح اور دوسری فتوحات مثل عراق، عجم، شام، مصر اور وہ ممالک جن کی نسبت موسیٰ علیہ السلام

نے اپنی قوم کو وعدہ دیا کہ وہاں دودھ اور شہد کی ندیاں بہتی ہیں۔ ایک بہشت قرآن اور اس کے حجج قاطعہ وبراہین ساطعہ ہیں جس کے ذریعے تمام مذاہب پر فتح پاکر مظفر و منصور ہو کر شادکام رہتا ہے۔

ایک دفعہ میں سفر کو گیا۔ ایک مولوی سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے پوچھا مرزا صاحب کیا لکھ رہے ہیں میں نے کہا علامات المقربین لکھتے ہیں۔ اس میں ایک بات لکھی ہے کہ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۔ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ[1] (الانفطار: ۱۴، ۱۵) مومن اسی دنیا میں نعمتیں پاتا ہے اور فاجر دوزخ میں ہو جاتا ہے۔ جل جل کر کباب ہوتا رہتا ہے۔ مولوی بولا یہ بات تو ٹھیک نہیں۔ دیکھئے ہم نان شبینہ کو ترستے ہیں اور یہ کافر گڑ گڑ بگھیاں گزارتے۔ ہمارے سینے پر مونگ دلتے ہیں۔ میں تو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہوں۔ پاس ایک بذلہ سنج بیٹھے تھے۔ وہ بولے مولوی صاحب کا رنگ بھی تو اسی جلنے کی وجہ سے سیاہ ہو گیا ہے۔ مولوی صاحب بولے سچ کہتا ہے۔ گویا اس طرح پر اس نے اپنی جہنمی زندگی کا اقرار کیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۵، ۱۲۶)

۳۵۔ وَ لَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ؕ هُوَ رَبُّكُمْ ۟ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اور میری نصیحت تمہیں فائدہ نہ دے گی اگرچہ میں تم کو نصیحت کرنا چاہوں جب اللہ تم کو گمراہ کرتا ہے وہ تمہارا رب ہے اور تم اُس کی طرف پلٹو گے۔

تفسیر۔ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کے اعمال کے تقاضے کے مطابق سلوک کرتا ہے۔ جب کسی کے اعمال کا تقاضا ہوتا ہے کہ وہ غوی مقرر ہو تو وہ ایسا ہو جاتا ہے۔ پولوس نے تقدیر کے مسئلہ کو نہیں سمجھا اس لئے اس نے آخر بگڑ کر کہا کہ کاریگری کاریگر کو کیا کہہ سکتی ہے۔ حالانکہ یہ مثال ٹھیک نہیں۔ کیونکہ برتن وغیرہ میں تو عقل اور اختیارِ فعل کسی حد تک بھی نہیں اور انسان میں یہ

---

[1] بے شک نیک لوگ سکھوں اور آرام میں ہیں۔ اور تحقیق بدکار جہنم میں ہیں۔

بات ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۶)

۳۷،۳۸۔ وَ اُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ وَ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا وَ لَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور وحی بھیجی گئی نوح کی طرف یہ کہ کوئی ایمان نہ لائے گا تیری قوم میں سے مگر جو لا چکا سو لا چکا تو ان کاموں پر کچھ غم نہ کر جو وہ کر رہے ہیں۔ اور ہماری نظروں کے سامنے ایک کشتی بنا اور ہمارے ہی حکم سے اور مجھ سے بات نہ کر ظالموں کے مقدمہ میں وہ تو ضرور ڈبائے گئے (یعنی ڈوبنے والے ہیں)۔

تفسیر۔ نوحؑ کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم سے ایمان نہیں لائے گا مگر یہی جو لا چکے۔ پس رنجیدہ خاطر نہ ہو کفّار کی کرتوتوں سے۔ اور ہماری نگرانی میں ہمارے حکم کے مطابق کشتی بنا اور ظالموں کی نسبت کوئی سفارش نہ کر۔ وہ ضرور ڈوبنے والے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۱۔ ماہ جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۴)

۳۹۔ وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ ۫ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور وہ کشتی بنا رہا تھا جب اُدھر سے اس کی قوم کے سردار گزرتے تو اس سے ٹھٹھا کرتے نوح نے کہا اگر تم ہم سے ٹھٹھا کرتے ہو تو ہم بھی تم سے ٹھٹھا کرتے ہیں کیونکہ تم ٹھٹھا کرتے ہو۔

تفسیر۔ اور وہ (نوح علیہ السلام) جہاز بناتا تھا اور جب اس کے پاس سے نکل جاتے اس کی قوم کے سردار ہنسی کرتے نوحؑ سے۔ نوح علیہ السلام نے کہا اگر تم ہنسو ہم پر تو ہم ہنستے ہیں تم پر۔ پھر یہ بھی اس لئے یا اتنا جو تم ہنستے ہو۔ نوحؑ کے نام لیوے اور اس کی طرف منسوب ہونے پر فخر کرنے والے

آج تک موجود ہیں اور ان میں ہزاروں ہزار روحانی معلم اور پُراُپکاری (خیر خواہ، نفع رساں) الٰہی انعامات اور احسانات سے سرفراز اور ممتاز ہیں۔نوح علیہ السلام کے مخالفوں کے معبودانِ باطلہ وَدّ، سواعؔ، یغوثؔ، یعوقؔ، نسرؔ کا کوئی حامی نہیں رہا اور نوحؑ کی تعلیم توحید، نبوت اور معاد کے ہزاروں ہزار ناصر و معین موجود ہیں۔نوح علیہ السلام کے مخالفوں، حق کے دشمنوں پر کمزور اور مظلوم کی وہ آہ اثر کر گئی جس کا بیان آیت ذیل میں ہے۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا [1] (نوح:۲۷)۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۵)

آسودہ حالوں پر غریب ناصح کی بات کم اثر کرتی ہے۔حضرت نوحؑ کا زمانہ بہت آسودہ حالی کا تھا اس لئے انہوں نے اپنے ناصح کی باتوں پر سے فائدہ نہ اٹھایا۔بہت افسوس ہے کہ یہ مرض مسلمانوں میں بھی پھیلتا جاتا ہے۔اسی واسطے میں نہیں چاہتا کہ بہت دولت مند میری بیعت میں داخل ہوں۔

كَمَا تَسْخَرُوْنَ۔ ایک معنے یہ ہیں۔اسی لئے ہم ہنسی کرتے ہیں کہ تم بھی ہنسی کرتے۔یا یہ معنے کہ ہم اتنی ہنسی کریں گے جتنی تم کرتے رہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۶)

جب یہ لوگ گھبرا اٹھتے ہیں اور لوگوں کو دینِ الٰہی کی طرف رجوع کرتا ہوا پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفتیں اور عداوتیں مامور کے حوصلے اور ہمت کو پست نہیں کر سکتی ہیں۔اور وہ ہر آئے دن بڑھ بڑھ کر اپنی تبلیغ کرتا ہے۔اور نہیں تھکتا اور درماندہ نہیں ہوتا۔اور اپنی کامیابی اور مخالفوں کی ہلاکت کی پیشگوئیاں کرتا ہے۔جیسے نوح علیہ السلام نے کہا کہ تم غرق ہو جاؤ گے اور خدا کے حکم سے کشتی بنانے لگے تو وہ اس پر ہنسی کرتے تھے۔نوحؑ نے کیا کہا؟ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ۔اگر تم ہنسی کرتے ہو تو ہم بھی ہنسی کرتے ہیں اور تمہیں انجام کا پتہ لگ جاوے گا کہ گندے

---

[1] اے میرے ربّ! نہ چھوڑ خاص زمین پر کافروں کا کوئی گھر بسنے والا۔

مقابلہ کا کیا نتیجہ ہوا۔اسی طرح پر فرعون نے موسیٰ کی تبلیغ سن کر کہاقَوْمُھُمَا لَنَا عَابِدُوْنَ۔اس کی قوم تو ہماری غلام رہی ہے۔ھُوَ مَھِیْنٌ وَّ لَا یَکَادُ یُبِیْنُ (الزخرف:۵۳) یہ کمینہ ہے اور بولنے کی اس کو مقدرت نہیں۔اور ایسا کہا کہ اگر خدا کی طرف سے آیا ہے تو کیوں اس کو سونے کے کڑے اور خلعت اپنی سرکار سے نہیں ملا۔غرض یہ لوگ اسی قسم کے اعتراض کرتے جاتے ہیں۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۲۴ /جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

۴۱۔ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ۔

ترجمہ۔ یہاں تک کہ آ پہنچا ہمارا حکم اور جوش مارا تنور نے (قہر الٰہی سے) ہم نے کہا چڑھالے کشتی میں ہر ایک قسم کے دو دو جوڑے اور تیرے گھر والوں کو مگر جس کے لئے ممانعت کی پیش گوئی ہو چکی ہے پہلے سے اس کو مت بٹھانا اور ایمانداروں کو بٹھانا اور اس پر ایمان تھوڑے ہی لوگ لائے تھے۔

تفسیر۔ وَ فَارَ التَّنُّوْرُ۔ اس کے پانچ معنے ہیں۔ (۱) تنور کے معنے وجہ الارض زمین کا اوپر لا حصہ۔(۲) اونچی جگہ یعنی اونچی جگہوں کے چشمے پھوٹ نکلے۔ (۳) اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں لوگ روٹیاں پکاتے ہیں۔یعنی وہاں بھی پانی بہہ نکلا۔ (۴) پو پھٹنے کا وقت آ گیا نوح کی قوم پر۔عذاب سحری کو آیا تھا۔ (۵) اونچے محلوں پر پانی حملہ آور ہوا۔

اِلَّا قَلِيْلٌ۔ بہت روایتوں میں مَیں نے پڑھا ہے کہ ۸۰ سے زیادہ نہ تھے۔یہ مثال یاد رکھنے کے قابل ہے۔

یہاں ایک واقعہ مجھے یاد آ گیا ہے جو تمہارے نفع کے لئے تمہیں سناتا ہوں۔سفر میں ایک شخص نے حضرت کے متعلق مجھ سے تین سوال کئے۔ایک ان میں سے اس سبق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔وہ یہ کہ ایک جگہ حضرت صاحب نے لکھا ہے کہ میں عمل الترب کے ذریعے بیماروں کے اچھا کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ورنہ مسیح سے بڑھ جاؤں۔دوسرا یہ عمل تو کفار بھی کر لیتے ہیں۔ان دونوں میں

ایک نبی کی بات کی سخت ہتک ہے نیز ایک نبی کے عمل کو مکروہ فرمایا۔ میں نے کہا۔ آپ مولوی عبداللہ صاحب کو جانتے ہیں۔ جنہوں نے تحفۃ الہند لکھی ہے۔ کہا ہاں وہ تو میرے پیرو مرشد تھے میں نے کہا۔ سنا ہے کہ بہت سے ہندوؤں کو مسلمان کر لیا تھا۔ کہا۔ کیوں نہیں۔ تین[۱] سے زیادہ کو مسلمان کر لیا تھا۔ جس مدرسہ میں پڑھتے تھے اس کے تمام طالب علم مسلمان ہو گئے۔ میں نے کہا تم نے تورات پڑھی ہے اس میں لکھا ہے کہ نوحؑ نے ۸۰ آدمی ۹۵۰ برس کی تعلیم میں مسلمان کئے۔ اب میں کس طرح مان لوں کہ مولوی عبداللہ نے چند سالوں میں ۳۰۰ کافر مسلمان کر لئے۔ کیا ایک امّتی نبی سے بڑھ کر ہو سکتا ہے؟ اس نے کہا بات تو ٹھیک ہے۔ آپ ہی جواب دیں۔ میں نے کہا۔ سنو! جو ہتھیار مولوی عبداللہ کے پاس تھا (قرآن مجید) وہ نوحؑ کے پاس نہیں تھا۔ پس یہ فضیلت تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طفیل ہے۔ یہی بات یہاں سمجھ لو۔ دومؔ۔ یہ بتاؤ کہ قرآن شریف خدا کا معجز کلام ہے یا نہیں؟ کہا۔ ضرور۔ میں نے کہا کہ وہ کس زبان میں ہے۔ کہا۔ عربی میں۔ میں نے کہا کہ ابوجہل کون سی زبان بولتا تھا۔ کہا۔ عربی۔ میں نے کہا کہ ہتک کر رہے ہو۔ جو زبان خدا کی طرف سے معجزہ ہے وہی ایک کافر کا فعل قرار دے رہے ہو۔ یہ سن کر مبہوت رہ گیا۔ سومؔ میں نے اسے کہا۔ آپ ایک تصویر یا بت بناؤ۔ میں آپ کو ایک مسئلہ سمجھاتا ہوں۔ اس پر وہ جھٹ بولا کہ تصویر یا بت بنانا تو حرام ہے۔ میں حرام فعل کا ارتکاب کیونکر کروں؟ میں نے دو تین بار یہ فقرہ اس سے دہرایا۔ پھر کہا کہ ہوش کرو۔ ایک نبی کے فعل کو حرام قرار دے رہے ہو (اَنِّيْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ)۔[۲] (آل عمران: ۵۰) دیکھو حضرت صاحب نے تو ادب کیا ہے اور صرف یہی فرمایا کہ میں اسے مکروہ سمجھتا ہوں ورنہ ایسا کر سکتا۔ اور تم جو صریح حرام کہہ رہے ہو۔ وہ بہت نادم ہوا اور کہا کہ سب باتوں کا جواب آ گیا۔ یہ باتیں علم سے نہیں آتیں۔ خدا کے خاص فضل سے آتی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۶)

یہ غلط ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب تک جتھّہ نہ تھا۔ آپؐ نے جنگ نہ کی۔

۱؎ غالباً تین سو ہونا چاہیے۔ (ناشر) ۲؎ تمہارے پاس یہ کہ مٹی سے تمہارے لئے تجویز کرتا ہوں پرندے کے روپ میں۔

حضرت نوحؑ کے پاس کون سا جتھہ تھا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مَآ اٰمَنَ مَعَہٗٓ اِلَّا قَلِیْلٌ۔ مگر جب وقت آیا تو ایک ہی دعا سے سب کا بیڑہ غرق کر دیا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۵۷)

سوال۔ چند فیٹ لمبی چوڑی کشتی میں روئے زمین کے تمام چرند پرند، درندمع خوارک گپ ہے۔

الجواب۔ نوحؑ کی کشتی کتنے فیٹ تھی۔ چند فیٹ تھی۔ یہ تم نے قرآن پر افتراء کیا ہے۔ چند فیٹ لمبی یہ بھی جھوٹ اور افتراء ہے۔ چند فیٹ چوڑی یہ بھی افتراء ہے۔ روئے زمین یہ بھی افتراء ہے۔ تمام چرند پرند، درند یہ بھی افتراء ہے۔ مع خوراک یہ بھی افتراء ہے۔ اتنے افتراء اور راستبازوں سے جنگ کر کے کامیابی کی امید؟

زیر اعتراض یہ آیت ہے۔ قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وَاَهْلَكَ۔ اوّل اس میں مِنْ کا لفظ ہے جس کا ترجمہ ''سے'' اور ''بعض'' ہے۔ کُلّ کا لفظ ہر ایک موقع کے لئے الگ الگ معنی دیتا ہے۔ قرآنِ کریم کے محاورات دیکھو۔ ایک عورت یمن کے بادشاہ کی نسبت فرماتی ہے۔ اُوْتِیَتْ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ[۱] (النمل: ۲۴) مجھے کل شَے دی گئی۔ اور ذوالقرنین کی نسبت ہے اٰتَیْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَیْءٍ سَبَبًا[۲] (الکہف: ۸۵) ہم نے اسے کل قسم کے اسباب دیئے۔ اب کیا اس کل سے یہ مطلب ہے کہ دنیا کے جزوی وکلی اسباب سے ایک ذرّہ بھر باقی نہیں رہا تھا۔ جو ان کے قبضہ میں نہ آیا ہو؟ یہ تو قانونِ قدرت اور عادۃ اللہ اور عادۃ النّاس کے خلاف ہے۔ ہر ایک بولی میں یہ لفظ اپنے اپنے رنگ میں آتا ہے۔ جیسے ہماری زبان میں ''سب'' کا لفظ ہے اور متکلم ذہن میں ایک بات رکھ کر بولتا ہے۔ اور مخاطب متکلم کے معہود فی الذہن منشاء کے موافق عین موقع پر اسے اتارتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ہر قسم کی ضروری اشیاء میں سے جو تجھے مطلوب اور تیرے کام کی ہیں کشتی میں اٹھالے۔ اس میں کہاں لکھا ہے کہ تمام چرند پرند اور درخت اس میں رکھ لئے گئے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰)

۱۔ اس کو ہر ایک قسم کی نعمت دی گئی ہے۔ ۲۔ اس کو دیا تھا اکثر ضروری سامان۔

۴۵۔ وَ قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور حکم الٰہی ہوا اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے بادل تھم جا اور پانی خشک کر دیا گیا اور کام تمام کر دیا گیا اور کشتی جا ٹھہری اللہ کے جودی پہاڑ پر اور حکم ہو گیا دوری ہو ظالم قوم کو۔

تفسیر۔ عَلَى الْجُوْدِيِّ ۔ اللہ کے فضل پر وہ کشتی ٹھہری۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۴۷،۴۸۔ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ۔ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَ تَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ نے فرمایا اے نوح! وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس کے عمل بُرے ہیں تو تُو وہ نہ پوچھ مجھ سے جس کا تجھے علم نہیں۔ میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے نہ ہو جانا۔ نوح نے عرض کی اے میرے ربّ! تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ تجھ سے پوچھوں جس چیز کا مجھے علم نہ ہو۔ اور اگر تو میری مغفرت نہ کرے اور میرا عیب نہ ڈھانپے اور مجھ پر رحم نہ فرمائے تو میں ٹوٹا پانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔

تفسیر۔ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا ادب کس طرح کرتے ہیں اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ یہاں بتایا ہے حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی اس بناء پر کہ اہل کے بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ حضرت نوحؑ کو ایک ادب سکھاتا ہے۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ نوح! تو کیوں کہتا ہے؟ یہ میرا اہل ہے۔ جب ہمارا وعدہ تھا تو ہم کو خود ہی اس کا پاس تھا۔ تم کیا جانو کہ یہ تمہارے اہل میں سے نہیں۔ اب دوسری بات دیکھو کہ اس طریقِ ادب کے سکھانے کے جواب میں اگر ہم ہوتے تو کیا کہتے۔ مجھے نبیوں کا علم

نہ ہوتا۔ تو میری فطرت یہ گواہی دیتی ہے کہ میں یہ کہتا آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ مگر حضرت نوحؑ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ادب سے اپنی کمزوری کا اقرار کیا ہے اور یوں کہا کہ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ یعنی آپ ہی توفیق دیں کہ مَیں ایسی دعا نہ کروں جس کا مجھے علم نہ ہو۔ دعویٰ نہیں کیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا اسی واسطے صلحاء امّت نے لکھا ہے کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ وہ ایک کام چھوڑ دے۔ دومؔ دعا حفاظت کرے۔ وعدہ کر لینا اچھی بات نہیں کیونکہ پھر ایسا کرے گا تو ایک گناہ اس بدی کا، دوم گناہ وعدہ شکنی کا کیونکہ بعض انسانوں کو ایک بات کی لت ہو جاتی ہے۔ تو وہ جب موقع آ جاتا ہے بول اُٹھتے ہیں۔

بہار توبہ شکن آمد وچہ چارہ کنم [1]

دیکھو حضرت نبی کریمؐ نے دعا کی ہے۔ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طُرْفَةً۔ [2] قرآن مجید مومنوں کو ادب سکھاتا ہے اور فرمایا۔ لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ [3] (الحجرات:۳) اور لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ [4] (الحجرات:۲)۔

ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تقسیم کردہ مالِ غنیمت کی نسبت اتنا کہا کہ اس میں انصاف ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ خالدؓ بن ولید قتل کرنے کے لئے اٹھے۔ آنحضرتؐ نے روک دیا اور فرمایا کہ مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ دَرگزر کرو۔ مگر دیکھو گے کہ ایک قوم اس کے ذریعے پیدا ہو گی قرآن کریم جن کے حلق سے نیچے نہیں گزرے گا۔ جمہور اہل اسلام کا مذہب ہے کہ حضرت علیؓ نے ایسے لوگوں کو قتل فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر بڑے الزام لگائے گئے۔ عبداللہ بن سلام نے سمجھایا کہ تم یہ جرأت و بے ادبی نہ کرو ورنہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت تک تلوار مسلمانوں سے نہ اُٹھے گی۔ قتل کرنے والا نہ مانا۔ تو اس کا نتیجہ بھگتا۔

مکّہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چلے آئے۔ معمولی بات تھی مگر اس کا نتیجہ دیکھنے والوں نے

---

[1] توبہ شکن بہار آ گئی ہے میں اس کا کیا علاج کروں؟ [2] (اے اللہ!) میں تیری رحمت کی امید رکھتا ہوں پس تو مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی میرے نفس کے سپرد نہ کرنا۔ [3] اونچی اور برابر نہ ہو تمہاری آواز نبی کی آواز سے اور مقابلہ نہ کرو۔ [4] اے ایماندارو! اللہ اور رسول اللہ کے آگے کوئی بات بڑھ کر نہ کہو۔ پیش دستی نہ کرو۔

دیکھا۔حضرت علیؓ بھی مجبور ہو کر مدینہ سے چلے آئے۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پھر مدینہ دارالخلافہ نہ بنا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ۔ یعنی میرا بیٹا میری بی بی کی طرف سے۔اور قرآن تو صاف کہتا ہے یہ لڑکا تیرے اہل کا بیٹا بھی نہیں۔جہاں کہتا ہے۔اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ۔[1]

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶)

دعا میں مسئول کی تعریف ہوتی ہے اور سائل کا حال اور پھر عرضِ مدعا۔چنانچہ حضرت نوحؑ دعا فرماتے ہیں رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَ تَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔اللہ تعالیٰ کو غفور رحیم کہہ کر اپنے مسئول کی تعریف کی ہے اور اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ عرض کر کے اپنی کمزوری کا اقرار کیا ہے۔اور پھر دعوٰی نہیں کیا کہ مَیں ایسے سوالات نہیں کروں گا بلکہ اس کے لئے بھی جناب الٰہی سے استعانت کی ہے۔یہ انبیاء کا غایت درجہ ادب ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۱۔ماہِ جنوری ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۶)

۴۹۔ قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَ بَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَ اُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔اللہ کا حکم ہوا کہ اے نوح! ہماری طرف سے سلامتی کے ساتھ اتر اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں اور ان لوگوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور کچھ اور گروہ ہیں جن کو ہم سامان دیں گے پھر ان کو پہنچے گا ہماری طرف سے ٹیس دینے والا عذاب۔

تفسیر۔ بِسَلٰمٍ مِّنَّا۔سلامتی ہماری طرف سے۔اس تعوذ کا نتیجہ ہے۔یہ تو بدلہ کا بدلہ ہوا۔اب برکات تجھ پر اور تیرے ساتھیوں پر ہوں گے۔یہ اس ادب کا انعام ہے۔ایک صوفی نے عجیب نکتہ لکھا ہے کہ ساحرانِ فرعون کے ادب کا نتیجہ تھا کہ انہیں ایمان لانے کی توفیق عطا ہوئی۔انہوں نے جناب موسیٰؑ کا ادب کیا اور کہا اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ[2] (الاعراف:۱۱۶) میں نے بھی اس سے ایک نکتہ نکالا ہے وہ یہ کہ مباحثہ میں ہمیشہ پہلے دشمن کو اعتراض کرنے دے پھر اس کا جواب دے۔مومن اس طریق

---

[1] وہ نہیں ہے تیرے گھر والوں میں۔اس کے کام ہیں ناکارہ۔ [2] کیا تو رکھتا ہے۔

سے فتح پاتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۵۰۔ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَ لَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ؕۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔ یہ غیب کی چند خبریں ہیں ہم نے اس کو وحی کی تیری طرف، نہ تو تُو ہی جانتا تھا ان کو نہ تیری قوم اس سے پہلے پس نیکیوں پر جمے رہو اور بدیوں سے بچتے رہو کچھ شک نہیں کہ انجام کی کامیابی تو متقیوں ہی کو حاصل ہے۔

تفسیر۔ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ۔ یعنی اے نبی تیرے دشمن بھی غرق ہوں گے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ۔ نبی کریمؐ کو مخاطب فرمایا ہے کہ یہ آئندہ کا واقعہ ہم بیان کر رہے ہیں قصّہ نہیں۔ فرماتا ہے کہ تم خدا سے دعائیں کرو اور وہ ادب سے ہوں اور حضرت نوحؑ کی طرح استقلال سے اپنی تعلیم پھیلاؤ۔ وہ تعلیم جسے تو اور تیری قوم اس سے پہلے ہرگز نہ جانتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ انجام کار متّقی فتح پائیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۵۱۔ وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے عاد کی طرف اُن کے بھائی ھود کو بھیجا، اس نے کہا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو۔ کوئی تمہارا سچا معبود نہیں اس کے سوائے۔ تم تو بہتان ہی باندھتے ہو۔

تفسیر۔ اعْبُدُوا اللّٰهَ۔ یہ اصل الاصول بہت ضروری ہے۔ پہلے جو کام کرو خدا کے حکم کے ماتحت کرو۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنّت کے مطابق ہو۔ پھر تمہاری نفسانی غرض اس میں شامل نہ ہو۔

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔ اعْبُدُوا اللّٰهَ کا یہی مطلب تھا۔ اسے تاکید کے لئے فرماتا ہے کہ

کوئی سوائے اللہ کے تمہاری نیّت قول و فعل میں محبوب اور مقصود نہ ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۵۵، ۵۶۔ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۔ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ۔

ترجمہ۔ ہمارا تو یہی مقولہ ہے کہ ہمارے کسی ٹھاکر اور معبود کی تجھ کو رجعت لگ گئی ہے بُری طرح۔ ھود نے کہا میں تو گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور تم بھی گواہ رہو اور میں تو ان سے بیزار ہوں جن کو تم شریک کرتے ہو۔ اللہ کے سوا۔ تو تم تدبیر کرو حملے کی مجھ پر سب مل کر اور پھر مجھے مہلت بھی نہ دو۔

تفسیر۔ كِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا۔ تم بھی اور تمہارے بت بھی۔ انبیاء جتھے کے محتاج نہیں ہوتے۔ دیکھو یہاں کا کوئی جتھا نہیں۔ کس تحدّی اور جرأت سے اعلان کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۵۷۔ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ ؕ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ترجمہ۔ میں نے بھروسہ کیا ہے اللہ پر جو میرا بھی ربّ ہے اور تمہارا ربّ ہے۔ کوئی حرکت کرنے والا نہیں مگر اللہ ہی اس کی چوٹی پکڑنے والا ہے کچھ شک نہیں کہ میرا ربّ سیدھی راہ پر ہے۔

تفسیر۔ مَا مِنْ دَآبَّةٍ۔ جب سب جان داروں پر خدا تعالیٰ کی حکومت ہے تو ہمیں کوئی چیز ضرر کیونکر دے سکتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۹؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۶۲۔ وَ اِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰہَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرُہٗ ؕ ھُوَ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَکُمْ فِیْھَا فَاسْتَغْفِرُوْہُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْہِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو کہا اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو جس کے سوائے تمہارا کوئی سچا معبود نہیں۔ اسی نے تم کو پیدا کیا زمین سے پھر اسی میں آباد کیا تم کو تو اس سے مغفرت چاہو پھر آئندہ بدیوں سے بچتے رہو نیکی کرتے رہو۔ بے شک میرا ربّ ہر ایک کے پاس ہے اور دعا قبول فرمانے والا ہے۔

تفسیر۔ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ۔ قریب ہے دعا سنتا ہے اور پھر قبول کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۶۵۔ وَ یٰقَوْمِ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیَۃً فَذَرُوْھَا تَاْکُلْ فِیْٓ اَرْضِ اللّٰہِ وَ لَا تَمَسُّوْھَا بِسُوْٓءٍ فَیَاْخُذَکُمْ عَذَابٌ قَرِیْبٌ۔

ترجمہ۔ اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہارے لئے بطور نشان کے ہے۔ تو اسے چھوڑ دو کہ کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور اسے کچھ صدمہ نہ پہنچاؤ نہیں تو تم کو جلدی عذاب پہنچے گا۔

تفسیر۔ ھٰذِہٖ نَاقَۃُ اللّٰہِ۔ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے نشان قرار دے لے۔ یہاں ایک معمولی اونٹنی کی نسبت کہہ دیا۔ چلو یہی بطور نشان سہی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۶۶۔ فَعَقَرُوْھَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَۃَ اَیَّامٍ ؕ ذٰلِکَ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ۔

ترجمہ۔ تو انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں تو صالح نے کہا کہ اب تم رہ لو تمہارے گھروں میں تین دن۔ یہ ایسا وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا۔

تفسیر۔ وَعْدٌ غَیْرُ مَکْذُوْبٍ۔ بعض وعدے ٹل بھی جاتے ہیں۔ یہاں غَیْرُ مَکْذُوْبٍ فرمایا

کہ اس کے خلاف نہ ہوگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۶۸۔ وَ اَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور ظالموں کو آ لیا عذاب نے تو وہ رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے۔

تفسیر۔ الصَّيْحَةُ۔ جیسے ایک مصرع ۔ صَاحَ الزَّمَانُ بِآلِ

جٰثِمِيْنَ۔ زمین کے ساتھ لگے رہے۔ مرغی زمین کرید کر اس پر اپنا سینہ رکھ دیتی ہے۔ اسے جثم کہتے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے جَثَمَ الطَّآئِرُ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۶۹۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ۔

ترجمہ۔ گویا وہ وہاں تھے ہی نہیں۔ سن رکھو قوم ثمود اپنے رب کی منکر ہوئی۔ خبردار ہو قوم ثمود کو دوری ہے رحمت سے۔

تفسیر۔ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا۔ گویا ان کا مغنٰی ہی کوئی نہ تھا۔ مَغْنٰی کہتے ہیں آبادی کو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۷۰۔ وَ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ۔

ترجمہ۔ اور آئے ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام۔ اس نے جواب دیا سلام، پھر دیر نہ کی کہ لے آیا بچھڑا اتلا ہوا۔

تفسیر۔ قَالُوْا سَلٰمًا۔ کہتے ہیں سَلَامًا سے سَلَامٌ بڑھ کر ہے۔ سَلَامًا کے پہلے کوئی فعل ہے جو اوقات سے متعلق ہے۔ یعنی ماضی یا حال یا استقبال کا۔ بہر حال دوام نہیں۔ مگر سَلَامٌ میں زمانہ کوئی نہیں۔ اس میں دوام پایا جاتا ہے۔ گویا ابراہیمؑ نے ان سے بہتر جواب دیا۔

حسبِ آیت اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ[1] (النساء:۸۷)۔

---

[1] اور جب کوئی تم کو دعا دے اور تواضع کرے یا سلام کرے کسی طرح پر، تو تم اُس کو اُس سے بہتر دعا دو، تواضع کرو اور سلام کرو۔

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ۔اس سے معلوم ہوا کہ مہمان سے پوچھا کہ روٹی کھاؤ گے یا نہیں؟ لغو بات ہے۔جو ماحضر ہو پیش کر دیا ہے تو کھا لے۔

حَنِيْذٍ۔تلا ہوا ترجمہ دہلی کی رہائش کی وجہ سے ہے۔اصل میں اس کے معنے ہیں کہ گوشت کی بساندو رطوبت جلائی گئی تھی۔ایک پتھر گرم نیچے ایک اوپر رکھ دیتے ہیں اور اسی طرح گوشت تیار کیا جاتا ہے۔ہمارے علاقے میں بھی ایسا کرتے ہیں۔ایک کھال میں رکھ کر گرم ریتے میں رکھ دیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۷۱۔ فَلَمَّا رَاۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ۔

ترجمہ۔ پھر جب دیکھا کہ ان کے ہاتھ گوشت تک نہیں پہنچتے تو ان سے بدگمان ہوا اور دل میں ڈرا وہ بولے آپ مت ڈرو ہم لوط کی قوم کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

تفسیر۔ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً۔صوفیوں نے لکھا ہے کہ ابراہیمؑ کے قلب نے معلوم کر لیا کہ یہ عذاب لائے اور ابراہیمؑ اللہ کے غضب سے ڈرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۷۲۔ وَ امْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ۔

ترجمہ۔ اور ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی تھی تو اسے حیض آ گیا یا وہ ہنس پڑی اور اسی کو ہم نے بشارت دی اسحٰق کی اور اسحٰق کے سوائے یعقوب کی بھی۔

تفسیر۔ فَضَحِكَتْ۔ہنس پڑی ۲۔حیض آ گیا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

فَضَحِكَتْ۔ اس کے ایک معنے کرتے ہیں کہ وہ بڑھاپے میں حائض ہوئی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۷۳۔ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ۔

ترجمہ۔ ابراہیم کی بیوی بولی اے عجب! کیا میں جنوں گی حالانکہ میں تو بڑھیا ہوں اور یہ میرا خاوند بڑھا آدمی ہے یہ تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔

تفسیر۔ یٰوَیْلَتٰۤی۔ یہ عورتوں کا طرزِ کلام ہے۔

هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت جناب ابراہیم علیہ السلام کی عمر ۹۹ سال تھی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۷۴۔ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

ترجمہ۔ فرشتوں نے کہا ہیں تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں تم پر اے گھر والو۔ بے شک اللہ بڑا احمد کیا گیا بہت بزرگیوں والا ہے۔

تفسیر۔ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ۔ اس سے یہ مسئلہ حل ہو گیا کہ اہل بیت میں بیبیاں شامل ہیں۔ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤی اَهْلِ بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ۔[1] (القصص: ۱۴)۔

كُمْ سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ پس بڑا افسوس ہے کہ شیعہ اہل بیت میں بیبیوں کو شامل نہیں کرتے اور یُطَهِّرَكُمْ (الاحزاب: ۵۴) میں كُمْ ضمیر کو مذکر کے لئے بتاتے ہیں۔ وہ دیکھیں کہ یہاں بھی ایک عورت کے لئے بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ آیا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بی بی کے متعلق قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (ھود: ۷۴)۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب بیٹے کی خوشخبری دی گئی تو بی بی سارہ نے تعجب کیا۔ تب خوشخبری دینے والوں نے کہا۔ اے اہل بیت کیا تو

---

[1] کیا تم کو پتہ بتاؤں ایک گھرانے کا جو اس بچہ کی بخوبی پرورش کرے

اللہ کے حکم، اللہ کی رحمت اور اس کی برکتوں پر جو تم پر ہیں تعجب کرتی ہو۔ بے شک وہ پاک ذات تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔ (بدر جلد ۱۳ نمبر ۶۔ درسِ حدیث مورخہ ۱۰/ اپریل ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۳)

۷۸۔ وَ لَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ وَ ضَاقَ بِهِمۡ ذَرۡعًا وَّ قَالَ هٰذَا يَوۡمٌ عَصِيۡبٌ۔

ترجمہ۔ اور جب ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس آئے اس کو بُرا لگا ان کا آنا اور تنگ دل ہوا ان کے سبب سے اور بولا آج بڑی مصیبت پڑی۔

تفسیر۔ وَ لَمَّا جَآءَتۡ رُسُلُنَا لُوۡطًا سِیۡٓءَ بِهِمۡ ۔ چونکہ تورات میں لکھا ہے کہ لوطؑ خود ان کو گھر میں لائے۔ اس لئے بعض مفسّرین نے اس کے اچھے معنے کئے ہیں کہ لوطؑ اس امر پر تنگ ہوئے کہ یہ کیوں ہمارے ساتھ نہیں چلتے اور مہمان نہیں بنتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶/ دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷)

۷۹۔ وَ جَآءَهٗ قَوۡمُهٗ يُهۡرَعُوۡنَ اِلَيۡهِ ؕ وَ مِنۡ قَبۡلُ كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ لَـكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخۡزُوۡنِ فِىۡ ضَيۡفِىۡ ؕ اَلَـيۡسَ مِنۡكُمۡ رَجُلٌ رَّشِيۡدٌ۔

ترجمہ۔ اور آئی قوم لوط کے پاس بے اختیار دوڑی ہوئی۔ اس سے پہلے وہ لوگ بُرے کام کرتے تھے۔ لوط نے کہا اے قوم! یہ میری بیٹییں ہیں۔ یہ بہت عمدہ ہیں تمہارے لئے تو تم اللہ کو سپر بناؤ اور مجھ کو رسوا نہ کرو میرے مہمانوں میں۔ کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں۔

تفسیر۔ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ لَـكُمۡ ۔ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت لوطؑ کی سات بیٹیاں تھیں۔ پانچ اسی گاؤں میں بیاہی ہوئی تھیں۔ تو حضرت لوطؑ نے ان کو شرم دلائی کہ دیکھو سب لڑکیاں تمہارے ہی گھروں میں ہیں۔ پس کیا میں تمہارے برے میں ہوں کہ اجنبی لوگوں کو بطور جاسوس داخل کروں۔

اَطۡهَرُ لَكُمۡ ۔ یہ لڑکیاں میں نے تمہارے تقویٰ کے لئے پیش کی ہیں۔ان کا معاملہ سوچو کہ جب یہ تمہیں دے دیں تو میں گاؤں کے برخلاف کوئی منصوبہ کیوں کرنے لگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸)

۸۰۔ قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا فِیۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِیۡدُ ۔

ترجمہ۔ انہوں نے جواب دیا تجھے معلوم ہی ہے کہ ہم کو تیری لڑکیوں کے رکھنے کی کوئی حاجت نہیں۔ بے شک تو جانتا ہی ہے جو ہمارا ارادہ ہے۔

تفسیر۔ مَا لَنَا فِیۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ ۔ بیٹیاں ضمانت میں نہیں رکھی جاتیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۸۱۔ قَالَ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِكُمۡ قُوَّةً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُكۡنٍ شَدِیۡدٍ ۔

ترجمہ۔ لوط نے کہا کیا اچھا ہوتا کہ مجھے تمہارے مقابلہ کی طاقت ہوتی یا مجھے اللہ کی پناہ ملتی۔

تفسیر۔ لَوۡ اَنَّ لِیۡ بِكُمۡ قُوَّةً اَوۡ اٰوِیۡۤ اِلٰی رُكۡنٍ شَدِیۡدٍ ۔حضرت لوطؑ نے پہلے قوت کا ذکر کیا مگر پھر انبیاء کے طریق پر اللہ کی طرف جھک گئے۔اور کہا کہ نہیں بلکہ میں اللہ کی پناہ لوں گا۔ رُكۡنٍ شَدِیۡدٍ سے مراد یقیناً اللہ ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۸۳۔ فَلَمَّا جَآءَ اَمۡرُنَا جَعَلۡنَا عَالِیَهَا سَافِلَهَا وَ اَمۡطَرۡنَا عَلَیۡهَا حِجَارَةً مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۬ۙ مَّنۡضُوۡدٍ ۔

ترجمہ۔ پھر جب آ گیا ہمارا عذاب کر دیا ہم نے اس کے اوپر کو اس کے نیچے اور برسائے ان پر پتھر مرمر کے اور تہہ بہ تہہ۔

تفسیر۔ عَالِیَهَا سَافِلَهَا ۔ جو عالی تھے ان کو سافل کر دیا۔ بڑوں کو چھوٹا اور چھوٹوں کو بڑا بنانا خدا کے عجائباتِ قدرت کے نمونے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نہایت صحت بخش اور نجات دہ نصائح پر کان نہ رکھنے والے وضع الٰہی کے دشمن فطرت کی مخالفت میں قویٰ کو برباد کرنے والے موذی کدھر گئے۔ان کی بستی کی یہی خبر ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶)

سوال۔ قومِ لوطؑ کی بستیاں الٹ کر پھینک دیں۔ پتھروں کا مینہ برسایا۔ جبرائیل نے پروں سے وہ شہر الٹا دیا۔

الجواب۔ ''پھر کیا الٰہی کاموں میں یہ بڑی بات ہے۔تمہارے مذہب (ہندو) کی رو سے تمام پرتھوی تباہ ہوجاتی ہے۔سب کچھ جَلْ بن جاتا ہے۔اور جَلْ بھی تباہ ہوجاتا ہے۔تو آگ بن جاتا ہے۔سو وہ بھی تباہ ہوکر ہوا بن جاتا ہے۔پھر وہ بھی تباہ ہوجاتی ہے۔ بلکہ سب کچھ تباہ ہوکر صرف ایشور سامرتھیہ ہی باقی رہ جاتی ہے۔ بدکاروں شریروں کے لئے ایسے نمونے ہمیشہ موجود رہتے ہیں۔کیا تم نے جاوا، پمپائے کی تباہی کی آگہی حاصل نہیں کی۔اور جاوا، سینٹ پیری تو انہیں دنوں کے واقعات ہیں۔

لوطؑ کی قوم شریر، حق کی دشمن، حقیقت کی عدو تھی۔گندے اعمال اور خلافِ فطرت کاموں میں منہمک تھی۔اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ کردیا۔ڈیڈسی[1] (بحرِ مردار) کی جھیل ان کی تباہی کی زندہ نشانی ہے۔اور ان کی بدعملی کا نمونہ بتانے کو انگریزی زبان میں ساڈومی کا لفظ موجود ہے۔اس جہان میں ہمیشہ نظارہ ہائے قدرت خدا تعالیٰ کے نبیوں کی تعلیم کی تصدیق کے لئے واقع ہوتے رہتے ہیں۔شریر ان کی خلاف ورزی میں تباہ ہوتے ہیں اور راست بازوں کی صداقت پر اپنی بربادی سے مہر کرجاتے ہیں۔پتھروں کا مینہ ہی تھا۔جس نے حال میں سینٹ پیری برباد کیا۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۴۲، ۲۴۳)

---

[1] DEAD SEA

۸۹۔ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ رَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَ مَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَاۤ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ۔

ترجمہ۔ شعیب نے کہا اے میری قوم! تم دیکھو تو اگر میں بادلیل ہوں اپنے رب کی طرف سے اوراس نے دی مجھ کو اپنی طرف سے عمدہ روزی اور میں نہیں چاہتا کہ میں ہی کرنے لگوں وہ کام جس سے تم کو منع کرتا ہوں میں تو صرف اصلاح ہی چاہتا ہوں مجھ سے جہاں تک ہو سکے اور میری کامیابی تو اللہ ہی کے فضل پر ہے میں نے اُسی پر بھروسہ کرلیا اور میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

تفسیر۔ رَزَقَنِيْ مِنْهُ۔ میں بدمعاملگی نہیں کرتا۔ لین دین میں دھوکہ نہیں کرتا۔ پھر بھی مجھے خدا نے اپنی جناب سے بہت عمدہ رزق دے رکھا ہے۔ تم کیوں وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ پر عمل نہیں کرتے۔ میری مثال سے ظاہر ہے کہ حصول رزق ماپ تول کی کمی پر موقوف نہیں۔

وَ مَا تَوْفِيْقِيْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ۔ میرے ایک دوست بڑے مہمان نواز تھے۔ ایک دفعہ ایک مہمان آیا۔ عشاء کی نماز کا وقت تھا۔ پاس پیسہ تک نہ تھا۔ اسے کہا کہ آپ ذرا لیٹ جاویں میں آپ کے کھانے کا بندوبست کرتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے دعا کی طرف توجہ کی اور کہا اُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ[۱] (المومن:۴۵) مولیٰ تیرا ہی مہمان ہے۔ یکا یک ایک آدمی نے آواز دی کہ لینا میرے ہاتھ جل گئے۔ ایک قاب پلاؤ کا تھا۔ نہ اس نے اپنا کام بتایا۔ نہ ان کو جلدی میں خیال رہا وہ قاب مدّت تک بد امانت رہا کوئی مالک پیدا نہ ہوا۔ توکّل عجیب چیز ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۹۰۔ وَ يٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْۤ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَاۤ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَ مَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ۔

ترجمہ۔ اور اے میری قوم! تمہیں میری دشمنی مجرم نہ بنا دے کہ تم پر مصیبت آ پڑے گی جیسی

[۱] میں تو اپنا کام سونپتا ہوں اپنے ہی اللہ کو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ بڑا دیکھنے والا ہے بندوں کا۔

آ پڑی تھی نوح اور ھود اور صالح کی قوم پر اور قوم لوط تم سے کچھ دور نہیں۔

تفسیر۔ لَا یَجْرِمَنَّکُمْ ۔اللہ تعالیٰ کا تم سے قطع تعلق نہ کر دے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۹۱۔ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ۔

ترجمہ۔ اور مغفرت چاہو تمہارے ربّ سے پھر اس کی طرف رجوع کرو فرمانبرداری میں لگے رہو بے شک میرا ربّ سچی کوشش کا بدلا دینے والا سراپا محبت ہے۔

تفسیر۔ جب انسان کوئی غلطی کرتا ہے۔اور خدا تعالیٰ کے کسی حکم اور قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ غلطی اور کمزوری اس کی راہ میں روک ہو جاتی ہے اور یہ عظیم الشان فضل اور انعام سے محروم کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس محرومی سے بچانے کے لئے یہ تعلیم دی کہ استغفار کرو۔ استغفار انبیاء علیھم السلام کا اجماعی مسئلہ ہے۔ ہر نبی کی تعلیم کے ساتھ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ رکھا ہے ہمارے امام کی تعلیمات میں جو ہم نے پڑھی ہیں استغفار کو اصل علاج رکھا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ پچھلی کمزوریوں کو جو خواہ عمداً ہوں یا سہوًا اغرض مَا قَدَّمَ وَمَا اَخَّرَ[1] جو نہ کرنے کا کام آگے کیا اور جو نیک کام کرنے سے رہ گیا ہے۔ اپنی تمام کمزوریوں اور اللہ تعالیٰ کی ساری نارضامندیوں کو مَا اَعْلَمُ وَمَا لَا اَعْلَمُ[2] کے نیچے رکھ کر اور آئندہ کے لئے غلط کاریوں کے بدنتائج اور بداثر سے مجھے محفوظ رکھ اور آئندہ کے لئے ان بدیوں کے جوش سے محفوظ فرما۔ یہ ہیں مختصر معنے استغفار کے۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۵ مورخہ ۲۶؍فروری ۱۹۰۸ء صفحہ ۲، ۳)

۹۲۔ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ۔

ترجمہ۔ قوم نے کہا اے شعیب! تیری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں اور ہم تجھے

---

[1] (اس دن انسان کو باخبر کیا جائے گا کہ) اس نے کیا آگے بھیجا تھا اور کیا پیچھے چھوڑا۔

[2] جو میں جانتا ہوں اور جو میں نہیں جانتا۔

اپنے میں سے کمزور اور ضعیف بھی دیکھتے ہیں اور اگر تیری بھائی بندی نہ ہوتی تو ہم تجھے ضرور سنگسار کر ڈالتے اور تیرا ہم پر کچھ دباؤ تو ہے ہی نہیں۔

تفسیر۔ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ۔ یہ ایک بہانہ ہے۔ انبیاء جو دین لاتے ہیں۔ وہ بالکل سہل ہوتا ہے۔ لوگ عجیب عجیب پیچیدہ رسمیں ادا کرتے ہیں اور خدا کے حکم پر عمل نہیں کرتے۔ میں نے ایک خوجہ قوم شیعہ کو دیکھا ہے۔ کہ ان میں سو سو سال کے بوڑھے ہو گئے اور ختنہ نہیں کرایا کیونکہ ختنہ کی رسوم کے لئے سو سو روپیہ چاہیے تھا۔ لوگوں نے خود اپنے تئیں مشکلات میں ڈال رکھا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۹۷، ۹۸۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ۔ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم نے بھیجا موسیٰ کو ہماری کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھ اور صریح دلیل کے ساتھ۔ فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف۔ تو وہ فرعون کے حکم پر چلے اور فرعون کی بات تو کچھ ٹھیک نہ تھی۔

تفسیر۔ ہر فن مَین جو اس فن کا ماہر ہو۔ اس کی بات ماننی چاہیے۔ مثلاً کوئی انگریزی زبان کے متعلق مسئلہ ہو تو انگریزی جاننے والوں سے۔ شعر شاعروں سے۔ غرضیکہ ہر ایک کسب اس کے اہل سے دریافت کرنا چاہیے۔ دنیا میں ہر قسم کی تجارت و سیاست کو جس طرح یورپ والے جانتے ہیں۔ ہم لوگ واقف نہیں ہیں۔ لہٰذا ان سے سیاست و تجارت کے متعلق باتیں دریافت کرنی چاہئیں۔ لیکن جن علوم سے وہ ناواقف ہیں مثلاً یورپ و امریکہ والے علومِ روحانی اور خدا شناسی سے بالکل ناآشنا ہیں۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا۔ ہم نے موسیٰؑ کو فرعون کی طرف بھیجا۔ فرعون تو اس فن سے ناواقف تھا۔ جس کے متعلق موسیٰؑ، اس کے متبعین نے اس خاص میں بھی فرعون کی ہی اتباع کی۔ پس اس کا نتیجہ ظاہر ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۹۹۔ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ۔

ترجمہ۔ انجام کار فرعون آگے آگے ہوگا اپنی قوم کے پھر اُن کو ڈال دے گا آگ میں۔ وہ بُرا گھاٹ ہے جس پر پہنچے۔

تفسیر۔ وِرْدٌ۔ کاٹھ کا بڑا پیالہ۔ گھاٹ میں اترنے کو بھی کہتے ہیں۔ رِفْد بھی کہتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۱۰۱۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّ حَصِيْدٌ۔

ترجمہ۔ یہ بستیوں کی خبریں ہیں جو ہم تجھ کو سناتے ہیں کوئی تو ان میں سے قائم ہے اور کوئی بالکل گری ہوئی ہے۔

تفسیر۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى۔ یہ باتیں ان واقعات و حالات سے متعلق ہیں۔ جن کے متعلق انبیاء آتے ہیں۔ فرعون کو مصر ہی کا تو گھمنڈ تھا۔ پھر مصر اب موجود ہے۔ اس کی حالت کو دیکھو۔ بعض ایسی بستیاں ہیں جو تباہ ہوگئیں۔ مثلاً لوطؑ کی بستیاں جن کے نام سڈام وغیرہ پانچ بستیاں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۱۰۲۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے تو ان پر کچھ ظلم نہیں کیا تھا لیکن وہ اپنے پر آپ ہی ظلم کرتے رہے تو ان کو کچھ کام نہ آئے اُن کے معبود جن کو وہ پکارا کرتے تھے اللہ کے سوا مخلوق میں سے۔ جب آ پہنچا حکم عذاب تیرے رب کا تو ان کو تباہی کے سوا کچھ زیادہ نہ ملا۔

تفسیر۔ تَتْبِيْبٍ۔ ہلاکت جیسا کہ سورہ تَبَّتْ میں بھی آیا ہے۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ انسان کا جسم بھی ایک بستی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۱۰۷۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ۔

ترجمہ۔ تو جو لوگ بد بخت ہیں تو وہ آگ میں ہوں گے جلتے بھنتے اور ان کا وہاں شور و غل ہوگا۔

تفسیر۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا۔ جو اپنے مطالب میں کامیاب نہ ہو۔ ناکام نامراد۔ اسے عربی زبان میں شقی کہتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۱۰۹۔ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ۔

ترجمہ۔ اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ جنت میں ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین رہیں مگر جو چاہے تیرا ربّ یہ بخشش ہے غیر منقطع بے انتہا۔

تفسیر۔ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ۔ جب تک (وہ) آسمان و زمین قائم ہیں۔ یعنی مومن بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں رہیں گے۔ جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ عربی زبان میں الف لام خصوصیت کا نشان ہے۔ اردو فارسی میں معرفے اور نکرے میں امتیاز کرنے کیلئے کوئی نشان نہیں۔ پس السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ میں سمٰوٰت اور ارض کے اوّل میں الف لام تخصیص کا اظہار کرتا ہے اور مقصود اس تخصیص سے وہ خاص آسمان و زمین مراد ہیں جو اس عالمِ آخرت کے مناسب اور اس مقام کی صورتِ طبعی کے اقتضاء کے موافق ہوں گے۔ غرض بہشت اور دوزخ میں خاص آسمان اور زمینیں ہوں گی اور موجودہ آسمان و زمین اپنی حالت سے بدل جائیں گے۔ نافہم عیسائی اپنی کتبِ مسلّمہ سے بے خبر اسی عدم امتیاز کے باعث ایسی فاحش غلطیوں میں پڑتے اور بیابانِ ضلالت میں ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔ اناجیل کا بھی یہی منشاء ہے۔ جہاں لکھا ہے۔

’’اور کہ تم خدا کے اس دن کے آنے کے منتظر ہو جس میں آسمان جل کر گداز ہو جاویں گے۔ پر ہم نئے آسمان اور نئی زمین کی جن میں راست بازی بستی ہے اس کے وعدے کے موافق انتظاری کرتے ہیں۔‘‘ (۲ پطرس ۳ باب) (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل۔ صفحہ ۱۴۱)

مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ۔ کہاں کا آسمان و زمین؟ وہاں (جنت) کا۔

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ۔ اس کی بابت بہت بحث ہے کہ مَا شَآءَ رَبُّكَ سے کیا مراد ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ دنیا کی زندگی میں جو آسائش پہنچ جاتی ہے اس کا استثناء مراد ہے۔ بعض نے اس فاصلہ کو اور وسیع کیا ہے کہ قبر سے حشر تک۔ بعض نے اور بھی وسیع کیا ہے اور کہا ہے کہ حشر کے فیصلہ تک۔ بعض نے یہ کہا ہے کہ آخر دوزخ سے سب نکالے جاویں گے۔ میرے نزدیک اس سے اظہارِ عظمت و جبروت مراد ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے۔ مشیتِ الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ ؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۱۱۰۔ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ۔

ترجمہ۔ تو اے مخاطب! تو شک میں نہ پڑ ان چیزوں سے جن کو پوجتے ہیں یہ لوگ۔ یہ تو یوں ہی واہیات پوجتے ہیں کیونکہ (یا جیسا کہ) پوجتے رہے ان کے باپ دادا پہلے سے اور ہم ان کو پورا پورا دینے والے ہیں ان کا حصہ بے کمی کئے۔

تفسیر۔ فَلَا تَكُ۔ یہ خطاب عام ہے۔ ہر مخاطبِ قرآن سے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶ ؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۱۱۳۔ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

ترجمہ۔ تو مضبوط جمارہ پکّی استقامت پر جیسا تجھ کو حکم ہو چکا ہے اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تیرے ساتھ رجوع بحق کیا اور تم حد سے نہ بڑھنا کیونکہ اللہ تمہارے اعمالوں کو دیکھ رہا ہے۔

تفسیر۔ فَاسْتَقِمْ ۔حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا ہے کہ شَیَّبَتْنِیْ ھُوْدٌ کہتے ہیں۔اسی آیت کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہر ایک استاد کو اپنی جماعت۔ مرشد کو اپنے مریدوں کا سخت فکر ہوتا ہے یہاں نبی کریمؐ کو استقامت کا حکم دیا ہے اور اس کے ساتھ ہی مَنْ تَابَ مَعَكَ ۔انسان کو اپنی ذات کی ذمہ داری مشکل ہے چہ جائیکہ دوسروں کا ذمّہ اٹھانا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دعا فرماتے

تھے اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَكَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طُرْفَةَ عَیْنٍ۔[1]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے سورہ ھود نے بوڑھا کر دیا۔اس میں کیا بات تھی۔ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ تم سیدھی چال چلو۔ نہ صرف تم بلکہ تیرے ساتھ والے بھی۔ یہ ساتھ والوں کو جس نے حضورؐ کو بوڑھا کر دیا۔ انسان اپنا ذمہ وار تو ہو سکتا ہے۔مگر ساتھیوں کا ذمّہ وار ہو تو کیونکر؟ بس یہ بہت خطرہ کا مقام ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری غفلتوں سے اللہ تعالیٰ کے وہ وعدے جو تمہارے امام کے ساتھ ہیں پورا ہونے میں معرضِ توقف میں پڑیں۔ موسیٰؑ علیہ السلام جیسے جلیل القدر نبی کے ساتھ کنعان پہنچانے کا وعدہ تھا مگر قوم کی غفلت نے اسے محروم کر دیا۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو سمجھو! اور خوب سمجھو غفلت چھوڑ دو اور اس نعمت کی قدر کرو جو آج کے مبارک دن میں پوری ہوئی۔ میں پھر کہتا ہوں کہ فرماں بردار بن کر دکھاؤ۔

(الحکم جلد ۳ نمبر ۱۶ مورخہ ۵؍مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔ وہ کیا بات تھی جس نے آپؐ کو بوڑھا کر دیا۔ وہ یہ حکم تھا۔ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ یعنی جب تک تو اور تیرے ساتھ والے تقویٰ میں قائم نہ ہوں وہ کامیابیاں نہیں دیکھ سکتے۔ اس لئے تو سیدھا ہو جا۔ جیسا کہ تجھ کو حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح پر یاد رکھو کہ ہماری اور ہمارے امام کی کامیابی ایک تبدیلی چاہتی ہے کہ قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ نرے دعوے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس دعوے کا امتحان ضروری ہے۔ جب تک امتحان نہ ہو لے کوئی سارٹیفکٹ کامیابی کا مل نہیں سکتا۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۸ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

---

[1] اے اللہ! میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، مجھے لمحہ بھر کے لئے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کرنا۔

۱۱۵۔ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور نمازوں کو ٹھیک درست رکھو دن کے دونوں طرف اور کچھ حصہ میں رات کے، بے شک نیکیاں دور کردیتی ہیں برائیوں کو۔ یہ یادگار رہا ہے یادرکھنے والوں کے لئے۔

تفسیر۔ طَرَفَیِ النَّھَارِ۔ صبح وعصر کی نماز۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۸ مورخہ ۱۶؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

اسلامی کفّارات کیا ہیں۔ گناہوں کی سزائیں۔ گناہوں پر جرمانے اور گناہ کے پیچھے نیکی۔ کیسا سچ ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ۔ (نیکیاں دور کردیتی ہیں برائیوں کو) قانونِ قدرت میں بھی دیکھو قانونِ قدرت کی خلاف ورزی سے جب سزائیں آتی ہیں تو اس خلاف ورزی کے بعد قانون کی متابعت اور خلاف ورزی کے نقصان پر کچھ خرچ ہی کرنا پڑتا ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ اوّل صفحہ ۲۷)

۱۱۶۔ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور نیکیوں پر جمے رہو اور بدیوں سے بچتے رہو بے شک اللہ ضائع نہیں کرتا محسنوں کا اجر۔

تفسیر۔ مولیٰ کریم چونکہ شکور ہے اور علیم وخبیر ہے اس لئے وہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔ بے شک اللہ محسنین کے اجر کو ضائع نہیں فرماتا۔ محسن کسے کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کی تعریف جبرئیلؑ نے صحابہؓ کی تعلیم کے لئے پوچھی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا رہے۔ یا کم از کم یہ کہ یہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو دیکھتا ہے۔ یہ ایک ایسا مرتبہ عظیم الشان ہے جس کے کسی نہ کسی پہلو کے حاصل ہوجانے پر انسان گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ اور بڑے بڑے مراتب اور مدارج اللہ تعالیٰ کے حضور پالیتا ہے۔ ساری نیکیوں کا سرچشمہ اور تمام ترقیوں اور بلند پروازگیوں کی جان اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے۔ انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاقِ فاضلہ کو حاصل ہی نہیں کرسکتا جب تک خدا تعالیٰ پر یقین نہ ہو کہ وہ ہے۔ میں اس بات کے

ماننے کے واسطے کبھی تیار نہیں ہوسکتا کہ ایک دہریہ بھی کبھی اعلیٰ درجہ کے اخلاق فاضلہ والا ہوسکتا ہے۔ کوئی چیز اس کو گناہوں کے ارتکاب سے نہیں روک سکتی۔ نیکی کا کوئی سچا مفہوم اس کی سمجھ میں آ نہیں سکتا۔ پھر وہ نیکی کیسے کرے اور گناہوں سے کیونکر بچے۔ اس کی ساری عمر نا امیدیوں اور مایوسیوں کا شکار رہتی ہے۔ وہ اسباب اور علّت و معلول کے سلسلہ کے پیچ در پیچ تعلقات میں ہی منہمک رہ کر آخر حسرت اور یاس سے اس دنیا کو چھوڑ جاتا ہے۔ میں نے دہریہ اور ایمان والے دونوں کو مرتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور دونوں کی موت میں زمین و آسمان کا فرق پایا ہے میں سچ کہتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربہ سے کہتا ہوں اور پھر جو چاہے آزما کر دیکھ لے کہ سچی راحت اور حقیقی خوشی صرف صرف ایمان باللہ سے ملتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیھم السلام اور صلحاء کی لائف میں جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے کوئی واقعہ خودکشی کا نہیں پایا جاتا۔ مومن کی امید اپنے اللہ پر بہت وسیع ہوتی ہے۔ وہ کبھی اس سے مایوس نہیں ہوتا۔ ان کی زندگی کے واقعات کو پڑھو تو معلوم ہوگا کہ ایک ایک وقت ان پر ایسا آیا ہے کہ زمین ان پر تنگ ہوگئی ہے۔ لیکن اس شدت ابتلا میں بھی وہ ویسے ہی خوش و خورم ہیں جیسے اس ابتلا کے دور ہونے پر۔ وہ کیا بات ہے جو ان کو اس موت کی سی حالت میں بھی خوش و خورم اور زندہ رکھتی ہے۔ فقط اللہ پر ایمان۔

غرض محسنین کے زمرہ میں داخل ہونا بہت ہی مشکل اور پھر مشکل کشا ہے۔ پہلا درجہ جو محسن کا اعلیٰ مقام ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ بعد میں حاصل ہوتا ہے۔ اس کا ابتدائی درجہ یہی ہے کہ وہ یہ ایمان لائے کہ میرے ہر قول و ہر فعل کو مولیٰ کریم دیکھتا اور سنتا ہے۔

جب یہ مقام اسے حاصل ہوگا تو ہر ایک بدی کے وقت اس کا نورِ قلب اس ایمان کی بدولت اس سے روکے گا اور لغزش سے بچالے گا۔ اور رفتہ رفتہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آخر وہ اس مقام پر پہنچ جائے گا کہ خدا تعالیٰ کو دیکھ لے گا اور یہ وہ مقام ہے جو صوفیوں کی اصطلاح میں لقاء کا مقام کہلاتا ہے۔ پس جب انسان محسن ہو کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے تو پھر تھوڑا ہو یا بہت۔ اللہ تعالیٰ اس کے بہتر بدلے دیتا ہے۔ یہ صرف اعتقادی اور علمی بات ہی نہیں۔ کہانی اور داستان

ہی نہیں بلکہ واقعات نفس الامری ہیں۔

میں دنیا کی تاریخ میں جس سے مراد میں انبیاء علیھم السلام کی پاک تاریخ لیتا ہوں۔ بہت سے واقعات اس کی تصدیق میں پیش کرسکتا ہوں اور علمی طریق پر بھی خدا کے فضل سے اس کی سچائی ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ مگر ان سب باتوں کو چھوڑ کر میں ایک عظیم الشان واقعہ صحابہؓ کی لائف کا دکھانا چاہتا ہوں۔ میں ایک عرصہ تک اس سوال پر غور کرتا رہا کہ کیا وجہ تھی جو انصار کو خلافت نہ ملی۔ بلکہ خلافت کے اوّل وارث مہاجر ہوئے۔ اور مہاجرین میں سے بھی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حالانکہ انصار میں سب نے بڑی ہمت کی اور ان کی اس وقت کی امداد ہی نے ان کو انصار کا پاک خطاب دیا لیکن اس کا کیا سرّ ہے کہ بادشاہی اور حکومت کا ان کو حصہ نہ ملا۔ اور پہلا خلیفہ قریشی ہوا۔ پھر دوسرا تیسرا چوتھا بھی۔ یہاں تک کہ عباسیوں تک قریشیوں ہی کا سلسلہ چلا جاتا ہے۔ بنوثقیفہ میں کوشش کی گئی کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے۔ مگر یہ تجویز پاس نہیں ہوئی۔ اور کسی نے نہ مانا۔ آخر مجھ پر اس کا سرّ یہ کھلا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ اپنا کام کر رہی تھی۔

انصار نے کیا چھوڑا تھا۔ جو ان کو ملتا؟ مہاجرین نے ملک چھوڑا، وطن چھوڑا، گھر بار چھوڑا، مال واسباب۔ غرض جو کچھ تھا وہ سب چھوڑا۔ اور سب سے بڑھ کر ابوبکر صدیقؓ نے۔ اس لئے جنہوں نے جو کچھ چھوڑا تھا۔ اس سے کہیں زیادہ بڑھ کر پایا۔ زیادہ سے زیادہ ان کی زمین چند بیگھہ ہوگی جو انہوں نے خدا کے لئے چھوڑی۔ مگر اس کے بدلہ میں یہاں خدا نے کتنے بیگھہ دی۔ اس کا حساب ہی کچھ نہیں۔

پس یہ سچی بات ہے کہ جس قدر قربانی خدا کے لئے کرتا ہے اسی قدر فیض انسان اللہ تعالیٰ کے حضور سے پاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کتنی بڑی تھی۔ پھر اس کا پھل دیکھو۔ کس قدر ملا۔ اپنی عمر کے آخری ایّام میں ایک خواب کی بناء پر جس کی تاویل ہوسکتی تھی۔ حضرت ابراہیمؑ نے

اپنے خلوص کے اظہار کے لئے جوان بیٹے کو ذبح کرنے کا عزم بالجزم کرلیا۔ پھر خدا نے اس کی نسل کو کس قدر بڑھایا کہ وہ شمار میں بھی نہیں آ سکتی۔ اسی نسل میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عظیم الشان رسول خاتم النبیّین رسول کر کے بھیجا جو کل انبیاء علیھم السّلام سے افضل ٹھہرا۔ جس کی امّت میں ہزاروں ہزار اولیاء اللہ ہوئے جو بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثیل تھے اور لاکھوں لاکھ بادشاہ ہوئے۔ یہاں تک کہ مسیح موعود جو خاتم الخلفاء ٹھہرایا گیا ہے وہ بھی اسی امّت میں پیدا ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے اسے پایا اور اس کی شناخت کا موقع ہم کو دیا گیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ۔

یہ بدلہ، یہ جزا کس بات کی تھی؟ اسی عظیم الشان قربانی کی جو اس نے خدا تعالیٰ کے حضور دکھائی۔ واقعی یہ بات قابلِ غور ہے کہ ابراہیمؑ کی عمر جب کہ سو برس کے قریب پہنچی۔ اس وقت قویٰ بشری رکھنے والا کیا امید اولاد کی رکھ سکتا ہے۔ پھر ۱۳ برس کی عمر کا نوجوان لڑکا جو ۸۴ برس کے بعد کا ملا ہوا ہو۔ اس کے ذبح کرنے کا اپنے ہاتھ سے ارادہ کر لینا معمولی سی بات نہیں ہے۔ جس کے لئے ہر شخص تیار ہو سکے۔ غور کرو اس ذبح کے بعد عمر کے آخری ایام ہیں اور قبر قریب ہے۔ پھر کیا باقی رہ سکتا ہے۔ نہ مکان رہا نہ عزت و جبروت۔ مگر اے ابراہیمؑ تجھ پر خدا کا سلام۔ تو نے خدا تعالیٰ کے ایک اشارہ اور ایماء پر سارے ارادوں اور ساری خوشیوں، خواہشوں کو قربان کر دیا۔ اور اس کے بدلے میں تُو نے وہ پایا جو کسی نے نہیں پایا۔ خاتم النبیّینؐ اسی اسمٰعیل کی نسل میں ہوا۔ اور خاتم الخلفاء اسی خاتم النبیّین کی اُمت میں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

پھر ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ صدق اور اخلاص کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ اے ابراہیم! تو فرماں بردار ہو چکا۔ عرض کیا۔ حضور مَیں تو فرماں بردار ہو چکا۔ اَسْلِمْ نہیں کہا اَسْلَمْتُ کہا۔ یعنی اپنا ارادہ رکھا ہی نہیں۔ معاً حکمِ الٰہی کے ساتھ ہی تعمیل ہوگئی۔ پھر اس اخلاص سے کیا بدلہ پایا یہی کہ ابوالملّۃ ٹھہرا۔ جو کچھ چھوڑا اس سے بڑھ کر ملا۔

اسی طرح پر سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات پر غور کرو۔ اہلِ مکہ نے کہا کہ اگر آپ کو

بادشاہ بننے کی آرزو ہے تو ہم تجھ کو بادشاہ بنانے کے واسطے تیار ہیں۔اگر تجھے دولت مند بننے کی خواہش ہے تو دولت جمع کر دیتے ہیں۔اگر حسین عورت چاہتا ہے تو تأمل و مذائقہ نہیں۔ یہ کیا چیزیں تھیں۔مگر دنیا پرست کی نظر ان سے پرے نہیں جاسکتی تھی۔اس لئے اسی کو پیش کیا۔آپؐ نے اس کا کیا جواب دیا؟ یہی کہ اگر سورج اور چاند کو میرے دائیں بائیں رکھ دو تو بھی میں اس اشاعت اور تبلیغ سے رک نہیں سکتا۔اللہ! اللہ! کس قدر اخلاص ہے اللہ تعالیٰ پر کتنا بڑا ایمان ہے۔قوم کی مخالفت ان دکھوں اور تکلیفوں کے سمندر میں اپنے آپ کو ڈال دینے کے واسطے روح میں کس قدر جوش اور گرمی ہے جو اس انکار سے آنے والی تھیں۔ان تمام مفاد اور منافع پر تھوک دینے کے لئے کتنی بڑی جرأت ہے جو وہ ایک دنیادار کی حیثیت سے پیش کرتے تھے مگر خدا تعالیٰ کو راضی رکھ کر۔اس کو مان کر اس کے احکام کی عزت وعظمت کو مدنظر رکھ کر اس قربانی کا بدلہ آپؐ نے کیا پایا؟ وہ پایا جو دنیا میں کسی ہادی کو نہیں ملا۔اور نہ ملے گا۔اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ کی صدا کس کو آئی؟ اور کس نے ہر چیز میں آپؐ کو وہ کوثر عطا کی جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی۔سوچو اور غور کرو!!

میں نے مختلف مذاہب کی کتابوں،ان کے ہادیوں اور یا نبیوں کے حالات کو پڑھا ہے۔اس لئے دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی قوم اپنے ہادی کے لئے ہر وقت دعائیں نہیں مانگتی ہے۔مگر مسلمان ہیں کہ دنیا کے ہر حصہ میں ہر وقت ہر آن اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ کی دعا آپؐ کے لئے کر رہے ہیں۔جس سے آپؐ کے اور مراتب ہر آن بڑھ رہے ہیں۔یہ خیالی اور خوش کن بات نہیں۔واقعی اسی طرح پر ہے۔دنیا کے ہر آباد حصہ میں مسلمان آباد ہیں اور ہر وقت ان کی کسی نہ کسی نماز کا وقت ضرور ہوتا ہے جس میں لازمی طور پر اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ پڑھا جاتا ہے۔ مقررنمازوں کے علاوہ نوافل پڑھنے والوں کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔اور درود شریف بطور وظائف کے پڑھنے والے بھی کثرت سے۔اس طرح پر آپؐ کے مراتب،مندارج کا اندازہ اور خیال بھی ناممکن ہے۔یہ عزت اور یہ فخر کسی اور ہادی کو دنیا میں حاصل نہیں ہوا ہے۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۵ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

۱۱۷۔ فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر کیوں نہ ہوئے ان سنگتوں میں جو تم سے پہلے ہو گزریں ایسے دانا جن میں کچھ اثر رہا ہو کہ وہ ملک میں فساد کرنے سے منع کرتے مگر تھوڑے سے تھے جن کو ہم نے بچا لیا ان میں سے اور وہ لوگ چلے جو ظالم تھے وہی راہ جس میں مزہ اور آرام پایا اور وہ لوگ جنابِ الٰہی سے قطع تعلق کرنے والے تھے۔

تفسیر۔ اُولُوْا بَقِيَّةٍ ۔ جن میں نیکی کا اثر باقی ہو۔ صاحبانِ عقل وشعور۔ مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ جس راہ میں کہ انہوں نے عیش وعشرت کو پایا۔ جب تک کسی قوم میں ایسے لوگ ہوں جو بدیوں سے منع کرتے رہیں اور نیکیوں کی طرف لوگوں کو بلاتے رہیں۔ تب تک وہ قوم ہلاک ہونے سے بچی رہتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۸)

۱۱۸۔ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ۔

ترجمہ۔ تیرا پروردگار ایسا تو نہیں کہ تباہ کر دے بستیوں کو ظلم کر کے حالانکہ وہاں کے لوگ نیک اور سنوار والے ہوں۔

تفسیر۔ بِظُلْمٍ ۔ اللہ تعالیٰ بے وجہ کوئی عذاب نہیں دیتا۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں مصائب ایسے ہی بلا سبب آ جاتے ہیں۔ قرآن شریف ایسا نہیں کہتا۔ بلکہ فرماتا ہے کہ جس بستی میں مصلح موجود ہوں وہاں عذاب نہیں آتا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۱۲۰۔ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ۔ مگر جس پر رحم فرمائے تیرا ربّ اور اسی لئے تو ان کو پیدا کیا ہے (یعنی رحم کے لئے) اور پوری ہوئی پیش گوئی تیرے ربّ کی کہ میں بھر دوں گا جہنم کو بڑے آدمی اور جنّ اور عام آدمی اور

غریب آدمیوں سے یعنی سب سے۔

تفسیر۔ جہاں تک تاریخی واقعات قدیمہ اور جدیدہ آثار اور عقل شہادت دیتی ہے۔اس دنیا میں اضداد کا مقابلہ ہوتا رہا اور یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ آئندہ بھی کسی مدّت تک ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ کیمسٹری[۱] کی گواہی ذرّاتِ عالم کی نسبت اس وقت چھوڑ دو۔انسانی گروہ پر نظر کرو۔سعید کے ساتھ شقی یا سریشٹ (اچھا) کے ساتھ دَیْسُوْ (بُرا) کب سے مقابلہ کر رہا ہے۔

مومن و کافر کا جھگڑا اور عالم و جاہل کا تنازعہ کوئی پہلی قسم سے جُدا فساد نہیں۔یہ الفاظ سعید اور شقی۔ بھلے اور بُرے یا سریشٹ اور دَیْسُوْ کے ہی عنوان ہیں۔اور ان کا مخاصمہ وہی اضداد کی باہمی جنگ ہے۔یہ باہمی حملہ بڑے بڑے نتائج کا موجب اور خدا ترس پر سمجھ والوں کے واسطے انواع واقسام فوائد کا باعث ہے ان منافع کا تذکرہ جو اس جدال وقتال سے اس حملہ کے مجاہدین اور شہداء کے حق میں پیدا ہوتے ہیں اس رسالہ میں ناموزوں ہے۔مگر قدرت کے کارخانہ میں جب اختلاف موجود ہے پھر ایسی قوت اور طاقت کے ساتھ ہو رہا ہے کہ مخلوق میں کوئی بھی نہیں گزرا اور نہ ہے جس نے اس اختلاف کو مٹایا ہو بلکہ یہ سچا الہام وَ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ۔اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ اس جنگ کے قیام کی خبر دیتا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱)

دیکھو اس وقت تم بیٹھے ہو۔سب کی آوازوں میں اختلاف،لباسوں میں اختلاف،مکانوں میں اختلاف،صحبتوں میں اختلاف،مذاقوں میں اختلاف،غرض اختلاف ایک فطری امر ہے۔اب خدا ہی کا فضل ہے کہ تم ایک وحدت کے نیچے آ گئے ہو۔میں کبھی گھبرایا نہیں کرتا کہ فلاں شخص کو کیوں ہمارا خیال نہیں۔کیونکہ میرے مولیٰ کا ارشاد ہے وَ لَا یَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِیْنَ۔اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ۔[۲] پس جس پر فضل ہوا وہ اختلاف سے نکل کر وحدتِ ارادی کے نیچے آ جائے گا۔

(الفضل جلد ۱ نمبر ۴ مورخہ ۹ رجولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

---

[۱] علم الکیمیا۔ [۲] اور ہمیشہ رہیں گے اختلاف مچاتے مگر جن پر رحم کیا تیرے پروردگار نے۔

لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۔ رحم کے واسطے ہی ان کو پیدا کیا ہے۔اس آیت سے ظاہر ہے کہ دنیا میں اختلاف مذاہب کا ہمیشہ رہے گا۔

تَمَّتْ۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی ایک بات ہے اور پوری ہوگی کہ جنّ و ناس کا ایک گروہ داخل جہنم ہوگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۱۲۱۔ وَ كُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَ جَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم ہر ایک حال تجھ سے بیان کرتے ہیں رسولوں کی خبروں میں سے تا کہ اس سے ہم مضبوط کریں تیرے دل کو اور آ پہنچی تیرے پاس ان (قرآنی) بیانوں کے اندر حق بات اور نصیحت اور یادگار ایمانداروں کے لئے۔

تفسیر۔ كُلًّا نَّقُصُّ ۔ یہ سب جو ہم نے بیان کیا یہ اس واسطے ہے کہ پہلے انبیاء کے حالات کے سننے اور معلوم کرنے سے تیرا دل مضبوط ہو کہ تمام انبیاء کے ساتھ ایسا حال ہوا۔ اور تو بھی ایک نبی ہے۔

وَجَآءَكَ ۔ اور جو پیشگوئی تیرے متعلق تھی۔ وہ اب آ گئی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۱۲۲۔ وَ قُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ اِنَّا عٰمِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ان سے کہہ دے جو ایمان نہیں لائے کہ تم کئے جاؤ کام اپنی قدرت اور طاقت اور مقام پر، ہم بھی کر رہے ہیں۔

تفسیر۔ عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۔ حتی الامکان تم اپنی پوری طاقت سے میرے مقابلہ میں زور لگاؤ۔ اور اپنی جگہ پوری طرح سوچ بچار کر لو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۱۲۴۔ وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اللہ ہی کو بخوبی معلوم ہے چھپی ہوئی بات آسمانوں اور زمین کی اور اسی کی طرف پھرنا ہے سب کا کام۔ تو تم اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اور تیرا رب تو غافل نہیں ہے اس سے جو تم کرتے ہو۔

تفسیر۔ غَيْبُ ۔ یہ سب انبیاء کے واقعات جو قرآن شریف میں بیان کئے ہیں یہ غیب یعنی پیشگوئیاں ہیں۔ جیسا کہ ان انبیاء کو کامیابی ہوئی اور ان کے مخالف ہلاک اور تباہ ہوئے۔ ایسا ہی حال حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے احباب کا اور جس طرح انبیاء کے مخالفوں کا حال ہوا۔ اسی طرح آپؐ کے مخالفوں کا ہوگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)



سُوْرَۃُ یُوْسُفَ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم پڑھنا شروع کرتے ہیں سورۃ یوسف کو اس اللہ کے نام سے جو تمام خوبیوں کا جامع ہے۔ سب عیبوں سے پاک بے محنت انعام دینے والا محنت کو ضائع نہیں کرنے والا ہے۔

۲۔ الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ۔

ترجمہ۔ ہم اللہ ہیں بار بار بیان کرتے ہیں ثبوت تیری نبوت کا۔ یہ مضبوط اور اس کتاب کی آیتیں ہیں جو روشن ہے۔

تفسیر۔ الٓرٰ ۔اَنَا اللّٰہُ اَرٰی۔ میں اللہ دیکھتا ہوں کہ جو کچھ تم حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کرتے ہو۔ جس طرح تم اس رسول کے ساتھ برتاؤ کر رہے ہو۔ اسی طرح یوسفؑ کے ساتھ اس کے بھائیوں نے کیا تھا۔ تمہارا ابھی اس رسول کے سامنے وہی حال ہوگا جو یوسفؑ کے سامنے یوسفؑ کے بھائیوں کا ہوا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے جن میں سے ایک بنیامین ان سے بھی عمر میں چھوٹے تھے اور یہی سگے بھائی یوسف علیہ السلام کے تھے۔ باقی بھائیوں میں سے جو سوتیلے تھے۔ ایک ان کے خیر خواہ تھے۔ باقی نو مخالف تھے۔ ایسا ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مخالف بھی تِسْعَةَ رَهْطٍ نو گروہ تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۳۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ ہم نے اس کو اتارا ہے پڑھنے کے لائق کھول کھول کر بیان کرنے والی زبان میں تا کہ تم سمجھو غور کرو۔

تفسیر۔ عَرَبِيًّا۔ کھول کر سنانے والی زبان میں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۴۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَ اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِیْنَ۔

ترجمہ۔ ہم تجھ سے بیان کرتے ہیں اعلیٰ درجہ کا بیان کیونکہ ہم نے وحی کی تیری طرف اس قرآن کی اور اگرچہ بے شک تو اس سے پیشتر بالکل بے خبر تھا۔

تفسیر۔ قَصَص ۔ بیان یادرکھنا چاہیے کہ یہاں لفظ قَصَص ق پر فتحہ کے ساتھ ہے۔ یہ مصدر ہے اوراس کے معنے ہیں بیان کرنا۔ بعض لوگ غلطی سے اس کے معنے کرتے ہیں قصے۔ قصہ اور لفظ ہے جو قؔ کی زیراور کسرہ کے ساتھ ہے اوراس کی جمع ہے۔ قِصَصُ (قؔ کے نیچے زیر کے ساتھ)

نبیوں میں سے حضرت رسول کریمؐ، حضرت نوحؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت ابراہیم علیھم السلام والبرکات بڑے اولوا العزم لوگ ہوئے ہیں۔ اور ان کا معاملہ حضرت یوسف علیہ السلام سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا معاملہ تو صرف بھائیوں یا ایک عورت کے ساتھ ہوا تھا اور وہاں تمام اقوام کی مخالفت کا بہت خوفناک مقابلہ پیش تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۵۔ اِذْ قَالَ یُوْسُفُ لِاَبِیْهِ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ رَاَیْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب کہا یوسف نے اپنے باپ سے اے میرے باپ! میں نے دیکھے گیارہ تارے اور سورج اور چاند وہ میری فرمانبرداری کررہے ہیں۔

تفسیر۔ رَاَیْتُ ۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگ اس کا نام خواب رکھتے ہیں۔ مگر حضرت یوسفؑ نے اس کو دیکھنا ہی فرمایا اور یہی اصطلاح صحیح ہے۔ وہ بھی ایک قسم کی بیداری ہی ہوتی ہے۔ جس میں دوسرے شریک نہیں ہوسکتے۔

لِیْ سٰجِدِیْنَ ۔ میرے سبب سے وہ سجدہ میں گرے ہوئے ہیں۔ کوئی ایسا امر واقعہ ہوا ہے کہ وہ سب کے سب سربسجود ہورہے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

اِنِّیْ رَاَیْتُ۔ یہاں خواب کا ذکر نہیں اسی طرح نبی کریمؐ نے جو دجال یا جوج ماجوج وغیرہ کے بارے میں رَأَیْتُ فرمایا تو خدا جانے اسے رؤیا یا کشف کیوں نہیں قرار دیتے؟

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۶۔ قَالَ یٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْیَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَیَكِیْدُوْا لَكَ كَیْدًا ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔

ترجمہ۔ یعقوب نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! نہ کہہ دینا اپنا رؤیا اور خواب اپنے بھائیوں سے کیونکہ وہ بڑی جنگ کریں گے تجھ سے (خاص) ان کے لئے یا عام انسانوں کے لئے شیطان ایک صریح دشمن اللہ سے جدا کر دینے والا ہے۔

تفسیر۔ اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت یعقوبؑ تعبیر رؤیا کی سمجھ گئے تھے۔ فرمایا۔ تیرے بھائی تو تیرا مقابلہ کریں گے۔ اور یہ ان کا شیطانی فعل ہوگا۔ کیونکہ شیطان ہی آپس میں جنگ کرا دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۷۔ وَ كَذٰلِكَ یَجْتَبِیْكَ رَبُّكَ وَ یُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ وَ یُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ یَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَیْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اور اسی طرح تجھے برگزیدہ کرے گا تیرا ربّ اور سکھائے گا تجھ کو باتوں کی کل بٹھانا اور اپنا انعام تجھ پر پورا کرے گا اور یعقوب کی اولاد پر جیسا پورا کیا انعام تیرے اوپر کے پہلے داداؤں ابراہیم اور اسحٰق پر۔ بے شک تیرا ربّ بڑا جاننے والا بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ یُعَلِّمُكَ۔ اللہ تعالیٰ تجھے اس رؤیا کی اصل حقیقت بتا ہی دے گا۔ اس بات سے حضرت یعقوبؑ نے پہچان لیا کہ یوسفؑ پر خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہونے والا ہے۔ میرا اور میرے باپ اسحاقؑ میرے دادا ابراہیمؑ کا وارث ہوگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۸۔ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک یوسف اور اس کے بھائیوں کے مقدمہ میں ہر قسم کے نشانات ہیں نشانات مانگنے والوں کے لئے۔

تفسیر۔ سَآئِلِيْنَ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوّت کے متعلق سوال کرنے والوں کے واسطے یوسفؑ اور اس کے بھائیوں کے بیان میں جواب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے بھی مکہ والوں نے یہی ارادے کئے تھے کہ ان کو قتل کیا جاوے یا قید کیا جاوے یا جلاوطن کیا جاوے۔ آخر آپؐ ہجرت پر مجبور کئے گئے۔ اور بالآخر یوسفؑ کی طرح اہل مکہ پر فتح پائی۔ اور انہیں معاف کر دیا۔ اس آیت میں پیشگوئی ہے کہ جو حال یوسفؑ کے بھائیوں کا اس کے مقابلہ میں ہوا تھا وہ ان قریش کا ہوگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ۔ ۱۔ مکہ سے نکلنا پڑا ۲۔ پھر حاکم ہو گئے ۳۔ مکہ فتح ہو گیا۔ ۴۔ مکہ والوں نے معافی کی درخواست کی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۹، ۱۰۔ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ۔ اِقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ۔

ترجمہ۔ جب کہنے لگے کہ یوسف اور اس کا (چھوٹا) بھائی زیادہ پیارے ہیں ہمارے باپ کے ہم سے حالانکہ ہم زیادہ قوّت دار ہیں کچھ شک نہیں کہ ہمارا باپ بڑی غلطی اور صریح عشق میں مبتلا ہے۔ یا تو مار ڈالو یوسف کو یا اسے پھینک دو کسی ملک میں کہ صرف تمہیں پر رہ جائے تمہارے باپ کی مہربانی اور اس کے بعد ہو جانا تم سنوار والی قوم۔

تفسیر۔ عُصْبَةٌ۔ ہم ایک بڑی جماعت ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مقابلہ میں ایسا ہی کہا گیا تھا۔ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٌ [1] (الزخرف: ۳۲)۔

[1] بڑے آدمی پر دو بڑی بستیوں کے رہنے والوں سے۔ (ناشر)

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ کاٹنے والی محبت ۔ یوسفؑ کے ساتھ ایسی محبت ہے جو ہم سے قطعِ محبت کراتی ہے۔

مِنْۢ بَعْدِهٖ۔ بعض لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ یہ بدی ہم کر لیں ۔ پھر نیک بن جائیں گے ۔ ایسے آدمیوں کو نیکیوں کی توفیق نہیں حاصل ہوتی ۔ بعد میں توبہ کر لینے کی نیت کے ساتھ بدی کی طرف جھکنا کبھی اعمالِ صالح کی توفیق نہیں دیتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا۔ جیسے اس قوم میں نبی کریمؐ خدا کے محبوب بن گئے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۱۱۔ قَالَ قَآىِٕلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ۔

ترجمہ۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ قتل تو نہ کرو یوسف کو ہاں اس کو ڈال دو کسی اندھے کوئیں میں، کوئی راہ چلتا اسے اٹھا لے جائے گا جب تم کرتے ہی ہو۔

تفسیر۔ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ۔ نبی کریمؐ کے دشمن اس سے زیادہ سخت تھے۔ کیونکہ انہوں نے قتل کا فیصلہ کر دیا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

غَيٰبَتِ الْجُبِّ۔ قَعْرُ بِئْرٍ۔ وہ کنواں اس کو غائب کر دے۔ وہ ایک خاص کنواں تھا اور اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۱۲، ۱۳۔ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ۔ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔

ترجمہ۔ (باپ کے پاس جا کر) بھائیوں نے کہا اے ہمارے باپ! کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے یوسف پر اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہی ہیں؟ کل اس کو بھیجئے ہمارے ساتھ خوب کھائے اور کھیلے اور ہمیں اس کے نگہبان ہیں۔

تفسیر۔ ان سب دعوؤں میں جو یوسفؑ کے بھائیوں نے کئے۔ کہیں انشاء اللہ نہیں کہا۔ خدا کا نام بالکل نہیں لیا۔ اسی واسطے حضرت یعقوب علیہ السلام کو خوف پیدا ہوا کہ ان کی ان باتوں کا نتیجہ اچھا نہیں ہوگا کیونکہ ان کو جنابِ الٰہی کا خیال بھی نہیں آیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ کہہ نہیں سکے۔

یَرْتَعْ ۔ کھیلے گا، کودے گا، جنگل کے پھل کھائے گا، چرانا سیکھے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ ؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۔ دیکھو خدا کا نام نہیں لیتے اور جب تک نہیں لیتے۔ ناکام رہتے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۵۹)

۱۶۔ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب یوسف کو لے کر چلے اور سب متفق ہو گئے کہ اس کو ڈال دیں اندھے کوئیں میں اور ہم نے وحی بھیجی یوسف کی طرف کہ البتہ تو ان کو ضرور خبر دے گا ان کے اس کام کی اور وہ جانتے نہ ہوں گے۔

تفسیر۔ اَوْحَيْنَا ۔ اس جگہ خدا تعالیٰ نے حضرت یوسفؑ کی تشفّی فرمائی۔ وحی کی آواز اونچی ہوتی ہے مگر پاس والے نہیں سنتے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ ؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (یوسف:۱۶) کہ اے یوسف! دیکھ تجھے باپ سے الگ کیا تیری زمین سے تجھے الگ کیا اور اندھیرے کوئیں میں ڈالا۔ مگر میں تیرے ساتھ ہوں گا اور اس علیحدگی کی تعبیر کو تو بھائیوں کے سامنے بیان کرے گا اور ان کو اس بات کا شعور نہیں ہے۔ دیکھ لو یہ باتیں باپ نہیں کرسکتا نہ وعدہ دے سکتا ہے کہ یوں ہوگا۔ یا جاہ وجلال کے وقت تک یہ تندرستی بھی ہوگی ایک باپ بچے سے پیار تو کرسکتا ہے مگر وہ اس کے آئندہ کی حالت کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے ان باتوں کو جمع کر کے دیکھو اگر کوئی انسان تسلی دیتا تو بچہ کو پیار کرتا گلے میں ہاتھ ڈالتا اور اسے کہتا کہ ہم چی جی دیویں گے۔ مگر خدا کی ذات کیا رحیم ہے وہ فرماتا ہے لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا ہم وہ عروج دیویں گے کہ تو ان احمقوں کو بتلا دے گا۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۴ ؍جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲)

۱۸۔ قَالُوْا یٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا یُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور کہنے لگے اے ہمارے باپ! ہم کبڈی کھیلنے گئے تھے اور یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا تو اسے بھیڑیا کھا گیا اور آپ تو ہماری بات کا یقین نہیں کریں گے اگر چہ ہم سچے بھی ہوں۔

تفسیر۔ نَسْتَبِقُ۔ ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹)

۲۰۔ وَ جَآءَتْ سَیَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ یٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَ اَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اُدھر آ پہنچا ایک قافلہ پھر انہوں نے بھیجا اپنے سقّہ کو اس نے لٹکایا اپنے ڈول (اور جو یوسف کو دیکھا تو) بولا مبارک ہو۔ یہ لڑکا ہے اور اس کو چھپا رکھا یا ظاہر کیا مال بنا کر۔ اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ کر رہے تھے۔

تفسیر۔ وَارِدَهُمْ ۔ اپنا سقّہ۔ پانی بھرنے والا۔

غُلٰمٌ ۔عیسائی اعتراض کرتے ہیں کہ ہاجرہ لونڈی تھی اور اسمٰعیلؑ لونڈی سے پیدا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی اسرائیل کو فرعون کا غلام بنایا۔ یوسف علیہ السلام غلام بنے۔ شرم! شرم!! شرم!!! اور حضرت یوسفؑ اس جگہ بنی اسماعیل کے غلام بنائے گئے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۲۹، ۱۳۰)

۲۱۔ وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَ كَانُوْا فِیْهِ مِنَ الزّٰهِدِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور اس کو بیچ آئے کم داموں، چند درہم کے عوض اور وہ یوسف کے بارے میں تھے بے رغبت (اونے پونے بیچنے والے) سوداگر۔

تفسیر۔ بَخْسٍ ۔ خدا تعالیٰ نے اس رقم کی تحقیر کی ہے۔ خواہ کتنی ہی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے واسطے بھی کفارِ عرب نے سو اونٹ انعام مقرر کیا تھا کہ جوان کو قتل کرے۔ اسے سو اونٹ ملے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۲۲۔ وَ قَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ۫ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جس شخص نے یوسف کو خریدا تھا مصر والوں میں سے اس نے اپنی عورت سے کہا اس کو تعظیم سے رکھنا کہ قریب ہم اس سے نفع اٹھائیں گے یا اس کو متبنّٰی کر لیں گے اور ہم نے اسی طرح جگہ وقدرت دی یوسف کو ملک مصر میں اور یہ کہ ہم نے اس کو سکھا دی باتوں کی کل بٹھانی اور اللہ غالب ہے اپنے ارادے پر بھی لیکن بہت سے آدمی جانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ۔ ہمیں نفع دے۔ وہ مشرک کافر تھے۔ ۱۔ انہوں نے سوچا کہ اس کو متبنّٰی بنائیں گے۔ ۲۔ یا یہ خیال کیا کہ اس سے نیوگ کرائیں گے۔ کیونکہ آریوں کی طرح وہ بھی تھے۔ ایک نبی کے متعلق ایسا خیال کیا۔ مگر وہ کیا جانتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۲۳۔ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب یوسف اپنی جوانی کو پہنچا تو ہم نے اس کو جو کچھ سکھایا وہ مضبوط علمی باتیں تھیں اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ہمارے دیکھنے والوں نیکو کاروں کو۔

تفسیر۔ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ۔ یعنی عادت اللہ اور سنّت اللہ اسی طرح پر واقعہ ہوئی ہے کہ کوئی محسن ہو، کبھی ہو۔ اس کو اس طرح پر جزا ملتی ہے جیسے یوسف علیہ السلام کو ملی۔ غرض انسان محسن بنے۔ پھر خدا اس کے ساتھ ہے اور اسے مراتب اعلیٰ ملتے ہیں۔

(الحکم جلد ۸ نمبر ۶ مورخہ ۱۷؍فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۷)

۲۴۔ وَ رَاوَدَتۡهُ الَّتِیۡ هُوَ فِیۡ بَیۡتِهَا عَنۡ نَّفۡسِهٖ وَ غَلَّقَتِ الۡاَبۡوَابَ وَ قَالَتۡ هَیۡتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیۡۤ اَحۡسَنَ مَثۡوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفۡلِحُ الظّٰلِمُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اور یوسف کو پھسلایا اس عورت نے جس کے گھر میں وہ رہتا تھا صحبت سے رکنے سے اور بند کئے دروازے اور کہنے لگی یہ سارا بناؤ سنگار تیرے ہی لئے ہے (یا لو آؤ کہتی ہوں میں تجھے) یوسف نے جواب دیا معاذ اللہ (یہ کیونکر ہوسکتا ہے) بے شک وہ میرا ربّ ہے اس نے اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو بے شک بات یہ ہے کہ نہال و بامراد نہیں ہوتے بے جا کام کرنے والے ظالم۔

تفسیر۔ هَیۡتَ لَكَ۔ بناؤ سنگار اور تمام سامان کر کے کہا کہ ایسے آؤ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۲۵۔ وَ لَقَدۡ هَمَّتۡ بِهٖ ۚ وَ هَمَّ بِهَا لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصۡرِفَ عَنۡهُ السُّوۡٓءَ وَ الۡفَحۡشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُخۡلَصِیۡنَ۔

ترجمہ۔ اس عورت نے بھی زور لگایا یوسف سے ملنے میں اور یوسف نے بھی عورت سے بچنے میں کیونکہ وہ دیکھ چکا تھا دلیل اپنے ربّ کی اور بات یہ ہی تھی کہ ہم نے اس سے پھیر دی برائی اور بے حیائی بے شک وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھا۔

تفسیر۔ هَمَّ ۔ یوسفؑ نے اس عورت کو روکنے میں زور لگایا۔

لَوۡ لَاۤ اَنۡ رَّاٰ بُرۡهَانَ رَبِّهٖ۔ اگر اللہ تعالیٰ کی تعلیم اور احکام در بارۂ عفّت اس کو نہ ملے ہوتے۔ تو وہ اس عورت سے بچنے کی کوشش نہ کرتا اور اس کو نصیحت کرنے میں زور نہ لگاتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے محض خدا تعالیٰ کے خوف سے ایک عورت کے ساتھ بدکاری کرنے سے پرہیز کیا۔ ورنہ ایک عام آدمی بھی جس کی نگاہ بہت ہی چھوٹی اور پست ہو کہہ سکتا ہے کہ اس تعلق سے وہ اس عزت سے جو اس وقت ان کی تھی زیادہ معزز اور آسودہ حال ہوتے۔ اگرچہ یہ خیال ایک دنی الطبع آدمی کا ہوسکتا ہے مومن کبھی وہم بھی نہیں کرسکتا کہ کسی بدی اور بدکاری میں

کوئی آرام، آسودگی کی عزت مل سکتی ہے۔ سچی عزت اور راحت مل سکتی ہے کیونکہ ارشادِ الٰہی اس طرح پر ہے کہ ساری عزتیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اور پھر معزز ہونا رسول اور مومنین کے لئے لازمی ہے۔

بہرحال جو کچھ بھی ہو۔ کمینہ فطرت، کم حوصلہ انسان عاقبت اندیشی سے حصہ نہ رکھنے والا کہہ سکتا ہے کہ ان کو آرام ملتا ہے۔ مگر حضرت یوسفؑ نے اس عزت، اس آرام اور دولت کو لات ماری اور خدا تعالیٰ کے احکام کی عزت کی۔ قید قبول کی مگر حکمِ الٰہی کو نہ توڑا۔ نتیجہ کیا ہوا۔ وہی یوسف اسی مِصر میں اسی شخص کے سامنے اس عورت کے اقرار کے موافق معزز اور راست باز ثابت ہوا۔ وہ امین ٹھہرایا گیا۔ اور جس مرتبہ پر پہنچا تم میں سے کوئی اس سے ناواقف نہیں......

(الحکم جلد ۸ نمبر ۶ مورخہ ۱۷ فروری ۱۹۰۴ء صفحہ ۷)

۳۱۔ وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ۔ اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی عورت اپنے جوان کو اس کی خود حفاظتی سے ہٹانا چاہتی ہے دل چیر کر یوسف کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوگئی ہے۔ ہم تو اس کو دیکھتے ہیں کہ وہ سخت عشق میں مبتلا ہے۔

تفسیر۔ شَغَفَهَا حُبًّا۔ شغف۔ وہ چمڑا جو جلد کے اوپر ہوتا ہے۔ داخل ہونا۔ جنون کی حالت تک پہنچ جانا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۳۲۔ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّ اٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔

ترجمہ۔ پھر جب عورت نے سنا ان کا طعنہ قاصد بھیجا ان کی طرف اور تیار کی ان کے لئے ایک مجلس یا تکیہ گاہ اور ان میں سے ہر ایک کو ایک چھری دی (خربوزہ پائے شکر کھانے کو) اور یوسف کو کہا کہ ان

کے سامنے سے نکل تو انہوں نے جب یوسف کو دیکھا تو اُسے بزرگ پایا اور کاٹ لئے اپنے ہاتھ اور کہنے لگیں حَاشَ لِلّٰہِ یہ تو بشر نہیں ہے ہو نہ ہو یہ تو کوئی بڑا ہی بزرگ فرشتہ ہے۔

تفسیر۔ بِمَكْرِهِنَّ۔ مکر کے معنے تدبیر کے ہیں۔لیکن صحابہؓ ،تابعین نے اس کے معنے قَوْلَهُنَّ کے کئے ہیں۔یعنی جب ان کا قول سُنا۔

مُتَّكَاً۔ تکیہ۔گدیلے۔نمارق بعض شہروں میں دو دو سو تکیے دیتے ہیں۔

سِكِّيْنًا۔چھری۔میوے کاٹنے کے لئے۔

اَكْبَرْنَهٗ۔ اس کو عظیم الشان پایا۔

قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ۔ یہ محاورہ ہے۔مطلب یہ ہے کہ اظہارِ تعجب کیا اور تعجب سے ہاتھ منہ میں کاٹا۔بعض نے یہ معنے کئے ہیں کہ بوجہ حیرت ورعبِ حُسن ولٹّو ہونے کی بجائے پھلوں کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔

حَاشَ لِلّٰهِ ۔ اللہ پاک ہے۔جس نے ایسا انسان پیدا کیا۔عورت بدکار آدمی کو جلد پہچان لیتی ہے۔دیکھتے ہی کہا۔یہ تو کوئی فرشتہ ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

سِكِّيْنًا۔ مصری چھری کانٹے سے کھاتے۔

مَلَكٌ كَرِيْمٌ ۔ یہ تو کوئی دیوتا ہے۔مشرک لوگوں کا دستور ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۳۴۔ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَ اِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَ اَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ۔

ترجمہ۔ یوسف نے کہا اے میرے ربّ! مجھے تو قید خانہ ہی بہت پسند ہے اس سے جس کی طرف یہ مجھے بلا رہی ہیں اور اگر تو دفع نہ کرے گا مجھ سے ان کی تدبیر تو کہیں میں ان کے طرف مائل نہ ہو جاؤں اور جاہلوں میں سے نہ بن جاؤں۔

تفسیر۔ السِّجْنُ۔ سجن کے معنے حبس مراد لے لیتے ہیں۔قید خانہ یا محبس۔

اَحَبُّ اِلَیَّ۔ حضرت یوسفؑ نے تو کہا مجھے قید پسند ہے۔مگر ہمارے نبی کریمؐ نے کبھی ایسا لفظ نہیں بولا۔آپؐ ہمیشہ عفو ہی مانگتے رہے اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ۔انسان کو نہیں چاہیے کہ اپنے لئے مصیبت مانگے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ر دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۳۷۔ وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَ قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ۔اور یوسف کے ساتھ قید خانہ میں دو جوان اور داخل ہوئے اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں اپنے آپ کو شراب نچوڑتا ہوا اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں اپنے آپ کو کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھارہا ہوں کھاتے ہیں اس میں سے جانور۔اے یوسف! اس کی تعبیر ہم کو بتاؤ ہم تمہیں دیکھتے ہیں اللہ کو دیکھنے والوں میں سے۔

تفسیر۔ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ ۔

ہر بلا کیں قوم راحق دادہ است زیرِ آن گنجِ کرم بنہادہ است [1]

حضرت موسیٰؑ کو ایک طرف تو بادشاہ کے گھر میں پرورش کرایا۔تاکہ دربارِ بادشاہی کو دیکھ بھال لے اور دوسری طرف ایک غریب گھر میں بھی رکھا تا زندگی کے اس حصہ کے عجائبات کو بھی دیکھ کر امیر وغریب کی اصلاح کر سکے۔اسی طرح حضرت یوسفؑ کو ایک طرف باپ سے الگ کیا پھر قید خانہ میں ڈلوایا۔اور دوسری طرف مصر کے بادشاہ کا مقرّب بنایا۔حضرت مجددؒ [2] گوالیار کے قلعہ میں قید ہوئے تو قید خانہ سے ایک شخص کو خط لکھتے ہیں۔ہم کو قرآن شریف یاد کرنے کیلئے موقع نہیں ملتا تھا۔اب قرآن شریف کی یاد کے لئے خوب موقع ملے گا۔ میں تو ان کا بہت معتقد ہوں۔ جوان کے

---

[1] اس قوم کو جو بھی آزمائش خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے اس کے نتیجہ میں ان کے لئے فضل وکرم کا ایک بیش بہا خزانہ نازل ہوا ہے۔(ناشر) [2] حضرت سیّد احمد سرہندی مجدّد الف ثانی۔(ناشر)

معتقد نہیں۔ وہ بھی دیکھیں کہ کس دل سے یہ خط لکھا گیا ہے۔ کبھی کبھی مجھے خیال آتا ہے کہ ہمارے نبی کریمؐ بھی ہجرت کے تین دن غار میں رہے ہیں۔ آپؐ نے اس میں اپنے رفیقِ صدیق کے ساتھ کیا کیا باتیں کیں اور دعائیں کی ہوں گی۔

قَالَ اَحَدُھُمَاۤ اِنِّیۡۤ اَرٰىنِیۡۤ ۔ اللہ تعالیٰ نے رؤیا کی عظمت کے اظہار کے لئے تین رؤیا کا ذکر اس سورۃ میں کیا ہے۔ ا۔ کافر کا۔ فرعون۔ ب۔ فاسق کا۔ قیدی۔ ج۔ مومن کا رؤیا۔ یوسفؑ دیکھئے اَرٰىنِیۡۤ ۔ اَرٰىنِیۡۤ ہی آیا ہے۔ یہ بیان نہیں کیا کہ ہم نے خواب میں دیکھا یا کشف میں دیکھا یا یقظہ میں۔ پس نبی کریمؐ کی احادیث میں کیوں کر خواہ مخواہ مشکلات ڈالے جاتے ہیں۔

خَمۡرًا ۔ خمر کے معنے انگور۔ صحابہؓ نے اس لغت کو اچھی طرح سے بیان کیا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۳۸۔ قَالَ لَا یَاۡتِیۡکُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِہٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُکُمَا بِتَاۡوِیۡلِہٖ قَبۡلَ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمَا ؕ ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیۡ رَبِّیۡ ؕ اِنِّیۡ تَرَکۡتُ مِلَّۃَ قَوۡمٍ لَّا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ ھُمۡ بِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ کٰفِرُوۡنَ ۔

ترجمہ۔ یوسف نے جواب دیا تمہارے پاس آنے بھی نہیں پائے گا وہ کھانا جو تم کو ملا کرتا ہے مگر میں تم کو بتا چکوں گا اس خواب کی تعبیر تم دونوں کا کھانا آنے سے پہلے یہ دونوں تعبیریں بھی منجملہ ان باتوں کے ہیں جو مجھ کو میرے ربّ نے سکھائیں۔ میں چھوڑ بیٹھا ہوں اس قوم کا مذہب جو نہیں مانتے اللہ کو اور وہ مر کر آخرت میں جی اٹھنے کے منکر ہیں۔

تفسیر۔ لَا یَاۡتِیۡکُمَا ۔ کھانا نہیں آئے گا کہ میں تم کو اس کی تعبیر بتا دوں گا۔ گفتگو کی تمہید کیسی مناسب ہے۔ دیکھو محبس ہے ساتھ فجار لوگ موجود ہیں۔ اس راستباز کو یہ معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں کو مجھ سے حُسنِ ظن پیدا ہو گیا۔ آؤ اس حُسنِ ظن سے فائدہ اٹھاویں۔ ان کو تسلی بھی دے دی کہ ہاں تمہاری بات بتاتا ہوں۔ اور ساتھ ہی اپنی تبلیغ بھی کر دی۔ ہر ایک مومن کو بھی اس ٹوہ میں رہنا چاہیے جب کوئی حق کا شنوا دیکھے تو اسے حق سنا دے۔ مگر ایسے طور پر کہ مؤثر ہو۔ نہ یہ کہ اور بھی بھڑک اٹھے۔ جیل خانہ

فُسّاق کی جگہ ہے۔مگر حضرت یوسف تقرب الٰہی کے واسطے گئے تھے۔آپؑ نے اسے اسی کا مظہر پایا علمِ رؤیا کی کتابیں مطالعہ کرنے سے اور اس پر غور کرنے سے بہت سے قانونِ قدرت کے جھگڑے طے ہوجاتے ہیں۔قرآن کریم نے اکثر الفاظ اس کے بیان کر دیئے ہیں۔لوگ لغت کو لے لیتے ہیں لیکن علمِ رؤیا سے الفاظ کے معانی حل نہیں کرتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۳۹۔ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور میں نے پیروی کی ہے میرے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کے دین کی۔ ہمیں سزاوار نہیں کہ اللہ کا شریک بنائیں کسی کو بھی۔ یہ اللہ کی مہربانی ہے ہم پر اور سب پر لیکن اکثر لوگ ناشکرے ہی ہیں۔

تفسیر۔ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ۔ ایک طرف میں نے کچھ چیز ترک کی ہے۔دوسری طرف کچھ اخذ کی ہے۔

مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ۔ شرک سے بچنے کے معنے ہیں کہ نہ کوئی خدا کے برابر محبوب ہو نہ کوئی اس کے برابر معظّم ہو۔نہ کوئی اس کے برابر مُطاع ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۴۰،۴۱۔ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اے قید خانہ کے دوستو! کیا کئی معبود الگ الگ اچھے یا اکیلا زبردست اللہ اچھا۔تم جس کو

پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا وہ تو صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے آپ ہی فرضی بنا رکھے ہیں اور تمہارے باپ دادا نے جس کی کوئی سند اللہ نے نہیں اتاری۔ حکم تو اللہ ہی کا حکم ہے ہاں اللہ نے بھی فرمایا ہے کہ اور کسی کی عبادت نہ کرنا مگر اللہ ہی کی۔ یہ ہی مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔

تفسیر۔ ربّ کے معنے بڑا پالنہار۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا گیا ہے اور دنیاداروں، بڑے آدمیوں پر بھی۔ فرعون نے کہا۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى[1] (النّزِعٰت:۲۵) یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو جو رہا ہونے والا تھا فرمایا کہ اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ[2] (یوسف:۴۳) یعنی اپنے مالک و امیر کے پاس میرا ذکر کیجئو۔ اور اسی ربّ کی جمع ہے اَرْبَابٌ جس کے متعلق فرمایا ہے ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔ (یوسف:۴۰)

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۷۷)

اَلْقَاهِرُ جو اللہ تعالیٰ کا نام ہے اس کے معنے ہیں وہ ذات پاک جو سب پر غالب ہے۔

اَلْقَهَّارُ اَلْقَاهِرُ کا مبالغہ ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۲)

۴۲۔ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَ اَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ۔

ترجمہ۔ اے قید خانہ کے دوستو! تم میں سے ایک تو پلائے گا اپنے آقا کو شراب اور وہ دوسرا سولی دیا جائے گا پھر جانور اس کے سر میں سے کھائیں گے فیصلہ ہو چکا مطلب کا جس کی تم تحقیق کرتے تھے یا فتویٰ چاہتے تھے۔

تفسیر۔ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ۔ ایک خواب ہے جس کے وجود ہی میں شک ہے۔ پھر اس کی تعبیر میں دقّت ہے۔ پھر یہ مشکل کہ وہ تعبیر پوری بھی ہوگی یا نہیں۔ مگر آپ پیشگوئی کرتے ہیں کہ یہ بات تو ہو چکی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ۔ خواب کبھی بالکل نظارہ کے مطابق ہوتا ہے۔ جیسے عصرِ خمر کا خواب کبھی آدھا اس طرح اور آدھا اور رنگ میں جیسے روٹی بجائے صلیب اور تَاْكُلُ الطَّيْرُ اسی رنگ میں کبھی بالکل اور

---

[1] میں تمہارا بہت بڑا ربّ ہوں۔ (ناشر) [2] میرا تذکرہ کرنا اپنے بادشاہ کے پاس۔ (ناشر)

رنگ میں (جیسے یوسفؑ کا خواب کہ دیکھئے ستارے نکلے بھائی)۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۴۳۔ وَ قَالَ لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ٘ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور اس کو کہہ دیا یوسف نے جس کے لئے یقیناً سمجھتا تھا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پائے گا کہ میرا تذکرہ کرنا اپنے بادشاہ کے پاس تو اس کو شیطان نے بھلا دیا بادشاہ سے ذکر کرنا یوسف کے متعلق تو یوسف پڑے رہے قید خانہ میں کئی برس۔

تفسیر۔ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا۔ ظَنَّ جب اس کے پیچھے آ جاوے تو یقین کے معنے دیتا ہے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ انسان جس نے امر بالعروف اور نہی عن المنکر کرنی ہو اس کو چاہیے کہ ہر عیب سے اپنے آپ کو بچاوے اور پاک وصاف ثابت کرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ۔ اس قیدی کو بھلا دیا شیطان نے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۴۴۔ وَ قَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ یٰبِسٰتٍ١ؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور کہا بادشاہ نے میں دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی ان کو کھا رہی ہیں سات گائیں دُبلی اور سات بُھٹے ہیں ہرے اور سات ہیں سوکھے اے میرے سردارو! فتویٰ دو مجھے اور میرے خواب کی تعبیر بیان کرو جب تم خواب کی تعبیریں بیان کیا کرتے ہو۔

تفسیر۔ وَ قَالَ الْمَلِكُ۔ دیکھئے بادشاہ نے بھی اِنِّیْۤ اَرٰى کہا ہے۔ فِی الْمَنَامِ کا ذکر نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

سَبۡعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ ۔ ارزانی کے دنوں میں کیا سات ہی گائیں موٹی ہوتی ہیں؟ نمونہ تھا اسی طرح دجّال ۔ نبی کریمؐ کو اس قوم دجّال کا ایک نمونہ دکھایا گیا۔ دومؔ۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ کافر کی رؤیا بھی سچّی نکل آتی ہے۔ فاسق کی بھی ۔ بچے کی بھی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۴۵۔ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ انہوں نے جواب دیا یہ تو کچھ واہیات خیالات اور پریشان خواب ہیں اور ہم تو ایسے خوابوں کی تعبیر دینا نہیں جانتے۔

تفسیر۔ اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۔ پراگندہ خیالات ۔ یہاں یہ نہیں کہا کہ ہم اس خواب کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتے ۔ بلکہ الٹا اسی کو بے وقوف بنایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا والے اپنی کبریائی کے باعث اپنی لاعلمی کو تسلیم نہیں کرتے۔ بعض آدمی سوال کے سننے سے پیشتر ہی جواب کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ دنیا پرست انسان اپنی واقفیت وسیع ثابت کرنے کے لئے کسی کا لحاظ بھی نہیں کرتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۴۶۔ وَ قَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَ ادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ۔

ترجمہ۔ اور بول اٹھا جس نے نجات پائی تھی ان دونوں قیدیوں میں سے اور یاد کیا مدّت کے بعد۔ میں تم کو اس کی تعبیر بتاؤں گا تو تم مجھے بھیج دو۔

تفسیر۔ نَجَا مِنْهُمَا ۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کو محبس میں دیکھ کر کس طرح کہا کہ ہم تجھ کو محسن سمجھتے ہیں پھر حضرت یوسفؑ نے کس طرح ان کے خواب کی تعبیر بیان کی اور کتنا بڑا وعظ توحید کا بیان کیا لیکن وہاں بادشاہ کے پاس آ کر شراب پلانے میں ایسا محو ہوا کہ بھول گیا۔ اسی لئے مجھ کو کسی بڑے دنیا دار سے محبت نہیں۔ اب اس کو جب اپنی ضرورت پڑی تو بات یاد آ گئی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۴۷۔ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّ سَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور راست باز یوسف! ہمیں فتویٰ دے سات گائیں موٹی ہیں ان کو کھا رہی ہی سات گائیں دُبلی اور سات بھٹے ہرے اور دوسرے خشک ہیں تا کہ میں لوٹ جاؤں لوگوں کی طرف اور وہ معلوم کریں۔

تفسیر۔ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ ۔ پھر آ کر نہ کوئی عذر کیا نہ شرمندگی ظاہر کی۔ آتے ہی اپنی عرض اور مدعا بیان کرنا شروع کر دیا۔

لَّعَلِّيْۤ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ۔ بادشاہ کا نام نہیں لیا۔ دیکھو اب جب حضرت یوسفؑ نے دیکھا کہ یہ دنیا پرست ہے، دنیا پرست کے پاس سے آیا ہے۔ تو اب وعظ نہیں کیا۔ بلکہ فوراً جواب دے دیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۴۹۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر اس کے بعد سات برس آئیں گے سختی کے وہ کھا جائیں گے جو کچھ تم نے پہلے سے جمع کر رکھا تھا اُن برسوں کے لئے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے۔

تفسیر۔ تُحْصِنُوْنَ۔ تَدَّخِرُوْنَ۔ تَجْمَعُوْنَ۔ جو کچھ تم نے جمع کیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۵۰۔ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيْهِ يَعْصِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر آئے گا اس کے بعد ایک ایسا برس جس میں لوگ پانی پائیں گے اور اس میں رس نچوڑیں گے اور شرابیں بنائیں گے۔

تفسیر۔ عَامٌ ۔ وہ برس جس میں بہت بارشیں ہوں۔ عَوْم عربی زبان میں تیرنے کو کہتے ہیں چونکہ

جن سالوں میں بارشیں خوب ہوتی ہیں۔ بچے خوب تیرتے ہیں۔اس لئے اس کا نام عامؔ رکھا گیا۔اس رکوع میں دنیا پرستوں اور غافلوں کی دوستی کو سمجھایا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۵۱۔ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ (یہ تعبیر ساقی نے بادشاہ کو سنائی) اور بادشاہ نے کہا اس کو لاؤ میرے پاس (یعنی یوسف) کو جب یوسف کے پاس قاصد آیا تو یوسف نے کہا پلٹ جا تیرے بادشاہ کے پاس اور اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے کچھ شک نہیں کہ میرا ربّ ہی ان کی تدبیر سے بخوبی واقف ہے۔

تفسیر۔ ائْتُوْنِيْ بِهٖ۔ اس دفعہ حضرت یوسفؑ نے خدا پر توکّل رکھا۔اپنے متعلق کچھ نہیں کہا۔جلد خلاصی ہوئی۔

اِلٰى رَبِّكَ۔اپنے مالک کے پاس۔

كَيْدِ۔ تدابیرِ جنگ۔

حضرت یوسفؑ نے ایسا کیوں کیا۔مصلح بننے والے تھے۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنا پیشہ بنانا تھا۔ اس واسطے الزام کو دور کرنا ضرور سمجھا۔ بدنام کی نصیحت کا اثر نہیں ہوتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اعتکاف میں تھے۔ایک بیوی مسجد میں آ گئیں۔دوسروں کو نقاب اتار کر دکھایا تا کسی کو وسوسہ نہ ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۵۲۔ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ٞ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۔

ترجمہ۔بادشاہ نے عورتوں سے پوچھا تمہاری حقیقت حال کیا ہے جب تم نے پھسلایا تھا یوسف کو اس

کے جی سے۔ انہوں نے جواب دیا حَاشَ لِلّٰہِ ہم نے تو اس میں کچھ برائی پائی نہیں اور عزیز کی عورت بول اٹھی اب تو حق بات ظاہر ہو ہی چکی ہاں میں نے ہی اس کو پھسلایا تھا صحبت سے رکنے سے اور کچھ شک نہیں کہ وہ بڑے سچوں میں سے ہے۔

تفسیر۔ اَلْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ۔ تَبَیَّنَ۔ بَرَزَ۔ ظاہر ہو گیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۵۳۔ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ (یوسف فرماتے ہیں کہ) یہ تحقیق میں نے اسی واسطے کرائی تا کہ جان لے وہ شخص (جس نے مجھے اپنے گھر میں رکھا تھا) کہ میں نے ہرگز خیانت نہیں کی اُس سے چھپ کر اور بے شک اللہ کامیاب نہیں کرتا خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو۔

تفسیر۔ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ۔ اس لفظ کا کہنے والا کون ہے۔ بعض نے کہا کہ یوسف۔ بعض نے کہا کہ اِمْرَأَةُ الْعَزِيْزِ میرا خیال یہی ہے کہ وہ عورت تھی۔ اس نے کہا کہ میں نے سچی گواہی دی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۳۰)

۵۴۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ۔ میں پاک نہیں کہتا اپنے کو کیونکہ نفس تو حکم کرتا ہی رہتا ہے بدی کا مگر جس پر رحم فرمائے میرا رب۔ کچھ شک نہیں کہ میرا رب بڑا عیبوں کا ڈھانپنے والا محنت کا بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ۔ یہ قول بھی اس عورت کا ہی ہے حضرت مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ نبی کا قول ہوسکتا ہے نہ کہ مشرکہ عورت کا۔ اس صورت میں لَمْ اَخُنْهُ بھی یوسفؑ کا قول ہے۔ اپنے مالک کی عدم موجودگی میں اس کی عورت کی طرف بری خواہش نہیں کی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۵۵۔ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖۤ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ۔

ترجمہ۔ اور بادشاہ نے کہا یوسف کو میرے پاس لاؤ کہ میں اس کو اپنے ہی لئے خاص کرلوں (یوسف آئے) جب بادشاہ نے اُن سے بات چیت کی یوسف کو کہا کچھ شک نہیں کہ آج تم ہمارے پاس معتبر جگہ پا کرامانت دار بنے۔

تفسیر۔ اَسْتَخْلِصْهُ۔ اپنے خاص لوگوں میں اسے رکھوں گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ ؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۵۶۔ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ یوسف نے کہا کہ آپ مجھے ملک کے خزانہ کا محافظ بنادیں کیوں کہ میں بڑی حفاظت کرنے والا بڑا جاننے والا ہوں۔

تفسیر۔ قَالَ اجْعَلْنِيْ۔ یوسفؑ نے بادشاہ کے پاس رہنا بھی پسند نہ کیا۔ وہ عہدہ دیتا تھا۔ اس کا انکار بھی نامناسب تھا۔ الگ رہنا بھی ٹھیک نہ تھا۔ اس لئے خزائن الارض پر قبضہ کیا۔ افسر مال بن گئے۔ سب محتاج ہوگئے۔ کوئی مخالف شر نہ کرسکا۔

خَزَآئِنِ الْاَرْضِ۔ محاصلِ زمین۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ ؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۵۷۔ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے اسی طرح یوسف کو جگہ دی ملک مصر میں کہ اس میں رہے جہاں چاہے۔ ہم پہنچاتے ہیں اپنی مہربانی سے جسے چاہیں (ترقی اور کمال پر) اور ہم ضائع نہیں کرتے بدلہ محسنوں کا۔

تفسیر۔ مُحْسِنِيْنَ۔ خدا نے بھی یوسف کو محسن کہا۔ قید کے ساتھیوں نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ ؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۶۳۔ وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤی اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور یوسف نے کہہ دیا اپنے جوانوں کو کہ رکھ دواُن کی پونجی ان کے بوروں میں تا کہ وہ دیکھ کر پسند کریں اس کو جب واپس جائیں اپنے گھروں کی طرف اس لئے کہ وہ پھر آئیں۔

تفسیر۔ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ۔ تا کہ وہ اسے پسند کریں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۶۷، ۶۸۔ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰی تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰی مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ۔ وَ قَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَ مَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔

ترجمہ۔ یعقوب نے کہا کہ میں تو اس کو کبھی نہ بھیجوں گا تمہارے ساتھ یہاں تک کہ تم مجھ کو پکا قول دو اللہ کا کہ تم ضرور لے آؤ گے اس کو میرے پاس مگر یہ کہ تم خود ہی گھر جاؤ (تو مجبوری ہے) تو جب انہوں نے اپنا پکا قول دیا اس کو باپ نے کہا یہ جو بات چیت ہم کر رہے ہیں اس کا اللہ ذمہ دار ہے۔ اور کہا اے میرے بیٹو! داخل نہ ہونا ایک ہی دروازے سے اور علیحدہ علیحدہ دروازوں سے داخل ہونا اور میں تم کو اللہ سے بچا نہیں سکتا کچھ بھی، اللہ ہی کا حکم ہے جو کچھ ہے۔ میں نے تو اللہ ہی پر بھروسہ کر لیا ہے اور سب بھروسہ کرنے والوں کو چاہیے کہ اس پر بھروسہ کریں۔ (البدر۔ کلام امیر۔ جلد ۱۳ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۹؍مئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۳)

تفسیر۔ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ۔ میرے خیال میں حضرت یعقوبؑ نے علیحدہ پیغام پہنچانے کے لئے ان کو الگ الگ دروازے سے داخل ہونے کا حکم دیا اور یہ حکمِ الٰہی حکم تھا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۶۹۔ وَ لَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَیْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ یُغْنِیْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِیْ نَفْسِ یَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے کہہ دیا تھا ان سے اگرچہ کوئی ان کو اللہ سے بچا نہیں سکتا تھا مگر یعقوب کے جی کی وہ ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کی اور وہ تو خبردار تھا ہمارے سکھانے سے۔ لیکن بہت سے لوگ جانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ اِلَّا حَاجَةً ۔ مطلب یہ تھا کہ یوسف کو اپنے بھائی سے الگ ملنے کا موقع مل جاوے یہی حکمت تھی ابوابِ متفرقہ سے بھجوانے کی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۷۰۔ وَ لَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّیْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىٕسْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب پہنچے یوسف کے پاس تو اس نے اپنے پاس جگہ دی اپنے بھائی کو کہا میں ہی تو تیرا بھائی ہوں تو رنج نہ کر اس سے جو وہ لوگ کرتے رہے ہیں۔

تفسیر۔ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَخَاهُ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسب قرارداد یعقوب وہ بھائی پہلے پہنچ چکا تھا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۷۱۔ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَایَةَ فِیْ رَحْلِ اَخِیْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَیَّتُهَا الْعِیْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب تیار کر دیا ان کو ان کا سامان تو رکھ دیا پانی پینے کا کٹورہ اپنے بھائی کے بورے میں پھر ایک پکارنے والے نے پکارا قافلہ والو! تم ضرور چور ہو (یا کوئی چور ہے تم میں)

تفسیر۔ جَعَلَ السِّقَایَةَ ۔ امراء کے پاس ہر کام کے لئے نوکر ہوتے ہیں۔ پانی پی کر جو برتن رکھ دیا تو نوکر اٹھانا بھول گیا۔ اسباب غلطی سے بندھ گیا۔

اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ : خیال کیا شاہی مہمان ہیں۔ ان کی بے عزتی نہ ہو۔ آپس میں فیصلہ کرنا چاہا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ر جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۷۷۔ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ پھر تلاشی لینی شروع کی ان کی خرجیوں میں یوسف کے بھائی کی خرجی سے پہلے، پھر اُسے نکالا یوسف کے بھائی کی خرجی سے یہ ہماری ہی تدبیر تھی یوسف کے لئے وہ اپنے بھائی کو کبھی نہ لے سکتا تھا بادشاہِ مصر کے قانون کے موافق مگر اللہ ہی چاہتا تو، ہم جس کے چاہیں درجہ بلند کرتے ہیں اور ہر دانا سے بڑھ کر اللہ دانا موجود ہے۔

تفسیر۔ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ۔ یوسفؑ کے بھائی کے شلیتے[1] سے پہلے دوسروں کی تلاشی شروع کی یہ اس لئے کہ اس ملازم نے دیکھا کہ بنیامین زیادہ قرب والا ہے۔ اس لئے اس کا سامان اوّل نہ کھولا۔

كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۔ یوسفؑ کے فائدے کی تدبیر ہم نے کی تھی۔ تا کہ اپنے بھائی کے ذریعے اپنے باپ کا علم حاصل کر لے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ر جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۔ یعنی یوسفؑ کو اس معاملہ کی کوئی خبر نہ تھی۔ نہ اس نے کوئی تدبیر کی۔ سقایہ بھول کر رکھا اور محافظ نے از خود تلاشی لی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۷۸۔ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ۔

ترجمہ۔ بھائی کہنے لگے اگر اس نے چرایا (تو کیا تعجب ہے) بے شک اس کا بھائی بھی چوری کر چکا ہے اس سے پہلے تو یوسف نے چھپا لیا اس بات کو اپنے دل میں اور ان پر ظاہر نہ کیا اس کو (دل میں یا آہستہ) کہا تم خانہ خراب لوگ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو۔

---

[1] ٹاٹ کا بڑا تھیلا۔ (ناشر)

تفسیر۔ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّہٗ۔ یہ ان کا جھوٹ ہے جیسے پہلے بھی جھوٹ بول چکے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۸۱۔ فَلَمَّا اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب وہ ناامید ہو گئے اس سے الگ ہو بیٹھے کانوں میں باتیں کرتے۔ ان میں کا بڑا بولا کیا تم کو یاد نہیں کہ بے شک تمہارے باپ نے تم سے لیا تھا پکا اقرار اللہ کا اور اس سے پہلے تم قصوروار ہو چکے ہو یوسف کے معاملہ میں۔ تو میں تو اس ملک کو چھوڑوں گا نہیں جب تک مجھ کو اجازت نہ دے میرا باپ یا اللہ کوئی حکم فرماوے میرے لئے اور وہی عمدہ حکم کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ۔ اس موقع پر مجھے یہ نکتہ سوجھا ہے کہ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اوّل خدا کا نام لیتے پھر باپ کا۔ پس معلوم ہوا کہ عام آدمی کے الہامات نبی کے ماتحت ہوتے ہیں۔ اسی واسطے اوّل باپ کا نام لیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۸۴۔ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔

ترجمہ۔ (بیٹوں نے جب ایسا جا کر بیان کیا) تو باپ نے کہا ہاں بنا لی ہے تمہارے نفسوں نے ایک بات تو خیر صبر ہی بہتر ہے۔ امید ہے کہ اللہ لے آوے گا میرے پاس ان سب کو۔ بے شک اللہ ہی بڑا جاننے والا ہے سچی حقیقتوں کا اور بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ۔ صبر اچھی چیز ہے۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ یوسف اور اس کا بھائی اور سب آ جاویں گے۔ دیکھو کتنا یقین ہے خدا کی ذات پر۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۸۵۔ وَ تَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اوران سے منہ پھیر لیا اور کہا اے افسوس یوسف پر اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں اور آنسو بہہ نکلے رنج کے مارے اور وہ دل گھٹا ہوا تھا۔

تفسیر۔ وَابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ۔ آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں۔

كَظِیْمٌ۔ غم سے بھر گیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۸۶۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ۔

ترجمہ۔ بیٹوں نے کہا قسم اللہ کی! آپ تو ہمیشہ یوسف کی یاد ہی میں لگے رہیں گے یہاں تک کہ غم کھا کھا کے بیمار یا ہلاک ہو جائیں گے۔

تفسیر۔ حَرَضًا۔ جسم یا عقل میں کسی حزن یا مرض کے سبب فساد آ جاوے اس فساد کو حرض کہتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۸۸۔ یٰبَنِیَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ یُّوْسُفَ وَ اَخِیْهِ وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یَایْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اے میرے بیٹو! جاؤ اور ڈھونڈو یوسف کو اور اس کے بھائی کو اور ناامید نہ ہو اللہ کی بہاروں سے کیونکہ مومن ناامید نہیں ہوتا اللہ کی بہار سے ہاں کافر ہوا کرتے ہیں۔

تفسیر۔ فَتَحَسَّسُوْا۔ التماس کرو۔ عرض کرو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۸۹، ۹۰۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَیْہِ قَالُوْا یٰۤاَیُّهَا الْعَزِیْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَیْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَیْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَجْزِی الْمُتَصَدِّقِیْنَ۔ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب پہنچے یوسف کے نزدیک بولے اے عزیز! پہنچی ہم کو اور ہمارے گھر والوں کو کال کی سختی اور ہم لائے ہیں کم درجہ کی پونجی تو آپ ہم کو پوری پوری مانپ دیں اور ہم پر خیرات کریں بے شک اللہ جزا دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو۔ یوسف نے کہا تم کو کچھ معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے کیا کیا جب تم نادان جاہل تھے؟

تفسیر۔ مُّزْجٰىةٍ۔ وہ تھوڑا مال جو ہم کو چلا کر یہاں لے آیا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِیُوْسُفَ وَ اَخِیْهِ۔ کچھ خبر رکھتے ہو تم کیا کیا تم نے یوسفؑ سے اور اس کے بھائی سے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ دوم صفحہ ۳۱۱)

۹۱۔ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ یُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا یُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِیْ٘ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ یوسف کے بھائیوں نے کہا او ہو واقع میں کیا تمہیں یوسف ہو۔ یوسف نے جواب دیا ہاں ہاں! میں ہی یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر احسان کیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ جو اللہ کو سپر بنائے اور اسی کا خوف رکھے اور نیکیوں پر جما رہے اور بدیوں سے بچتا رہے اللہ ضائع نہیں کرتا محسنوں کا اجر۔

تفسیر۔ مَنْ یَّتَّقِ وَ یَصْبِرْ۔ یہ محسن کی تفصیل فرمائی ہے۔ حضرت یوسفؑ نے یہ قاعدہ کلیہ بتا دیا ہے صبر دو قسم ہے۔ ایک عَنْ مثلاً صَبَرَ عَنِ الْغَضَبِ۔ یعنی انسان غضب، طمع، حرص سے اپنے آپ کو روکے۔

دوم عَلٰی مثلاً صَبَرَ عَلَى الصَّلٰوةِ یعنی جو نیکی کرتا ہے۔ اس پر دوام کرے۔ اللہ تعالیٰ کی

رضامندی کے کاموں پر مضبوط رہے۔

تقویٰ کے معنے ہیں ایمان اللہ پر، ملائکہ پر، انبیاء پر، کتب پر اور اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ مسکین ویتیم واقارب کی خبر گیری کرے۔ رنج وراحت، عسر ویسر میں صابر رہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۹۳۔ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ یوسف نے جواب دیا آج تو تم پر کچھ الزام نہیں۔ اللہ تمہاری مغفرت کرے وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

تفسیر۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ۔ حضرت یوسفؑ کے سبب ان کے سبب ان کے باپ کے ساتھ ان کے بھائی کے ساتھ ان لوگوں نے کیسی کیسی بدی کی۔ مگر آپ نے کہہ دیا لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ یعنی میں تمہیں کبھی ملامت نہ کروں گا۔ نہ کبھی یاد دلاؤں گا۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ دیکھئے حضرت یوسفؑ نے تو يَغْفِرُ اللّٰهُ کہہ دیا۔ مگر حضرت یعقوبؑ نے سَوْفَ فرمایا۔ یہ اس لئے کہ یعقوبؑ کی معرفت بڑھی ہوئی تھی۔ ؎

آنکہ عارف تر است ترسان تر [1]

نبی اس وقت دعا مانگتا ہے جب مغفرت کے لئے مامور ہو۔ عمائد مکہ کو بھی لَا تَثْرِيْبَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر يَغْفِرُ اللّٰهُ نہ کہا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱)

۹۴۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ۔ یہ میرا کرتہ لے جاؤ اس کو میرے باپ کے سامنے رکھ دینا وہ پہچان لیں گے اور لے آؤ میرے پاس تم اپنے تمام گھر والوں کو۔

---

[1] جو جس قدر خدا تعالیٰ کا عرفان رکھتا ہے وہ اتنا ہی اس سے ڈرتا ہے۔ (ناشر)

تفسیر۔ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِىْ هٰذَا۔ حضرت یوسفؑ کے تمام کام قمیص ہی سے متعلق رہے۔ باپ کے پاس بھی بھائی قمیص ہی پُرخون کر کے لے گئے تھے کہ بھیڑیا کھا گیا۔ پھر مصر میں بھی جب ایک عورت نے اتہام لگایا تو قمیص ہی سے برّیت ہوئی۔ اب جب ان کی خوشحالی کا وقت آیا تو اب بھی قمیص ہی بھیجا۔ یہ ایک مناسبت ہوتی ہے۔ باریک بین لوگ اس قسم کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

عَلٰى وَجْهِ اَبِىْ۔ میرے باپ کے آگے رکھ دو۔

يَاْتِ بَصِيْرًا۔ وہ یقین کرلے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۱، ۱۳۲)

۹۵، ۹۶۔ وَ لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِىْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ۔

ترجمہ۔ اور جب شہر سے جُدا ہوا قافلہ (یعنی مصر سے) کہا ان کے باپ یعقوب نے (کنعان میں) میں پاتا ہوں یوسف کی حکومت کی خبر کہیں تم مجھ کو سترہ بہترہ نہ کہو (یعنی بڈھا بہکا ہوا)۔ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم تُو تو وہی اپنے پرانے عشق میں پھنسا ہوا ہے۔

تفسیر۔ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ۔ فلسفی طبع لوگ اس کے معنے کرتے ہیں کہ یعقوبؑ نے کہا۔ میں یوسف کی حکومت کے آثار پاتا ہوں۔ صوفیاء نے لکھا ہے اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے بعض حواس میں غیر معمولی ترقی بخش دیتا ہے۔ یہ لوگ زیادہ تجربہ کار اور اس کوچے کے واقف ہیں۔ انہی کی بات ماننی چاہیے۔

لَوْ لَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ۔ تفنید۔ ملامت کرنا، احمق بنانا، خطاکار بنانا، گنہگار ٹھہرانا۔ آپ نے ڈرایا کہ ایسا نہ ہو میری تکذیب کر کے گنہگار ہو جاؤ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۹۷۔ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب آ پہنچا خوش خبری دینے والا رکھ دیا یعقوب کے سامنے کرتہ تو آنکھوں میں روشنی آ گئی یعقوب نے کہا میں تم سے نہیں کہتا تھا کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے بڑی بڑی باتیں معلوم ہوتی

ہیں جو تم کو معلوم نہیں ہوئیں۔

تفسیر۔ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ۔ وقوعہ کے بعد کہا۔ جب یقین ہو گیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ر جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

عَلٰی وَجْهِهٖ۔ سامنے رکھ دیا۔

فَارْتَدَّ بَصِیْرًا۔ یقین ہو گیا اور پھر اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ کھول کر سنا یا۔ پہلے باوجود الہام کھولا نہیں۔ اللہ کی بے پرواہی سے ڈر کے۔ پیشگوئی کا پورا علم بعد از وقوع ہوتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۱۰۰۔ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰی یُوْسُفَ اٰوٰۤی اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب وہ پہنچے یوسف کے نزدیک یوسف نے جگہ دی اپنے والدین کو اپنے نزدیک اور کہا چلو مصر میں اللہ نے چاہا ہے تو تم امن میں رہو گے۔

تفسیر۔ ادْخُلُوْا مِصْرَ۔ اس سے ثابت ہے کہ استقبال کے لئے شہر سے باہر آئے تھے۔ یہ بھی ایک ادب ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ر جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۱۰۱۔ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ وَ جَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّیْطٰنُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَ اِخْوَتِیْ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ۔

ترجمہ۔ اور اپنے والدین کو شاہی مجلس میں لے گئے تخت پر بٹھایا اور اس کے سبب سے سب نے سجدۂ شکر ادا کیا اور یوسف نے کہا اے میرے باپ! یہ ہے تعبیر اس میرے پہلے خواب کی بے شک سچ کر دکھایا اس کو میرے ربّ نے اور اس نے میرے ساتھ بڑی نیکی کی جب اس نے مجھے قید سے نکالا اور تم کو لے آیا گاؤں اور جنگل سے اس کے بعد کہ فساد ڈال دیا تھا شیطان نے مجھ میں

اور میرے بھائیوں میں۔ کچھ شک نہیں کہ میرا ربّ بڑی باریک تدبیر کرنے والا ہے جو چاہے۔ بے شک وہی بڑا جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔ میرا تو یہی اعتقاد ہے کہ یہ سجدہ خدا کے شکر کا تھا۔

اِذْ اَخْرَجَنِیْ مِنَ السِّجْنِ ۔ یہاں کنویں سے نکالنے کا ذکر نہیں کیا۔ تاکہ بھائیوں کا دل نہ دُکھے۔ ان سے وعدہ لَا تَثْرِیْبَ کر چکے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

وَقَدْ اَحْسَنَ بِیْٓ ۔ پاک لوگ شکایات اور مصائب کا ذکر نہیں کرتے کہ یہ شکر کے خلاف ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۰)

۱۰۲۔ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِیْ مِنَ الْمُلْكِ وَ عَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِی الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِيْنَ۔

ترجمہ۔ اے میرے ربّ! بے شک تو نے ہی مجھے حکومت دی اور باتوں کی کُل بٹھانے کا علم بھی تو نے ہی مجھے سکھایا اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی میرا دلی دوست حمایتی ہے دنیا میں اور آخرت میں۔ مجھے اپنا فرمانبردار فدائی بنا کر مارنا اور صالحین میں مجھے ملانا۔

تفسیر۔ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا۔ چونکہ حضرت یعقوبؑ نے اپنی اولاد سے عہد لیا تھا کہ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ[1] (البقرۃ:۱۳۳) اس کے ماتحت حضرت یوسفؑ نے یہ دُعا مانگی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ توفی اور موت کے ایک ہی معنے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۱۰۳۔ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تیری طرف اس کی وحی کرتے ہیں اور تُو تو کچھ ان کے پاس

[1] دیکھو تمہاری موت اس مسلمانی طریقہ کے سوا کسی اور طریقہ پر نہ ہوا۔ (ناشر)

موجود نہ تھا جب وہ متفق ہو چکے تھے اور وہ تدبیریں کر رہے تھے۔

تفسیر۔ اَنۡۢبَآءِ۔ نَبَاءٌ کہتے ہیں عظیم الشان بات کی خبر۔

الۡغَیۡبِ۔ یعنی یہ ایک پیشگوئی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

ذٰلِكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَیۡبِ ۔ مکہ والوں کو بتایا کہ تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ اور آخر میں تم پر فاتح ہوں گا۔

وَ مَا كُنۡتَ لَدَیۡهِمۡ ۔ مکہ والوں کے پاس۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

۱۰۶، ۱۰۷۔ وَ كَاَیِّنۡ مِّنۡ اٰیَةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ یَمُرُّوۡنَ عَلَیۡهَا وَ هُمۡ عَنۡهَا مُعۡرِضُوۡنَ۔ وَ مَا یُؤۡمِنُ اَكۡثَرُهُمۡ بِاللّٰهِ اِلَّا وَ هُمۡ مُّشۡرِكُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اور کتنی بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جس کی طرف سے وہ گزرے چلے جاتے ہیں اور وہ اس سے منہ پھیرے رہتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور مشرک ہی رہتے ہیں۔

تفسیر۔ جناب یوسف علیہ السلام کے قصہ میں بہت بڑی نصیحت ہے۔ چھوٹے بچے کو بھی حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ انبیاء علیہم السلام کسی کی حقارت بھی کرتے ہیں تو نام نہیں لیتے۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کی حقارت کرنے والوں نے کتنے بڑے بڑے مصائب دیکھے۔

دوسری نصیحت یہ ہے۔ کہ جو کوئی اللہ کی طرف جھکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پسند آتا ہے۔ چاہے وہ چھوٹا بچہ ہی کیوں نہ ہو۔

اسی ضمن میں مکہ والوں کو بتایا کہ تم نبی کریمؐ کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی مبعوث ہونے کی حیثیت سے بچّہ ہی تھے۔ مگر ایک اولوالعزم خاتم کمالات رسالت تھے۔

بعض وقت سخت لفظوں کا بُرا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[۱] (یوسف:۶۴) وغیرہ الفاظ کہہ کر کیا نتیجہ اٹھایا۔

وَمَا یُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ۔ بہت لوگ بات ماننے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو انکار کرتے ہیں۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۱۰۸۔ اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا وہ اس بات سے بےفکر ہوگئے ہیں کہ ان پر اللہ کی طرف سے کوئی عذاب ڈھاپ لینے والا آ پڑے یا ان پر آ پہنچے یکا یک (فتح مکہ کی) گھڑی اور اُن کو کچھ شعور نہ ہو۔

تفسیر۔ السَّاعَةُ۔ ساعت کے معنے صرف قیامت ہی نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۱۰۹۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ۔

ترجمہ ۔تو کہہ دے میرا تو یہ ہی راستہ ہے کہ میں اللہ ہی کی طرف بلاتا ہوں۔ سمجھ بوجھ کر میں اور میرے ساتھ والے اور اللہ ہی کی پاک ذات ہے اور میں تو شرک کرنے والوں میں سے نہیں۔

تفسیر۔ یہی میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ[۲] ہی کی طرف پرلے درجہ کی سمجھ اور بوجھ پر میں اور میرے ساتھ والے بھی ایسے ہیں۔اور ہر برائی اور نقص سے پاک ہے اللہ۔ اور میں اللہ کے ساتھ کسی امر میں کبھی کسی مخلوق کو ساجھی سمجھنے والا نہیں۔(ایک عیسائی کے تین سوال اوران کے جوابات صفحہ ۷)

۱۱۰۔ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ اتَّقَوْا ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے تجھ سے پہلے نہیں بھیجے رسول مگر مرد ہی ہم ان کی طرف وحی بھیجتے تھے بستی والوں میں سے تو کیا یہ لوگ نہیں سیر کرتے ملک میں تو دیکھ لیتے کہ ان کے پہلوں کا انجام کیسا ہوا۔اور کچھ

۱؎ ہم ضرور اس کے محافظ ہیں۔ ۲؎ اللہ قرآنی محاورہ میں ایسی ذات پاک کا نام ہے جو ہر ایک کاملہ صفت سے موصوف اور ہر ایک برائی سے منزہ ہو۔(ایک عیسائی کے تین سوال اوران کے جوابات صفحہ ۷)

شک نہیں کہ آخرت کا گھر بہت ہی بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے اللہ کو سپر بنایا پھر کیا تم لوگ کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔

تفسیر۔ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ تم لوگ کیوں نہیں اپنے آپ کو روکتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۱۱۱۔ حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّیَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ وَ لَا یُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ جب ناامید ہو جائیں رسول اور کافر قوم صاف یقین کرلیں کہ انبیاء نے ان کو جھوٹ ہی سنایا ہے تو ہماری مدد آ پہنچی ان کے لئے پھر بچایا گیا یعنی ہم نے بچالیا جس کو چاہا اور ہمارا عذاب ٹلتا نہیں قطع تعلق کرنے والی قوم سے۔

تفسیر۔ حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ ۔ یہاں تک کہ جب رسول ناامید ہو جاتے ہیں (کس سے؟ خدا سے نہیں۔ کیونکہ قرآن شریف میں تو لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے یاس کرنے والا تو کافر ہوتا ہے۔ وَ لَا تَایْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ[1] (یوسف:۸۸)) اس بات سے کہ ہماری قوم ہم کو مانے اور وہ جو ان کے مخالف ہیں گمان کر لیتے ہیں کہ ہم سے جھوٹے وعدے کئے گئے تو اس وقت ہماری مدد پہنچتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۱۱۲۔ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک ان کے حالوں میں عبرت اور تنبیہ ہے عقل والوں کے لئے۔ یہ قرآن کچھ بنائی ہوئی بات تو ہے ہی نہیں۔ ہاں مصدق ہے ان کتابوں کا جو اس کے سامنے ہیں اور ہر ایک چیز کی تفصیل ہے اور ہدایت اور رحمت ہے ایماندار قوم کے لئے۔

تفسیر۔ وَ تَفْصِیْلَ كُلِّ شَیْءٍ۔ ہم نے تو سب بیان کھول دیا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

---

[1] اور ناامید نہ ہو اللہ کی بہاروں سے۔

سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

اس کتاب کو اللہ کے نام سے پڑھنا شروع کرتے ہیں جو رحمٰن الرحیم ہے۔

۲۔ الٓمّٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ط وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ میں اللہ ہوں محمدؐ کی رسالت کو بار بار ثابت کرنے والا یہ مضبوط کتاب کی آیتیں ہیں اور جو کچھ تیرے رب کی طرف سے تیری طرف اترا وہ بالکل سچ ہے لیکن بہت سے آدمی تو مانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ فطری مسائل کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ بالخصوص دو مسائل کی طرف ۱۔ محسن کی شکر گزاری ۲۔ اپنے سے بڑے علم والے، طاقت والے کی طرف جھکنا۔ ۳۔ جو دلائل سے نہ مانے اس کو سختی سے منوایا جاتا ہے۔ ۴۔ جو اس پر بھی نہ مانے، اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔

الٓمّٓرٰ۔ اَنَا اللّٰهُ اَعْلَمُ وَاَرٰى۔

الْكِتٰبِ۔ کامل۔ جامع۔ محفوظ۔

الْحَقُّ۔ حکمت سے بھری ہوئی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

یہ آیتیں قرآن کی ہیں اور جو اتارا گیا ہے تیرے پاس تیرے خدا سے وہ سچ ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ اول صفحہ ۱۶۱)

لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ نہ ماننے کی وجوہ ۱۔ غفلت ۲۔ عدم توجہ ۳۔ اپنے آپ کو نصیحت کا محتاج نہ سمجھا ۴۔ کبر و استکبار ۵۔ راست باز کو جھٹلانا ۶۔ اپنے وعدے کا خلاف کرنا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

۳۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَھَا ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّکُمْ بِلِقَآءِ رَبِّکُمْ تُوْقِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں کو بلند کیا ہے بے کھمبوں کے تم دیکھتے ہی ہو اس کو پھر سب امور کا منتظم ہوا اور سورج اور چاند کو قبضہ میں کر لیا۔ ہر ایک بہہ رہا ہے ایک میعاد مقرر تک۔ وہی انتظام کرتا ہے سب کاموں کا کھول کھول کر دکھاتا ہے پتے تا کہ تم اپنے رب کی ملاقات کا یقین کر لو۔

تفسیر۔ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ۔ پہلے ربوبیت کا ذکر کیا ہے۔

عَلَی الْعَرْشِ۔ تختِ حکومت پر۔

یُدَبِّرُ الْاَمْرَ۔ نبی کو بھیجتا اور اس کے متعلق فیصلہ کرتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍ جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۴۔ وَ ھُوَ الَّذِیْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِیْھَا رَوَاسِیَ وَ اَنْھٰرًا ؕ وَ مِنْ کُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ یُغْشِی الَّیْلَ النَّھَارَ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہی رب ہے جس نے زمین کو خوب پھیلایا اور اس میں پہاڑ قائم کئے اور نہریں جاری کیں۔ اور ہر قسم کے میوے پیدا کئے اور ہر قسم کے درخت زمین میں نر و مادہ پیدا کئے وہی ڈھانپتا ہے دن سے رات کو۔ اس بیان میں نشانئیں ہیں اس قوم کے لئے جو غور کرتی ہے۔

تفسیر۔ مَدَّ الْاَرْضَ۔ زمین کو وسیع بنایا۔

جَعَلَ فِیْھَا زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ۔ نباتات میں نر و مادہ ہے۔ اس کی عمدہ نظیر عرب میں کھجور ہے۔ نر کے پھول کو مادہ پر ڈالتے ہیں۔ نر نباتات سے نر کی کمزوری کا علاج کرتے ہیں اور مادہ نباتات سے مادہ کا علاج۔ یہ طبّ کا اصول ہے۔ لوہا بڑی اعلیٰ دھات ہے۔ نر لوہا مرد کے لئے اور مادہ لوہا مادہ کے واسطے مفید ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍ جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ۔قرآن مجید تو ایک ہی ہے۔مگر اس سے ہر شخص اپنے حالات کے مطابق فیض حاصل کرتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

۸۔ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔

ترجمہ۔ اوروہ کہتے ہیں جو منکر ہیں کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے اس کے سوا نہیں کچھ کہ اے پیارے محمدؐ! تُو تو دشمنوں کو ڈرانے والا ہی ہے اور ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کنندہ ہے۔

تفسیر۔ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ۔ اس سے ثابت ہے کہ قرآن شریف تمام جہان کے لئے اور اسلام یونیورسل ریلیجن ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۲)

۹۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ۔

ترجمہ۔ اللہ ہی جانتا ہے جو کچھ پیٹ میں اٹھاتی ہے ہر ایک مادہ اور جو کچھ گھٹاتے ہیں پیٹ اور بڑھاتے ہیں پیٹ (یعنی رحم مادران) اور ہر ایک چیز اس کے نزدیک معیّن اندازے پر ہے۔

تفسیر۔ اَللّٰهُ یَعْلَمُ ۔اب قدرت کے بعد اپنے علم کا ذکر فرماتا ہے۔

مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى ۔شقی پیدا ہوں گے یا سعید۔ کفار کو اشارہ کیا ہے کہ تم کو اولاد کی فکر لگی ہے۔تم کو کیا خبر کہ کیسے پیدا ہوں گے۔ایک وقت آئے گا کہ یہ سب مسلمان ہو جاویں گے۔

تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ ۔غیض، جذب کرنا، گھٹ جانا، کس حصّہ کو رحم پھینک دیتا ہے۔

وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۔ اس میں بتایا ہے کہ اب تمہارے کفر کا زمانہ ختم ہوا جاتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۔ اور ہر چیز کی ہے اس کے پاس گنتی۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ دوم صفحہ ۳۰۹)

۱۱۔ سَوَآءٌ مِّنۡکُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَ مَنۡ جَہَرَ بِہٖ وَ مَنۡ ہُوَ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّیۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّہَارِ ۔

ترجمہ۔ برابر ہے کہ تم کوئی آہستہ سے بات کہو یا پکار کر کہو اور اس میں بھی کچھ فرق نہیں کہ کوئی چھپا ہوا بیٹھا ہو رات میں اور کوئی چلا جا رہا ہو دن میں۔

تفسیر۔ مُسۡتَخۡفٍۭ بِالَّیۡلِ ۔ جو ظاہر ہے۔ خفا کا جس میں ازالہ ہو۔ قرآن مجید میں دوسرے مقام پر فرمایا اِنَّ السَّاعَۃَ اٰتِیَۃٌ اَکَادُ اُخۡفِیۡہَا (طٰہٰ:۱۶)۔

سَارِبٌۢ ۔ جو مخفی رکھتا ہے۔ کیونکہ سَرَب زمین میں سرنگ لگانے کو کہتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

۱۲۔ لَہٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ یَحۡفَظُوۡنَہٗ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِقَوۡمٍ سُوۡٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَہٗ ۚ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّالٍ ۔

ترجمہ۔ اس کے لئے پہرے والے مقرر ہیں آگے اور پیچھے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اللہ کے حکم سے۔ اللہ تو نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت جب تک وہی قوم نہ بدل لے اپنی حالت آپ اور جب چاہتا ہے اللہ کسی قوم کو عذاب پہنچانا تو اس کو کوئی ردّ کرنے والا نہیں۔ اور ان کا کوئی بھی والی نہیں اللہ کے سوا۔

تفسیر۔ لَہٗ ۔ اس رسول کے لئے۔

مُعَقِّبٰتٌ ۔ ہر ایک انسان کے لئے فرشتے ہیں۔ جو صبح کو آتے ہیں اور عصر کو چلے جاتے ہیں۔ اور عصر کو آتے ہیں صبح کو چلے جاتے ہیں۔ سورہ کہف میں دائیں بائیں کا ذکر ہے۔ یہاں آگے پیچھے کا کر دیا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ ۔ اللہ نہیں بدلتا جو ہے کسی قوم کو جب تک وے نہ بدلیں جو اپنے بیچ ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ دوم صفحہ ۳۱۲)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ (الرعد: ۱۲) یاد رکھو خدا تعالیٰ کا مقرر کردہ قانون یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فیضان میں تبدیلی اسی وقت ہوسکتی ہے اور ہوتی ہے جب انسان خود اپنے اندر تبدیلی کرے۔ اگر ہم وہی ہیں جو سال گذشتہ اور پیوستہ میں تھے تو پھر انعامات بھی وہی ہوں گے لیکن اگر چاہتے ہو کہ ہم پر نئے نئے انعامات ہوں تو نئے نئے طریق پر تبدیلی کرو۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۹ مورخہ ۲۴؍مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱)

۱۳۔ ہُوَ الَّذِیْ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ یُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈرانے اور امید دلانے کے لئے اور وہی پیدا کرتا ہے وزن دار بادلوں کو۔

تفسیر۔ یُرِیْکُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۔ پیشگوئی کہ تم پر بجلی گرے گی۔ طَمَعًا سے یہ مطلب بھی ہے کہ برق سے جراثیم وباء مرجاتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

۱۴۔ وَ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ مِنْ خِیْفَتِہٖ ۚ وَ یُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَیُصِیْبُ بِہَا مَنْ یَّشَآءُ وَ ہُمْ یُجَادِلُوْنَ فِی اللّٰہِ ۚ وَ ہُوَ شَدِیْدُ الْمِحَالِ۔

ترجمہ۔ اور گرج اس کی پاکی بیان کرتی ہے تعریف کے ساتھ مارے ڈر کے اور فرشتے بھی اور وہی بھیجتا ہے گرنے والی بجلیوں کو پھر ان کو گراتا ہے جن پر وہ چاہتا ہے اور یہ منکر جھگڑتے ہی رہتے ہیں اللہ کے مقدمہ میں حالانکہ وہ سخت طاقت اور عذاب دینے والا ہے۔

تفسیر۔ خِیْفَتِہٖ ۔ جب آسمان پر وحی ہوتی ہے تو فرشتے ڈر کر گر جاتے ہیں۔

الصَّوَاعِقَ ۔ بڑے بڑے عذاب۔

شَدِیْدُ الْمِحَالِ ۔ مِحَال ۔ عذاب دینا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

۱۷۔ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰہُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءَ لَا یَمْلِکُوْنَ لِاَنْفُسِہِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ ہَلْ یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَ الْبَصِیْرُ ۬ۙ اَمْ ہَلْ تَسْتَوِی الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۬ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ خَلَقُوْا کَخَلْقِہٖ فَتَشَابَہَ الْخَلْقُ عَلَیْہِمْ ؕ قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ ہُوَ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ ۔

ترجمہ۔ تو پوچھ کہ آسمان اور زمین کا ربّ کون ہے تو ہی جواب دے کہ اللہ۔ کہہ پھر یہ کیا تم نے اللہ کے سوا بنا رکھے ہیں دلی دوست جو اپنے نفس کے نفع اور ضرر کے بھی مالک نہیں۔ کہہ دو کیا برابر ہو سکتا ہے اندھا اور آنکھوں والا، یا برابر سمجھتے ہو اندھیرا اور اجالا یا انہوں نے بنا رکھے ہیں اللہ کے برابر والے ایسے جنہوں نے کچھ پیدا کیا ہے اللہ کے جیسا کہ مشتبہ ہو گئی ہے ان پر دونوں کی پیدائش۔ تم کہہ دو (نہیں) سب کا خالق اللہ ہی ہے اور وہی اکیلا بڑا غالب ہے۔

تفسیر۔ ایک آریہ کے اس سوال کے جواب میں کہ یہ عالم کس نے بنایا۔ تحریر فرمایا: قرآن کریم نے اس سوال کے جواب پر سینکڑوں دلائل دیئے ہیں۔ اور بطور نمونہ بعض دلائل کا ذکر فرماتے ہوئے دلیل لمّی کا ذکر فرمایا ہے۔

’’فرمایا ہے۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّ ہُوَ الْوَاحِدُ الْقَہَّارُ ۔ اللہ ہر ایک چیز کا خالق ہے۔ اور اس دعویٰ کی یہ دلیل دی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں بے ہمتا، اپنی صفات میں یکتا، اور افعال میں وہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ ہے۔ اور یہ تمام معانی اَلْوَاحِدُ کے ہیں۔ جب یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی نسبت بولا جاوے اور وہ سب پر حکمران و متصرّف ہے اور سب کو اپنے ماتحت رکھتا ہے اور یہ معانی اَلْقَہَّارُ کے ہیں۔ جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ پر اس کا اطلاق ہو۔ آریہ سماج بھی اللہ تعالیٰ کو اَلْوَاحِدُ الْقَہَّارُ ان معنی میں مانتے ہیں گو نتیجہ میں غلطی کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کے یہاں اللہ تعالیٰ ہی کی ذات پاک انوپیم ست، چت، آنند ہے۔ اگرچہ عام ہنود بُت پرستی کے باعث ایک کا کلمہ زبان پر کم لاتے ہیں کیونکہ عام طور پر یہ لوگ جب وزن کرتے ہیں۔ اوّل اور ایک کے بدلہ پنجاب میں تو برکت برکت کہتے ہیں۔ دوسری بار دو آ۔ دو آ غالباً تمام ہندوستان میں یہی طرز ہو گا۔

اور اَلْقَھَّارُ کے بدلہ اس کے ہم معنی لفظ برہم، پرمیشر، اَحْکَمُ الحا کِمِیْن، رَبُّ الْعَالَمِیْن کا نام لیتے ہیں۔اب اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ کا دعویٰ جس مسلّم بات پر مبنی ہے وہ اَلْوَاحِدُ الْقَھَّارُ کا لفظ ہے کیونکہ اگر وہ ہر ایک چیز کا خالق نہ ہو تو کچھ چیزیں اس کی خلق سے باہر بھی ہوں گی۔اور جو اشیاء خلق سے باہر ہوں گی۔ بہرحال وہ چیزیں ضرور کسی نہ کسی پہلو میں اللہ تعالیٰ کی شریک ہی ہوں گی۔ جیسے آریہ کہتے ہیں کہ تمام ارواح حتّٰی کہ کیڑے مکوڑے بلکہ درختوں کی روحیں بھی خدا کی بنائی ہوئی نہیں۔ مادۂ عالم اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا نہیں۔ زمانہ اکاش بھی خدا کا بنایا ہوا نہیں وغیرہ۔تو یہ چیزیں بھی غیر مخلوق، دائمی اپنی ہستی میں خدا کی شریک ہوئیں۔ پھر یہ چیزیں نہ اپنی ذات میں خدا کی محتاج، نہ اپنے خواص میں، نہ اپنے عادات میں اور نہ اپنے افعال میں خدا کی دست نگر۔ بایں ہمہ خدا کو بے وجہ ان پر حکمران مانتے ہیں۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۴، ۳۵)

۱۸۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ؕ۬ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ۔

ترجمہ۔ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر بہہ نکلے نالے اپنی اپنی مقدار کے موافق پھر ریلے نے جھاگ اٹھالیا جو اوپر آ گیا تھا اور وہ جو تپاتے یا گلاتے ہیں آگ میں زیور یا دوسرے اسباب کے لئے اس کا بھی جھاگ ایسا ہی ہے۔ اسی طرح اللہ بیان کرتا ہے الحق اور الباطل کا حال پس وہ جھاگ تو یوں ہی بے کار چلا جاتا ہے پر لوگوں کو نفع دینے والا وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اسی طرح اللہ بیان فرماتا ہے اعلیٰ درجہ کی باتیں۔

تفسیر۔ تمہارے کاموں میں تعظیم لِاَمْرِ اللّٰہ ہو اور شفقت عَلٰی خَلْقِ اللّٰہ ہو۔ کیونکہ فرمایا۔ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ جو مضر وجود ہوتے ہیں۔ وہ خود بھی سکھ نہیں پاتے دوسروں کو بھی سکھ نہیں کر لینے دیتے۔ آپ بھی دوزخ میں رہتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچاتے ہیں پس تم

مضر نہیں بلکہ نافع للنّاس وجود بنو۔ سب سے بھاری مسئلہ یہ ہے کہ وقتوں کی حفاظت کرو دعا سے کام لو۔ صحبتِ صلحاء اختیار کرو۔ محبتِ صلحاء بڑھاؤ۔ محبت کا اصول یہ ہے کہ جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا۔[1] میری فطرت میں یہ بات ہے کہ جو کام کسی کو بتاؤں اور وہ نہ کرے تو میری اس کے ساتھ محبّت نہیں رہ سکتی۔ خدا کی محبت کا بھی یہی حال ہے۔ وہ اپنی فرمانبرداری کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔ (بدر جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۳)

۲۰ تا ۲۳۔ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ۔ وَ الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ۔ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۔

ترجمہ۔ بھلا ایک شخص جو اس بات کو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتارا گیا وہ برحق ہے وہ اس شخص کی مانند ہو سکتا ہے جو اندھا ہے پس نصیحت تو وہی پکڑتے ہیں جو صاحبِ عقل ہیں۔ (صاحبِ عقل) وہ لوگ ہیں جو پورا کرتے ہیں اللہ کا اقرار اور توڑتے نہیں عہد کو۔ اور وہ ان سے تعلق پیدا کرتے ہیں جن سے اللہ نے تعلق پیدا کرنے کا حکم دیا ہے اور وہ اپنے ربّ سے ڈرتے رہتے ہیں اور حساب کی خرابی سے خوف رکھتے ہیں۔ اور وہ لوگ جو ہمیشہ بدیوں سے بچتے ہیں اور نیکیوں پر جمے رہتے ہیں اپنے ہی ربّ کی خوشنودی کے لئے اور نماز کو ٹھیک درست رکھتے ہیں اور ہمارے دئے ہوئے میں سے کچھ دیتے رہتے ہیں چھپا چھپا کر اور دکھا دکھا کر اور بھلائیاں کرنے میں لگے ہی رہتے ہیں برائیوں کو ہٹانے کے لئے یہ ہی لوگ ہیں جن کے لئے انجام کا گھر ثابت ہو گیا ہے۔

تفسیر۔ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ...... اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۔ نصیحت تو وہی پکڑیں جو

---

[1] دلوں میں اس شخص کی محبت جو اس پر احسان کرتا ہے ودیعت کی گئی ہے۔

عقل والے ہیں۔ وہی جو الٰہی معاہدوں کا پورا خیال رکھتے ہیں اور جس کسی سے مستحکم وعدے کئے۔ ان کو نہیں توڑتے۔ جن سے ملاپ کرنا چاہیے ان سے ملاپ کرتے۔ اللہ کی نافرمانی کا خوف رکھتے اور بُرے کاموں کے بدلہ سے ڈرتے وہی اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے طالب ہو کر بردباری کرتے ہیں اور نمازوں کو درست رکھتے اور کچھ اللہ کا دیا ظاہری اور باطنی طور پر خرچ کر دیتے ہیں۔ اور خاص بدی کا مقابلہ خاص نیکی سے کیا کرتے ہیں۔ انہیں کو انجام کار آرام ہوگا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۱)

وَ الَّذِیْنَ صَبَرُوا۔ نیکی پر صبر تو اس پر دوام ہے اور بدیوں پر صبر کہ ان سے بچا رہے۔

وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ۔ جن لوگوں کے ساتھ خدا نے ملنے کا حکم دیا ہے ان سے فوراً مل جاتے ہیں۔

جب اللہ اکبر کی آواز کان میں آتی ہے۔ اس وقت کوئی چیز ایسی نظر نہیں آتی۔ جس کا جوڑ میں خدا کے مقابلہ میں ٹھہراؤں۔ کوئی پیاری سے پیاری چیز بھی مجھ کو اللہ اکبر سے نہیں ہٹا سکتی۔ یعنی کوئی اللہ کے جوڑ کا نظر نہیں آتا۔ اگر کوئی شخص ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر، ہماری شریعت پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو ہم کو چاہیے کہ کسی رشتہ دار تک کی پرواہ نہ کریں۔ خوب اس کا مقابلہ کریں۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، ائمہ حدیث، ائمہ تصوّف ائمہ فقہ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی تعلق ہونا چاہیے۔ علی ابن مدینی نے اسماء الرّجال ایک کتاب لکھی ہے اس کے باپ نہایت عابد زاہد تھے۔ صاف لکھ دیا کہ میرے باپ علمِ حدیث میں ہرگز قابلِ سند نہیں۔ لوگوں نے کہا کہ تم نے باپ کا خیال نہ کیا۔ فرمایا کہ مجھ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصل باپ کے وصل سے زیادہ عزیز ہے۔ ان ائمہ کے بعد ماں باپ اور ان کے رشتہ دار، بیوی اور اس کے رشتہ دار یہ سب اس قابل ہیں کہ ان کا بہت لحاظ رکھے۔ ان سے تعلق بڑھائے لیکن اللہ اور اس کے رسولؐ کے مقابلہ میں یہ ہیچ ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جس درخت سے تم سایہ کا فائدہ اٹھاتے ہو۔ اس کے نیچے پاخانہ نہ پھرو۔

وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ۔ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں حساب کے وقت بدیاں نہ بڑھ جاویں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

۲۴۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ۔

ترجمہ۔ وہ ہمیشگی کے باغ میں ہیں جس میں وہ جائیں گے سدا رہیں گے اس میں اور جو نیکو کار ہوں گے ان کے باپ دادا اور دوست یا بیبیاں اور اولاد بھی۔ اور فرشتے ہر ایک دروازے سے ان پر داخل ہو کر

تفسیر۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ...... اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ۔ ہمیشہ اقامت کی جنتیں ان میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے ساتھ ان کے صالح باپ اور بیبیاں اور اولاد بھی۔

(نور الدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶۱)

۲۵۔ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔

ترجمہ۔ کہیں گے سلام علیکم یعنی تم پر سلامتی ہو اس کے صلہ میں کہ تم نیکی پر جمے رہے اور بدیوں سے بچتے رہے تو انجام کا گھر کیا ہی خوب ملا۔

تفسیر۔ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (الرعد:۲۵)۔ فرمایا صبر دو قسم ہے۔

(۱) صَبْرٌ عَلَى الْاِطَاعَةِ یعنی اطاعت الٰہی پر استقلال سے مداومت۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اَحَبُّ الْاَعْمَالُ اِلَى اللهِ اَدْوَمُهَا۔ بہت پسندیدہ عمل بارگاہ ایزدی میں وہی ہے جس میں مداومت ہے۔

(۲) صَبْرٌ عَنِ الْمَعْصِيَةِ۔ بدی سے باوجود بدی کے اسباب بہم پہنچانے کے رکے رہنا۔

اقامت صلوٰۃ اَقَامُوا الصَّلٰوۃ۔ وقت پر، ٹھہر کر، خشوع وخضوع سے، جماعت کے ساتھ پڑھنا اقامت صلوٰۃ ہے۔ (البدر کلام امیر جلد ۱۰ نمبر ۳۴ مورخہ ۲۲؍جون ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۲۶۔ وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ۔

ترجمہ۔ اور جو لوگ اللہ کا اقرار توڑتے ہیں اس کو مضبوط کئے بعد اور ان سے جدائی اختیار کرتے ہیں جن سے ملنا اللہ پسند فرماتا ہے اور ملک میں شرارت پھیلاتے ہیں یہ ہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے دربدر کردیا اور ان کے لئے بُرا گھر ہے۔

تفسیر۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ ۔لعنت اللہ کی رحمت سے دوری ہے۔ جب اس سے دُوری ہوتی ہے تو سُکھوں سے بھی دُوری ہوجاتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

۲۷۔ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ۔

ترجمہ۔ اب رزق کی کشادگی ہوگی جس کے لئے اللہ نے چاہا اور تنگی کرے گا جس کے لئے چاہے گا وہ تو خوش ہو گئے تھے دنیا ہی کی زندگی پر حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔

تفسیر۔ مَتَاعٌ۔ تھوڑی چیز اور وہ بھی جانے والی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

۲۸۔ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ۔

ترجمہ۔ اور حق چھپانے والے کہتے ہیں کیوں نہیں اتاری گئی اس پر کوئی نشانی اس کے ربّ کی طرف سے تم کہہ دو اللہ ہی ہٹا دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور راہنمائی فرماتا ہے اپنی طرف اس کی جو اس کی طرف جھکا۔

تفسیر۔ اٰيَةٌ۔ وہ ہلاکت کا نشان مانگتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)

۲۹۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىِٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىِٕنُّ الْقُلُوْبُ۔

ترجمہ۔ (یعنی) وہ لوگ جو ایماندار ہیں اور اللہ کی یاد سے ان کے دل آرام پاتے ہیں خبردار ہو جاؤ! اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو آرام وچین ملتا ہے۔

تفسیر۔ اٰمَنُوْا۔ اس کے ساتھ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کا ذکر فرمایا۔ کیونکہ کامل ایمان وہی ہے جس کے ثمرات اعمالِ صالحہ کی صورت میں ظاہر ہوں۔

ذِكْرُ اللّٰهِ۔ اللہ کو یاد کرنا۔ یہ تین موقع پر ہے۔ ۱۔ بَاْسَآء ۔ جب بھوک ہو اور افلاس ۔ ۲۔ضَرَّآء۔ جب بیماری ہو۔ بیماریاں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ظاہر کی۔ جیسے خارش، جذام، جنون۔ باطنی ۔ جیسے نامرد۔ سُرعتِ انزال ۔ ۳۔حِيْنَ الْبَاْس۔ جب مقدمہ ہو۔ پھر اس کے بالمقابل (۱)۔(غناء) آسائش۔ فارغ البالی (صحت) (۲)۔تندرستی۔ جوانی (۳)۔حِيْنَ الْاَمْن۔ جب کوئی مصیبت نہ ہو۔ یہ چھ حالتیں انسان کی ہیں ۔ ان حالتوں میں اللہ یاد رہے۔ یعنی تنگی کے وقت معصیت نہ کر بیٹھے نافرمانی سے اپنے تئیں بچاوے۔ اور فراخی کے وقت شکر کرے۔ صوفیوں میں ایک بحث ہے کہ غنی شاکر اچھا یا فقیر صابر۔ حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ کے بھی یہ بحث پیش ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک فقیر شاکر اچھا ہے۔

اس سے اوپر ایک درجہ ہے۔ اس میں صحت، غریبی، غِنا کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اس درجے والا ہر حالت میں اللہ کا شکر اور اس کی رضا پر شرح صدر سے راضی رہتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳)



۳۲۔ وَ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَاْيْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَ لَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ۔

ترجمہ۔ اور اگر قرآن ایسا ہوتا کہ چلائے جاتے اس سے پہاڑ یا کاٹ دی جاتی اس سے زمین یا بات کرا دی جاتی اس کے سبب سے مردوں سے (جب بھی اکثر کافر نہ مانتے) ہاں اللہ ہی کے سب احکام ہیں۔ کیا ظاہر نہیں ہوا ایمان داروں کو کہ اگر اللہ نے چاہا ہوتا تو سب ہی آدمیوں کو ہدایت کر دیتا۔ اور کافروں کو تو ہمیشہ پہنچتی رہے گی ان کے کرتوتوں کے سبب مصیبت یہاں تک کہ تو نازل ہو جائے گا ان کے شہر کے قریب جب تک کہ اللہ کا وعدہ پورا ہو جائے (یعنی فتح مکہ) کچھ شک نہیں کہ اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

تفسیر۔ سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ ۔ اڑا دیئے گئے۔ یا چلائے گئے پہاڑ۔

قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ ۔ زمین دور تک قطع کر دی جائے۔

لَوْ کا جواب مذکور نہیں۔ اس لئے جزاء کی نسبت اختلاف ہے۔ دو جواب اس کے بتائے ہیں۔

قُرْاٰنًا ۔ سے مراد کوئی کلامِ الٰہی ہے۔ پس فرماتا ہے۔ کہ اگر کسی کلامِ الٰہی میں یہ بات ہے کہ اس سے پہاڑ چلائے جائیں۔ زمین قطع ہو۔ مردے بولیں تو ہم اس قرآن میں بھی دکھا دیں گے۔

دوم۔ یہ کہ اگر قرآن سے ہم ایسا بھی کر دیں تو وہ یہی قرآن ہے۔ میری سمجھ میں یہ ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ قرآن تمہارے تمام جبال یعنی امراء کو اڑا دے گا۔ اور تمام زمین میں پھیل جاوے گا۔ اور مردہ دل کفّار زندہ مومن بن جاویں گے۔

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۔ بلکہ سُن رکھو کہ تمام ملک میں اسلامی حکومت ہو جاوے گی۔

یَایْئَسِ کے معنے یَتَبَیَّنُ کے ہیں۔یعنی کیا نہیں جانا؟ دوشعر بڑی جستجو سے مجھے ملے ہیں۔

اَقُوْلُ لَھُمْ بِالشَّعْبِ اِذْ یَأْسِرُوْنَنِیْ اَلَمْ تَیْأَسُوْا أَنِّیْ ابْنُ فَارِسَ زَھْدَمْ[1]

مجھے شعب میں قید کرنے لگے تو میں نے کہا کہ تم کو علم نہیں اس بات کا کہ میں کون ہوں۔ایک امراءالقیس کا شعر مجھے ملا جس سے مجھے بہت خوشی ہوئی۔

فَلَوْ اَنَّھَا نَفْسٌ تَمُوْتُ سَرِیْحَۃً وَلٰکِنَّھَا نَفْسٌ تَقَطَّعَ اَنْفُسًا[2]

قَارِعَۃٌ۔ اس کے معنے میں بعض لوگوں نے دھوکہ کھایا ہے۔ بلکہ ایک کافر نے ٹھٹھا اڑایا ہے چنانچہ وہ اَلْقَارِعَۃُ مَا الْقَارِعَۃُ کے معنے لکھتا ہے کہ ٹھوکنے والی تو کیا جانتا ہے ٹھوکنے والی۔عربی زبان میں چھوٹے لشکروں کو قارعہ کہتے ہیں۔قارعہ کے معنے ہیں کَتِیْبَۃٌ وَ سَرِیَّۃٌ ۔وہ دستہ فوج جو دشمن کی سرکوبی کے لئے بھیجا جاوے۔خداوندتعالیٰ فرماتا ہے پہلے ہم چھوٹے چھوٹے دستے سرکوبی کے لئے بھجوائیں گے۔ یہاں تک (یہ اَوْ کے معنے ہیں) کہ تو ان کے دار (مکّہ) میں فتحیاب داخل ہوگا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپؐ مکہ کہاں نازل ہوں گے۔تو آپؐ نے فرمایا۔کہ خیف بنی کنانہ۔ جہاں کہ قطع تعلقات کا کفّار نے مشورہ کیا تھا۔آج کل اس کا نام معبدہ رکھا ہوا ہے۔

حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰہِ۔یعنی لِلّٰہِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا کا وقت (جب اس علاقہ میں اسلامی حکومت ہو جاوے) آجاوے گا۔ یہ لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ (الرعد:۲۸) کا جواب دیا ہے کہ نشان جس طرح کا تم مانگتے ہو وہ بھی دکھا دیا جاوے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴)

سُیِّرَتْ بِہِ الْجِبَالُ۔ پہاڑوں سے پرے تک پہنچایا گیا۔

---

[1] میں انہیں شعب (مقام) میں جب وہ مجھے قید کرنے لگے کہہ رہا تھا کیا تم کو علم نہیں کہ میں زھدم (نامی معروف گھوڑے) کے سوار کا بیٹا ہوں۔ [2] کاش بات اتنی سی ہوتی کہ جان فوری مرجاتی مگر یہ جان تو ایسی ہے کہ کئی جانوں کی صورت میں کٹی جارہی ہے یعنی بار بار اس پر موت آتی ہے۔

كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى۔ بڑے بڑے کفّار کو سنایا گیا۔ یہ سب کچھ کیا گیا تو کفّار کہاں ہوں گے۔ اللہ ہی کی سلطنت اس تمام ملک پر ہو جائے گی۔

اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ۔ کیا نہیں جانتے؟ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

فرمایا۔ وَ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا (الرعد:۳۲) کے معنے بالکل صاف ہیں۔ لَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا جملہ شرط ہے۔ اور لفعل بھٰذا القرآن جزا محذوف ہے۔ اور سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ کے معنے ہیں سیرت القرآن بالجبال۔ جیسے مفاتحہ لتنوء بالعصبة کے معنے ہیں کہ اس کے مفاتح سے ایک جماعت تھک جاتی نہ یہ کہ مفاتح تھک جاتیں۔ جیسا کہ ظاہری ترکیب سے معنے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ایک شعر ہے۔

فَلَمَّا اَجَزْنَا سَاحَةَ الْحَيِّ وَ انْتَحٰى بِنَا بَطْنُ خَبْتٍ ذِيْ حِقَافٍ عَقَنْقَلِ [۱]

وَ انْتَحٰى بِنَا کے معنے ہیں ایک طرف کر دیا ہم کو ریت کے ٹیلے نے۔ حالانکہ ریت کے ٹیلہ نے برطرف نہیں کیا بلکہ وہ لوگ ریت کے ٹیلہ سے الگ ہو گئے۔ پس قرآن سے پہاڑ چلائے گئے اور زمین کاٹی گئی مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ قرآن پہاڑوں میں چلایا جاوے۔ یعنی پہاڑی لوگوں اور بڑے بڑے امراء تک پہنچ جاوے اور زمین کے دور دراز علاقوں میں پہنچ جائے اور روحانی مردے کلام کرنے لگیں بلکہ اللہ کی حکومت ہو جاوے (حصول سلطنت)۔ لَوْ فُعِلَ هٰذِهِ الْاُمُوْرُ بِقُرْاٰنٍ لَفُعِلَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ۔ یعنی مندرجہ بالا امور اگر کسی قرآن سے ہوتے ہیں تو وہی یہی قرآن ہے۔ چنانچہ قرآن تمام روئے زمین پر پھیل گیا۔ روحانی مردے زندہ ہوئے۔ عرب میں بلکہ دور دور تک اسلامی سلطنت ہو گئی۔ (البدر کلام امیر۔ جلد ۱۰ نمبر ۳۴ مورخہ ۲۲ رجون ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

---

[۱] پھر جب ہم نے قبیلہ کے گھروں سے ملحق کھلی جگہ کو پار کیا اور ریت کے ٹیلوں والے نشیبی مقام کے ایک طرف ہو گئے۔

۳۳۔ وَ لَقَدِ اسۡتُہۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِکَ فَاَمۡلَیۡتُ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ثُمَّ اَخَذۡتُہُمۡ ۟ فَکَیۡفَ کَانَ عِقَابِ۔

ترجمہ۔ اور تجھ سے پہلے رسولوں کے ٹھٹھے اڑائے گئے ہیں پھر میں نے مہلت دی حق چھپانے والوں کو پھران کو گرفتار کیا تو کیسا ہوا میرا عذاب۔

تفسیر۔ خداوند تعالیٰ نے مخلوق کو رنگ برنگ بنایا ہے۔ہم اس وقت جس قدر اشخاص موجود ہیں۔ دیکھو سب کی خواہشیں اور غرضیں الگ الگ ہیں۔عمر کے اعتبار سے تدبیریں سب کی جدا جدا ہیں۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ساری دنیا ایک ہی رنگ میں رنگین ہو جاوے۔ ہرگز ساری دنیا ایک رنگ میں رنگین نہیں ہوسکتی۔ یہ بات غلط ہے کہ ساری دنیا ایک حالت میں ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ کے رسول جب آتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔اور گویا خدا کے حضور سے نبوت کی ڈگری لے کر اصلاح کے لئے آتے ہیں۔اس لئے لوگوں کی عقلیں اور رسوم اور حالتیں سب ان کو اپنی اصلی حالت میں ناقص ہی نظر آتی ہیں لوگ جب دیکھتے ہیں کہ یہ سب کے نقص بتاتا ہے تو وہ تحقیر کرتے ہیں اور وہ تحقیر مخالفوں نے چار طور پر کی ہے۔ ۱۔ ادنیٰ عقل والوں نے کہا۔ یُخۡرِجَکُمۡ مِّنۡ اَرۡضِکُمۡ [۱](الشعراء:۳۶) ۲۔ان سے بڑھ کر عقل والوں نے کہا۔ یُرِیۡدُ اَنۡ یَّتَفَضَّلَ عَلَیۡکُمۡ [۲](المومنون:۲۵) صرف بڑائی چاہتا ہے۔ ۳۔ان سے بڑھ کر عقل مندوں نے کہا اسے جنون ہے ۴۔ بعض نے کہا کہ اس کو خواب آتے ہیں۔بلّی کو چھیچھڑے ہی نظر آتے ہیں۔ اَضۡغَاثُ اَحۡلَامٍ [۳](الانبیاء:۶)۔

اسۡتُہۡزِئَ۔استھزاء ھزؤ سے نکلا ہے۔ھزؤ کسی چیز کو ہلکا سمجھنا۔خفیف گردانا۔

اَمۡلَیۡتُ۔ ڈھیل دی۔مہلت۔

عِقَابِ۔ بدکاری کے بعد اس کا نتیجہ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶ رجنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۴)

۱؎ تمہارے ملک سے تمہیں نکال دے۔ ۲؎ چاہتا ہے کہ تم پر فضیلت پا جائے۔ ۳؎ پریشان خواب وخیال۔

۳۴۔ اَفَمَنۡ ہُوَ قَآئِمٌ عَلٰی کُلِّ نَفۡسٍۭ بِمَا کَسَبَتۡ ۚ وَ جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ ؕ قُلۡ سَمُّوۡہُمۡ ؕ اَمۡ تُنَبِّـُٔوۡنَہٗ بِمَا لَا یَعۡلَمُ فِی الۡاَرۡضِ اَمۡ بِظَاہِرٍ مِّنَ الۡقَوۡلِ ؕ بَلۡ زُیِّنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مَکۡرُہُمۡ وَ صُدُّوۡا عَنِ السَّبِیۡلِ ؕ وَ مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنۡ ہَادٍ۔

ترجمہ۔ بھلا جو خبر رکھتا ہے ہر ایک جی کی جو اس نے کمایا اور منکروں نے اللہ کے برابر والے ٹھہرائے ہیں ان سے کہہ دے کہ اچھا ان کے نام تو لو کیا تم اللہ کو بتاتے ہو جو زمین میں معلوم نہیں ہے یا جھوٹی بے کار باتیں بناتے ہو۔ بلکہ پسند آ گئی ہے کافروں کو اپنی تدبیر اور وہ راست سے رک گئے ہیں۔ اور جسے اللہ راہ راست سے روکے، تو اس کا کوئی ہادی نہیں ہوسکتا۔

تفسیر۔ اَفَمَنۡ ہُوَ قَآئِمٌ ۔ وہ ذات پاک جو ہر ایک چیز کے پاس نگران موجود ہے اور ہر ایک چیز کو دیکھتی ہے۔ یعنی خدا۔

جَعَلُوۡا لِلّٰہِ شُرَکَآءَ ۔ باوجود اس کے کہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ پھر بھی لوگوں نے اللہ کی سی امیدیں دوسروں کے ساتھ لگا رکھی ہیں۔

سَمُّوۡہُمۡ ۔ کسی کا نام تو لو۔

بِمَا لَا یَعۡلَمُ فِی الۡاَرۡضِ۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ خدا بے خبر ہے اور ان بتوں کے ذریعے اس کو خبر دی جاوے۔

بِظَاہِرٍ ۔ اس کے معنے میں اختلاف ہے۔ صحابہؓ نے اس کے معنے کئے ہیں۔ باطل ملمع سازی کی باتیں۔ متاخرین نے معنے کئے ہیں جو بات مدلّل نہ ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۴)

ظاہر من القول کے معنے فرمایا۔ قرآن مجید سورہ رعد میں بِظَاہِرٍ مِّنَ الۡقَوۡلِ (الرعد:۳۴) کے دونوں معنے ہیں مضبوط بات۔ باطل بات جس کی تہ میں کوئی حقیقت نہ ہو۔

(البدر کلام امیر۔ جلد ۱۰ نمبر ۳۵ مورخہ ۲۲؍جون ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۳۵۔ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ لَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔

ترجمہ۔ ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو بہت ہی سخت ہے اور ان کا کوئی بچانے والا نہیں اللہ سے۔

تفسیر۔ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۔ کفارِ مکہ نے صلح حدیبیہ میں ایسی شرائط کی تھیں جن میں ان کی عزت ہی عزت تھی۔ مگر خدا نے وہی شرائط ذلت کا موجب بنا دیں۔

غرض ہر ایک بدعمل، ہر ایک متکبّر پر، ہر ایک جھوٹا اسی دنیا میں ذلیل اور بے اعتبار بنتا ہے۔ بدمعاملہ کرتا ہے اولاد کے لئے مال چھوڑنے کے لئے۔ مگر وہ اولاد بھی نہیں رہتی۔ ابوجہل کو اپنے معزّز ومکرم ہونے پر گھمنڈ تھا۔ خدا نے اسے دو کاشتکار لڑکوں کے ہاتھ سے مروایا۔

مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۔ اس میں اشارہ ہے کہ بت کیا بچائیں گے ان کو اپنی بھی خبر نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۴)

۳۶۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّ ظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّ عُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۔

ترجمہ۔ اچھا بیان جنت کا جس کا وعدہ متقیوں سے کیا گیا ہے بہہ رہی ہیں اس میں نہریں اس کے پھل پھلاری ہمیشہ رہنے والے ہیں اور اس کا سایہ حسب مرضی قائم و دائم ہے۔ یہ انجام ہے ان کا جنہوں نے اللہ کو سپر بنایا اور حق چھپانے والوں کا انجام آگ ہی ہے۔

تفسیر۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ ۔ اَیْ صِفَةُ الْجَنَّةِ ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۴)



۳۷۔ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْکِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِکَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ۔

ترجمہ۔ اور اہل کتاب خوش ہیں اس سے جو اتارا گیا تیری طرف اور بعض فرقے انکار کرتے ہیں ان کی بعض باتوں کا تو کہہ دے مجھ کو تو یہی حکم ہوا ہے کہ میں اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے برابر کسی کو نہ سمجھوں اسی کی طرف میں بلاتا ہوں اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے۔

تفسیر۔ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ۔ اپنی کتاب کا فہم بخشا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۴)

۳۹۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً ؕ وَ مَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے بہت سے رسول تجھ سے پہلے بھیجے اور ان کو بیوی اور اولاد والا ہم نے بنایا تھا۔ اور کسی رسول کی طاقت نہیں کہ کوئی نشانی لائے اپنے اختیار سے مگر اللہ ہی کے حکم سے ہر ایک وعدے کے لئے ایک محفوظ کتاب ہے۔

تفسیر۔ بعض لوگ اس خیال کے تھے کہ دنیا سے تعلقات نہیں چاہئیں۔ تعلق محض حضرت سبحانہٗ سے چاہیے ایسے لوگ اس زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں جن کو سادھو، اداسی وغیرہ کہتے ہیں۔ ان کے جواب میں یہ آیات فرماتا ہے کیونکہ اسلام جامع کمالات مذاہب مختلفہ ہے۔ اس نکتہ کو نہ سمجھ کر ہر فرقہ نے اپنے اپنے مذاق کے رو سے اس پر اعتراض کرنے میں غلطی کھائی ہے۔ اگر بیابانوں میں رہنے والوں نے ازواج اور ذرّیت کو برا منایا تو دنیاداروں کو یہ اعتراض تھا کہ ذکر و شغل کے لئے اتنا وقت کیوں ہو۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ جہاد کے متعلق تلوار و تیر کو درست کرتے رہتے۔ جس کو بعض فقراء (جو مرغے کا ذبح کرنا بھی نہیں دیکھ سکتے) دیکھ کر حیران رہ جاویں۔ اسلام نے ایک درمیانی راہ اختیار کی اور سب باتوں کو لے کر ان میں اصلاح فرما دی۔

اَرْسَلْنَا رُسُلًا ۔ جواب یوں دیا ہے۔کہ سب انبیاء کی بیبیاں اور اولادتھی۔اس نبی میں نئی بات نہیں۔کوئی شخص جب تک گھر بار والا نہ ہوتمام کمالاتِ انسانیہ کا مظہر نہیں ہوسکتا اور نہ تمام خلقت کے لئے نمونہ بن سکتا ہے۔پس ضرور تھا کہ راست بازوں کی جماعت بیوی بچوں والی ہوتی۔جن لوگوں نے تقدّس وتطہّر کے لئے نکاح سے علیحدگی لازم ٹھہرائی۔آخرسخت سے سخت بدکاریوں میں گرفتار ہوئے۔ہاں یہ صحیح ہے کہ بیوی بچوں میں اتنا انہماک کہ خدا کو بھول جاوے ناجائز ہے۔

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ۔ ہر شخص کو نشان دکھانا ضروری نہیں۔بعض تو بیعت ہی اس معیار سے کرتے ہیں کہ بیعت کے بعد آسائش ہوجاوے اور ہر ایک مراد پوری ہوتی جائے۔جو ذرا بھی خلافِ مرضی ہوا تو بس کہہ دیں گے دیکھ لیا۔ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ٟ اِطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ٟ اِنْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةَ [1] (الحج:۱۲)۔

لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۔ ہر وقت کے لئے ایک قانون ہے۔اسی کے ماتحت سب مقاصد حاصل ہو سکتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۱ مورخہ ۶؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۴)

۴۰۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَ عِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۔

ترجمہ۔ اللہ مٹا دیتا ہے جو چاہے اور باقی رکھتا ہے جو چاہے اور اسی کے پاس ہے جڑ اور ماں کتاب کی۔

تفسیر۔ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۔کئی بادشاہتیں ایسی گزرچکی ہیں کہ ان کا اب کوئی نام بھی نہیں جانتا سب باتوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔یہ جو مقرر کرتے ہیں کہ دنیا سات ہزار برس سے ہے یا دو ارب سے یا سترہ صفر اس سے پہلے بڑھا کر اپنی قدامت دکھاتے ہیں۔خدا کی ابدیت کے سامنے یہ اعداد کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتے۔اسی لئے ہماری کتاب نے کوئی مدت مقرر نہیں کی۔فرعون نے حضرت موسیٰؑ سے پوچھا کہ مَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى [2] (طٰهٰ:۵۲) انہوں نے صاف سنا دیا۔ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ (طٰهٰ:۵۳) مجھے کیا معلوم۔خدا کو سب علم ہے۔میں بھی اس شخص کی نسل سے ہوں۔جس نے کہا۔اِنْ كُنْتَ

---

[1] پھر اگر اس کو نعمت مل گئی تو مطمئن ہوگیا اس سے اور اگر اس پر کوئی بلا آپڑی تو الٹا پھر گیا اپنے منہ پر نتیجہ یہ کہ اس کی دین دنیا دونوں ٹوٹوں میں آئیں۔ [2] پہلی بستیوں کا کیا حال ہے۔

كَتَبْتَنِيْ مِنَ الْاَشْقِيَآءِ فَامْحُ اِسْمِيْ مِنَ الْاَشْقِيَآءِ وَاكْتُبْنِيْ فِي السُّعَدَآءِ۔[1]

مَیں ایک دفعہ سخت ابتلاء میں تھا۔ ایک میرے مجذوب دوست نے مجھے کہا وَ اللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰٓی اَمْرِہٖ (یوسف:۲۲) وہ تو اپنے حکم پر بھی غالب ہے۔ جس کو سنتے ہی وہ سب غم کافور ہو گیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵)

اُمُّ الْکِتٰبِ۔ اَصْلُ الْاَشْیَآءِ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

۴۲۔ اَوَ لَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَ اللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَ هُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔

ترجمہ۔ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہمارا دین آرہا ملک میں امرا اور غرباء کو گھٹاتا ہوا۔ اور اللہ حکم کرتا ہے اور اس کے حکم کو کوئی پیچھے ڈالنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر۔ اَطْرَافِهَا۔ عربی زبان میں حاکم، محکوم، امراء، غرباء، اغنیاء، فقراء کو کہتے ہیں۔ یہ گویا نشان بتایا ہے کہ تم لوگوں نے مذہبی جنگ شروع کر دی۔ اچھا اب دیکھ لینا کہ ہم تمہارے اس ملک میں آرہے ہیں۔ تمہارے امراء اور غرباء کو تعلیم قرآنی میں داخل کر کے تمہاری تعداد گھٹا رہے ہیں۔ جو لوگ یہ معنے کرتے ہیں کہ دائرہ کے محیط کو ہم گھٹا رہے ہیں۔ یہ غیر ضروری باتیں ہیں۔ عوام النّاس ایسی باتوں کو کیا سمجھتے ہیں۔

وَ هُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ۔ یعنی تمہاری جلدی ہی خبر لی جاوے گی۔ یہ اَوْنَتَوَفَّیَنَّكَ کو کھولا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵)

ہر زبان میں یہ محاورہ ہے کہ مکان سے مکان والے مراد ہوتے ہیں جیسے نحو میں ظرف بمعنی مظروف سے تعبیر کرتے ہیں۔ ذرا متی کی انجیل ۱۱ باب ۲۱ اٹھا کر پڑھو’’ہائے خورزین! تجھ پر افسوس۔ ہائے بیت صیدا! تجھ پر افسوس۔ کیونکہ یہ معجزے جو تم میں دکھلائے اگر صور و صیدا میں دکھلائے جاتے تو

[1] اگر تو نے مجھے بدنصیبوں شقیوں میں لکھا ہے تو بدنصیبوں میں سے میرا نام کاٹ کر مجھے سعادت مندوں، خوش نصیبوں میں لکھ دے۔

ٹاٹ اوڑھ کے اور خاک میں بیٹھ کے کب کی توبہ کرتے۔‘‘ پھر متی ۲۳ باب ۳۷ دیکھو۔’’اے یروشلم! اے یروشلم جو نبیوں کو مار ڈالتا اور انہیں جو تیرے پاس بھیجے گئے سنگسار کرتا ہے کتنی بار میں نے چاہا تیرے لڑکوں کو جمع کروں‘‘ دیکھو متی کی ان آیات میں خورزینؔ اور بیت صیداؔ اور یروشلمؔ سے اس کے مکین مراد ہیں۔ بولنے میں تو مکان بولا گیا ہے۔ پر مقصود مکان والے ہیں۔ ایسا ہی قرآن کریم کی اس آیت میں......۔

الارضؔ سے جو معرّف بالف لام ہے خاص زمین والے یعنی اہلِ مکّہ مراد ہیں۔ مقصود آیت کا یہ ہے کہ باری تعالیٰ مکہ کے رؤسا اور شرفاء کو نصیحت کرتا اور عبرۃً ارشاد فرماتا ہے’’کیا انہوں نے (اہلِ مکہ نے) نہیں دیکھا کہ ہم مکے والوں کے پاس آتے ہیں اور ان کے اطراف کو گھٹاتے چلے آتے ہیں۔‘‘ اطراف کے معنی سمجھنے کے لئے اس فقرے پر غور کرنا واجب ہے جو ابو طالبؔ نے وفات کے وقت اپنی آخری اسپیچ میں کہا۔ وَھُوَ ھٰذَا ۔ وَ اَیْمُ اللہِ کَاَنِّیْ اَنْظُرُ اِلٰی صَعَالِیْکَ الْعَرَبِ وَ اَھْلِ الْاَطْرَافِ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ النَّاسِ قَدْ اَجَابُوْا دَعْوَتَہٗ ۔

اور خدا کی قسم میں دیکھتا ہوں عرب کے غریبوں اور اہلِ اطراف اور کمزور لوگوں کو کہ محمدؐ کے کہنے کو مان لیا ہے۔

اس اسپیچ میں ابو طالب گویا تمام رؤسائے مکّہ کے روبرو اس آیت کی تصدیق کرتا ہے......اور کہتا ہے اے مکے والو! اہل اطراف نے تو اس کی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو مان لیا ہے۔ اور تعلیم الٰہی اور کلامِ ربّانی کا اطراف میں آنا یعنی پھیلنا گویا خدا کا اطراف میں آنا ہے۔ حاصل کلام آیت یہ ہوا کہ کفّار کی تعداد کم ہوتی چلی جاتی ہے اور مسلمان دن بدن بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ اوّل۔ صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶)

کیا اس وقت تم نہیں دیکھتے کہ نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا کیسے واضح طور پر پورا ہو رہا ہے۔ اعلیٰ درجہ کے عظیم الشان لوگ طرفؔ کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ ایک طرف ہو کر بیٹھتے ہیں اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں میں سے بعض سلیم الفطرت ہوتے ہیں وہ بھی طرفؔ کہلاتے ہیں۔ یعنی

تمہارے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں میں سے یا یہ کہو کہ ہر طبقہ اور درجہ میں سے جو عظیم الشان اور سلیم الفطرت لوگ ہیں وہ سب کے سب اسلام میں داخل ہو کر تمہاری جمیعت کو دن بدن کم کر رہے ہیں۔

غرض مامور من اللہ کا وجود ایک حجۃ اللہ ہوتا ہے۔ اس کی جماعت بڑھتی جاتی اور اس کے مخالف دن بدن کم ہوتے جاتے ہیں۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۱۲ مورخہ ۳۱/ مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۶)

۴۳۔ وَ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۔

ترجمہ۔ اور تحقیق تدبیر کر چکے ہیں ان سے پہلے والے تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں سب تدبیریں وہ جانتا ہے ہر ایک جی جو کر رہا ہے اور عنقریب جان لیں گے کافر کہ کس کے لئے ہے انجام کا گھر۔

تفسیر۔ مَكَرَ۔ ہمارے ملک میں اس کے معنے خراب ہو گئے ہیں۔ دیکھئے عرب میں گالی یہ ہے کہ کسی کو کہنا شکست پا گیا۔ یا اس نے قحط میں بھوکوں کو کھانا نہ دیا اور ہمارے ملک میں گالی کا مفہوم پورا ہی نہیں ہوتا جب تک اپنی ماؤں کو سوروں کے سپرد نہ کرلیں۔

مکر عربی میں تدبیر کو کہتے ہیں۔ اور یہ تدبیریں دو قسم کی ہیں بری اور پاک۔ چنانچہ قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ[1] (آل عمران: ۵۵) اور لَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ[2] (فاطر: ۴۴)۔

یاد رکھو کہ ہمیشہ لفظوں کے وہ معنے لیں جو کہ اصل زبان میں ہوں۔ ہندوستان کا مذاق عجیب ہے۔ لکھنؤ میں خلیفہ حجام کو کہتے ہیں اور لواطت کی مرض کو علت المشائخ۔ حالانکہ عربی زبان میں خلیفہ اور شیخ بڑے پاک اور اعلیٰ خطاب ہیں۔

---

[1] اور اللہ کی تدبیریں خیر و برکت سے بھری ہوئی ہیں۔ [2] اور بُری تدبیر کا وبال کسی پر نہیں پڑتا مگر اسی تدبیر کرنے والے پر (یا جو اس کے لائق ہے)۔

یَعْلَمُ مَا تَکْسِبُ کُلُّ نَفْسٍ ۔ چور، زانی، شراب خور، غرض تمام نافرمان کبھی اخیر عمر میں سکھ نہیں پاتے۔

ایک تاریخی واقعہ۔ ہارون رشید کا ایک بھائی بڑا زیرک تھا۔ اس نے اسے احتساب پر مقرر کیا۔ اس نے بازار کی دوکانوں کی تحقیقات کی۔ ایک دوکاندار سے پوچھا۔ اس نے بتلایا کہ پیسہ روپیہ نفع لیتے ہیں۔ اور کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ بزاز سے پوچھا۔ اس نے کہا کہ چار آنہ فی روپیہ نفع لیتے ہیں۔ کوئی رقم مار بھی لیتے ہیں مگر معمولی کام چلتا ہے۔ پھر ان دوکانوں کی خبر لی جن میں چور اپنا مال تھوڑی قیمت پر فروخت کر جاتے ہیں۔ اس نے کہا۔ نفع تو ہم ایک روپیہ کا سو بھی کما لیتے ہیں مگر ہمارا مال نقصان ہو کر حساب برابر ہی رہ جاتا ہے۔ بلکہ بعض وقت کھوٹ دھوکہ میں لے کر سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔ ہارون رشید کے بھائی نے جا کر کہا۔ احتساب کی ضرورت نہیں۔ خدا خود ہی اپنا کارخانہ چلا رہا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵)

۴۴۔ وَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ۔

ترجمہ۔ اور کافر کہتے ہیں کہ تُو تو رسول ہی نہیں۔ تو کہہ دے اللہ ہی کی گواہی کافی ہے میرے اور تمہارے درمیان اور وہ شخص گواہ ہے جن کو (توریت وغیرہ) کتاب (آسمانی) کا علم ہے۔

تفسیر۔ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًۢا ۔ اپنی صداقت میں اللہ کی نصرت کی گواہی پیش کی ہے کہ باوجود کوئی جتھا وغیرہ نہ ہونے کے میں کامیاب ہوں گا۔ دوم تمام اہلِ کتاب اپنی اپنی کتابوں سے اس کی تعلیم کا مقابلہ کر لیں اور دیکھیں کہ کیسی جامع و اعلیٰ تعلیم ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵)

قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًۢا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ ۔ کہہ مجھ میں اور تم میں اللہ گواہ ہے۔ پھر وہ شخص جسے کتاب کا علم دیا گیا ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶)

وَ مَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتٰبِ ۔ استثناء باب ۱۸ باب ۳۵۔ یسعیاہ باب ۲۱۔ ۵۴

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

اور کہتے ہیں منکر لوگ کہ تو رسول نہیں۔ تو کہہ دے۔ میری نبوّت پر خدائی ثبوت کافی ہے۔ اور وہ ثبوت جو الہامی کتاب کے علماء کے پاس ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ دوم صفحہ ۱۸۶)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثباتِ نبوّت پر قرآن ہدایت کرتا ہے اور سکھلاتا ہے کہ منکروں کو یہ جواب دو۔

وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۙ وَ مَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ۔

کیا معنی کہ محمدؐ کی رسالت اور نبوّت کے ثبوت پر قانونِ فطرت جو خدا کا فعل ہے گواہ ہے۔ کیونکہ مذہب خدا کا قول اور قانونِ قدرت باری تعالیٰ کا فعل ہے اور لازم ہے کہ باری تعالیٰ کے فعل اور قول دونوں باہم متوافق ہوں۔

اور کتاب سابق کا عالم بھی کافی گواہ ہے۔ سابق کتب کے علماء دو طرح گواہ ہیں۔ اوّل اس طرح کہ ان سے کتب سابقہ کو سیکھ کر ہم خود محمدیؐ بشارات کو کتب سابقہ سے نکالیں۔

دوم اس طرح پر کہ جس طرح وہ اپنے انبیاء اور رسل کی نبوّت اور رسالت کو ثابت کریں اسی طرز پر ہم بھی نبوّت اور رسالت محمد عربیؐ کو ثابت کریں۔ جس قدر اور انبیاء کی نبوت کے ثبوت دنیا میں لوگوں کے پاس ہیں۔ اس کی نظیر کے کل ثبوت اور قانونِ قدرت سے موافقت کا بھاری ثبوت محمد عربیؐ کی نبوت اور رسالت کے واسطے موجود ہے۔

ایک لطیف امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اسماء کا ترجمہ مضامین کو سخت دقت میں ڈالتا ہے اور اہلِ کتاب کی عام عادت ہے کہ اسماء کا ترجمہ کر دیتے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر کو متن سے ملا دینا بڑا عیب ہے کیونکہ تفسیر مفسّر کا خیال ہوتا ہے جس میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال قوی ہے۔ بشارات میں یہ نقص نہایت مضر ہوا۔ محمدیؐ بشارت جیسے سلیمان کی غزل الغزلات میں ہے۔ اگر اس میں لفظ محمدیم کا ترجمہ نہ کیا جاتا تو کیسی صاف تھی۔

اور نمونہ۔ ۸ باب ۳۔ اشعیا مہر شالال حشبز نام بند اور عربی ترجمہ ۱۸۲۵ء میں ہے۔ ادع اسمه اغنم بسرعة وانهب عاجلاً۔[1] (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ دوم صفحہ ۱۸۵، ۱۸۶)

---

[1] اس کا نام پکار۔ یعنی جلدی سے غنیمت حاصل کر اور جلدی سے (مال) چھین۔

سُوْرَةُ اِبْرَاهِيْمَ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

سورۂ ابراہیم کو اس اللہ کے نام سے پڑھنا شروع کرتے ہیں جو تمام محامد کا موصوف اور رحم بے سبب کرنے والا اور اسباب کا نیک بدلہ دینے والا ہے۔

۲، ۳۔ الٓرٰ قف كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۵ لا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ط وَ وَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ۔

ترجمہ۔ ہم اللہ ہیں، بار بار تیری رسالت پر زور دینے والے یہ ایک کتاب ہے ہم نے اس کو اتارا تیری طرف تا کہ تو لوگوں کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالے۔ ان کے ربّ کے حکم و اجازت سے ایسی راہ کی طرف جو زبردست قابل حمد راہ ہے یعنی عزیز وحمید۔ وہ اللہ ہے جس کا آسمان و زمین میں سب کچھ ہے اور افسوس ہے کافروں پر سخت عذاب سے۔

تفسیر۔ یہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ظلمات سے نور کی طرف نکالنے والا فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت انسان پر ایسا گزرتا ہے کہ اس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وعظ موجب بنتا ہے ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لے جانے کا۔ مگر ایک اور جگہ پر فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ [۱] ے (البقرۃ:۲۵۸) گویا وہی نسبت جو پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف فرمائی۔ پھر اللہ نے وہی کام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ یہ بات قابلِ غور ہے۔

حضرت جبرائیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں لوگوں کو دین سکھانے کے لئے

---

[۱] اللہ انہیں کا دوست دار و حامی ہے جنہوں نے اُسے مانا اور وہ انہیں اندھیریوں سے نکال کر اجالے میں لاتا ہے۔

آئے اور پہلا سوال یہی کیا کہ یَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِسْلَامِ[۱] اسلام نام ہے فرماں برداری کا۔ سارے جہان کو تو موقع نہیں کہ اللہ کی باتیں سُنے۔ اس لئے پہلے نبی سنتا ہے پھر اوروں کو سناتا ہے سو پہلا مرتبہ یہی ہے کہ نبی کی صحبت میں رہے۔اور اس سے فرماں برداری کی راہیں سنے اور سیکھے چنانچہ اس بناء پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ سمجھایا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ[۲] (آل عمران:۳۲) یعنی سرِ دست تم میرے تابع ہو جاؤ۔اس کی تعمیل میں اسلام لانے والوں نے جیسا انہیں نبی کریمؐ نے سمجھایا، کیا۔کلمہ سکھایا، کلمہ پڑھ لیا، نماز سکھائی، تو نماز پڑھ لی، روزہ، حج، زکوۃ جس طرح فرمایا۔اسی طرح ادا کیا۔ یہ اسلام ہے۔ چنانچہ جبرائیل کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ تُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَ تُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَ تَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً۔[۳]

مگر چونکہ منافق لوگ بھی ایسی باتوں میں شریک ہو سکتے ہیں اس لئے اس سے اوپر ایک اور مرتبہ ہے۔ وہ یوں کہ جب انسان یہ اعمال کرتا ہے اور ان کے فوائد وثمرات مرتب ہوتے ہیں تو پھر عقائد اس کے دل میں گڑ جاتے ہیں۔ یہ ایمان کا مرتبہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس لوگ آتے تو آپؐ کی باتیں سنتے اور آہستہ آہستہ وہی باتیں دل کے اندر گڑ جاتیں اور اس طرح پر ان کو اسلام سے ایمان کا رتبہ ملتا اور وہ کئی ظلمات سے نکل کر نور میں آ جاتے پہلی ظلمت تو کفّار کی مجلس تھی جس کو چھوڑ کر وہ حضورِ نبویؐ میں آئے۔صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

(میں نے کئی ڈاکوؤں سے پوچھا ہے کہ تمہیں کبھی رحم نہیں آتا۔تم کیسے حیرت انگیز بے رحمی کے کام کرتے ہو۔تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں رحم آتا ہے مگر تنہائی میں۔لیکن جب ہم اپنے ہمجولیوں

۱؎ اے محمدؐ! مجھے اسلام کے بارہ میں بتائیے۔ ۲؎ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو (جیسا کہ میں اللہ کا محبوب بنا ہوں) تو تم میری چال چلو پوری پوری تو تم بھی اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔ ۳؎ اسلام یہ ہے کہ تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور زکوۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے اور بیت اللہ کا حج کرے۔ اگر تو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھے۔

میں بیٹھتے ہیں۔ تو پھر سب کچھ بھول جاتا ہے یہ ان کی صحبت کی ظلمت کا اثر ہے) مواعیظِ نبویؐ آہستہ آہستہ اثر کرتے رہے پھر اللہ کے احکام کی تعمیل کا شوق پیدا ہوتا ہے اور چونکہ احکام الٰہی کے مظہر اوّل ملائکہ ہوتے ہیں اس لئے ان پر ایمان لاتا ہے۔ جو اس کے دل میں پاک تحریکیں کرتے ہیں تو یہ ان کی تحریکات کی فرماں برداری کرتا ہے پھر اس کے بعد چونکہ ملائکہ کا تعلق شدید نبی سے ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی باتوں پر ایمان لاتا ہے اور ان کی تعمیل کرتا ہے۔ وہ نبیؐ کو پہلے بھی دیکھتا تھا مگر وہ دیکھنا دراصل نہ دیکھنا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَ هُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ[1] (الاعراف:۱۹۹) اس کے بعد اس کی معرفت بڑھتی ہے اور وہ نبی کو اس کی نبوّت کی حیثیت سے پہچانتا ہے تو اس کی کتاب کو پڑھتا ہے۔ پھر جزا وسزا کے مسئلہ پر ایمان لاتا ہے۔ اور اس طرح اس کا ایمان آہستہ آہستہ بڑھتا ہے۔ چنانچہ جبرائیلؑ کے سوال مَا الْاِیْمَانُ[2] کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ تُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهٖ وَشَرِّهٖ۔[3]

غرض جب مومن کفر وشرک کی ظلمات سے قوم کے رسوم' قوم کے تعلقات' بزرگوں کی یادداشتوں کی ظلمات سے صحبتِ نبویؐ کی برکات کے ذریعے نکلتا ہے اور اس کے دل سے حُب لغیر اللہ اٹھتی جاتی ہے تو پھر وہ اللہ جل شانہٗ کے سارے احکام کو شرح صدر سے مانتا اور اس کے لئے تمام ماسوٰی اللہ کے تعلقات کو توڑ دیتا ہے۔ اور محض اللہ ہی کا ہو جاتا ہے تو یہ تیسرا درجہ ہے جسے احسان کہتے ہیں۔

اور یہ مومن کی اس حالت کا نام ہے جب اسے ہر حال میں اپنا مولیٰ گویا نظر آنے لگتا ہے اور وہ مولیٰ کی نظرِ عنایت کے نیچے آ جاتا ہے اور وہ غالباً اس کی رضامندی کے خلاف کوئی حرکت وسکون نہیں کرتا۔ چنانچہ جبرائیل کے سوال اَخْبِرْنِیْ عَنِ الْاِحْسَانِ[4] کے جواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔ تو اللہ تعالیٰ کی

---

[1] وہ تیری طرف آنکھ پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے ہیں (یعنی مورتیں اور بت ومشرک) حالانکہ وہ کچھ بھی دیکھتے نہیں۔
[2] ایمان کیا ہے۔ [3] یہ کہ تو اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے اور اچھی اور بُری تقدیر پر ایمان لائے۔ [4] مجھے احسان کے بارہ میں آگاہ کیجئے۔

فرماں برداری ایسی کرے گویا کہ تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو نہیں دیکھتا تو یہ سمجھے کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے۔ مثال کے طور پر یہ دیکھ لو جب انسان کسی امیر یا بادشاہ کو اپنا محسن و مربّی سمجھے تو پھر اس کے سامنے اور سب کچھ بھول جاتا ہے اور اس کے مقابل میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا۔ یا مثلاً بعض لوگ مکان بناتے ہیں تو اس کی تعمیر کی فکر میں ایسے مبہوت ہو جاتے ہیں کہ گویا مکان میں فنا ہو گئے ہیں۔

مومن کو چاہیے کہ اس طرح پر اللہ تعالیٰ کی محبت میں فنا ہو جاوے۔ یہاں تک کہ اس کے بغیر اسے کوئی خیال نہ رہے۔ اس درجہ احسان کو دوسرے لفظوں میں تصوّف کہتے ہیں اور ان کا نام صوفی ہے لِصَفَاءِ اَسْرَارِهِمْ وَنِقَاءِ اَعْمَالِهِمْ [1]۔ ان کے دلی خیالات صاف ہوتے ہیں۔ ان کے اعمال میں کوئی کدورت نہیں ہوتی۔ ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ صاف ہوتا ہے۔ وہ خدا کے حضور احکام کی تعمیل کے لئے اوّل صف میں کھڑے ہونے والے ہوتے ہیں۔ وہ اس دارالغرور میں دل نہیں لگاتے۔ چنانچہ تصوّف کی تعریف میں فرمایا۔ اَلتَّجَافِیْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَ الْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ۔ صوفی موت کی تیاری کرتا ہے قبل اس کے کہ موت نازل ہو۔ ظاہری و باطنی طور پر پاکیزہ رہتا ہے یہاں تک کہ تجارت و بیع اس کو اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں کرتی۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [2] (النور: ۳۸) اصحاب صفّہ انہی لوگوں میں سے ہیں۔ یہ لوگ دن بھر محنت و مشقّت کرتے۔ اس سے اپنا گزارہ کرتے اور اپنے بھائیوں کو بھی کھلاتے اور پھر رات بھر وہ تھے اور قرآن شریف کا مشغلہ۔

صحابہؓ میں تین گروہ تھے۔ بعض ایسے کہ حضورِ نبویؐ میں آئے کچھ کلمات سنے۔ کچھ مسائل پوچھے پھر چلے گئے اور بس۔ نماز پڑھ لی۔ زکوٰۃ دی۔ روزہ رکھا۔ بشرطِ استطاعت حج کیا اور معروف امور کے کرنے اور نواہی سے رکنے میں حسبِ مقدور کوشاں رہے۔

اور بعض ایسے جو اکثر صحبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں بیٹھے رہتے۔ اس مخلوق کے اندر ایمان رچا ہوا تھا۔ سخت سے سخت تکلیف، مصیبت اور دکھ اور اعلیٰ درجہ کی راحت آرام اور سکھ میں ان

---

[1] سہو کتابت ہے۔ اصل لفظ آثارھم ہے۔ (الفتوحات الٰھیه فی نصرۃ التصوف الحق الخالی من الشوائب البدعیۃ۔ صفحہ ۱۴)
[2] وہ ایسے لوگ ہیں جن کو غافل نہیں کرتی ان کی سوداگری اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد سے۔

کا قدم یکساں خدا کی طرف بڑھتا تھا۔

انہی لوگوں میں سے خواص ایسے تیار ہو گئے کہ خدا ان کا متولّی ہو گیا۔ مجھے اس موقع پر ایک شعر یاد آ گیا۔

قَوْمٌ هُمُوْمُهُمْ بِاللّٰهِ قَدْ عَلِقَتْ [۱]

وہ ایسے لوگ ہیں کہ سارا خیال ان کو اللہ کا رہ جاتا ہے اور اس کے بغیر کسی کے ساتھ حقیقی تعلق نہیں رکھتے۔ نبی کی اتباع وہ کرتے ہیں مگر اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ بادشاہ کی اطاعت کرتے ہیں تو اسی لئے کہ اللہ نے حکم دیا۔ بیوی بچوں سے نیک سلوک بھی اسی لئے کرتے ہیں۔ وہ دنیا کے کاروبار کرتے ہیں۔ چھوڑ نہیں بیٹھتے۔ مگر یہ سب باتیں، یہ سب کام ان کے لِلّٰہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ؎

فَمَطْلَبُ الْقَوْمِ مَوْلَاهُمْ وَ سَيِّدُهُمْ [۲]

يَاحُسْنَ مَطْلَبِهِمْ لِلْوَاحِدِ الصَّمَدِ

(بدر جلد ۹ نمبر ۱۴ مورخہ ۲۷ / جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۸، ۹)

۴۔ اَلَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ۔

ترجمہ۔ وہ جو دنیا کی ہی زندگی کو پسند کرتے ہیں آخرت کے مقابلہ میں اور وہ اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس راہِ الٰہی کو چاہتے ہیں ٹیڑھے رہ کر۔ یہی لوگ ہیں دور دراز کی گمراہی میں۔

تفسیر۔ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا۔ ایک عِوَج آیا۔ ایک عَوَج۔ دین و زمین میں عِوَج بولتے ہیں۔ اور عَوَج نیزہ، دیوار، دانت پر بولتے ہیں۔ بعض لوگ ٹیڑھا رہ کر سیدھی راہ کو چاہتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳ / جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵)

---

[۱] وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے سارے خیال اور افکار اللہ سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ [۲] ان لوگوں کا سارا مطلوب ان کا مولی اور ان کا آقا ہوتا ہے۔ واہ رے ان کا حسن مطلوب (جو) واحد و یگانہ بے نیاز (ہستی) ہے۔

۵۔ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ؕ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

ترجمہ۔ اور کوئی رسول ہم نے نہیں بھیجا مگر (مختص المقام) اسی قوم کی زبان میں (بات کرنے والا) تا کہ ان سے بیان کرے کھول کھول کر۔ پھر اللہ ہٹا دیتا ہے جسے چاہے اور راہ پر لگا دیتا ہے جسے چاہے۔اور وہی بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۔معلوم ہوا کہ رسول کے توّاب کو بہت سی زبانیں سیکھنی چاہئیں تا کہ سب کو کھول کر دینِ حق بتا سکیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵)

۶۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَاۤ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَ ذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۔

ترجمہ۔اور ہم نے موسیٰ کو بھیجا اپنی کھلی کھلی نشانیاں دے کر کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے کی طرف اور اُن کو یاد دلا ان کے دن۔ بے شک ان واقعات میں بڑی بڑی نشانیئیں ہیں ہر ایک صبر وشکر کرنے والے کے لئے۔

تفسیر۔ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى ۔ ایک مثال بیان فرماتا ہے۔

بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ۔ نِعَمُ اللّٰہِ وَنِقَمُ اللّٰہِ خدا کی نعمتیں اور اس کے عذاب۔ایک شعر یاد آ گیا۔

وَ اَيَّامٌ لَّنَا غُرٌّ طِوَالٌ

عَصَيْنَا الْمَلِكَ فِيْهَا اَنْ نَدِيْنَا [1]

صَبَّارٍ ۔ جو صبر سے کام لے۔اس کو خدا اپنی جناب سے بہت سے نشان دکھا دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵)

---

[1] ہمارے لئے طویل (کارہائے نمایاں سے معمور) روشن زمانہ ہے جس میں ہم نے بادشاہ (عمرو بن ہند) کے سامنے جھکنے سے انکار کیا۔

۷۔ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اور جب موسیٰ نے کہا اپنی قوم کو، اللہ کے وہ احسان یاد کرو جو تم پر ہیں جب اُس نے تم کو بچا لیا تھا فرعون کے لوگوں سے وہ تم کو بری تکلیفیں دیتے تھے اور تمہارے مردوں کو مار ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کی حیا دور کرتے تھے اور اس میں بڑا انعام تھا تمہارے رب کی طرف سے۔

تفسیر۔ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ ۔ جو قومیں اکٹھی رہتی ہیں ظالم لوگ اکثر ان کو بیگار میں پکڑ لیتے ہیں جیسا کہ سکھوں کے عہد میں جولاہوں کو پکڑ لیتے تھے۔ بنی اسرائیل کے ساتھ بھی فرعون نے یہی معاملہ کیا مگر محنت سے جب ان کی اولاد قوی ہونے لگی تو پھر اس کو قتل کرنے کی تدبیریں سوجھیں۔

بَلَآءٌ ۔ خدا کا بھاری انعام کہ موسیٰؑ کو بھیج دیا۔ وہی بنی اسرائیل کہ جو بیگار میں پکڑے جاتے تھے۔ آخر جب تک خدا کے حکموں کے مطیع رہے۔ فاتح بھی ہوئے۔ عمّار بن یاسرؓ کے ساتھ کیا کیا مکے والوں نے؟ اور اس کی ماں کے ساتھ کیا کیا؟ اس کی شرمگاہ میں نیزہ مار دیا اور ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ سے باندھ کر مخالف طرفوں میں چلائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسی قوم کو فاتح بنایا۔ انہوں نے نہ صرف عرب کو فتح کیا بلکہ چین و تاتار تک پہنچے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶)

۸۔ وَ اِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَ لَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ۔

ترجمہ۔ اور جب خبردار کر دیا تم کو تمہارے ربّ نے کہ اگر تم شکر کرو گے تو میں (خود) تم کو اور زیادہ کر دوں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میری مار بڑی سخت ہے۔

تفسیر۔ ایک شخص کو گدا[1] کی عادت تھی۔ دن بھر لقمہ لِلّٰہِ کے لئے پھرتا رہتا۔ آخر اس نے کعبہ

---

[1] یعنی مانگنے۔ سوال کرنے۔ مرتّب

کا دامن پکڑ کر توبہ کی اور دیا سلائیاں بیچنی شروع کیں اور چار پیسے سے تجارت شروع کی۔ جس کے چھ پیسے بن گئے آخر یہاں تک نفع حاصل ہوا کہ وہ ایک کوٹھی کا مالک بن گیا۔ اصل یہ ہے کہ صداقت وراستبازی پر چلے اور جو نفع مل جائے لے لے۔ یہ شکرگزاری کا نتیجہ تھا۔ ایک عورت نے مجھے طبابت میں 1 دھیلا دیا۔ جسے میں نے شکریہ سے لیا اور ہزاروں کمائے۔

تَاَذَّنَ ۔ اَعْلم۔علم دے دیا۔ بتادیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

شکر کرنے پر ازدیادِ نعمت ہوتا ہے۔ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ۔لیکن جو شکر نہیں کرتا وہ یاد رکھے۔ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷)

مسلمانوں سے حمد اٹھ گیا۔ وہ کبھی اپنی حالت پر راضی نہیں ہوتے اور نہ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ جب سے حمد وشکر اٹھا خدا تعالیٰ کا انعام بھی اٹھ گیا۔ وہ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ کو نہیں سمجھے۔ تم اللہ تعالیٰ کی بہت حمد کیا کرو۔

ہماری کتاب بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سے شروع ہوتی ہے۔ ہمارے خطبے بھی اَلْحَمْدُ سے شروع ہوتے ہیں ...... اور اس حمد کے لئے اسی سے مدد طلب کرو اور اللہ کو ہر حال میں یاد رکھو۔ وہ تمہیں یاد رکھے گا۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۴ مورخہ ۹؍جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

۱۰۔ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ ۬ۛ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۛؕ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْۤا اَيْدِيَهُمْ فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ وَ قَالُوْۤا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَ اِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَاۤ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۔

ترجمہ۔ کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے نوح اور عاد وثمود کی قوم اور جو ان کے بعد ہوئے جن کی خبر اللہ ہی کو ہے۔ آئے ان کے پاس ان کے رسول کھلے کھلے نشان لے کر تو ان کے ہاتھ ان کے منہ میں ڈال دئے اور کہنے لگے ہم کافر ہوئے تمہاری رسالت کے اور ہم ایسے شک میں

ہیں اس سے جدھر تو ہمیں بلاتا ہے جو کہ دوسروں کو بھی شک میں ڈال دے۔

تفسیر۔ فَرَدُّوْٓا اَیْدِیَھُمْ فِیْٓ اَفْوَاھِھِمْ ۔اس کے دو معنے کئے گئے ہیں۔لوٹائے ان کافروں نے ہاتھ اپنے نبیوں کے منہ پر یعنی بدمعاش ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے کہ آپ بات نہ کریں۔ ہم نہیں سننا چاہتے۔دوسرے معنے جو عَضُّوْا عَلَیْکُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَیْظِ (آل عمران:۱۲۰) کے مطابق ہیں یہ کہ اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ڈالتے تھے بوجہ شدّتِ غیظ و غضب۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۱۱۔ قَالَتْ رُسُلُھُمْ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْکُمْ لِیَغْفِرَ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَ یُؤَخِّرَکُمْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا کَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ۔

ترجمہ۔ ان کے پیغمبروں نے کہا کیا اللہ میں شک ہے جو آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تمہاری مغفرت کرے گناہوں سے اور تمہیں رہنے دے وقت معیّن تک۔وہ کہنے لگے کیا بات ہے تم بھی تو ہمارے جیسے آدمی ہو تم چاہتے ہو کہ ہم کو روک دو ان چیزوں سے جن کی پوجا ہمارے باپ دادا کرتے رہے تو لاؤ تو کوئی صریح دلیل۔

تفسیر۔ اَفِی اللّٰہِ شَکٌّ ۔ چار قسم کے لوگ ہیں ایک عام جو خواص سے سن کر ایمان لاتے ہیں دوم جو کتب پڑھ کر یقین کرتے ہیں۔سوم گروہ حکماء کا ہے جو عالم کے انتظام کو دیکھ کر ایمان لاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جب ایک گھڑی خود بخود نہیں بنتی۔تو یہ کارخانہ اتنا بڑا کارخانہ خدا کے بغیر کس طرح چل سکتا ہے۔ چہارم گروہ ہے اللہ کے پیارے بندوں کا جن کو یقین ہوتا ہے۔اس لئے کہ خدا ان سے کلام کرتا ہے اور انہیں اپنی قدرت نمائیوں سے یقین دلاتا ہے۔ یہ گروہ تعجب انگیز ترقی کرتا ہے اور خدا پر ایسا یقین رکھتا ہے کہ جو ذرا بھی شک رکھنے والا دیکھیں تو تعجب سے کہتے ہیں۔کیا اللہ کے معاملہ میں بھی شک ہوسکتا ہے؟

فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ وجدانی شہادت کے بعد دلیل بھی دی ہے جو حکماء کی دلیل ہے اور ساتھ ہی کہا ہے کہ وہ ہم سے خود بولتا ہے۔اس نے ہمیں کہا ہے کہ خلقت کو میری طرف بلاؤ تامیں ان کے گناہ معاف کردوں۔کمزوریاں ڈھانپ لوں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

يُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى (إبراهيم:۱۱) پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب انسان کو اس کی اجلِ مسمّٰی سے پہلے ہلاک کر دیتا ہے یعنی قبل از وقت موت آجاتی ہے لیکن اعمال صالحہ سے بلائیں اور وبائیں ٹل جاتی ہیں۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۳۶ مورخہ ۳۰؍ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴)

۱۲۔ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ اُن سے اُن کے رسولوں نے کہا ہاں ہم تمہاری ہی طرح کے تو آدمی ہیں لیکن اللہ احسان کیا کرتا ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (وحی و رسالت کا) اور ہمارا کام نہیں کہ تمہارے پاس کوئی سند پیش کریں مگر اللہ ہی کے حکم سے، اور ایمانداروں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں۔

تفسیر۔ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ۔ یہ تفاوت خود انسان کے وجود میں بھی ہے۔ایک مکان ہے جس سے پاخانہ نکلتا ہے۔لیکن ایک جگہ ہے جس سے خدا کا نام نکلتا ہے۔پس وہ مالک اور حکیم وعلیم ہے۔جس پر چاہے اپنے مکالمہ اور پسندیدگی کا انعام کرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۱۴۔ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور حق چھپانے والے کافروں نے کہا اپنے رسولوں سے ہم تم کو ضرور ضرور نکال دیں گے

اپنے ملک سے یا تم پھر جاؤ ہمارے مذہب میں تو اللہ نے جو ان کا رب ہے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور غارت کر دیں گے بے جا کام کرنے والوں کو۔

تفسیر۔ انسان کو جس چیز کی عادت یا الت پڑ جاتی ہے وہ اس کو چھوڑتا نہیں۔ حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِيْ وَ يُصِمُّ[1] وہ محبوب کے عیوب کا بینا وشنوا نہیں ہوتا۔

انبیاء جب سچائی کو لاتے ہیں۔ ان کی تعلیم کے دو حصے ہوتے ہیں۔ ایک حصہ عقائد کے متعلق جس کے دلائل بڑے کھلے ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ کو ماننا، فرشتوں پر ایمان لانا، کتب پر ایمان، انبیاء پر ایمان، تقدیر پر ایمان، جزا وسزا پر ایمان، دوسرا حصہ عملدرآمد کا ہے جو تعامل کے نیچے ہوتا ہے۔ اس میں بھی کوئی مشکل نہیں۔ مشترک تعامل دیکھ لے۔ بعض باتیں علمی تدبّرات کے لئے ہوتی ہیں۔ مجتہدین و ائمہ دین کا امتیاز ایسے ہی مسائل پر ہوتا ہے۔

نبی جب آتے ہیں تو ایک گروہ ان کی تعلیم کو اپنی رسم و عادت و الت کے خلاف دیکھ کر مقابلہ کے لئے اٹھتا ہے اور کفر و عناد میں یہاں تک پہنچتا ہے کہ کہہ دیتا ہے۔

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا۔ ہم تم کو اپنی زمین سے نکال دیں گے مگر کہ تم ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ۔ اَوْ بمعنی حَتّٰی اور لَاكِنْ ہے۔ امراءالقیس اپنے ساتھ والے کو کہتا ہے۔ جب اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے شاہِ روما سے مدد لینے جاتا ہے اور کہتا ہے۔

فَقُلْتُ لَهٗ لَا تَبْكِ عَيْنُكَ اِنَّمَا نُحَاوِلُ مُلْكًا اَوْ نَمُوْتَ فَنُعْذَرَا[2]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

---

[1] تیرا کسی چیز سے محبت کرنا (تجھے) اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔ [2] پس میں نے اس (اپنے شریک سفر عمرو ابن قمیئۃ) سے کہا تیری آنکھ (اپنے گھر والوں کے فراق پر) نہ روئے۔ بے شک ہم بادشاہت کی تلاش میں ہیں۔ (اسے حاصل کرلیں گے) یا ہم مر جائیں گے اور معذور گردانے جائیں گے۔

۱۵، ۱۶۔ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ۔ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔

ترجمہ۔ اور تم کو بسائیں گے اس ملک (یا اس کی مثال میں) ان کے بعد۔ یہ صلہ اس شخص کے لئے ہے جو ہمارے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اور میرے عذاب کے وعدے سے کانپتا ہے۔ اور منکروں نے فتح کی دعا مانگی اور ہر ایک سرکش ضدی نامراد ہوا۔

تفسیر۔ الْاَرْضَ ۔ اور ایک زمین۔ اس کا ترجمہ ہے۔

وَ اسْتَفْتَحُوْا۔ قضاء وقدر کا فیصلہ چاہا۔ نبی بھی دعا مانگتے ہیں اور کفار بھی فیصلہ کے لئے کوشش کرتے ہیں۔

جَبَّارٍ ۔ کے معنے متکبّر۔

عَنِيْدٍ۔ جو حق کا مقابلہ کرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۱۷۔ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ۔

ترجمہ۔ اور اس کے آگے جہنم ہے اور اُسے پلایا جائے گا پیپ کا پانی۔

تفسیر۔ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ ۔ وَرَائَ کا ترجمہ ہے۔ آگے۔ بعض وقت اس کے معنے پیچھے کے ہوتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۱۸۔ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَ مِنْ وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ۔

ترجمہ۔ اسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا اور معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اُسے پی نہیں سکے گا اور اس پر موت آئے گی ہر طرف سے اور وہ مرتا نہیں۔ اس کے پیچھے اور بھی سخت تر عذاب ہے۔

تفسیر۔ الْمَوْتُ ۔ دکھ اور مصیبتیں۔ دل میں بھی، جسم میں بھی، گھر، دوست، احباب، بیوی

سب میں مصیبت ہی مصیبت نظر آئے گی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۲۲۔ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ۔

ترجمہ۔ اور نکل کھڑے ہوئے اللہ کے لئے سب لوگ تو کمزور آدمیوں نے کہا مغروروں سے، بے شک ہم تو تمہارے فرمانبردار ہی تھے تو کیا تم ہم سے ہٹا سکتے ہو اللہ کے عذاب میں سے کچھ۔ وہ جواب دیتے ہیں اگر ہمیں اللہ کوئی راہ دکھائے گا تو تمہیں بتائیں گے اب تو برابر ہے ہم پر کہ ہم بے قرار ہوں یا صبر کریں ہمیں کسی طرح چھٹکارا نہیں۔

تفسیر۔ فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا ۔ پھر کہیں گے کمزور بڑھائی والوں کو ہم تھے تمہارے پیچھے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ دوم صفحہ ۳۱۶)

۲۳۔ وَ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَ وَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَ مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَ مَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ؕ اِنِّيْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اور شریر ہلاک کرنے والا شیطان بولے گا جب فیصلہ ہو جائے گا کام کا۔ اللہ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا وہ جھوٹ تھا۔ اور تم پر میرا کچھ تسلط تو نہ تھا ہاں صرف میں نے تم کو بلایا تھا اور تم نے میرا کہا مان لیا تھا تو تم مجھے ملامت نہ کرو، ہاں اپنے آپ کو ملامت کرو نہ تو میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکتے ہو، تم نے جو مجھے پہلے سے شریک بنایا تو بے شک میں کچھ قدر نہیں کرتا اس کی جو تم مجھے شریک بناتے رہے کچھ شک نہیں کہ بے جا کام کرنے والوں ہی کے لئے ٹیس دینے والا عذاب ہے۔

تفسیر۔ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ ۔ انکار کیا ہے۔ اس سے کہ تم میرا ساجھی ٹھہراؤ۔ میری فرماں برداری

کرو۔ میرا کہا مانو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

مَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ وَ لُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۔ مجھے تم پر کوئی غلبہ اور قدرت نہیں تھی۔ ہاں اتنی بات ہے کہ میں نے تمہیں بلایا۔ سوتم نے میری بات مان لی۔ اب مجھے ملامت نہ کرو۔ بلکہ اپنے تئیں ملامت کرو۔

ہر ایک بدکار گمراہ کنندہ جو ناپاک باتوں کی طرف لوگوں کو بُلاتا اور ہلاکت پر چلاتا ہے۔ ہر وقت اور ہر زمانہ میں ایسے وجود کو قرآن کریم میں شیطان کہا گیا ہے۔ کیا کوئی انکار کر سکتا ہے کہ ایسے شریر موذی وجودوں سے کبھی کوئی زمانہ خالی ہوا ہے۔ جیسے اس وقت میں مُضِلّ اور مُغْوِی وجود ہیں اور سب قوموں کے نزدیک یہ بات مسلّم ہے۔ اسی طرح آدمؑ کے وقت میں بھی ایک شریر بلکہ موذی وجود آدم کے مقابل تھا۔ تو بہکانے والے وجودوں کا کائنات میں موجود ہونا امرِ واقع ہے۔ کوئی شخص نادانی سے قرآن شریف کی اصطلاح سے اگر چِڑتا ہے تو کیا وہ واقعاتِ عالم کی بھی تکذیب کر سکتا ہے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۰۵، ۱۰۶)

۲۵۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۔

ترجمہ۔ کیا تمہیں یہ علم نہیں کیسی بیان کی اللہ نے اعلیٰ درجہ کی بات کہ ہر ایک سعادت مند انسان یا ہر ایک سچی بات جیسے ایک عمدہ درخت ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں ہیں۔

تفسیر۔ فِي السَّمَآءِ۔ بہت بلندی میں (حضرت صاحب نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ پاکیزہ بات دل میں گڑ جاتی ہے اور اس پر اعتراض کا ہاتھ نہیں پہنچتا۔)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

ایمان ایک درخت کی مثال رکھتا ہے جیسا کہ اللہ جَلَّ شَانُہٗ کے پاک کلام میں آیا ہے۔

مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ (ابراھیم:۲۵)

پاک کلمہ ایک پاک درخت کی طرح ہے۔ جب درخت پیدا ہوتا ہے تو پہلے اس کی لو نکلتی ہے۔ اسی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ کس قسم کا درخت ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ مثلاً پیپل کا درخت

پہلے دن جب اس کی لو دکھائی دے گی تب بھی اس کا نام پیپل ہوگا۔ چار سال کے بعد بھی وہ پیپل ہی کہلائے گا۔ جب بہت بڑھ جائے گا اور سینکڑوں آدمی اس کے سایہ کے نیچے آرام پائیں گے تب بھی وہ پیپل ہی کہلائے گا اور جب وہ پرانا ہوکر اس کے پتے جھڑ جاتے ہیں اور شاخیں گر جاتی ہیں اور ایک ٹنڈ سارہ جاتا ہے تب بھی اس کا نام پیپل ہوتا ہے۔ یہی حال ایمان کا ہے جو بڑھتا اور گھٹتا ہے لیکن اگر کوئی شخص پیپل کے ایک پتے کو ہاتھ میں لے کر کہے کہ یہ درخت پیپل کا ہے تو اس کی غلطی ہوگی۔ جس کے گھر میں ایمان کا درخت لگ گیا وہاں اس کے پھول، پھل اور پتے بھی نظر آئیں گے۔ یہی حال کفر کا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ (ابراهیم:۲۷)

مَا حَاكَ فِي الصَّدْرِ۔ جو بات دل میں کھٹکتی ہو اسے چھوڑ دینا چاہیے۔ جس بدی کا اثر دل پر ہو۔ کھٹکا یہ ہے کہ اس امر سے ڈرے کہ میری بات پر کوئی آگاہ نہ ہو جائے۔

(بدر جلد ۱۳ نمبر ۱۳۔ درس حدیث صفحہ ۱۱ مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۳)

فرمایا ایمان ہو یا کفر ہو، شرک ہو، فسق ہو، نفاق ہو ان کی مثال ایک درخت کی سی ہے۔ ایمان کی مثال ایک پاک درخت کی سی ہے اور کفر، شرک، فسق، نفاق وغیرہ کی مثال ایک خبیث درخت کی سی ہے جب وہ زمین میں بویا جاوے تو ایک لو نکلتی کوئی اس کو دیکھ کر نہیں کہہ سکتا کہ گھاس جتنا ہوگا یا بڑ کے درخت جتنا ہوگا۔ پھر وہ بڑھتے بڑھتے ایک زمانہ میں اپنی حقیقت خود بتا دے گا۔ جب وہ بڑ کا درخت ہوگا تو بڑ کی طرح بڑھے گا اور پھلے گا اور آخر بڑ ہی کہلائے گا اب اگر اس کے ایک دو پتہ توڑ ڈالو تو کیا کہہ دو گے کہ بڑ سوکھ گیا۔ جب ہزار دو ہزار پتہ توڑ کر لے آؤ گے تو اسی درجہ تک اس کی حیثیت کم ہو جائے گی پھر جب لاکھ دو لاکھ پتے اتار لو گے تو اور بھی گھٹے گا پھر جب اس کی ڈالیاں اور شاخیں کاٹ دو گے تو اور بھی۔ دیکھو اونٹوں والے پیپل کے درخت کو کاٹ لیتے ہیں۔ ڈالیاں کاٹنے سے ابھی درخت موجود ہوتا ہے اور جڑ کٹ جاوے تو کچھ نہیں رہتا۔ اسی طرح **کفر، شرک، فسق** اور **نفاق** ہے۔

(الحکم جلد ۱۶ نمبر ۲۲، ۲۳ مورخہ ۲۱، ۲۸ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۰)

۲۷۔ وَ مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ﹰاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ۔

ترجمہ۔ اور گندی بات کی مثال جیسے درخت ہے خبیث اکھاڑ پھینکا ہوا زمین سے، اس کو کچھ ٹھہراؤ نہیں۔

تفسیر۔ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةٍ ۔صحابہ کرامؓ نے فرمایا ہے کہ جیسے حنظل کا درخت۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۲۸۔ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙۗ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۔

ترجمہ۔ اللہ ثابت رکھتا ہے ایمانداروں کو توحید کی پکّی بات میں دنیا اور آخرت کی زندگی میں اور مشرکوں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔

تفسیر۔ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۔ اللہ ظالموں پر گمراہی کا حکم لگاتا اور انہیں گمراہ ٹھہراتا ہے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۹)

۲۹۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۔

ترجمہ۔ کیا تمہیں ان کا علم نہیں جنہوں نے اللہ کی نعمت کو (حق بات اور توحید کو) بدل دیا کفر سے اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔

تفسیر۔ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ ۔ ادنیٰ حکام اگر کوئی پروانہ بھیج دیں اور ان کی کوئی ناشکری کرے۔یا پرواہ نہ کرے۔اس پر عتاب نازل ہوتا ہے۔

پھر وہ فرمان جس کا بھیجنے والا احکم الحاکمین ہے اور لانے والا وہ جو کمالاتِ رسالت۔ کمالاتِ انسانیت، کمالاتِ نبوت کا خاتم ہے۔اس کے منکر کا کیا حال ہونا چاہیے۔

نِعْمَتَ اللّٰهِ ۔ قرآن، اسلام، جناب رسالت مآب، خاتم النبیّین، رسول ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ اجمعین۔

بَدَّلُوْا۔ ان لوگوں نے جو نعمت اللہ کا انکار کیا اور ابوجہل کہلائے۔

اَلْبَوَارِ۔ ہلاکت۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۳۰۔ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ۔

ترجمہ۔ یعنی جہنم، وہ اس میں داخل ہوں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔

تفسیر۔ يَصْلَوْنَهَا۔ یہ اَحَلُّوْا پر اطناب ہے۔ تا مضمون ذہن نشین ہو۔ داخل ہوں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۳۱۔ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ۔

ترجمہ۔ اور اللہ کے مقابل والے ٹھہرا لئے تاکہ لوگوں کو بھٹکا دیں اللہ کی راہ سے۔ کہہ دو تھوڑے دن رہ لو پھر تو تمہارا چلنا آگ ہی کی طرف ہے۔

تفسیر۔ وَجَعَلُوْا۔ یہ کفر کی تفصیل ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۶)

۳۳، ۳۴۔ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ۔ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَ سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ۔

ترجمہ۔ وہ ذات پاک اللہ ہی کی ہے جس نے آسمان پیدا کئے اور زمین اور بادل سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے پھل پھلاری پیدا کی تمہاری روزی کے لئے اور تمہارے اختیار میں کر دیا کشتیوں کو تاکہ بہیں دریا میں اللہ کے حکم سے اور تمہارے حکم میں لگا دی ندیاں۔ اور شمس و قمر کو تمہارا مسخر کر دیا چکر لگانے والوں میں اور رات اور دن کو بھی تمہارا مسخر کر دیا۔

تفسیر۔ اور کام میں لگا دی تمہارے کشتی۔ تو کہ چلے سمندر میں اس کے حکم سے اور تمہارے کام میں لگا دیں ندیاں اور کام میں لگا دیا تمہارے سورج اور چاند ایک دستور پر اور کام میں لگا دیا تمہارے رات اور دن کو۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔ حصہ اول۔ صفحہ ۱۵۶)

سَخَّرَ لَکُمْ ۔ایک شخص مجھے کہنے لگا کہ آ ؤ تمہیں تسخیر کا عمل بتا دیں۔ میں نے کہا کہ مجھے ضرورت نہیں کیونکہ مجھے ایسا عمل یاد ہے کہ جس سے نہ صرف سورج بلکہ چانداور رات و دن، نہریں، سب مسخر ہوں۔میں نے اسے یقین دلایا کہ اس آیتِ کریمہ نے ان تسخیروں سے ہمیں بے پرواہ کردیا ہے۔

بِاَمْرِہٖ ۔ یہ لفظ یادر کھنے والا ہے۔(جناب سلیمان علیہ السلام کے بیان میں کام دے گا)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)

ایک مرتبہ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ ہم تم کو عمل تسخیر بتائے دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ قرآن کریم میں لکھا ہے۔وَسَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْہُ۔یعنی جو کچھ زمین وآسمان میں ہے ہم نے تمہارا مسخر بنادیا ہے۔اب اس سے زیادہ آپ مجھ کو کیا بتائیں گے؟ سن کر حیران سارہ گیا۔ (مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۶۴)

۳۵۔ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ۔

ترجمہ۔ تم کو دیا ہر ایک چیز میں سے جو تم نے مانگا اس سے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو پورا کبھی نہ گن سکو گے ان کو۔ بے شک انسان بڑا ہی اپنی جان پر ظلم کرنے والا حد درجہ کا ناشکرا ہے۔

تفسیر۔ رزق ہماری ضرورت سے پہلے پیدا ہوتا ہے۔ہم ابھی ماں کے پیٹ سے باہر نہ آئے تھے کہ چھاتیوں میں دودھ آیا۔ جو نمک ہم آج سالن میں کھاتے ہیں وہ مدّت ہوئی کہ کان سے نکل چکا ہے۔ پھر وہاں سے بڑے شہر میں پہنچا۔ پھر اس گاؤں کی دکانوں میں آیا۔ پھر ہمارے حصہ کا الگ ہو کر گھر آیا۔ پھر ہانڈی میں سب کے لئے تھا۔ تو لقمہ کے ساتھ لگ کر میرے منہ میں آیا۔ اسی طرح کپڑے کا حال ہے۔ غرض کیا کیا احسان ہیں اس مولیٰ کے۔ پس مالی شکریہ بھی اُسی کے لئے ہونا چاہیے۔ یہ غلط ہے کہ خدا نے کسی کو مال دینے میں بخل کیا۔ بلکہ اس نے تو فرما دیا ہے وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ پھر اس کے غلط استعمال یا اپنی شامتِ اعمال نے لَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ[1] (النساء:٦) کے ماتحت کسی کے لئے اس میں تنگی پیدا کردی۔ (البدر جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۲)

[1] اور مال...... ان کے حوالے نہ کرو جو کم عقل ہوں۔

حضرت صاحب یعنی ہمارے مرزا صاحب فرمانے لگے کہ ایک دفعہ میں نے چاہا جیسے اور صوفیوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ میں بھی لکھوں (ان میں سے بہت بڑی کتاب امام شعرانی کی ہے۔ بڑی دلچسپ کتاب ہے۔اس کا ترجمہ اختصاری رنگ میں اپنے مذاق کے لحاظ سے نواب صدیق حسن خان صاحب نے بھی کیا ہے) چنانچہ میں نے ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کیا۔مگر خدا کے انعامات کی اتنی برسات میں نے دیکھی کہ شرم سے میرا قلم رک گیا۔فرمایا کہ

اگر برسات کے قطروں کو گن سکتا ہے تو خدا کے احسانات کو بھی گن سکے گا۔ چنانچہ خدا نے فرمایا وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا۔ان احسانات میں سے ایک وحدت بھی ہے۔جس کی نسبت فرماتا ہے کہ اگر ساری زمین سونے چاندی کی بھر کر دے دو۔تو بھی یہ وحدت پیدا نہیں ہوسکتی۔ اس کا میں نے بھی تجربہ کیا ہے۔ایک زمانہ میں میرے پاس بڑا روپیہ آتا تھا اور مجھے روپے کی محبّت ہرگز نہیں۔میں اپنی تعریف نہیں کرتا بلکہ اس کے فضل کا اظہار۔

(البدر جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ /دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۳)

انسان پر جنابِ الٰہی نے بڑے بڑے کرم، غریب نوازیاں اور رحم کئے ہیں۔اس کے سر سے لیکر پاؤں تک اس قدر ضرورتیں ہیں کہ یہ شمار نہیں کرسکتا۔اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور غریب نوازیوں کا مطالعہ کرو تو کیا گن سکتے ہو؟ ایک بال جوان کا سفید ہوجائے تو گھبرا اٹھتا ہے اور حجام کو بُلا کر نوچ ڈالتا ہے۔اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ یہ کیسی نعمت ہے۔پھر کھانے پینے میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کھانا غریب سے غریب آدمی کے سامنے بھی جو آتا ہے تو دیکھو کہ وہ پانی، غلّہ، نمک کہاں کہاں سے آیا ہے اور اگر دال، گوشت، چاول بھی میز پر آجاوے تو دیکھو کہاں کہاں کی نعمت ہے اور ہر ایک کا جُدا جُدا مزہ ہے۔ پھر ہوا روشنی وغیرہ۔کوئی ایک نعمت ہو تو اس کا شمار اور ذکر ہو۔کسی نے مختصر ترجمہ کیا ہے۔

ابروباد مہر و خورشید ہمہ درکار اند تا تو نانے بکف آری و غفلت نکنی [1]

سورج چاند کو دیکھتے ہیں۔بادل اور ہوا کو دیکھتے ہیں۔یہ سب تیری روٹی کے فکر میں ہیں۔پھر جس کا

---

[1] بادل، ہوا، سورج اور چاند سب خدمت پر مامور ہیں تا کہ تو اپنا رزق حاصل کرسکے اور غفلت نہ کرے۔

نمک کھائیں اور حکم نہ مانیں تو یہ نمک حرامی ہوئی یا کچھ اور؟ کوئی کسی کا نوکر ہو۔ اگر وہ آقا کی فرماں برداری نہیں کرتا تو وہ نمک حرام کہلاتا ہے۔ پھر کس قدر افسوس ہے انسان پر کہ اللہ تعالیٰ کے لاانتہا انعام واکرام اس پر ہوں اور وہ غفلت کی زندگی بسر کرے۔

(الحکم جلد ۱۵ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۷ / ۱۴ جون ۱۹۱۱ء صفحہ ۲)

۳۶۔ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِیْ وَ بَنِیَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ۔

ترجمہ۔ اور جب ابراہیم نے کہا اے میرے ربّ اس مکہ کے شہر کو (دجّال کے فتنہ سے) امن کی جگہ بنادے اور مجھے اور میری اولاد کو بچالے بت پرستی سے۔

تفسیر۔ حضرت نبی کریمؐ سے پہلے جو لوگ دنیا میں سب سے بڑے آدمی گزرے ہیں۔ ان سب کے سرتاج ابراہیمؑ تھے۔ یاد رکھو دنیا میں دو خلیل گزرے ہیں۔ ایک خلیل الرحمن ابراہیمؑ ہیں۔ دوسرے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ مجھے کسی تیسرے کا نام معلوم نہیں۔

تم نے سنا ہوگا کہ ساری یوروپ، ساری امریکہ اور پھر سب مسلمان ابراہیمؑ کو راست باز اور عظیم الشان مانتے ہیں۔ اتنے بڑے عظیم الشان انسان کی بات خاص توجّہ کے قابل ہے۔ سنو کہ وہ اپنے لئے اور اپنی اولاد کے لئے کیا چاہتا ہے۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم تیری ایک بات مانیں گے۔ چنانچہ جب ہاجرہ بی بی کے لڑکا پیدا ہوا۔ تو جناب سارہ کو کسی سبب سے دکھ ہوا۔ جس پر انہوں نے کہا کہ اے ابراہیم! بموجب اپنے وعدے کے اس لڑکے اور اس کی ماں کو ایسے جنگل میں چھوڑ آ جہاں سے ہمیں ان کی کوئی خبر نہ آئے۔ انبیاء ایسے معاہدے خدا کے حکم سے کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنے بچے اور بیوی کو الٰہی کے حکم سے جنگل میں چھوڑ آئے۔ مگر خدا پر ایمان کی یہ کیفیت ہے کہ اس بیابان کو اَلْبَلَدَ فرماتے ہیں۔ آپؑ کو یقین تھا کہ یہ شہر ہو جائے گا۔

اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ۔ میرے ایک دوست بیمار تھے۔ان کی موت میں تین دن باقی تھے کہ کہنے لگے۔ایک نکاح چاہتا ہوں۔سب نے تعجب کیا تو کہنے لگے۔میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ کوئی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے والا اور پیدا ہو جاوے۔حالانکہ ان کی بہت اولاد اس وقت بظاہر موجود تھی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)

قَالَ اِبْرٰھِیْمُ ۔ سات دعائیں ہیں۔سات بار ربّ کہا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

۳۷۔ رَبِّ اِنَّھُنَّ اَضْلَلْنَ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَ مَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

ترجمہ۔اے میرے ربّ! ان مورتوں اور دیویوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا ہے جس نے میری پیروی کی وہ تو میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تُو بے شک بڑا عیبوں کا ڈھانپنے والا سچی کوشش کا بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر۔ اَضْلَلْنَ کا لفظ قابلِ غور ہے۔اس لئے کہ اضلال اور گمراہ کرنے کی نسبت بتوں اور پتھروں کو دی گئی جن میں گمراہی کے خلق کرنے کا ارادی مادہ بالکل نہیں بلکہ محض بے جان بے ضرر چیزیں ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۱۹)

۳۸۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَیْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ وَ ارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یَشْكُرُوْنَ ۔

ترجمہ۔اے ہمارے ربّ! میں نے آباد کیا ہے اپنی اولاد سے بیابان بے کھیتی باڑی کا تیرے تعظیم والے گھر کے پاس یعنی (کعبہ کے پاس) اے ہمارے ربّ! یہ اس لئے کیا ہے تاکہ یہ نماز قائم رکھیں تو تُو آدمیوں کے دل ان کی طرف پھیر دے اور ان کو پھلوں سے روزی دے تاکہ یہ شکر گزار بن جائیں۔

تفسیر۔ اے ربّ میں نے بسائی ہے ایک اولاد اپنی میدان میں جہاں کھیتی نہیں۔تیرے ادب

والے گھر پاس۔ اے ربّ ہمارے تا قائم رکھیں نماز۔ سو رکھ بعضے لوگوں کے دل جھکتے ان کی طرف اور روزی دے ان کو میووں سے شاید وہ شکر کریں۔

اس آیت میں لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف جھکایا۔ عجیب قابلِ غور کلام ہے اور اس معزز گھر یعنی مکہ معظّمہ کا ابراہیمؑ کے زمانے سے عمومًا اور آنحضرتؐ کے زمانے سے خصوصًا لاکھوں قسم کی مخلوقات کا مرجع و مرکز ہونا۔ وعدۂ الٰہی کے ثبوت کی بڑی بھاری دلیل ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۱۹۲)

۴۰۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ۔

ترجمہ۔ جمیع حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مجھ کو بڑھاپے میں اسماعیل (چوراسی برس میں) اور اسحاق (ننانوے برس میں) عطا فرمایا۔ کچھ شک نہیں کہ میرا رب بڑا سننے والا ہے دعا کا۔

تفسیر۔ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ۔ اسمٰعیلؑ ۸۴ برس کی عمر میں پیدا ہوئے تھے اور ۹۹ برس کی عمر میں اسحٰق پیدا ہوئے تھے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳ /جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)

۴۲۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

ترجمہ۔ اے ہمارے ربّ! میرے عیب ڈھانپ لے اور میرے ماں باپ کے اور سب ایمانداروں کے جس دن حساب قائم ہو۔

تفسیر۔ رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ ۔ قرآن شریف میں دوسرے مقام پر فرمایا۔

اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِیْمَ لِاَبِیْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ ۔[1] (الممتحنہ:۵) اس جگہ دعا میں آپؑ نے وَالِدَیَّ فرمایا ہے اور یہ آخر عمر کی دُعا ہے۔ اور جہاں منع ہے وہاں اَبٌ کا لفظ ہے۔ معلوم ہوا اَبٌ سے چچا مراد تھا والد نہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳ /جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)

[1] ہاں ایک ابراہیم کا قول تھا اپنے چچا کے لئے کہ میں تیرے لئے ضرور مغفرت مانگوں گا۔

۴۳۔ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۵ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ۔

ترجمہ۔ اور اے مخاطب! تو یہ نہ سمجھنا کہ اللہ غافل ہے ان کاموں سے جو ظالم کر رہے ہیں اس کے سوا نہیں کہ اللہ ان کو پیچھے ڈال رہا ہے اس دن کے لئے جس میں کھلی آنکھیں چھت سے لگی رہ جائیں گی۔

تفسیر۔ ’’میں اللہ دیکھتا ہوں‘‘ یہ اس سورۃ کا ابتدا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ میں نگران حاکم ہوں خلاف ورزی پر سزا دوں گا۔ چنانچہ اس کو کھولتا ہے اور فرماتا ہے۔

غَافِلًا۔ بے خبر۔

لِيَوْمٍ۔ ایک وقت کے لئے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)

۴۴۔ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ج وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ۔

ترجمہ۔ دوڑتے ہوں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے اپنی طرف پلٹ کر نہ دیکھتے ہوں گے اور ان کے دل ہوا بنے ہوئے ہوں گے۔

تفسیر۔ مُهْطِعِيْنَ۔ اھطاع کے معنے ’’جلدی کرنے‘‘ کے ہیں اور ’’ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے‘‘ کے

لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ۔ آنکھ جھپک نہ سکیں گے۔

هَوَآءٌ۔ ’’خالی ہوں گے‘‘ عربی زبان میں اس دل کو کہتے ہیں جس میں خیر و عقل نہ ہو۔ عقل وہ صفت ہے جس سے مومن اپنے تئیں بدیوں سے روک سکتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)



۴۵۔ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْھِمُ الْعَذَابُ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ۔

ترجمہ۔ اور لوگوں کو اس دن سے ڈرا دے کہ آ پڑے گا ان پر عذاب تو ظالم کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں ذرا مہلت دے کہ ہم مان لیں تیری پکار اور تیرے رسول کی چال چلیں کیا تم وہ لوگ نہیں ہو جو قسمیں کھایا کرتے تھے اس سے پہلے کہ تمہیں زوال آئے گا ہی نہیں۔

تفسیر۔ یَوْمَ یَاْتِیْھِمُ الْعَذَابُ۔ جب ایک بچے کے سامنے بھی شرمندگی دلانے والا کوئی کام کرنے کی جرأت نہیں ہوسکتی۔ تو جہاں اوّلین و آخرین جمع ہوں گے۔ وہاں کیسی مذامت ہوگی۔ اس سے بچنے کا سامان کرو۔

مِّنْ زَوَالٍ ۔ زوال نہیں ہوگا۔ یا تمہیں انتقال نہ ہوگا۔ اس دنیا سے دارِ آخرت میں نہ جاویں گے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)

۴۶۔ وَّ سَكَنْتُمْ فِیْ مَسٰكِنِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ وَ تَبَیَّنَ لَكُمْ كَیْفَ فَعَلْنَا بِھِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۔

ترجمہ۔ اور تم رہتے تھے انہیں کے مکانوں میں جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اور تم کو خوب معلوم ہو چکا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا تھا اور ہم نے تمہارے لئے مثالیں بیان کر دی تھیں۔

تفسیر۔ كَیْفَ فَعَلْنَا بِھِمْ ۔ فارسی میں ایک شعر ہے ؎

مجلسے وعظ رفتنت ہوس است مرگ ہمسایہ واعظے تو بس است [1]

ہر ایک شہر میں جہاں کوئی آسودہ گھر ہوتا ہے۔ اس کے پڑوس میں یا اس کے اوپر چڑھ کر دیکھنے سے کوئی نہ کوئی ویران شدہ مکان یا گھر یا نظارہ ضرور عبرت و نصیحت کے لئے نظر آتا ہے۔ یہ نکتہ مجھے میرے ایک استاد نے بتایا تھا جسے میں نے اکثر مقام پر صحیح دیکھا......

---

[1] تیرا وعظ کی مجلس میں جانا صرف ایک ہوس ہے ورنہ تیرا ہمسایہ کی مرگ تیرے لئے کافی ہے۔

ایک رئیس کو مجھ سے نقار تھا مگر میں نے اسے نصیحت کرنا چاہی۔ اس کی مجلس میں چلا گیا۔ آخر مجھ سے پوچھا۔ کیوں آئے؟ میں نے کہا کہ آپ کا ناصح کون ہے؟ میرے تعلّقات تو آپ سے ایسے نہیں ورنہ میں یہ فرض بڑے شوق سے ادا کرتا رہتا۔ پھر یہ استاد کا نکتہ سنایا تو اس نے کہا۔ جہاں میں بیٹھتا ہوں اس کے سامنے کا محراب ایک بڑے رئیس کا تھا۔ اور اس کی گھر والی ہمارے برتن صاف کرتی ہے۔

۲۔ اس مسجد میں جلسہ کے دنوں میں نماز پڑھنے لگے تو اس پڑوسی نے گالیاں دینی شروع کیں امام (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے فرمایا۔ شاہی خیمے کے پاس کسی کا مخل ہونا اپنے پر شامت لانا ہی ہوتا ہے۔ یہ مسجد خدا کا شاہی خیمہ ہے۔ ایک وقت میں نے عرض کیا۔ حضور وہ تو فروخت کرتے ہیں۔ کہا۔ میں تو دس روپے کو بھی نہیں لوں گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷)

۴۸۔ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۔

ترجمہ۔ تو اے مخاطب! تو ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ وعدہ خلافی کرے گا اپنے رسولوں سے۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ بڑا زبردست بدلہ لینے والا ہے۔

تفسیر۔ ذُو انْتِقَامٍ ۔ بعض لوگوں نے اس صفت کو نادانی سے کراہت کیساتھ دیکھا ہے۔ میں نے یسوعیوں سے پوچھا ہے کہ مسیحؑ تو رحم مطلق تھے۔ مگر اپنے قاتلوں اور مخالفوں کے لئے کفارہ تو نہ ہوئے ان کے لئے تو انتقام ہی کی صفت رہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۷، ۱۳۸)

۴۹۔ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۔

ترجمہ۔ جس دن اس زمین کے سوا اور زمین بدلی جائے گی اور آسمان بھی اور لوگ کھڑے ہوں گے وَاحِد قَهَّار کے سامنے۔

تفسیر۔ جس دن بدل ڈالی جاوے گی زمین سوائے (اس موجودہ) زمین کے اور آسمان اور اللہ

واحد زبردست کے روبرو پیش ہوں گے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۱۴۱)

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ ۔ دنیا میں تو یہ کہ یہ مشرکوں کی زمین مشرکوں کی نہیں رہے گی مُوَحِّدُوں کی ہو جاوے گی اور ایک تبدیل الارض حشر کے دن کا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۸)

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ ۔ کفر کی سرزمین اسلام کی سرزمین بن جائے گی اور آسمان وحی کا آسمان۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱)

۵۰۔ وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ۔

ترجمہ۔ اور جنابِ الٰہی سے قطع تعلق کرنے والوں کو (تُو) اس دن دیکھے گا جکڑے ہوئے بڑے رسّوں میں۔

تفسیر۔ وَ تَرَى الْمُجْرِمِيْنَ ۔ ایسے نظارے دنیا میں دکھلائی دینے ضروری ہیں۔ اگلے جہاں کے وعدہ تو سب قومیں کرتی ہیں۔ ایک چوہڑا کہتا ہے کہ کُل قومیں متکبّر ہیں۔ اس لئے وہ جہنم میں جائیں گی۔ مگر ہم ہی تکبّر نہیں رکھتے۔ پس ہم ہی بہشت کے حقدار ہیں۔ اب خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے قطع تعلق کرنے والے ہیں۔ ایک دن آتا ہے کہ ان کی مشکیں کسی جاویں گی۔ چنانچہ دنیا میں بدر کے دن ایسا ہی ہوا۔

جب دنیا میں اس کا نمونہ دکھا دیا تو آخرت میں ضرور ایسا ہوگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۸)

۵۲۔ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۔

ترجمہ۔ تاکہ اللہ بدلہ دے ہر ایک جی کو اس کے کئے کا کچھ شک نہیں کہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

تفسیر۔ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۔ اسی لئے فرمایا کہ دنیا میں بھی اس کا نمونہ دکھائیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۸)

سُوْرَۃُ الْحِجْرِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم اس سورۃ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ ہی کے نام سے جو رحمٰن الرحیم ہے۔

۲ ۔ الٓرٰ قف تِلْکَ اٰیٰتُ الْکِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِیْنٍ ۔

ترجمہ۔ میں اللہ ہوں بار بار رسالتِ محمدؐیہ کا ثبوت دینے والا یہ محفوظ کتاب کی آیتیں ہیں اور کھلا روشن قرآن ہے۔

تفسیر۔ الٓرٰ ۔ اَنَا اللّٰہُ اَرٰی ۔ دیکھنا خدا کی وہ صفت ہے جس کا ظاہری امور کے ساتھ تعلق ہے اور علم وہ صفت جس کا باطنی امور کے ساتھ تعلق ہے۔ یا عام ہے۔ خدا تعالیٰ اس سورۃ میں ان شوخیوں وشرارتوں کا ذکر فرماتا ہے۔ جو کفّار نے رُسل اور ان کی جماعت سے کیں اور بتاتا ہے کہ میں ان شرارتوں کو دیکھتا ہوں۔

اَلْکِتٰبِ ۔ کتیبہ فوج کو کہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب دشمنوں کے مختلف حملوں اور شبہات اور بدیوں کی دافع ہوتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۳ ۔ رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ ۔

ترجمہ۔ کافر بہت کچھ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوجاتے۔

تفسیر۔ یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ۔ اس کتاب کے دلائل ایسے پختہ ہیں کہ کافروں کا بھی بعض اوقات جی کرآتا ہے کہ ہم مسلمان ہوجاویں۔ اسلام نے خدا کی کوئی ایسی صفت بیان نہیں کی جس کو پبلک کے سامنے پیش کرتے ہوئے شرم آئے۔

ہندو کہتے ہیں کہ خدا نے سؤر کا اوتار لیا تو انہیں اس کی کوئی توجیہ کرنی پڑتی ہے۔ اسی طرح عیسائی

جب بیٹا کہتے ہیں تو اس کی عجیب عجیب تاویلیں کرتے ہیں۔مگر اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے وہ ہر عیب سے منزّہ اور کمزوریوں سے مبّرا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۴۔ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَ يَتَمَتَّعُوْا وَ يُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ چھوڑ دے ان کو کہ کچھ کھالیں اور تھوڑا فائدہ اٹھالیں اور ان کو غافل بنائے رکھے امید۔تو آگے چل کر معلوم کرلیں گے۔

تفسیر۔ ذَرْهُمْ ۔ خدا کی طرف سے کوئی مذہب ایسا نہیں آیا جو تمام آدمیوں کو بجبر منوایا جاوے اسلام نام ہے صدقِ دل سے مان لینے کا اور جبر واکراہ میں یہ بات ہرگز نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۵۔ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَ لَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ۔

ترجمہ۔اور ہم نے کوئی بستی غارت نہیں کی مگر اس کے لئے ایک وقت مقرر تھا۔

تفسیر۔ وَ مَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ۔ اللہ تعالیٰ تبدیلی مذہب سے نہیں پکڑتا۔ بلکہ نقضِ امن اور شوخی وشرارت پر اس دنیا میں مؤاخذہ فرماتا ہے۔

كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ۔اس دنیا میں بھی اس کا نظارہ ہمارے سامنے ہے کہ زنا ایک حد تک کر کے بعد اس کے سوزاک یا آتشک ہوتا ہے۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۷۔ وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ۔

ترجمہ۔اور منکر کہتے ہیں اے وہ شخص جس پر قرآن اترا ہے تُو تو کچھ شک نہیں کہ دیوانہ ہے۔

تفسیر۔ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ۔راست بازوں کو آج تک ایسا کہا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ نون میں ایک بات فرمائی ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ہے۔ان کے خلاصے در خلاصے اور علوم کو جمع کرو تو رسول اللہ مجنون ثابت نہ ہوں گے۔ بلکہ اعقل الناس۔سورہ نون میں فرمایا۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ[1] (القلم:۴)

---

[1] بے شک بے شک تو اعلیٰ درجہ کے خلق پر پیدا کیا گیا ہے (یعنی مجنون میں تو خلق نہیں ہوتا)۔

سات موقع پر انسان کے خُلق کا جلوہ ہوتا ہے۔

ا۔ ایک مثلاً انسان گھوڑے یا ہاتھی پر جاتا ہے اسے دیکھ کر کئی لوگ حسد کرتے ہیں۔اور کہتے ہیں کہ اس کا دادا ایسا تھا یا پڑدادا ایسا۔ اخلاقِ فاضلہ ہوں تو یہ فضول کارروائی نہ کریں۔ پس ایک بہشت تو وہ ہوا جب ایسی ایسی جلن نہ لگیں۔ دوسرا بہشت بیوی کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں۔ اسی طرح بچوں اور نوکروں کے ساتھ اچھا تعلق بھی ہے تو یہ تیسرا بہشت اس دنیا کا ہے پھر اپنی قوم کے ساتھ معاملات میں عمدہ اخلاق رکھتا ہے تو یہ چوتھا بہشت ہے۔ پھر قوم کی دو قسمیں ہیں۔ اپنے ہم مذہب یا غیر مذہب۔ ان سے تعلقات محبت والے ہوں تو پانچواں بہشت ہے۔ ایک بادشاہ سے تعلقات ہیں۔ ایک خدا سے۔

حضرت نبی کریمؐ کو فرمایا تو بڑے اعلیٰ خلق پر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلق اپنی ذات میں بے نظیر تھے۔ بیویوں کے ساتھ اس سے بڑھ کر۔قوم کے ساتھ ایسا صاف معاملہ کہ جب تک خدائی پیغام نہیں پہنچایا۔سب آپؐ کو صادق و امین سمجھتے تھے۔

لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ[۱] (الانعام:۳۴) بادشاہوں کے ساتھ ایسے اچھے تعلق کہ آپؐ کے مریدوں نے حبشہ میں کس امن سے زندگی گزاری۔اور خود مکّہ کے شر انگیز رئیسوں میں کیسے مامون رہے۔ پھر خدا سے ایسا تعلق کہ قرآن شریف جیسی خاتم الکتب کی وحی کے مہبط ہوئے کیا ایسا شخص مجنون ہوسکتا ہے۔ جو تمام مدبّرانِ ملک کی تجویزوں اور تدبیروں کے مقابلہ میں اکیلا کامیاب ہوا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۹۔ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۔

ترجمہ۔ ہم فرشتے اتارتے نہیں مگر مصلحت وحکمت سے اور اس وقت انہیں مہلت بھی نہ ملے گی۔

تفسیر۔ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ۔ چنانچہ جب فرشتے آئے تو کفار کو نہ بدر میں مہلت ملی نہ کسی اور غزوہ میں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

---

[۱] تیری تو کوئی بھی تکذیب نہیں کرتا لیکن بے جا کام کرنے والے اللہ ہی کی نشانیوں کا انکار کرتے ہیں۔

۱۰۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔

ترجمہ۔ بے شک ہمیں نے اتارا ہے قرآن اور ہمیں اس کے حافظ ہیں۔

تفسیر۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ ۔فرشتوں کا ایک ثبوت دیا ہے کہ دیکھو یہ کتاب ہے۔اس کی حفاظت اخیر زمانے تک فرشتے کریں گے۔تم اس کے خلاف کوئی غلطی تو ثابت کردو۔سائنس نے کس قدر ترقی کی۔تاریخ کی کیسی چھان بین ہوئی۔مگر قرآن شریف کی کوئی بات جھوٹی نہ ہوسکی۔سچ فرمایا لَا یَاۡتِیۡهِ الۡبَاطِلُ (حٰمٓ السجدۃ:۴۳)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳/جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ ۔ ذکر رسول کو بھی کہتے ہیں۔

اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔مارنے والوں نے عین شوکتِ اسلام میں حضرت عمرؓ وعلیؓ وعثمانؓ کو شہید کر دیا۔مگر عین کمزوری کے ایّام میں ایک رسولؐ اللہ کے مقابلہ میں اتنے مخالف کچھ نہ کر سکے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۱، ۴۶۲)

دیکھو جس قدر مذاہب دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے۔اس کی حفاظت کا ذمہ دار خود ان لوگوں کو بنایا مگر قرآن کریم کی پاک تعلیم کے لئے فرمایا۔ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ یہ کیا کوثر ہے!!! اللہ تعالیٰ اس دین کی حمایت وحفاظت اور نصرت کے لئے تائیدیں فرماتا اور مخلص بندوں کو دنیا میں بھیجتا ہے جو اپنے کمالات اور تعلقاتِ الٰہیہ میں ایک نمونہ ہوتے ہیں۔ان کو دیکھ کر پتہ لگ سکتا ہے کہ کیونکر بندہ خدا کو اپنا بنالیتا ہے۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۲/مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۱، ۲)

قرآن جو نازل فرمایا۔اس کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہوا۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ۔ دنیا کی اور کسی کتاب کی نسبت یہ ارشادِ خداوندی نہیں ہوا۔اور جس مقدّس اور راستباز ہاں قوم کے مسلّم امین اور صادق انسان پر یہ پاک کتاب نازل ہوئی۔اس کی حفاظت کا ذمّہ دار بھی مولیٰ کریم ہی ہوا۔چنانچہ وَاللّٰهُ یَعۡصِمُكَ مِنَ النَّاسِ کی صدا اسی راست باز کو پہنچی۔پھر جو دین لے کر یہ خدا کا سچا نبی صلی اللہ علیہ وسلم آیا۔اس کا نام اسلام رکھا۔جس کے معنی ہی میں سلامتی موجود ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۵ مورخہ ۱۰/فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۶)

اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ترقی کے واسطے بہت سے سامان بآسانی مہیا کر دیئے ہیں۔ دیکھو خدا تعالیٰ کا مامور (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔مرتّب) ہمارے سامنے موجود ہے۔اور خود اس مجلس میں موجود ہے۔ہم اس کے چہرے کو دیکھ سکتے ہیں۔یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ ہزاروں ہزار ہم سے پہلے گزرے جن کی دلی خواہش تھی کہ وہ اس کے چہرہ کو دیکھ سکتے۔پر انہیں یہ بات حاصل نہ ہوئی اور ہزاروں ہزار اس زمانہ کے بعد آئیں گے جو یہ خواہش کریں گے کہ کاش وہ مامور کا چہرہ دیکھتے۔پر ان کے واسطے یہ وقت پھر نہ آئے گا۔یہ وہ زمانہ ہے کہ عجیب در عجیب تحریکیں دنیا میں زور وشور کے ساتھ ہو رہی ہیں اور ایک ہلچل مچ رہی ہے۔عربی زبان دنیا میں خاص طور پر ترقی کر رہی ہے۔کتابیں کثرت سے شائع ہو رہی ہیں۔وہ عیسائیت کی عمارت جس کو ہاتھ لگانے سے خود ہمارے ابتدائی عمر کے زمانہ میں لوگ خوف کھاتے تھے۔آج خود عیسائی قومیں اس مذہب کے عقائد سے متنفّر ہو کر اس کے برخلاف کوشش میں ایسے سرگرم ہیں کہ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ[1] کے مصداق بن رہے ہیں۔اور شرک کے ناپاک عقائد سے بھاگ کر ان پاک اصول کی طرف اپنا رخ کر رہے ہیں۔جن کے قائم کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ سب واقعات قرآن شریف کی اس پیشگوئی کی صداقت کو ظاہر کر رہے ہیں کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔تحقیق ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔جیسا کہ الفاظ کی حفاظت یاد کرنے والوں اور لکھنے والوں کے ذریعہ سے ہوئی ویسے ہی معانی کی حفاظت مجددوں کے ذریعہ سے ہوئی اور ہو رہی ہے۔یہ سب کچھ موجود ہے مگر خوش قسمت وہی ہے جو ان باتوں سے فائدہ اٹھائے۔جذباتِ نفس پر قابو رکھ کر خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے۔

(البدر جلد ۲ نمبر ۵۰ مورخہ ۱۳؍دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۸،۹)

۱۴۔ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔

ترجمہ۔ وہ قرآن پر ایمان نہ لائیں گے اور یہ (پہلوں کی) رسم ہوتی چلی آئی ہے۔

---

[1] وہ اپنے گھر اپنے ہاتھوں برباد کر رہے ہیں۔

تفسیر۔ قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ۔ یہ فرشتوں کے نزول کا دوسرا ثبوت فرمایا کہ نشان جو تم مانگتے ہو وہ بھی آ جاوے گا۔ جیسا اگلے مکذّبوں سے ہوا۔ ویسا ہی تم سے ہوگا۔ چنانچہ ہوا۔ بدر میں فرشتہ آئے اور کفار کو ہلاک کر دیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۱۵۔ وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر ہم کھول دیں ان پر ایک دروازہ آسمان سے اور وہ ہمیشہ اس میں چڑھتے رہیں۔

تفسیر۔ وَ لَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ ۔ یہ ضدّی لوگوں کا بیان ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۱۶۔ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب بھی یہ ہی کہیں گے اس کے سوا نہیں کہ ہماری نظر بندی کر دی گئی ہے بلکہ ہم جادو کئے ہوئے لوگ ہیں۔

تفسیر۔ سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا ۔ ہماری آنکھیں کسی نشے کی متوالی ہو گئیں۔ ہم پر سحر ہو گیا وغیرہ وغیرہ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیانجلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹)

۱۷ تا ۱۹۔ وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ۔ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۔

ترجمہ۔ اور البتہ ہم نے آسمان میں برج یعنی روشن ستارے بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو آراستہ کیا ہے۔ اور ہر ایک شیطان تباہ شدہ سے ہم نے اس کی حفاظت کی ہے۔ مگر جو چوری سے سن گیا تو اس کے پیچھے لگتا ہے ایک چمک دار انگارا۔

تفسیر۔ ضرور ہم نے ہی بنائے آسمان میں روشن اجرام اور خوبصورت بنایا انہیں دیکھنے والوں کے لئے اور محفوظ رکھا ہم نے انہیں ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک شوندہ تکّہ باز یا مردود سے۔ ہاں اگر کوئی چھپ کر سننا چاہے تو اس کے پیچھے لگتے ہیں شہابِ ثاقب۔ میٹی ارز۔ الکاپات۔

(نور الدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶۷)

آئندہ کے واقعات قبل از وقت انسان کو معلوم ہوں۔ یہ آدمی کو تڑپ لگی ہوئی ہے۔ اس کے

لئے مخلوق نے عجیب عجیب تجویزیں کی ہیں۔میں نے ایک شانہ بینی کی کتاب دیکھی۔ایک دنبہ کو خاص خیال پر ذبح کرتے ہیں۔اس کے شانہ کو پانی میں اُبال دیتے ہیں۔اس پر چند نقطے نظر آتے ہیں جن پر احکام مرتب کرتے ہیں۔دومؔ۔خطِ تقدیر اس کے لئے چار مقامات ہیں۔ا۔ بعض نے ہاتھ کی شِکنوں پر کتابیں لکھی ہیں۔بعض نے چین جبین پر۔بعض نے انسانی بدن کی دوسری لکیروں پر۔بعض نے خانوں پر۔۲۔ایک اور علم ہے جو کھوپڑی کے متعلق ہے۔اس علم کی بھی یہی غرض ہے۔رَمل بھی اسی لئے سیکھی جاتی ہی کَانَ نَبِیٌّ یَخُطُّ[1] کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔حالانکہ یَخُطُ کے یہ معنے نہیں کہ نقطے ڈال کر شکلیں بنائی جاویں۔اور پھر ان پر احکام مرتب کریں۔پانسے جو ہیں۔وہ بھی اسی غرض کے لئے ہیں۔پھر پرندوں کے بائیں یا دائیں نکلنے پر بحث کرتے ہیں۔پھر ایک علم ہے۔سرودہ۔جسے عربی میں علم النفس کہتے ہیں۔یہ ناک کے سانسوں پر احکام مرتب کئے جاتے ہیں۔

اختلاج الاعضاء اور سیاہ خال سے بھی غیب دانی کرتے ہیں۔یہ ادنیٰ طبقے کے لوگ ہیں۔ان سے اعلیٰ نجوم کا علم ہے جس کے دو حصے ہیں۔ایک سورج گرہن۔چاند گرہن اور تاریخ۔پھر ان پر احکام لگاتے ہیں۔ایک جفر کا علم ہے۔اس سے بڑے بڑے احکام نکالنے کے دعوے کرتے ہیں۔ایک قوم ان سے بھی آگے ہے۔جنہیں کاہن کہتے ہیں۔ان کا چھوٹا سا شعبہ یوروپ،امریکہ میں آج کل پایا جاتا ہے۔اس کو سپر یچولزم کہتے ہیں۔انسان کی روحوں وغیرہ سے اس کے ذریعہ مکالمہ کیا جاتا ہے۔ایک ان سے کسی قدر آگے ہیں۔وہ ہمارے ملک میں حاضرات والے کہلاتے ہیں۔چھوٹے چھوٹے بچوں کو معمول بنا کر ان سے کام لیتے ہیں۔عرب میں جو لوگ کاہن کہلاتے ہیں۔وہ کم کھاتے،کم سوتے،کم اختلاط کرتے اور ایک خاص بات کی دھت رکھتے۔ہمزاد والے بھی انہی میں سے ہیں۔ایسے لوگ اپنے تئیں بہت نجس رکھتے ہیں۔جنابت میں نہیں نہاتے۔محرماتِ ابدی سے جماع کر لیتے ہیں۔انسان کی کھوپڑی میں کھانا کھاتے ہیں آدمی کے دانت کی تسبیح رکھتے ہیں۔لوگوں سے چھپانے کے لئے چاندی کا خول چڑھا لیتے ہیں۔اور عبادت کے وقت انسان کے چمڑے پر بیٹھتے ہیں۔بلکہ کھانا بھی وہاں پکاتے ہیں جہاں کوئی مردہ جلایا گیا ہو ایسے تمام لوگ میں نے دیکھے

---

[1] ایک نبی خط کھینچا کرتے تھے۔

ہیں۔اوران کے اعمال سے واقفیت حاصل کی ہے۔کاہن لوگوں کو جوغیب سے آوازیں آتی ہیں۔ان میں بعض باتیں سچی بھی ہوتی ہیں۔مگر کثرت کے ساتھ جھوٹ ہوتا ہے۔

یہ جوغیب بینی کی کوشش کرتے ہیں۔ان میں غور کر کے دیکھا جاوے تو تعجب آتا ہے۔اوراصل بات تو یہ ہے۔تمام جہان پیش گوئی ہی کرتا ہے۔مثلاً دوست کولکھ دینا کہ (۱) ہم فلاں بجے تمہارے پاس گاڑی پر پہنچیں گے۔باوجود اندیشہ لیٹ وکولیژن کے۔ (۲) کاشت کار کا آئندہ اناج کی اُمید پر بیج بونا باوجود اندیشہ ارضی وسماوی کے۔ (۳) ملازم کا کام۔(۴) تاجر کا مال منگوانا باامید نفع۔ (۵) اشتہار دینا پہلے گھر سے خرچ کر کے۔

غرض پیشگوئیوں پر دنیا کا سارا مدار ہے۔ان سب کا معیارِ صداقت کثرت وقلّت پر ہے۔کاہن اسی لئے جھوٹے ہیں کہ ان کی اکثر باتیں صحیح نہیں نکلتیں۔

نبیوں میں بھی کثرت کا اعتبار ہے۔جب خدا کے فعل میں یہ بات پائی جاتی ہے۔قول میں کیوں نہ ہو۔

بُروج۔ بُرج کہتے ہیں گول چیز کو۔روشن ستارے جو آسمان میں ہیں ان سے مراد ہے۔بعض کہتے ہیں کہ منازل شمس وقمر مقصود ہیں۔مگر عرب لوگ تو ان باتوں کو نہیں جانتے تھے۔بہرحال ستارے بہت مفید ہیں ارض کے لئے۔مگر خبیث لوگ ان سے عجیب عجیب جزوی اور شخصی احکام نکالتے ہیں۔

اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ۔ کوئی ایک آدھ بات صحیح بھی مستنبط کر لیتے ہیں۔

شِهَابٌ مُّبِيْنٌ۔ بات پوری نہیں ہوتی تو آگ سی لگ جاتی ہے جو ان کے تمام جھوٹ کے تودہ کوجلا دیتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰)

۲۰۔ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔

ترجمہ۔ اور زمین کو ہم نے پھیلایا ہے اور اس میں ڈال دئے ہیں پہاڑ اور اس میں ہر ایک شَے موزوں اور مناسب اگائی ہے۔

تفسیر۔ مَّوْزُوْنٍ ۔دو معنے ہیں۔ایک معلوم۔دوسرے مقدار کے ساتھ ہر چیز بنی ہوئی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

۲۲۔ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ١ٞ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۔

ترجمہ۔ اور سب چیزوں کے ہمارے ہی پاس خزانے ہیں اور ہم ان کو اتارتے رہتے ہیں مقرر اندازے کے موافق۔

تفسیر۔ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ۔جتنی ایجادیں ہیں ان کی تحقیقات کرو تو یہی معلوم ہو گا کہ اس کا اصول اتفاقیہ معلوم ہوا اور اوّل اوّل کسی بالا رادہ کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتے۔مثلاً چھاپنے کے پتھر کی دریافت۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

جس طرح بچہ سکھایا اور تربیت دیا جاتا ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے خلقت کو سکھایا ہے اسی طرح خدا کی وحی بدوں محرک کے نہیں ہوئی۔میں نے خود تجربہ کیا ہے کہ جب تک قلقِ اضطراب اور گھبراہٹ طلب کی نہ ہو۔اس وقت تک خدا تعالیٰ کے نکاتِ معرفت حاصل نہیں ہوتے۔پس یہ نکتہ معرفت کا ہے۔خدا کے حضور میں تو سب کچھ موجود ہوتا ہے۔پر خدا کے نزدیک وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ١ٞ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ کا اندازہ ہوتا ہے۔

اسی لئے میرا خیال ہے کہ لکچروں اور وعظوں کے واسطے بھی قبل از وقت تیاری نہیں کرنی چاہیے یا ایک کتاب کا مسودہ تحریر کر کے بہت مدّت رکھ رکھنا اور بہت دیر کے بعد اس کو چھاپنا غلطی ہے۔کیونکہ اگر وقت پر خدا کی توجہ ہو تو وہ خود حسبِ ضرورت مضامین سمجھا دیتا ہے۔پس اس زمانہ میں مخلوقاتِ انسانی دنیا میں تھوڑی تھی۔دوسرے بلاد میں ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔نہ بیماریاں اس کثرت سے تھیں اور نہ ایسی تحریکیں تھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کیوں کسی چیز کو بلاضرورت اور بدونِ طلب نازل کر دیتا۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۵ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۰۵ء صفحہ ۳)



۲۳۔ وَ اَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَ مَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے چلائیں ہوائیں باردار پھر ہمیں نے برسایا بادل سے پانی پھر وہ پانی تم کو پلایا اور تم تو اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔

تفسیر۔ لَوَاقِحَ۔ جمع لَاقِحَۃٌ کی۔ لَاقِحۃ مَلْقَحَۃ[1] کے معنے رکھتا ہے۔ فاعل بمعنی مُفْعَل کئی جگہ آیا ہے۔

كِلِيْنِيْ لِهَمٍّ يَا اُمَيْمَةُ نَاصِبِ وَ لَيْلٍ اُقَاسِيْهِ بَطِيْءِ الْكَوَاكِبِ[2] اے منصب۔

یسبك یزید بأس بمزاعة و اشعث مِمَّا طَوَّحَتْهُ الطَّوَائِحُ اے مَطَاوِحُ اس کے معنے ہیں حمل دینے والی۔

ایک انگریزی کتاب میں لکھا ہے کہ نباتات میں نر و مادہ کی دریافت عربوں نے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی ہوائیں اٹھاتا ہے کہ جونر کو مادہ پر چڑھاتی ہیں۔ قرآنِ مجید نے اس کو پہلے بیان فرمایا ہے مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

۲۵۔ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَ لَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک ہم جانتے ہیں تم میں سے آگے بڑھ جانے والوں کو اور پیچھے آنے والوں کو بھی بے شک ہم جانتے ہیں۔

تفسیر۔ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ۔ کے معنی پہلے کے ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا۔ امم گزشتہ مراد ہیں بعض کہتے ہیں وہ مراد ہیں جو نیکی میں سب پر ترقی لے گئے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

---

[1] اس کے معنے ہیں حمل دینے والی۔ [2] اے امیمہ! ہم وغم سے بھرپور انتہائی تکلیف دہ اور سخت مصیبت والی لمبی رات، جس کے ستارے بہت سست رَو ہیں (کے برداشت کرنے کے لئے) مجھے چھوڑ دے۔

۲۷۔ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے آدمی کو بنایا کھنکھناتی ہوئی مٹی سے جس پر کئی برس گزرے ہوں سیاہ کیچڑ بُودار سے۔

تفسیر۔ صَلْصَالٍ ۔خلاصہ درخلاصہ جو چیز ہوتی ہے اس کو صلصال کہتے ہیں صَل سے نکلا ہیں۔

حَمَاٍ ۔ا۔جو مٹی متغیر ہو جاوے ۲۔ جس کی پوری صورت بن جاوے ۳۔ جو کہیں ڈالی جاوے ۴۔ جس میں سے بُو آوے۔

مَّسْنُوْنٍ ۔ کسی چیز کو کسی کے مناسب بنانا۔ سِنَۃُ المَاءِ علی الوجہ۔[1]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

۲۸۔ وَ الْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۔

ترجمہ۔ اور جن کو انسان سے پہلے ہم نے پیدا کیا لُو کی آگ سے۔

تفسیر۔ ہم نے جان کو لوؤں کی آگ سے بنایا۔

یہ سچی فلسفی الٰہی کلام ہے۔ تمام وہ لوگ جن کے اچھے اعمال نہیں یا ان کے اچھے اعمال کم ہیں وہ دوزخ میں جائیں گے۔ دوزخ کی گود میں رہیں گے۔ وہی ان کی ماں ہے۔ دیکھو قرآن وَ اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ - فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ - وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ - نَارٌ حَامِيَةٌ[2] (القارعۃ:۹ تا ۱۲) بھلا جن کی ماں دوزخ کی گرم آگ ہوئی وہ لُوؤں کی آگ سے نہ بنے ہوں تو پھر کس سے بنیں۔ سُنو! سارے شریر شیطان یا شیطان کے فرزند ہیں۔ یوحنا ۸ باب ۴۴۔ متی ۱۳ باب ۳۹۔ متی ۱۶ باب ۲۳ جس طرح شریر شیطان کا فرزند ہے۔ اور عیسائی مسیحؑ کے فرزند۔ اُسی طرح دوزخ کی آگ شریر کی ماں ہے اور وہ لوؤں کی آگ سے بنا ہے۔ بھلا صاحب جب عام شریروں کی ماں ہاویہ دوزخ ٹھہری تو ان اشرار کا شرارتی باپ شیطان دشمنِ آدم لوؤں سے کیونکر نہ بنا ہوگا۔ ضرور وہ

---

[1] چہرے پر پانی بہانا (چہرے کو دھو کر صاف کرنا)۔ [2] اور جس کی تول ہلکی ہوئی تو اس کا ٹھکانہ گڑھا اور تجھ کو نہ معلوم ہوا کہ وہ کیا ہے۔ آگ ہے دہکتی ہوئی۔ (ترجمہ از فصل الخطاب)

ہمارا دشمن نارِالسّموم سے بنا۔ وہ تو پہلے ہی سموم نار سے بنا تھا۔ اور یہی سچی فلسفی ہے جس کے خلاف ہر کسی کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۷۱)

السَّمُوْمِ ۔ تیز بو کو سموم کہتے ہیں اس کے اندر جو صفت ہے وہ ناری ہے۔

الْجَآنَّ ۔ میں شامل ہیں وہ تمام جاندار جن میں ناری مادہ ہو۔ باریک سانپ کو بھی جانّ کہتے ہیں۔ طاعون کے کیڑے کو بھی دخن الجنّ فرمایا ہے۔ مرگی کے کیڑے کو بھی جِنّ فرمایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب کو بھی آگ فرمایا ہے۔ اسی واسطے اس کے اطفاء کے لئے کھڑے کو بیٹھنے پھر لیٹنے اور پانی پینے اور تعوّذ کا حکم ہے۔ سیاہ کتے میں شدید زہر ہوتا ہے اسے ایک جگہ شیطان فرمایا اسی طرح جن لوگوں کو شیطان سے تعلق ہوتا ہے ان میں بھی خاص تیزیاں ہوتی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

۳۰۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب اسے ٹھیک ٹھاک بنا چکوں اور اس کے پاس میرا کلام پہنچ جائے تو تم اس کے سبب سے سجدات شکر بجالانا اس کے فرمانبردار ہو جانا۔

تفسیر۔ مِنْ رُّوْحِيْ ۔ اپنا کلام۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

۳۱، ۳۲۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ۔ اِلَّاۤ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ۔

ترجمہ۔ تو سب ہی فرشتوں نے فرمانبرداری کی۔ مگر ابلیس نے انکار کیا اس سے کہ وہ فرمانبرداروں کے ساتھ ہو۔

تفسیر۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ۔ ملائکہ مامور من اللہ کے کاموں میں لگ جاتے ہیں۔ سعید الفطرتوں کے قلب پر وہی ایمان لانے کی تحریک کرتے ہیں۔

مَعَ السّٰجِدِيْنَ ۔ فرماں برداروں کے ساتھ شامل نہ ہوا۔ ہر آدمی کو میں دیکھتا ہوں کوئی نہ کوئی اس کا نافرمان ہوتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۰)

۳۵۔ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ نے فرمایا تو اس حالتِ مذموم سے الگ ہو جا کیونکہ تو ہلاک شوندہ ہے۔

تفسیر۔ فَاخْرُجْ مِنْهَا۔ نکل جا تو اس مرتبہ سے۔

فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ۔ کیونکہ تو دھتکارا ہوا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۳۷ تا ۳۹۔ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْۤ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ۔ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔

ترجمہ۔ شیطان نے کہا اے میرے ربّ! مجھے مہلت دے اس وقت تک جب لوگ تبدیلی کریں گے۔ ارشاد ہوا تجھ کو تو مہلت ہی ہے۔ ایک معیّن وقت تک۔

تفسیر۔ فَاَنْظِرْنِيْۤ۔ یہ اس کی خواہش ہے۔ جو لوگ سمجھتے ہیں کہ شیطان کی یہ خواہش پوری ہوئی غلطی کرتے ہیں۔ ہاں فرمایا۔ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ ہر آدمی کے ساتھ بقدر اس کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ نیک انسان بیدار ہو جاتا ہے۔ پھر شیطان کا داؤ اس پر نہیں چلتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۱۳؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ ابلیس مر چکا۔ اس کی اولاد ہی چلتی ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

۴۰۔ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ۔ شیطان نے کہا (اپنی جگہ) اے میرے ربّ! اس وجہ سے کہ تو نے مجھ کو راہ سے ہٹا دیا میں ملک میں آدمیوں کو بہاریں دکھاؤں گا اور ضرور سب ہی کو بہکا دوں گا۔

تفسیر۔ شیطان نے کہا میرے ربّ! بسبب اس کے کہ تو نے مجھے غوی ٹھہرایا میں بھلے[1] کر دکھاؤں

---

[1] قرآن کریم میں ہے شیطان بھلے کر دکھاتا ہے بدعملوں کی بدعملی۔

گا ان کے لئے اور ضرور غوی ٹھہراؤں گا ان کو سب کو۔

غَوِیَ [1] مجرّد ہے۔ اَغْوٰی اس کے مزید کے معنی ہیں، اضلال، اہلاک، افساد، نامراد کرنا، بدمزہ کر دینا، زندگی کا تلخ کر دینا۔

پھر سن! باری تعالیٰ کی مقدّس بابرکت ذات پاک نے انسان کو استطاعت، نیک و بد کی تمیز، عقل اور فطرت مرحمت فرما کر ہزاروں ہزار انبیاء اور رسول اور کتابیں اور اپنی رضامندی کے اسباب بتا کر دنیا میں ہدایت کو پھیلایا ہے۔ اور انبیاء اور ان کے سچے اتباع اور فرماں برداروں کی ہمیشہ نصرت اور اعانت فرمائی ہے۔ ہاں باستطاعت انسان پر جبر نہیں فرمایا کہ اس کی گردن پکڑ کر اس سے نیک اعمال کرائے۔ شیطان اور اس کی ذرّیات کے وجود سے یہ فائدہ ہے کہ انسانوں میں فرماں برداروں کو فرماں برداری کی خلعت و عزت عطا فرماوے۔ مگر پھر بھی شیطان کو یہ اختیار نہیں دیا کہ لوگوں کو بجبر گمراہ کرے۔

چونکہ انسان بڑے درجات کا طالب تھا۔ اور بغیر صدق و صفا انعام نہیں مل سکتا۔ اس واسطے دو محرّک نیکی و بدی کے یعنی فرشتہ اور شیطان پیدا کئے۔ قانونِ قدرت اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ سب لوگ اپنے نفس میں دو محرّک محسوس کرتے ہیں۔ قاتل پہلے قتل کرتا بھی ہے اور پچھتاتا بھی۔ پس واقعی فرشتہ و شیطان کا وجود عالم میں ہے۔ اگر وید کامل ہے تو اس میں ضرور یہ فلسفہ ہوگا۔ فرق الفاظ میں ہو تو کوئی بات نہیں۔

وَلِكُلٍّ اَنۡ يَّصۡطَلِحَ [2] ان محرکات کی اصلاح تم میں کیا ہے۔ بتاؤ اور کھول کر بتاؤ۔

اِضۡدَاد کا مقابلہ ایک واقعی اور صحیح بات ہے۔ کیمسٹری کی شہادت۔ مرکباتِ عالم بلکہ بسائط کی نسبت اگر نہ لیں تو بھی لطیف و کثیف کا سنگرام (جنگ)، سعید و شقی، سرپشٹ و دیسیو، مومن و کافر، دیو و اسر کا یُدھ کوئی مخفی راز نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے اپنا کلام نازل فرماتا ہے۔ بایں ہمہ ایک

---

[1] غی کے معنی ہیں۔ ضلال، ہلاکت، نامرادی، بدمزگی، عیش تلخ، بداعتقادی کی جہالت، ابن الاثیر، راغب، لسان العرب۔ منہ [2] اور ہر ایک کا حق ہے کہ وہ (کوئی) اِصطلاح بنائے۔

عالم اس کے مقابلہ کے لئے بھی اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔تم اپنی جگہ دیکھ لو۔ ویدؔ جسے تم کلامِ الٰہی مانتے اور قدامت کو اس کی سچائی کی بڑی دلیل بتاتے ہو۔ ہندوستان کے فرزندوں نے اس کے مقابلہ کے لئے ہتھیار نکالے اور اسے ردّ کیا۔ اور اس کی قدامت اور صداقت کے ابطال کی غرض سے تمہارے بھائی جینی اپنے نوشتوں اور ہادیوں کی اتنی لمبی مدّت بیان کرتے ہیں کہ اس کے مقابل ریاضی دان بھی حیران ہو جاتے ہیں اور مجوس اپنی کتابوں کی مدّتِ قدامت کے بیان کرنے میں مہاں سَنکھ کے آگے اور سترہ صفر بڑھاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جنگ اور مقابلہ اس عالم میں طبعی امر کی طرح ہمیشہ سے قائم چلا آتا ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آپس میں جنگ تو ایک طرف رہی۔ اشرار ہمیشہ خدا سے مقابلہ کرتے چلے آئے ہیں۔ ایک عظیم الشان ناصح خود انسان کے اندر موجود ہے۔ مگر اس کے ساتھ بھی وہ مقابلہ ہے کہ الامان الامان۔ تھوڑی دیر کے لئے کچہریوں میں عبرتاً دیکھیں بازار کے لین دین کو دیدہ بصیرت سے مطالعہ کریں لیکچراروں کی لفّاظیاں اور اس کے ساتھ ان کا عملدرآمد غور سے ملاحظہ کریں۔ محکمہ جات میں کم سے کم ان لوگوں کی عملی کارروائیوں کو دیکھیں کہ جن کی تمام تعلیم اہنسا پرموں دھرما (رحم ہی اعلیٰ مذہب ہے) اور بایں ہمہ ایک جانور (گائے) کی لفظی حفاظت کی ٹھیکیداری کے بھیس میں اپنے خیال کے مخالفوں غریبوں بے کسوں کے ساتھ کیا کیا سلوک کرتے ہیں۔

میں نے ایک ہندو ریاست کے ایک بڑے بااختیار پنڈت سے سوال کیا کہ مساوی الاستعداد مگر مدّت کے امیدوار فتح محمد اور نئے امیدوار فتح چند کے لئے آپ کے محکمہ میں اگر موقع پرورش ہو تو آپ کس کو مقرر کریں گے۔ کہا فتح چند کو۔ میں نے کہا آپ تو بدھ مذہب کے آدمی ہیں اور آپ نے ہنوز دریافت بھی نہیں کیا کہ فتح چند بدھ مذہب کا آدمی بھی ہے یا نہیں۔ کہا۔ مولوی صاحب! ہماری بچپن کی تعلیم ہمیں ایسے سبق سکھا چکی ہے کہ بہتر ہے کہ آپ اس بحث کو ختم کر دیں۔ اس قسم کی صدہا نظیریں اور واقعات ہیں جو دانشمند کو کافی سبق سکھاتے ہیں۔

غرض یہ مسلّم امر ہے کہ الٰہی فرمان پاک لوگوں کے مفید کلمات، نورِ قلب، عقل، نظارۂ قدرت،

تجربہ صحیحہ اور بدی کی خطرناک سزائیں موجود ہیں۔مگر شریر کا شرارت سے باز آنا کوسوں بلکہ بمراحل دور ہے۔اس جنگ کو ستیارتھ میں دیانند نے بھی مانا ہے اور اس کا دیوا سُرسنگرام نام رکھا ہے یعنی (اچھوں اور بروں کی جنگ) غرض نور وظلمت ،نورانی وظلمانی، صدق و کذب کا یُد ھ ہے۔ ابلیس و شیطان وہی ظلمت اور شرارت ہے یا یوں سمجھو کہ ظالم و شریر، کاذب ،جاہل اور تاریکی کے فرزند کے القاب ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے علمِ کامل، رحمت، قدرت اور تصرّف سے ہر جگہ موجود ہے اور شریر جس قدر بکواس کرتا ہے وہ سب خدا کے سامنے کرتا ہے۔اور رُو در رُو کرتا ہے کہ گویا اس سے بالمشافہ جنگ کرتا ہے۔

...... قَالَ کے لفظ سے یہ سمجھنا کہ شیطان نے خدا سے بالمشافہ مکالمہ کیا۔سخت غلط بات ہے قرآن کریم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خدا کے مکالمہ سے وہی لوگ شرف اندوز ہوتے ہیں جو خدا کی نگاہ میں پاک وصاف ہوتے ہیں۔پھر شیطان جیسی نجس ذات کا یہ رتبہ کہاں کہ اسے خدا کی ہمکلامی کی عزت ملے؟ سارے قرآن میں کَلَّمَ تَکْلِیْمًا کا کوئی صیغہ شیطان کے کلام کے بارہ میں مذکور نہیں ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ لفظ قَالَ عربی کی زبان میں ہر ایک بات اور کام اور اشارہ اور زبانِ حال پر بولا جاتا ہے۔چنانچہ عربی کی لُغت میں لکھا ہے۔

اَلْعَرَبُ تَجْعَلُ الْقَوْلَ عِبَارَۃً عَنْ جَمِیْعِ الْاَفْعَالِ ۔ یعنی قول تمام افعال پر بولا جاتا ہے۔

قَالَتْ لَہُ الْعَیْنَانِ سَمْعًا وَّ طَاعَۃً ۔ اس کی آنکھوں نے کہا کہ ہم سنتے اور مانتے ہیں۔

قَالُوْا صَدَقَ وَ اَوْمَأُوْا بِرُؤُوْسِھِمْ ۔ صحابہ نے کہا سچ کہتا ہے اور یہ بات سر کے اشارہ سے کہی۔

قَالَتِ السَّمَآءُ جَادَتْ وَ انْسَکَبَتْ ۔ بادل نے کہا۔کیا معنے؟ برسا

وَ یُقَالُ لِلْمُتَصَوَّرِ فِی النَّفْسِ قَبْلَ التَّلَفُّظِ فَیُقَالُ فِیْ نَفْسِیْ قَوْلٌ لَمْ اَظْھَرْہُ

قَالَ اس خیال پر بھی بولا جاتا ہے جو ابھی تلفّظ میں نہیں آیا۔کہا جاتا ہے میرے دل میں بات ہے

جس کو میں نے ظاہر نہیں کیا۔ وَ الْاِعْتِقَادُ یُقَالُ فُلَانٌ یَقُوْلُ بِقَوْلِ الشَّافِعِیّ۔ فلانا اعتقاد کرتا ہے شافعی کا اعتقاد۔ قول کے معنے اعتقاد کے ہوئے۔

وَ یُقَالُ لِلدَّلَالَۃِ عَلَی الشَّیْءِ۔ علی العموم دلالت کو بھی قول کہتے ہیں۔

اِمْتَلَاءَ الْحَوْضُ فَقَالَ قَطْنِی۔ کہا جاتا ہے حوض جب پانی سے بھر گیا تو اس نے کہا اب بس کرو۔

قَالَتْ لَہُ الطَّیْرُ تَقَدَّمْ رَاشِدًا۔ پرندوں نے اسے کہا۔ اقبال مندی سے آگے بڑھو۔

غرض جب لفظ قَالَ اتنے بڑے وسیع معنوں پر بولا جاتا ہے۔ تو کس قدر ضروی امر ہے کہ ہر موقع ومحل کے مناسب اس کے معنے کئے جائیں۔

شیطان ایک کافر، متکبر، احکامِ الٰہی سے منکر خبیث روح ہے۔ حسد وبغض سے اس نے آدم جیسے راست باز کا مقابلہ کیا اور اس مقابلہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بھی بدی کو منسوب کر دیا اور بے باکی سے بدکلامی کی......خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہم مسلمان نیکی کے محرّک کو (تم کچھ نام رکھو) مَلک یا فرشتہ کہتے ہیں۔ اور بدی کے محرّک کو شیطان وابلیس۔ ان معنوں کے لحاظ سے مَلک وابلیس کا کون منکر ہو سکتا ہے۔ یہ پختہ اور یقینی بات ہے کہ جہاں قرآن کریم نے شیطان وابلیس کا ذکر کیا ہے۔ وہاں انہی اُسروں اور بدی کے محرکوں سے مراد ہے۔ ان واقعات پر اعتراض کرنا خدا تعالیٰ کے قانونِ قدرت اور اس کے نظام کی نکتہ چینی کرنا ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۰۶ تا صفحہ ۱۱۰)

۴۳۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْغٰوِیْنَ۔

ترجمہ۔ جو میرے بندے ہیں تیرا تو ان پر کچھ زور نہیں چل سکتا ہاں خود جو تیری گری ہوئی خواہشوں کی پیروی کرے گا گمراہوں میں سے (ان پر تیرا زور چلے گا)۔

تفسیر۔ جو میرے بندے ہیں تجھ کو ان پر کچھ زور نہیں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۳۱۷)

عِبَادِیْ۔ کچھ ضرورت نہیں کہ عِبَادِی سے خاص بندے مراد لئے جاویں۔ کسی آدمی پر شیطان کا غالب نہیں۔ ہاں جب انسان خود اس کا کہا ماننے لگ جاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے کئی

بڑے بڑے ڈاکوؤں سے پوچھا ہے اورانہوں نے مانا ہے کہ کوئی ہمیں جبراً نہیں لے جاتا۔ بلکہ خود ہی جاتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

ہرگز ہرگز شیطان کا تسلط کسی نبی پر نہیں۔ نبی تو عظیم الشان لوگ ہیں۔کسی پر بھی شیطان کا تسلط نہیں۔ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر:۴۳) کا طلب بہت صاف ہے۔ دیکھو دیکھو اس کا ترجمہ ہم لکھتے ہیں اور نہیں بھیجا تجھ سے پہلے کوئی رسول اور نبی مگر جب وہ خواہش کرتا ہے تو ہلاک ہونے والا خدا سے دور (شیطان) اس کی خواہش میں روک ڈالتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیطان کی روک کو دور کر دیتا ہے اور اپنے آیتوں کو مستحکم کر دیتا ہے دیکھو موسیٰ کو جب اس نے خواہش کی کہ بنی اسرائیل کو مصر سے چھوڑا کر کنعان لاوے تو فرعون شیطان نے روک ڈال دی مگر آخر وہ غرق ہوا اور خدا کی بات پوری ہوئی۔

مسیح کی خواہش میں یافہ کاہن اور یہودی شیاطین نے روک ڈالی تو آخر اللہ تعالیٰ نے مسیح کو کامیاب کر ہی دیا اور یہود ذلیل ہو گئے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش میں ابوجہل ابولہب جیسے شیاطین روکیں ڈالتے رہے۔ آخر خدا کی باتیں پوری ہوئیں۔ (الحکم جلد ۲ نمبر ۱۶و۱۷ مورخہ ۲۰، ۲۷رجون ۱۸۹۸ء صفحہ ۴)

۴۵۔ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ۔

ترجمہ۔ اس کے سات دروازے ہیں ہر دروزے کے لئے کافروں میں سے ایک حصہ بٹ چکا ہے۔

تفسیر۔ سَبْعَةُ اَبْوَابٍ[1]۔ دوزخ کے متعلق تو ہے بہشت کے متعلق کوئی آیت نہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

---

[1] سات دروازے۔ مرتب

۴۶ تا ۴۹۔ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ۔ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ۔ وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ۔ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک متقی لوگ باغوں اور چشموں میں رہیں گے۔ اوران کو کہا جائے گا کہ اس میں داخل ہو سلامتی سے امن کے ساتھ۔ اور ہم ان کے سینوں سے نکال ڈالیں گے رنجش وہ بھائی بھائی ہو جائیں گے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوئے۔ وہاں ان کو کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور وہاں سے کبھی نکالے بھی نہیں جائیں گے۔

تفسیر۔ تحقیق متقی لوگ باغوں اور چشموں میں ہوں گے۔ انہیں کہا جائے گا کہ ان میں سلامتی سے داخل ہو جاؤ اور امن میں رہو۔ اور جو کینہ اور کپٹ دنیا میں ان کے دلوں میں تھا۔ بہشت میں ہم ان کے دلوں سے نکال ڈالیں گے وہ بھائی بن کر تختوں پر آمنے سامنے بیٹھیں گے۔

اور اسی پر غور کرو کہ جب غیروں کے ساتھ بہشت والوں کا یہ سلوک ہوگا جس کا ذکر آیتِ بالا میں ہے تو اپنوں کے ساتھ کیا ہوگا۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۵۴)

اَلْمُتَّقِیْنَ ۔ تقویٰ اختیار کرنے والے۔ ایسے لوگوں کے عقائد صحیحہ ہوتے ہیں۔ اللہ پر ایمان، فرشتوں پر، کتابوں پر، نبیوں پر ایمان، جزا وسزا پر ایمان اور اعمالِ صالحہ کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا مال کو خرچ کریں۔ ذوی القربیٰ، یتامیٰ، مساکین، سائلین، غلاموں کے آزاد کرنے پر، نماز پڑھیں زکوٰۃ دیں۔ صابر ہوں۔ (تنگی۔ غریبی۔ لڑائی۔ بیماری کے اوقات میں) بس یہی متقی لوگ ہیں۔

کچھ اور نشان بتاتا ہے۔ وہ سلامتی کے گھر میں رہتے ہیں۔ کسی نیک بندے کی نسبت ان کے دل میں رنجش نہیں رہتی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۵۰۔ نَبِّئْ عِبَادِیْۤ اَنِّیْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔

ترجمہ۔ میرے بندوں کو خبردار کر دے کہ میں ہی ہوں بڑا عیبوں کا ڈھانپنے والا سچی کوشش کا بدلہ دینے والا۔

تفسیر۔ نَبِّئۡ عِبَادِیۡۤ ۔امید وبیم مومن کے لئے دو پَر ہیں۔اللہ کے حضور میں پہنچنے کے لئے۔اس کا ثبوت آگے آنے والے بیان میں دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۵۳، ۵۴۔ اِذۡ دَخَلُوۡا عَلَیۡهِ فَقَالُوۡا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنۡكُمۡ وَجِلُوۡنَ ۔ قَالُوۡا لَا تَوۡجَلۡ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیۡمٍ ۔

ترجمہ۔ جب وہ اس کے پاس آئے انہوں نے کہا سلام، ابراہیم نے کہا تم سے تو ہم کو ڈر معلوم ہوتا ہے۔انہوں نے جواب دیا تو نہ ڈر ہم تو تجھے خوشخبری دیتے ہیں ایک بڑے علم دار لڑکے کی۔

تفسیر۔ اِنَّا مِنۡكُمۡ وَجِلُوۡنَ ۔ انبیاء کے قلب پر اس کا انکشاف ہو جاتا ہے چونکہ وہ عذاب لائے تھے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

بِغُلٰمٍ ۔اس بچے کے جوان ہونے کی خبر بھی دے دی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۵۷۔ قَالَ وَمَنۡ یَّقۡنَطُ مِنۡ رَّحۡمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوۡنَ ۔

ترجمہ۔ ابراہیم نے کہا گمراہوں کے سوا اللہ کی رحمت سے کون ناامید ہوسکتا ہے۔

تفسیر۔ الضَّآلُّوۡنَ ۔ خدا کی صفات سے ناواقف ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۵۸، ۵۹۔ قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ اَیُّهَا الۡمُرۡسَلُوۡنَ ۔ قَالُوۡۤا اِنَّاۤ اُرۡسِلۡنَاۤ اِلٰی قَوۡمٍ مُّجۡرِمِیۡنَ ۔

ترجمہ۔ ابراہیم نے پوچھا پھر تمہیں کیا ضرورت درپیش ہے اے فرشتو!۔انہوں نے جواب دیا ہم بھیجے گئے ہیں ایک قطع تعلق کرنے والی قوم کی طرف۔

تفسیر۔ فَمَا خَطۡبُكُمۡ ۔حضرت ابراہیمؑ کا قلب محسوس کررہا تھا کہ یہ کوئی عذاب بھی لائے ہیں اس لئے بشارت سن کر بھی دریافت کیا۔

قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۔حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر قرآن شریف میں اس کا ذکر نہ ہوتا تو میرے وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ کوئی انسان مردوں سے بھی زنا کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۶۲ تا ۶۴۔ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ۣالْمُرْسَلُوْنَ ۔ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۔ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ جب آئے لوط کے خاندان کے پاس فرشتے۔لوط نے کہا تم تو کوئی (بے پہچانت) اجنبی لوگ دِکھتے ہو۔انہوں نے جواب دیا ہم تیرے پاس وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں تیری قوم شک کرتی تھی۔

تفسیر۔ لوطؑ کی قوم عرب کے شمال مغرب میں آباد تھی۔ان کی بستیاں کئی تھیں۔ایک کا نام سیڈوم۔ ایک کا گمارا۔ایک کا نام صعرغر تھا۔اسی واسطے اس قوم کے بدکاروں کو سیڈومی کہتے ہیں۔

مُّنْكَرُوْنَ ۔ ناپسند کئے گئے۔

فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۔ وہ عذاب جس میں یہ شک کرتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۶۶۔ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ اتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّ امْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ تو تُو کچھ رات رہے سے اپنے گھر والوں کے ساتھ نکل جا اور تو ان کے پیچھے پیچھے چل اور کوئی مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے پیچھے تم کو جیسا حکم ملا ہے ویسا ہی چلے جاؤ۔

تفسیر۔ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ ۔ چونکہ عذاب میں گرفتار ہونے والی نے پیچھے مڑ کر دیکھنا تھا اس لئے دوسروں کو ایسا حکم ہوا۔بعض حکم خاص مصلحت پر مبنی ہوتے ہیں۔

حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۔ پاس ایک پہاڑ تھا۔اس پر چلے جانے کا حکم تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۶۷۔ وَ قَضَيْنَاۤ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰۤؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے لوط کی طرف قطعی وحی بھیج دی اس امر کی کہ ان لوگوں کی جڑ بنیاد کاٹ دی جائے گی صبح ہوتے ہوتے۔

تفسیر۔ دَابِرَ ۔ا۔ اوّل ۲۔ آخر ۳۔ جو مہتمم و مدبّر ہوں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۶۸، ۶۹۔ وَ جَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ قَالَ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۔

ترجمہ۔ اور شہر والے آئے بشارت دیتے ہوئے۔ لوط نے کہا یہ لوگ تو میرے مہمان ہیں تو تم مجھ کو رسوا نہ کرو۔

تفسیر۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۔ کیونکہ وہ لوگ حضرت لوطؑ پر کسی قسم کا الزام آنے کے منتظر تھے۔

فَلَا تَفْضَحُوْنِ ۔ مہمانوں کی بے عزتی کر کے مجھے ذلیل مت کرو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۷۱، ۷۲۔ قَالُوْۤا اَوَ لَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔ قَالَ هٰۤؤُلَآءِ بَنٰتِيْۤ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۔

ترجمہ۔ وہ بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا تھا دنیا اور جہان سے۔ لوط نے کہا یہ میری بیٹیاں (ضمانت میں) حاضر ہیں اگر تم کو تحقیقات کرنا ہے۔

تفسیر۔ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اجنبی لوگوں کی آمد ورفت سے منع نہیں کیا؟

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۔ اجنبی آدمیوں سے نہیں روکا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۔ اگر تم اس مقدمہ کی تحقیق کرنا چاہتے ہو تو میری بیٹیوں کو بطور ضمانت رکھ لو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۔ اس قسم کی بات۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

۷۳۔ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ۔

ترجمہ۔ قسم ہے تیری ذات کی اے پیارے محمدؐ! کچھ شک نہیں کہ وہ لوگ اپنے نشہ میں دل کے اندھے ہو رہے تھے۔

تفسیر۔ لَعَمْرُكَ۔ مسیح موعودؑ نے کہا ہے۔

''تیرے منہ کی ہی قسم اے میرے پیارے احمدؐ''

اس پر اعتراض کرنے والے اس آیت پر غور کریں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

يَعْمَهُوْنَ۔ ۱۔ اندھے ۲۔ ناعاقبت اندیشی کرتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۷۶ تا ۷۸۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ۔ وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ۔ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اس میں بے شک نشانیاں ہیں ذی فراست لوگوں کے لئے۔ اور وہ بستی سدا آمد و رفت کی راہ پر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ اس میں بڑی نشانی ہے ایمانداروں کے لئے۔

تفسیر۔ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ۔ وہ لوگ جو بڑی فراست والے ہوں اور عبرت پکڑنے والے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

اِنَّهَا۔ وہ بستیاں۔ عذاب کا نشان۔

مُّقِيْمٍ۔ موجود۔ واضح۔ وہاں کی جھیل کا نام ڈیڈسی۔ جھیل مردار جس میں کوئی جاندار زندہ نہیں رہتا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۷۹، ۸۰۔ وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ۔ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ایکہ (یعنی بن) کے رہنے والے ظالم ہی تھے۔ تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور یہ دونوں شہر کھلی سڑک پر ہیں۔

تفسیر۔ الْاَیْکَۃِ ۔ بَن۔جنگل۔جس میں بہت سے درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہوں۔

لَبِاِمَامٍ ۔ امام اس شاہراہ اور اس شخص کو کہتے ہیں جس کی طرف لوگوں کا قصد ہو۔چونکہ شاہراہ کی طرف اکثر لوگ منزل تک پہنچتے۔ (ضمیمہ اخبار بدر جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱)

۸۱ تا ۸۳۔ وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ۔ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ۔ وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور جھٹلا یا حجر کے رہنے والوں نے بھیجے ہوؤں کو۔اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں دی تھیں وہ اس سے منہ پھیرتے رہے۔اور وہ پہاڑ کرید کرید کر گھر بناتے تھے بے فکر۔

تفسیر۔ الْحِجْرِ ۔ ثمود کی قوم جہاں رہتی تھی اس کو حجر کہتے ہیں۔

حجر میں بحث ہوئی ہے کہ حجر کیا چیز تھی۔بعض لوگ کہتے ہیں۔اس قوم کے دارالسلطنت کا نام ہے۔بعض اس میدان کا نام بتاتے ہیں۔عدن سے لے کر حدیدہ۔حضرموت،حجاز،تہامہ کے علاقوں کو حجر کہتے ہیں وہاں کی قومِ ثمود میں صالح؊ نبی آئے تھے۔

اٰيٰتِنَا۔ اپنے احکام۔

وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ ۔ اس زمانے میں بھی اس کا رنگ پایا جاتا ہے۔یعنی پہاڑ پر کوٹھیاں بنانا۔ایک سہل زمین ہوتی ہے۔ایک جبلی (یعنی پہاڑی) زمین۔دونوں مقامات پر اس کے زمانے کے لوگ بھی کوٹھیاں وغیرہ بناتے ہیں اور اس پر اتراتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲)

۸۴۔ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ۔

ترجمہ۔ان کو عذاب نے آلیا صبح ہوتے ہوتے۔

تفسیر۔ الصَّيْحَةُ ۔ اس کے معنے عذاب کے ہیں۔آواز کے معنے بھی درست ہیں۔جب پہاڑوں میں بڑے بڑے زلزلے آتے ہیں تو زلزلوں سے پہلے گونج اور گرج پیدا ہوتی ہے۔

صَاحَ الزَّمَانُ لِاٰلِ بَرْمَكَ صَيْحَةً خَرُّوْا لِصَيْحَتِهٖ عَلَى الْاَذْقَانِ [1]

---

[1] زمانہ بھر کے لوگ آلِ برمک پر ہونے والے ظلم وستم کی وجہ سے چلائے اور اس چلانے کی وجہ سے وہ ٹھوڑیوں کے بل گر پڑے۔

برمکؔ ایک قوم تھی جس نے حضرت ہارون الرشید علیہ رحمۃ اللہ کے زمانے میں بڑی ترقی کی۔ انہوں نے تمام طاقتور جاگیروں اور علاقوں بلکہ شعراء وعلماء کو اپنے قبضے میں کر لیا تھا۔ ہارون الرّشید نے ان کی نیت پر اطلاع پا کر انہیں ایک ہی وقت میں ہلاک کر دیا۔ شاعروں کو چونکہ بہت انعام دیتے تھے۔ اس لئے انہوں نے ان کی سخاوتوں کی بڑی تعریف کی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

۸۶۔ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے آسمان و زمین اور جو ان میں ہے نہیں بنایا مگر تدبیر سے اور کچھ شک نہیں کہ انجام کی گھڑی آنے ہی والی ہے تو تُو نیکی کے ساتھ درگزر کر۔

تفسیر۔ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ ۔ یہ آیت اس اعتراض کے جواب میں ہے جو فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ سے کسی نادان کے دل میں پیدا ہوسکتا ہے کہ زلزلے آنا تو ایک نیچرل رول ہے۔ پھر زلزلہ آنے پر صلحاء کی ہلاکت بھی ہوجاتی ہے۔ فرماتا ہے آسمان و زمین کو ہم نے حق و حکمت سے پیدا کیا۔ ہم نے پہلے ہی سے یہ انتظام کر رکھا ہے۔ عذاب اُسی وقت آئے گا۔ جب صلحاء بالعموم نہ رہے۔ اور زلزلہ اگر کسی ظاہری سبب سے پیدا ہوتا ہے تو اس کا باطنی سبب یہی ہے اور ہم اسے خوب جانتے ہیں۔

فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ۔ عذاب کے لانے کے لئے صبر بھی بہت مفید ہے۔ یہاں سے ایک اخبار ’’شبھ چنتک‘‘ نکلتا تھا۔ وہ اس سلسلہ پر سخت مفتریانہ اور مضر حملے کرتا۔ میرے دل میں بعض اوقات اس کے جواب کا جوش اٹھتا۔ اس لئے میں نے ایک دفعہ حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ تو فرمایا کہ تمہارے جواب سے کیا بنے گا؟ صبر کرو کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ پھر ایک موقع آیا تو آپ نے توجہ فرمائی اور ایسی توجہ فرمائی کہ جنابِ الٰہی سے سرِ دست تو قادیان سے ان کا صفایا ہی ہوگیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

۸۸۔ وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنٰکَ سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ وَ الۡقُرۡاٰنَ الۡعَظِیۡمَ ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم نے تجھ کو دیں سات آیتیں مکرّر پڑھی جانے والی اور بڑا قرآن دیا۔

تفسیر۔ سَبۡعًا۔ اس کے معنے سات آیتیں۔یعنی الحمد شریف ۔ یہ ان آیتوں میں سے ہیں جو کئی بار نمازوں میں پڑھی جاتی ہیں ۔ چنانچہ دن رات میں بالعموم چالیس رکعتوں میں یہ سورۃ دہرائی جاتی ہے۔

کئی تابعین نے کہا ہے کہ بقرہؔ، آل عمرانؔ، نساؔء، مائدہؔ، انعامؔ، اعرافؔ،توبہؔ۔ ان سات سورتوں کا نام سبع مثانی ہے۔

بعض نے توبہؔ کی بجائے یونسؔ کو رکھا ہے ۔ کیونکہ ان کا بیان آپس میں ملتا جلتا اور دُہرا دُہرا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

۸۹۔ لَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ اِلٰی مَا مَتَّعۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡہُمۡ وَ لَا تَحۡزَنۡ عَلَیۡہِمۡ وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ ۔

ترجمہ۔ اور تیری آنکھیں نہ دوڑا ان چیزوں پر جو ہم نے چند روز کے لئے دی ہیں کئی قسم کے کافروں کو اور نہ غم کھا اُن پر اور نیچا رکھ تیرا بازو ایمانداروں کے لئے۔

تفسیر۔ لَا تَمُدَّنَّ عَیۡنَیۡکَ ۔ قرآن شریف جیسی نعمت کے مقابلہ میں اس فانی دولت کی کچھ پرواہ نہ کر اور آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ۔

اَزۡوَاجًا ۔رنگ برنگ۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

۹۱۔ کَمَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَی الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ ۔

ترجمہ۔ جس طرح ہم نے اتارا تھا عذاب بانٹنے والوں پر۔

تفسیر۔ الۡمُقۡتَسِمِیۡنَ ۔ مُقۡتَسِمَ کے کئی معنے کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ یُؤۡمِنُوۡنَ بِبَعۡضٍ وَ یَکۡفُرُوۡنَ بِبَعۡضٍ دوم یہ تَقَاسَمُوۡا بِاللّٰہِ[1] (النمل:۵۰) جیسے حضرت ثمود کی قوم نے قسم کھائی تھی کہ رات

---

[1] آپس میں قسمیں کھاؤ اللہ کی۔

حضرت صالحؑ کو مارڈالیں گے۔اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں نوآدمیوں نے یہی مشورہ کیا۔ ۳۔ تَقَاسَمُوْا عَلٰی سُبُلِ مَكَّةَ کفار نے اسلام کے خلاف ابھارنے کے لئے مختلف شاہراہوں پر آدمی مقرّر کر رکھے تھے۔اس کا نمونہ میں نے دیکھا ہے کہ لوگوں کے بہکانے کے لئے رستوں میں اپنے ایجنٹ چھوڑ دیتے ہیں۔ ۴۔ عجیب عجیب معنے کر کے کئی فرقے بنا دیئے۔ چھ شخصوں کے نام مجھے یاد آ گئے۔ ۱۔ اسود بن زرارۃ ۲۔ اسود بن زہرۃ ۳۔ ولید مخزومی ۴۔عاص سہمی ۵۔اسود بن مطلب ۶۔حارث خزاعی۔ یہ سب کے سب مختلف عبرت ناک ودہشت ناک امراض سے ہلاک ہوئے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

اَلْمُقْتَسِمِيْنَ ۔ قرآن کے بعض حکم پر عمل ،بعض سے عملی انکار جیسے لڑکیوں کو وراثت۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ (الحجر:۹۱) میں مُقْتَسِمِيْنَ کے کئی معنے ہیں۔

(۱) بعض مسلمان ایسے ہیں کہ بعض حصہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں بعض سے انکار۔مثلاً نماز پڑھیں گے مگر عورتوں کو حصہ دینے کے متعلق اگر کہا جائے تو کہتے ہیں ہمارا رواج نہیں۔ ایسا ہی بعض کفار ہیں وہ بھی قرآن کا کچھ حصہ مانتے ہیں۔مثلاً سچ بولنا، جھوٹ کو برا جاننا، چوری نہ کرنا، زنا نہ کرنا۔

(۲) وہ لوگ جنہوں نے قتل النبی کی قسمیں کھائیں۔ (۳) جنہوں نے رستے بانٹ رکھے ہیں کہ آنے جانے والے کو جناب نبوی سے منع کریں گے۔ (۴) وہ لوگ جو سیدھی سادی بات میں چھیڑ کی راہ نکال لیتے ہیں تا کہ قوم کے دو فریق ہو جائیں۔ ایسے لوگ بہت فتنہ انگیز ہوتے ہیں۔

(البدر کلام امیر۔ جلد ۱۰ نمبر ۳۸،۳۷ مورخہ ۲۰؍جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۹۵ تا ۹۷۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ۔ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ۔ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ پس تو ان کو خوب ٹھوک ٹھوک کر سمجھا دے جو تجھ کو حکم ہو چکا ہے اور منہ پھیر لے مشرکوں سے۔ ہم کافی ہیں تیرے طرف سے ہنسی میں اڑانے والوں کے لئے۔ جو اللہ کے برابر اور معبود ٹھہراتے ہیں

تو انہیں آگے معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر۔ سو کھول کر سنا دے جو تجھ کو حکم ہوا۔ اور دھیان نہ کر شریک والوں کا۔ ہم بس ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو۔ جو ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ اور کسی کی بندگی۔ سو آگے معلوم کریں گے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۵۹)

۹۹۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ۔

ترجمہ۔ تو تُو اپنے رب کی تعریف بیان کر اور سجدہ کرنے والوں میں ہو جا (یعنی فرمانبرداروں میں ہو)۔

تفسیر۔ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ دشمن سے بچنے کا طریق بتایا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ۔ بعض لوگوں نے سجدوں میں عجیب عجیب طرح کی دعائیں قرآن شریف کی مختلف آیات سے لے کر پڑھنی شروع کر دی ہیں۔ حالانکہ سجدوں میں قرآنی دعاؤں کے پڑھنے کی ممانعت ہے۔ وہ دیکھیں کہ یہاں جو صاف حکم ہے اس کی تعمیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کس طرح فرمائی۔ رکوع و سجود میں پڑھا جاتا ہے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَ بِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ[1] حضرت مجدّد الف ثانی نے اس کے متعلق کہ رات کو سُبْحَانَ اللّٰهِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ پڑھ کر سوئے۔ ایک نکتہ لکھا ہے۔ وہ یہ کہ جیسا کسی کو تحفہ و ہدیہ دیں ویسا ہی انعام ملتا ہے۔ جنابِ الٰہی میں جو تسبیح وتحمید کا ہدیہ پیش کرے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے بدلے میں اس شخص کو جس نے ہدیہ پیش کیا گناہوں سے پاک کر دے گا اور پسندیدہ خصائل سے محمود بنائے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

۱۰۰۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔

ترجمہ۔ اور اپنے رب کی عبادت کئے جا جب تک تجھے موت آ جائے۔

---

[1] پاک ہے تو اے اللہ جو ہمارا رب ہے اور تیری تعریف ہے۔ اے اللہ! تو میری مغفرت فرما دے۔

تفسیر۔ یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ۔ یقین سے مراد موت ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)



سُوْرَۃُ النَّحْلِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۃ نحل کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ کے جلال و جمال والے نام سے جو رحمٰن الرحیم ہے۔

۲۔ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۔

ترجمہ۔ عذاب الٰہی کا حکم آ گیا تو اس کی جلدی نہ کرو پاک ذات ہے اللہ اور بلند تر ہے اس سے جو شریک بناتے ہیں۔

تفسیر۔ چند سورتیں الرٰ ۔ المرٰ سے شروع ہوتی ہیں۔ یہ لفظ بہت خطرناک ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو کچھ تم لوگوں نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا۔ وہ میں خوب دیکھ رہا ہوں اب اس سورۃ میں اس کے نتیجہ کا ذکر کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

اللہ کا امر آ گیا۔ اب جلدی تو نہ کرو۔ وہ بلند و برتر اس سے ہے کہ شرک کرتے ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۸)

اَمْرُ اللّٰہِ ۔ امر کے معنے خاص حکم کے ہیں۔

لَا تَسْتَعْجِلُوْہُ سے ظاہر ہے کہ یہاں وعید کا مذکور ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

اَمْرُ اللّٰہِ ۔ عذاب الٰہیہ ۔ یہ الرٰ کا نتیجہ ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

۳۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ اتارتا ہے فرشتوں کو کام دے کر آپ ہی جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے کہ

ڈرا دو یہ بتا کر کوئی سچا معبود نہیں ہے مگر میں، تو مجھ ہی کو سپر بناؤ مجھ ہی سے ڈرو۔

تفسیر۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ۔ شرک کے دفعیہ کے لئے اس نے فرشتوں کو اپنا کلام دے کر نازل کیا۔

عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ۔ مراد ہے ہمارے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

۴۔ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو حکمت و مصلحت سے۔ وہ بلند تر ہے اس سے جو وہ شریک کرتے ہیں۔

تفسیر۔ بِالْحَقِّ۔ ازل میں مقدّر تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوں گے۔ اور لوگ ان کے مقابل میں شرارتیں کریں گے جو سزا پائیں گے۔ چنانچہ اس کے مطابق انتظام ہو رہا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۲)

۶،۷۔ وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَکُمْ فِیْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْکُلُوْنَ۔ وَ لَکُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَ حِیْنَ تَسْرَحُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور بھولے و بھالے جانور اللہ نے پیدا کئے تمہارے لئے ان میں گرمی حاصل کرنے کا سامان و دیگر منافع ہیں اور بعض کو ان میں سے تم کھاتے ہو۔ اور تمہاری رونق ہے ان کے سبب سے جب شام کو چرا کر لاتے ہو اور جب چرانے چھوڑتے ہو۔

تفسیر۔ دِفْءٌ۔ دِفْءٌ کے معنی گرمی حاصل کرنا جو جانوروں کی پوستینوں سے حاصل ہوتی ہے اور دِفْءٌ کے معنے نسل کے بھی ہیں۔

جَمَالٌ۔ عزت کا نشان۔

تُرِیْحُوْنَ۔ واپس لاتے ہو۔ واپس لانے کا ذکر پہلے اس لئے فرمایا کہ اس وقت جانور موٹا تازہ ہو کر واپس آتا ہے اور اس میں زیادہ تر اظہارِ شوکت ہوتا ہے۔ یہ تمام انعام اس لئے ذکر فرمائے

کہ دیکھیں ان نعمتوں کا تم کفر کر رہے ہو۔جس کا نتیجہ بد اُٹھاؤ گے۔یا شکر کرتے ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۹۔ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور گھوڑے اور خچر اور گدھے اُسی نے پیدا کئے تا کہ تم سوار ہو ان پر اور زینت کے لئے۔ اور ایسی ایسی چیزیں پیدا کرے گا جن کو تم جانتے بھی نہیں۔

تفسیر۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۔ وہ نئی نئی سواریاں جو تمہارے علم میں نہیں پیدا کرے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل:۹) میں ۱۳۰۰ سو برس پہلے بعض نئی سواریوں کی پیشگوئی موجود ہے۔اور آج ہم بگھیاں،موٹر کار، ہوائی جہاز، ریل دیکھ رہے ہیں۔

(البدر کلام امیر جلد ۱۰ نمبر ۷، ۸، ۳۳ مورخہ ۲۰؍جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۱۰۔ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور میانہ روی کی راہ اللہ تک پہنچتی ہے اور بعض راستہ اصلی راہ سے ہٹا ہوا ہے اور وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

تفسیر۔ قَصْدُ السَّبِيْلِ ۔قصد کے معنے بیان کرنا۔کیا معنے؟ وہ جو صراطِ مستقیم ہے۔اس کا بیان کرنا خدا کے ذمّے ہے دوسرے معنے یہ کہ میانہ راہ۔دونوں معنے صحابہ و تابعین سے ثابت ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ کے معنے ہیں خدا تک پہنچنے کے لیے وہ راہ کام آئے گی جو میانہ روی کی ہے۔بہت کھانا بھی منع اور بالکل نہ کھانا بھی ٹھیک نہیں۔ہر وقت خوراک، پوشاک، مکان کی فکر منع ہے اور ننگے رہنا، مکان کا بالکل فکر نہ کرنا یہ بھی درست نہیں۔ہر چیز میں میانہ روی اختیار کرو۔

مال کی محبت میں، اولاد کی محبت میں، کھانے کی محبت میں، بغض و عداوت میں لوگ بڑھ جاتے ہیں۔میانہ روی چاہیے۔ (البدر کلام امیر جلد ۱۰ نمبر ۷، ۸، ۳۳ مورخہ ۲۰؍جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۱۱۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے برسایا بادل سے پانی جس میں سے کچھ تو تمہارے پینے کے کام آتا ہے اور کچھ جھاڑ جھڑولوں کے لئے جس میں تم مویشی چراتے ہو۔

تفسیر۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ ۔جس طرح ظاہری بارشیں ہوتی ہیں۔اسی طرح روحانی بارشیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایسی بارش میں ایک اعلیٰ درجہ کا وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تھا جس کے ساتھ ہر قسم کے درخت نکلے۔ کچھ مثل ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ ...... اعلیٰ درجے کے۔ کچھ ان سے کم درجہ کے۔ کچھ مخالف قسم کے درخت بھی پھوٹ نکلے جیسے ابوجہل، عتبہ، شیبہ وربیعہ۔

آسمان سے جب پانی برستا ہے تو قسم قسم کے درختوں کو پہنچتا ہے اور انہی کی قسم کے موافق ان کی نشوونما ہوتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۱۴۔ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور تمہارے لئے جو کچھ پیدا کیا زمین میں جن کے مختلف رنگ ہیں اس میں البتہ بڑی بڑی نشانیاں ہیں یاد رکھنے اور سوچنے والے لوگوں کے لئے۔

تفسیر۔ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ ۔کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خراب قسم کا بیج کسی اچھے سے پیوند کرتے ہیں۔اسی طرح تعلیماتِ الٰہی سے لوگوں کے حالات بدل جاتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۱۵۔ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے تابع کر دیا دریا کو تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور نکالو اس

میں سے زیور جس کو تم پہنتے ہو۔ اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو کہ ہوا اور پانی کو چیرتی ہوئیں دریا میں چلی جاتی ہیں اور تا کہ تم حاصل کرو اس کا فضل اور دولت اور شکر گزار بن جاؤ۔

تفسیر۔ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا ۔ سمندر کا بعض پانی بہت تلخ ہوتا ہے۔ مگر اس کی مچھلی خوش ذائقہ ہوتی ہے۔ اسی طرح خدا کی مخلوقات ہیں جو شریر ہیں۔ انہی میں سے ایک نیک مبعوث ہو جاتا ہے۔

مَوَاخِرَ ۔ بوجھل۔ ہواؤں کو چیرنے والی۔ بڑی آواز سے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۱۶۔ وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور رکھ دیئے زمین میں پہاڑ تا کہ زمین زلزلہ کھائے تمہارے ساتھ اور ندیاں اور راستے بنائے تا کہ تم منزل مقصود کو پہنچ جاؤ۔

تفسیر۔ تَمِيْدَ بِكُمْ ۔ مَيْدٌ ۔ چکر کھانا۔ دورانِ سر کو بھی کہتے ہیں۔ تَمِيْدَ بِكُمْ کے معنے ہوئے۔ وہ بھی تمہارے ساتھ ہی چکر کھاتے ہیں۔ دوسرے مَيْد کے وہ معنے ہیں جس سے میدہ کا لفظ نکلا ہے۔ جس کو کھاتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

تَمِيْدَ بِكُمْ ۔ لغت عرب میں مَادَنِيْ يَمِيْدُنِيْ اَطْعَمَنِيْ[۱] (مفردات القرآن الراغب) اور مَيْدٌ کے معنی ہیں ہلنا۔ دیکھو۔ مَادَ يَمِيْدُ مَيْدًا وَمَيَدَانًا، تَحَرَّكَ[۲] (قاموس اللغۃ) مَادَهُمْ اَصَابَهُمْ دُوَارٌ[۳] (قاموس) والمائدۃ : الدَّائِرَةُ مِنَ الْاَرْضِ[۴] (قاموس) ان معنوں کے لحاظ سے جو مَادَنِيْ يَمِيْدُنِيْ کے کئے گئے ہیں۔ اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ رکھے زمین میں پہاڑ اس لئے کہ

۱۔ مَادَنِيْ يَمِيْدُنِيْ کے معنی ہیں۔ اس نے مجھے کھانا کھلایا۔ ۲۔ مَادَ يَمِيْدُ مَيْدًا وَمَيَدَانًا کے معنی ہیں۔ وہ حرکت میں آیا۔ ۳۔ مَادَهُمْ کے معنی اَصَابَهُمْ دُوَارٌ ۔ انہیں چکر آنے لگے/ان کا سر چکرانے لگا۔

۴۔ المائدۃ کے معنی ہیں الدَّائِرَةُ مِنَ الْاَرْضِ ۔ زمین کا دائرہ۔

کھانا دیں تمہیں۔ اور یہ ظاہر بات ہے کہ پہاڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے کہ ان میں برفیں پگھلیں۔چشمے جاری ہوں۔ندیاں نکلیں۔ پھر ان کے سیل پر اس سطح سے جس میں ریگ ہوتی ہے۔ پانی مصفّٰی ہو کر کنووں میں آتا ہے۔ پھر اس سے کھیت سرسبز ہوتے ہیں۔ یہ بھی ایک سلسلہ علاوہ رحمت کے سلسلے کے ہے جو بارانِ رحمتِ الٰہیہ سے ہے۔جس کا ذکر اس کلمہ طیبّہ میں ہے وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ[1] (البقرۃ: ۲۳) اور دوسرے معنوں کے لحاظ سے آیت کے یہ معنے ہوئے کہ ہم نے زمین پر پہاڑ رکھے کہ چکر کھاتے ہیں ساتھ تمہارے۔ یہ الٰہی طاقت کا ذکر ہے کہ اس نے اتنے بڑے مستحکم مضبوط پہاڑوں کو بھی زمین کے ساتھ چکر دے رکھا ہے اور نظامِ ارضی میں کوئی خلل نہیں آتا۔اب کوئی انصاف کرے کہ کن معانی پر اعتراض کی جگہ ہے......

ایک نہایت سچی فلسفی ہے اور اس سچی فلسفی پر جدیدہ علوم اور حال کے مشاہدات گواہی دیتے ہیں اور انہی مشاہدات سے بھی ہم گزشتہ دیرینہ حوادثات کا علم حاصل کر سکتے ہیں۔طبقات الارض کی تحقیقات اور مشاہدات سے اچھی طرح ثابت ہوسکتا ہے کہ اس زمین کا ثبات وقرار اضطرابات اور زلازل سے خالق السموات و الارض نے تکوینِ جبال اور خلقِ کوہسار سے ہی فرمایا ہے۔اور زمین کے تپ لرزہ کو اس علیم وقدیر نے تکوینِ جبال سے تسکین دی ہے چنانچہ علمِ طبقات الارض میں تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ زمین ابتدا میں ایک آتشیں گیس تھی۔جس کی بالائی سطح پر دھواں اور دخان تھا اور اس امر کی تصدیق قرآن کریم سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ[2] (حٰمٓ السجدۃ:۱۲) پھر وہ آتشین مادہ اوپر سے بتدریج سرد ہو کر ایک سیال چیز بن گیا۔ جس کی طرف قرآن شریف ان لفظوں میں ارشاد فرماتا ہے۔وَ كَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ[3] (ھود:۸) پھر وہ مادہ زیادہ سرد ہو کر اوپر سے سخت اور منجمد ہوتا گیا۔اب بھی جس قدر اس کے عمق کو غور سے دیکھتے جاویں اس کا بالائی حصّہ سرد اور نیچے کا حصّہ گرم ہے۔کوئلوں اور کانوں کے کھودنے والوں نے اپنی

---

[1] اور برسایا بادل سے پانی پھر اُگائیں اس کے ذریعہ سے کھانے کی چیزیں تمہارے لئے۔ [2] پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور وہ دھواں تھا۔ [3] اور وہ پانی جس پر زندگی کا مدار ہے اُس پر بھی اللہ ہی کا عرش ہے یعنی حکومت۔

مختلف تحقیقات سے یہ نتیجہ نکالا ہے۔ گو اس نتیجہ میں فلاسفروں کو اختلاف ہے کہ ۳۶ مائل[۱] عمق سے نیچے اب تک ایک ایسا زوبانی اور ناری مادہ موجود ہے۔ جس کی گرمی تصوّر سے بالا ہے (اسلام نے بھی دوزخ کو نیچے بتایا ہے۔) جب زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی نہ تھی۔ اس وقت زمین کے اس آتشیں سمندر کی موجوں کا کوئی مانع نہ تھا اور اس لئے کہ اس وقت حرارت زیادہ قوی تھی اور حرارت حرکت کا موجب ہوا کرتی ہے۔ زمین کی اندرونی موجوں سے بڑے بڑے مواد نکلے۔ جن سے پہاڑوں کے سلسلے پیدا ہو گئے۔ آخر جب زمین کی بالائی سطح زیادہ موٹی ہو گئی اور اس کے ثبات و ثقل نے اس آتشی سمندر کی موجوں کو دبا لیا۔ تب وہ زمین حیوانات کی بودوباش کے قابل ہو گئی۔ اسی واسطے قرآن کریم نے فرمایا ہے اَلْقٰی فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ اور اس کے بعد فرمایا وَ بَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ[۲] (البقرۃ:۱۶۵) اَلْقٰی کا لفظ جو آیت اَلْقٰی فِی الْاَرْض میں آیا ہے۔ اس کے معنی ہیں۔ بنایا۔ کیونکہ قرآن مجید کی دوسری آیت میں بجائے اَلْقٰی کے جَعَلَ کا لفظ آیا ہے۔ جس کے صاف معنی ہیں۔ بنایا۔ اور ان امور کی کیفیت آیت ذیل سے بخوبی ظاہر ہوتی ہے۔

وَ جَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِیْهَا وَ قَدَّرَ فِیْهَاۤ اَقْوَاتَهَا (حٰم السجدۃ:۱۱)

اور زمین کے اوپر پہاڑ بنائے اور اس میں برکت رکھی اور اس پر ہر قسم کی کھانے کی چیزیں پیدا کیں۔ ایک عجیب نکتہ آپ کو سناتے ہیں۔ آپ سے میری مراد وہ سعادتمند ہیں جو اس نکتہ سے فائدہ اٹھاویں قرآن کریم میں ایک آیت ہے۔ اس کا مطلب ایسا لطیف ہے کہ جس سے یہ تمہارا سوال بھی حل ہو جاوے اور قرآن کی عظمت بھی ظاہر ہو۔ غور کرو اس آیت پر۔

وَ تَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّ هِیَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (النمل:۸۹) اور تو پہاڑوں کو دیکھ کر گمان کرتا ہے کہ وہ مضبوط جمے ہوئے اور وہ بادل کی طرح اُڑ رہے ہیں۔ یہ اللہ کی کاریگری قابلِ دید ہے۔ جس نے ہر شے کو خوب مضبوط بنایا ہے۔

غور کرو یہاں ارشاد فرمایا ہے کہ پہاڑ تمہارے گمان میں ایک جگہ جمے ہوئے نظر آتے ہیں اور وہ

---

۱ مِیل (MILE) ۔مرتّب ۲ اور ہر قسم کے جانوروں میں جو اس زمین میں پھیلا رکھے ہیں۔

بادلوں کی طرح چلے جاتے ہیں۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ زمین کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اور یہ کیسا عجیب نکتہ ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائز ڈایڈیشن صفحہ ۲۷۳ تا ۲۷۵)

فرمایا۔پہاڑوں کے فائدے ہیں۔ازآنجملہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ جس کے چار معنے ہیں۔(۱) تاکہ تم ہلاک نہ ہوجاؤ۔(۲) پہاڑ تمہارے ساتھ چکر کرتے ہیں۔(۳) کھانا دیتے ہیں تمہیں۔(۴) زمین ایک طرف جھک نہ جائے۔

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۷/جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۱۷۔ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔

ترجمہ۔اور بہت سی نشانیاں بنائیں اور وہ راہنما تارے سے ہی ہدایت پاتے ہیں۔

تفسیر۔ وَبِالنَّجْمِ ۔ قطب۔اسی طرح اللہ کے بندے روحانی منازل کے طے کرنے میں قطب کا کام دیتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

اور النّجم سے وہ راہ پاتے ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائز ڈایڈیشن صفحہ ۱۶۵)

۲۱، ۲۲۔ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اور جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا وہ تو کچھ بھی نہیں پیدا کر سکتے ہاں وہ خود پیدا کئے جاتے ہیں۔مُردے ہیں نہ زندہ اور ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کو دوبارہ کب اٹھایا جائے گا۔

تفسیر۔ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ ۔یہ آیت حضرت مسیح کے خالق ہونے کے اعتقاد کو ردّ کرتی ہے۔(اور اسی سے ان کی وفات بھی ثابت ہوتی ہے)۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳/فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

قرآن نے قاعدہ بتایا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی خالق نہیں چنانچہ فرمایا ہے۔ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۔ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ (النحل: ۲۲،۲۱) اللہ کے سوا جو لوگ معبود بنائے گئے ہیں۔ان کے معبود نہ ہو سکنے کا نشان یہ ہے کہ وہ کسی شئے کے خالق

نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں۔ یہ تو خدا کی صفات کے بارے میں قولِ فیصل ہے کہ حقیقی خالق وہی ہے۔ اب لفظ خلق جو وسیع معنی رکھتا ہے۔ اگر مخلوق کا فعل اسے کہا جائے گا تو ضرور ہے کہ مخلوق ضعیف کی شان اور حیثیت کے لائق ہوگا۔ اس سے سمجھ لو کہ ایک ناتواں انسان مسیح کی گھڑت اور خلق کیسی ہوگی وہ مٹی تھی اور مٹی ہی رہتی تھی۔ زندہ حیوان نہ تھی۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱)

۲۳۔ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ تمہارا معبود تو اکیلا ایک ہی معبود ہے جو لوگ مر کر آخرت میں زندہ ہونے کو نہیں مانتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور بھی ہیں۔

تفسیر۔ جب انسان مطالعہ کرتا ہے۔ نعمتیں دی ہوئی کس کی؟ اور کس کے ذریعے سے ہم متمتّع ہو سکتے ہیں؟ اور ان نعمتوں کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ اور ان نعمتوں کے کفران پر سزا دینے والا کون ہے؟ اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ کہنے والا کون ہے؟ تو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان بڑھتا ہے۔

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ اعلیٰ درجہ کی محبت، اعلیٰ درجہ کی اطاعت، اعلیٰ درجہ کا تذلّل، ان باتوں کی مستحق ایک ہی ذات ہے۔ تعجب ہے کہ لوگوں نے انسانوں میں سے ہی معبود بنا لئے۔ مگر ایسے تمام معبود بڑی بڑی سخت مصائب میں گرفتار ہوئے۔ تا کہ ان کی بشریت واضح ہو جاوے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ، مسیح بن مریم علیہ السلام، رام چندر جی، مگر سب پر سخت مصیبتیں پڑیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۲۷۔ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ تحقیق تدبیر کر چکے ہیں ان کے پہلے والے تو اللہ کا عذاب آ گیا ان کی عمارت پر نیچے کی طرف سے تو گر پڑی ان پر چھت ان کے اوپر سے اور عذاب آ گیا جدھر سے انہیں شعور بھی نہ تھا۔

تفسیر۔ مَکَرَ۔ آریوں کو مکر کے متعلق بہت سے جواب دیئے گئے ہیں۔ مگر وہ اپنے سوال کو پیش کئے ہی جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ بعض الفاظ ملکی حالات کے لحاظ سے خاص معنوں میں لئے جاتے ہیں۔

عربی زبان میں مَکْرٌ تدبیر کو کہتے ہیں۔ جو دو قسم کی ہیں۔ ایک بُری۔ دوم اچھی۔

فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ۔ یعنی استیصال فرما دیا۔ تعلیم اور ذہن نشین کرنے کے لئے اطناب فرمایا۔

مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۔ ضروری ہے کہ انبیاء علیھم السلام نے جن باتوں سے منع کیا ان سے ابتدائی مرحلہ ہی میں رک جاویں۔ ورنہ عذاب ایسے طور سے آئے گا کہ پتہ بھی نہ لگے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۳۲۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔ سدا رہنے کے باغ ہیں جن میں وہ جائیں گے بہہ رہی ہیں ان میں نہریں وہاں ان کے لئے وہ چیزیں ہیں جو کچھ وہ چاہیں اور اللہ ایسا ہی متقیوں کو بدلہ دیتا ہے۔

تفسیر۔ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ۔ اس میں بشارت ہے۔ پس وہ انعام جو صحابہؓ کی جماعت پر ہوئے۔ اب بھی ہو سکتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۳۵۔ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر ان کو پہنچی ان کے کرتوت کی برائی اور ان کو گھیر لیا اس چیز نے جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

تفسیر۔ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ھزو کہتے ہیں کسی چیز کو ہلکا جاننا۔ حقیر ماننا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

یعنی جو کچھ تم کو مصیبت پہنچتی ہے۔ سب تمہارے کسب اور اعمال کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ کل مقدمات دورہ سپرد نہیں۔ اور اگر بعض لوگوں کے معاملات سشن سپرد ہیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ ضمانت کی ضرورت ان ناقص حکام کو ہوتی ہے جن کو ڈر رہوتا ہے کہ ان کا مجرم ان حکام کے تصرّف سے کہیں بھاگ جاوے گا۔ باری تعالیٰ کے ملک سے بھاگ کر جانے کی کوئی جگہ نہیں مجرموں میں سے بعض اسی وقت سزایاب ہو جاتے ہیں اور بعض جوڈیشل حوالات میں رہتے ہیں یا ان پر عفو ہو جاتا ہے۔ ضمانت کی حاجت نہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۵۵)

۳۶۔ وَ قَالَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدۡنَا مِنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ شَیۡءٍ نَّحۡنُ وَ لَاۤ اٰبَآؤُنَا وَ لَا حَرَّمۡنَا مِنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ شَیۡءٍ ؕ کَذٰلِکَ فَعَلَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۚ فَہَلۡ عَلَی الرُّسُلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ۔

ترجمہ۔ اور کہا شرک کرنے والوں نے اگر چاہا ہوتا اللہ نے تو ہم نہ پوجتے اللہ کے سوا کسی چیز کو نہ ہم نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم حرام ٹھہراتے اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز ان کے اگلوں نے بھی یوں ہی کیا ہے تو رسولوں پر پہنچا دینا ہی ہے صاف صاف بیان کر کے۔

تفسیر۔ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ۔ اچھی بات کو بھی بُرا آدمی گندے معنوں میں لے لیتا ہے۔ سیدھی بات تو یہ تھی کہ جیسی خدا کی مشیّت مجبور کر کے مسلمان نہیں بناتی۔ اسی طرح وہ مشیّت مجبور کر کے مشرک بھی نہیں بناتی۔ مگر وہ ایک شق کو لیتے ہیں جس سے خدا پر الزام آئے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۳۸۔ اِنۡ تَحۡرِصۡ عَلٰی ہُدٰىہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ یُّضِلُّ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ۔

ترجمہ۔ اگر تو حرص کرے ان کے ہدایت پانے پر۔ تو اللہ ان کو ہدایت نہیں دیتا جو گمراہ کرتے ہیں اور ان کے کوئی مددگار نہیں ہوں گے۔

تفسیر۔ مَنۡ یُّضِلُّ۔ ایسے انسان جن کے بدعملوں کا نتیجہ ہی یہی ہے کہ خدا کی طرف سے اضلال ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳)

۴۱۔ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

ترجمہ۔ اس کے سوائے نہیں کہ ہمارا کہنا کسی چیز کے لئے جب ہم اس کام کو کرنا چاہیں اتنا ہی ہے کہ ہم اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہوتو وہ ہو جاتی ہے۔

تفسیر۔ کُنْ کے معنے ہو جا۔ فَيَكُوْنُ کے معنے ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کسی چیز کے وجود کو چاہتا ہے اسی طرح وہ چیز ظہور میں آجاتی ہے...... کُنْ کا تعلق بعد الموت ہوا کرتا ہے۔ تمام قرآن کریم میں مرنے کے بعد پھر جی اٹھنے پر کُنْ فرمایا ہے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۱۸،۱۱۹)

۴۲۔ وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جنہوں نے گھر چھوڑے اور گناہ چھوڑے اللہ تعالیٰ میں ہو کر (یعنی عاشق الٰہی بن کر) اس کے بعد کہ ان پر ظلم کئے گئے تو ہم ان کو ضرور جگہ دیں گے دنیا میں عزت کی جگہ اور آخرت کا ثواب تو بہت بڑا ہوگا انہیں معلوم ہوتا تو اچھا ہوتا۔

تفسیر۔ مکہ میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ صرف مالوں کا ہی فکر نہ تھا بلکہ جانوں کا بھی۔ ایسے وقت میں حضرت حق سبحانہ، وحی فرماتے ہیں کہ لوگ مہاجر ہوں گے۔ اور پھر مظفر و منصور ہوں گے۔ شیعہ قوم بھی غور کرے جو مہاجرین کی معائب شماری اپنا فرض سمجھتی ہے۔ یاد رکھو کہ جو شخص کچھ اللہ کے لئے چھوڑتا ہے وہ دنیا میں بھی اس کا بدلہ پاتا ہے۔

وَ لَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ۔ دنیا کے سکھ سے اجرِ آخرت پر دلیل قائم کی۔ جب ایک بات حاصل ہوگئی تو بدلیل اربعہ متناسبہ دوسری ضرور حاصل ہوگی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴)

۴۳۔ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ مہاجرین جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب ہی پر بھروسہ کرتے رہے۔

تفسیر۔ اَلَّذِیْنَ صَبَرُوْا۔نیکیوں پر قائم رہنا اور بدیوں سے رکنا صبر ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۴۴۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے مرد ہی رسول بنا کر بھیجے تھے ان کی طرف ہم نے وحی کی تو تم پوچھ لو اہل کتاب سے اگر تم کو معلوم نہ ہو۔

تفسیر۔ اِلَّا رِجَالًا۔ اِلَّا بمعنے غیر ہے۔

اَهْلَ الذِّكْرِ ۔قرآن شریف میں دوسرے مقام پر ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[1] (الحجر:۱۰) اور فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ[2] (حٰم سجدہ:۴۲) جس سے معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد قرآن مجید ہے۔ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ[3] (النحل:۴۵) میں بھی اس کی تشریح فرمائی۔اہل الذکر سے اہلِ اسلام مراد ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۴۶۔ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو کیا وہ بے خوف ہو گئے ہیں جو بری تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ اللہ ان کو ذلیل کر دے گا مٹی میں ملا دے گا یا ان پر عذاب آ پڑے گا وہاں سے جہاں سے ان کو کچھ شعور نہ ہو۔

تفسیر۔ اَلَّذِيْنَ مَكَرُوْا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیں۔قتل کر دیں یا جلا وطن کر دیں کفّار مشرکین یہ تدبیریں کر رہے تھے۔

اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ ۔ اس ملک میں ہم تمہیں ذلیل کر دیں۔ایک شعر یاد آ گیا حماسہ میں ابو ثمامہ کا شعر ہے ؎

---

[1] بے شک ہمیں نے اتارا ہے قرآن اور ہمیں اس کے حافظ ہیں۔ [2] جن لوگوں نے حق چھپایا اور انکار کیا قرآن کا جب وہ ان کے پاس آیا۔ [3] اور ہم نے اتارا تیری طرف قرآن یادگار۔

وَ اِنْ اَبَیْتُمْ فَاِنَّا مَعْشَرٌ اُنُفٌ لَا نَطْعَمُ الْخَسْفَ اِنَّ السَّمَّ مَشْرُوْب [۱]

عَلٰی تخوّف: تخوّف کے معنے عربی زبان میں گھٹنے کے ہیں۔یعنی ہم تمہیں ایسے گرفتار کریں کہ تم گھٹتے جاؤ۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

یَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ ۔ ذلیل کردے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

۵۰۔ وَ لِلّٰهِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں حرکت کرنے والے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے ہیں۔

تفسیر۔ سجدہ کا لفظ عرب کی لغت میں انقیاد اور فرماں برداری کے معنے دیتا ہے۔زید الخیل عرب کا ایک مشہور شاعر ایک قوم کی بہادری کا تذکرہ کرتا ہے اور کہتا ہے اس بہادر قوم کے سامنے ٹیلے اور پہاڑ سب سجدہ کرتے ہیں یعنی فرماں بردار ہیں۔ان میں سے کوئی چیز بھی اس قوم کو روک نہیں سکتی۔

بِجَمْعٍ تَضِلُّ الْبُلْقُ فِیْ حُجُرَاتِهٖ تَرَى الْاُكْمَ فِیْهَا سُجَّدًا لِلْحَوَافِرِ [۲]

وَالسُّجُوْدُ التَّذَلُّلُ وَالْاِنْقِیَادُ بِالسَّعْیِ فِیْ تَحْصِیْلِ مَا یَنُوْطُ بِهٖ مَعَاشَهُمْ۔ [۳]

فتح تفسیر مدارک میں ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْا ۔ اَیْ اَخْضَعُوْا لَهٗ وَاَقِرُّوْا بِالْفَضْلِ لَهٗ۔ [۴]

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۱۲۔۱۱۳)

سجدہ کے معنی تو فرماں برداری کے ہیں۔خود قرآن میں ہے۔

۱۔ اگر تم صلح سے انکار کرتے ہو اور جنگ پر بضد ہو تو ہم بھی خوددار اور غیور جماعت میں ذلت نہیں چکھیں گے۔ ذلت قبول نہیں کریں گے (زہر پی لیں گے) زہر بھی تو مشروب ہی ہے۔(ناشر) ۲۔ وہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جس کے اندر ''ابلق'' گھوڑے (باوجود نمایاں ہونے کے) گم ہیں یعنی دکھائی نہیں دیتے (کیونکہ لشکر بہت زیادہ گھوڑوں پر مشتمل ہے) اور تو ٹیلوں کو گھوڑوں کے قدموں سے (پامال ہو کر ہموار ہو جانے سے گویا) حالتِ سجدہ میں دیکھتا ہے۔

۳۔ اس چیز کے حاصل کرنے کے لئے جس سے ان (لوگوں) کی معاش وابستہ ہے۔کوشش کر کے فرمانبرداری اور تذلل اختیار کرنا ''سجود'' ہے۔(ناشر) ۴۔ اس کی فرمانبرداری کرو اور اسی کے لئے ہر فضیلت کا اقرار کرو۔ (ناشر)

اَنَّ اللّٰہَ یَسْجُدُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ (الحج:۱۹) اور اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہیں۔

وَلِلّٰہِ یَسْجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (النحل: ۵۰)...... اور اللہ کی فرماں برداری کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔ اور زید الخیال کے قصیدہ میں ہے۔

بِجَمْعٍ تَضِلُّ الْبُلْقُ فِیْ حُجُرٰتِہٖ تَرَی الْاُکْمَ فِیْھَا سُجَّدًا لِلْحَوَافِرِ [1]

پھر کیا اچھے لوگوں کی خصوصًا ان لوگوں کی فرماں برداری جو اللہ کی طرف سے خلیفہ، بادشاہ، حکام رسول ہو کر آتے ہیں شرک ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔

الٰہی خلفاء کی اطاعت وانقیاد وفرماں برداری، سیاست وتمدن کا اعلیٰ اور ضروری مسئلہ ہے بلکہ ان کی فرماں برداری خود الٰہی فرماں برداری ہے۔ قرآن میں ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ [2] (النساء:۸۱) اور فرمایا کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ [3] (النساء:۶۰) کیا تم نے نہیں سنا یا ستیارتھ میں نہیں پڑھا جہاں لکھا ہے کہ عورتوں کی ہمیشہ پوجا کرنی چاہیے۔ اگر کوئی معنی پوجا کے کئے جاسکتے ہیں تو سجدہ کے کیوں نہیں کئے جاتے۔ آج ایسا اعتراض کرنا اور ایسے شخص کے منہ سے ایسا اعتراض نکلنا جو انگریزی پڑھا ہے کس قدر شرم کی بات ہے۔ انگریزی زبان میں وَرْ شِپ [4] کا لفظ کس قدر وسیع اور روزمرہ کی بول چال میں آتا ہے۔ حتٰی کہ ججوں کو ہِز ورشِپ [5] کہا جاتا ہے۔ اس کے معنے سوائے اس کے اور کیا ہیں کہ وہ قابلِ اطاعت شخص ہیں۔ قرآن میں آیا ہے کہ درخت اور چارپائے اور آسمان زمین کی ساری چیزیں خدا کو سجدہ کرتی ہیں۔ اور امراء القیس کے شعر میں ہے کہ تمام جنگل ان گھوڑوں کے سُموں کو سجدہ کرتے تھے اب صاف ظاہر ہے کہ وہ سجدہ عرفی نہیں جو زمین پر گرِ کر پیشانی کو زمین سے ٹکرا کر کرتے ہیں۔

۱؎ وہ اتنے بڑے لشکر کے ساتھ جس کے اندر ''ابلق'' گھوڑے (باوجود نمایاں ہونے کے) گم ہیں یعنی دکھائی نہیں دیتے (کیونکہ لشکر بہت زیادہ گھوڑوں پر مشتمل ہے) اور تو ٹیلوں کو گھوڑوں کے قدموں سے (پامال ہو کر ہموار ہو جانے سے گویا) حالتِ سجدہ میں دیکھتا ہے۔ ۲؎ جس نے رسول کا حکم مانا اور اس کی اطاعت کی بے شک اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔ ۳؎ اللہ اور اُس کے رسول کا حکم مانو اور اُن کا جو تم میں سے حکومت والے ہوں۔ ۴؎ Worship

۵؎ His Worship

وَ لِلّٰہِ یَسۡجُدُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ (النحل:۵۰) اللہ کی فرماں برداری کرتے ہیں جو آسمانوں اورزمین میں ہے۔ اَنَّ اللّٰہَ یَسۡجُدُ لَہٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ (الحج:۱۹) اور اللہ کی فرماں برداری کرتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔تو کیا آسمان و آسمان کی چیزیں اورزمین کی زمین پر گرتی ہیں۔(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹)

۵۲۔ وَ قَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوۡۤا اِلٰـہَیۡنِ اثۡنَیۡنِ ۚ اِنَّمَا ہُوَ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ۔

ترجمہ۔اوراللہ تعالیٰ نے فرمایا دو بھی معبود مت ٹھہراؤ سچا معبود تو وہی ایک اکیلا ہے توتم مجھ ہی سے ڈرو (یعنی اللہ سے)۔

تفسیر۔ وَ قَالَ اللّٰہُ۔ اورفرمادیا ہے اللہ نے۔

اِلٰـہَیۡنِ اثۡنَیۡنِ۔ دو معبود بھی نہ بناؤ چہ جائیکہ دو سے زیادہ۔

فَاِیَّایَ فَارۡہَبُوۡنِ۔ اس کے ترجمہ کی اردو زبان متحمل نہیں ہوسکتی۔فَ۔ایّا ی۔

فَ تین چیزیں ہیں۔اس لئے اس کا ترجمہ یوں ہوسکتا ہے۔ڈرو مجھ سے! پھر کہتا ہوں مجھ سے ہی۔پھر مجھ سے ہی ڈرو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۵۳۔ وَ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ لَہُ الدِّیۡنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَیۡرَ اللّٰہِ تَتَّقُوۡنَ۔

ترجمہ۔اوراسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اورزمین میں ہے اوراسی کا دین سدار ہے گا تو کیا اللہ کے سوا کسی اورکو سپر بناتے ہو دوسروں سے ڈرتے ہو۔

تفسیر۔ الدِّیۡنُ۔ دین کے معنے۔مذہب وملّت،فرماں برداری، جزاوسزا۔

وَاصِبًا ۔ دَائِمًا۔ ہمیشہ۔ایک شعر یاد آ گیا۔ بڑے آدمی کا جو زبانِ عربی کے اماموں میں سے ہے۔

لَا اَبْتَغِی الْحَمْدَ الْقَلِیْلَ بَقَائُہٗ یَوْمٌ بِذَمِّ الدَّھْرِ اَجْمَعُ وَاصِبًا [1]

---

[1] میں (کسی کی طرف سے) ایسی تھوڑی سے تعریف جس کی بقاء ایک دن (تھوڑی مدت) ہو زمانہ بھر کی مستقل مذمت کے بدلہ میں نہیں چاہتا۔

میں ایسی مدح کسی کی نہیں چاہتا جس کا بقاء تھوڑی مدت ہو اور جو لعنت ۔ برائی ہے وہ ہمیشہ تک چلی جاوے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۵۴۔ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ۔

ترجمہ۔ حالانکہ تمہارے پاس جو کچھ نعمت ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے پھر جب تم کو کوئی سختی چھو جائے تو تم اسی کی طرف بلبلاتے ہو۔

تفسیر۔ تَجْـَٔرُوْنَ ۔ فریاد کرتے ہو۔ آوازیں اٹھاتے ہو۔ گڑگڑاتے ہو۔ زاری کا لفظ ہمارے ملک میں اس کے لئے رائج ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۵۶۔ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ نتیجہ یہ کہ ناشکری اور کفر کریں اس چیز کا جو ہم نے دی ان کو۔ تو خیر تھوڑی دیر نفع اٹھا لو پھر آگے چل کر تم کو معلوم ہوگا۔

تفسیر۔ لِيَكْفُرُوْا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ کفرِ نعمت کریں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۶۱۔ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

ترجمہ۔ ان کے لئے جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے بُری مثال ہے اور اللہ کے لئے اعلیٰ درجہ کی مثال ہے اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى۔ مثل کے معنے صفت کے بھی ہیں ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

۶۲۔ وَ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلۡمِہِمۡ مَّا تَرَکَ عَلَیۡہَا مِنۡ دَآبَّۃٍ وَّ لٰکِنۡ یُّؤَخِّرُہُمۡ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُہُمۡ لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَۃً وَّ لَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر اللہ لوگوں کو پکڑتا ان کے ظلم کی وجہ سے تو کوئی حرکت کرنے والا زمین پر نہ چھوڑتا لیکن وہ ان کو مہلت دے رہا ایک وقتِ معین تک پھر جب ان کا وقت آ جائے گا تو وہ ایک گھڑی پیچھے نہ ہٹا سکیں گے اور نہ آگے بڑھا سکیں گے۔

تفسیر۔ لَوۡ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِظُلۡمِہِمۡ ۔کس قدر بدکاریاں ہوتی ہیں۔کس قدر بدمعاملگیاں ہوتی ہیں۔کس قدر شرک ہوتا ہے۔اگر ان سب کی سزا میں اللہ پکڑے تو سب ہی ہلاک ہو جاویں۔ جب آدمی ہلاک ہو گئے تو حیوان وغیرہ خود بخود ہی ہلاک ہو گئے۔کیونکہ یہ تو انسان کی خاطر سے ہیں۔

لَا یَسۡتَاۡخِرُوۡنَ سَاعَۃً ۔ آئے ہوئے وقت کو پیچھے نہیں کر سکتے۔

ایک بزرگ کی بات سناتا ہوں۔ان سے کسی نے کہا۔میں نے دودھ میں پانی ملا کر بیچا ہے۔ مجھے تو بڑا ہی نفع ہوا ہے۔کوئی نقصان نہیں پہنچا۔اس بزرگ نے کہا کہ جتنا پانی تم اب تک ملا چکے ہو۔اتنا ایک گڑھا کھود کر اس میں پانی ڈالو اور اس میں اترو۔چنانچہ اس نے ایسا کیا تو اس کے گلے تک آیا۔ بزرگ نے فرمایا۔ دیکھو ابھی تمہارے ڈوبنے کا وقت نہیں آیا۔غرض بدکار کی بدکاری کی سزا کے لئے بھی ایک وقت ہوتا ہے۔

لَا یَسۡتَقۡدِمُوۡنَ ۔ اور نہ پہلے کر سکتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۶۳۔ وَ یَجۡعَلُوۡنَ لِلّٰہِ مَا یَکۡرَہُوۡنَ وَ تَصِفُ اَلۡسِنَتُہُمُ الۡکَذِبَ اَنَّ لَہُمُ الۡحُسۡنٰی ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَہُمُ النَّارَ وَ اَنَّہُمۡ مُّفۡرَطُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لئے وہ چیز جس سے خود کراہت کرتے ہیں (یعنی بیٹیاں) اور ان کی زبانیں جھوٹ بات بولتی ہیں کہ انہیں کے لئے بھلائی ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ بے شک ان کے لئے آگ ہے اور وہ ناریوں کے پیش رو ہیں۔

تفسیر۔ لَا جَرَمَ ۔ لَا بُدَّ۔ضرور۔جَرَمَ کے معنے کَسَبَ کے بھی کئے ہیں۔پس لاحرف تا کید ہوگا۔

مُّفْرَطُوْنَ۔ ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ افراط سے ہے۔عربی زبان میں فرط اسے کہتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔اَنَافَرَطُکُمْ عَلَی الْحَوْضِ[1]۔ بچہ فوت ہوتا ہے اس کے لئے دُعا ہوتی ہے۔اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا فَرَطًا۔[2]

ایک فَارِط ہوتا ہے جو آپ جاتا ہے۔اور جو آگے بھیجا ہوتا ہے اسے فرط کہتے ہیں۔

فارط اور فرّاط کے لئے ایک شعر یاد آ گیا۔

وَاسْتَعْجَلُوْنَا وَکَانُوْا مِنْ صَحَابَتِنَا کَمَا تَعَجَّلَ۔[3] مُفْرَطُوْنَ کے معنے ہوئے۔آگے بھیجے گئے۔

اللہ نے انسان میں دونوں قسم کی طاقتیں دی ہوئی ہیں۔اگر غضب ہے تو ساتھ رحم بھی ہے اگر عفت ہے تو شہوت بھی۔انسان کو اللہ نے حکومت بخشی ہے کہ وہ غضب و رحم میں، عفت و شہوت، حرص وقناعت میں عدل قائم رکھ سکے۔ہر ایک کو اپنی حد سے نہ بڑھنے دے۔لیکن کسی کی تحریک سے متأثر ہوکر وہ غلطی کر بیٹھتا ہے۔جب ایسی باتیں کثرت سے بڑھ جاتی ہیں تو ان سے روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے کسی شخص کو خلعتِ نبوت سے سرفراز فرماتا ہے۔پھر اس کے بعد خلفاء ہوتے ہیں۔ان کے نواب ہوتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۶۴۔ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اللہ کی قسم! بے شک ہم نے رسول بھیجے امتوں کی طرف تجھ سے پہلے پھر شیطان نے ان کے کرتوت اُن کو اچھے کر دکھائے تو شیطان ہی منکروں کا دلی دوست ہے آج اور ان کے لئے ٹیس دینے والا عذاب ہے۔

---

[1] میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا۔ [2] اے اللہ! (اسے) ہمارے لئے پیش رَو بنادے۔

[3] مکمل شعر اس طرح ہے۔ وَاسْتَعْجَلُوْنَا وَکَانُوْا مِنْ صَحَابَتِنَا کَمَا تَعَجَّلَ الْفُرَّاطُ لِلْوُرَّادِ (القطامی)

وہ ہم سے پہلے چلے گئے (فوت ہو گئے) حالانکہ وہ ہمارے ساتھیوں میں سے تھے۔جیسے پانی لانے والوں سے پہلے پانی کی تیاری (ڈول، رسیاں وغیرہ کی تیاری) کرنے والے جاتے ہیں۔(ناشر)

تفسیر۔ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ ۔ ایمانداروں کا تو اللہ ولی ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (البقرة:۲۵۸) مگروہ جو کفر کرتے ہیں۔ان کا ولی شیطان ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

۶۵۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے یہ کتاب تجھ پر نہیں اتاری مگر اس لئے کہ تو ان سے کھول کھول کے بیان کردے وہ باتیں جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں اور وہ کتاب ہدایت ہے اور رحمت ہے ایماندار قوم کے لئے۔

تفسیر۔ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۔قرآن اسی لئے اتارا ہے کہ لوگوں کی تمام اختلافی باتوں کا حَکم بن کر فیصلہ کرے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۳۳)

۶۶۔ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اللہ ہی نے بادل سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو زندہ کیا اس کے مرے پیچھے کچھ شک نہیں کہ اس بیان میں بڑا نشان ہے ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔

تفسیر۔ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۔زمین میں بہت سے بیج ہوتے ہیں۔جن میں تفریق نہیں ہوسکتی مگر بارش جب برستی ہے تو ہر بیج پھوٹ کر نکل آتا ہے۔پھر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ گلاب ہے اور یہ ستیاناسی۔اسی طرح وحی الٰہی آ کر حق کو باطل سے ممتاز کر دیتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۵ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۴)

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ ۔ زمین کے اندر ہزاروں قسم کے بیج ہیں۔ بارش سے سب پھوٹ آتے ہیں۔اسی طرح قرآن مجید سے ہر ایک فطرت اپنی استعداد کے مطابق اپنا ظہور کرتی ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

۶۷۔ وَ اِنَّ لَکُمۡ فِی الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَۃً ؕ نُسۡقِیۡکُمۡ مِّمَّا فِیۡ بُطُوۡنِہٖ مِنۡۢ بَیۡنِ فَرۡثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِیۡنَ۔

ترجمہ۔ اور تمہارے لئے گائے بھینس اونٹ بکری وغیرہ میں البتہ سوچنے کا مقام ہے کہ ہم تم کو پلاتے ہیں اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور خون کے درمیان میں سے خالص دودھ خوش گوار پینے والوں کے لئے۔

تفسیر۔ اس رکوع میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ نبی کیوں آتے ہیں۔ کتابیں کیوں لاتے ہیں۔ وہ راستبازیاں جو یہ پیش کرتے ہیں قوموں میں پہلے ہی سے کچھ نہ کچھ موجود ہوتی ہیں۔ پھر یہ کیوں آتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو ہر قوم میں کچھ نہ کچھ خدا کی عبادت کا ذکر بھی ہے۔ جھوٹ، بدمعاملگی، چوری، زنا، منع ہے۔ بُرا ہے۔ اور ان کے بالمقابل راست بازی، خوش معاملگی، امانت، عفت عمدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں نبوت کی وجہ بتائی ہے۔ چنانچہ پہلے تو فرمایا کہ کتاب رفع اختلاف کے لئے نازل ہوئی۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ حق کو باطل سے امتیاز دینے کے لئے جیسے بارش کے بعد بیج زمین سے پھوٹ نکلتے ہیں اور پھر وہ اپنا اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں۔

لَعِبۡرَۃً۔ جسمانیات سے روحانیات کی طرف عبور کرو۔ اور دیکھو کہ گوبر ولہو میں سے ہی دودھ ہے مگر وہ خدا کی بنائی ہوئی کَلْ کے سوا نکالنا دشوار ہے۔ اسی طرح راست بازی دنیا میں موجود ہے مگر باطل سے الگ کر کے دکھانا خدا کا کام ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

۶۸۔ وَ مِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِیۡلِ وَ الۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡہُ سَکَرًا وَّ رِزۡقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اور کھجور و انگور کے پھلوں میں سے ہم تم کو پلاتے ہیں رس، تم اس سے مٹھائیاں اور شکر بناتے ہو اور عمدہ عمدہ کھانے بے شک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔

تفسیر۔ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۔ جس طرح عقل سے انسان اپنے تئیں بعض نامناسب باتوں سے روک

لیتا ہے۔اسی طرح وحی ربانی سے ہر قسم کی بدیوں اور نامناسب امور سے اپنے تئیں روکنے والا روک سکتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

۶۹۔ وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ۔

ترجمہ۔اور وحی بھیجی تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف کہ پہاڑوں میں گھر بنائے اور درختوں میں چھتریوں میں۔

تفسیر۔ وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔ پانچ قسم کی وحی ہے۔زمین کو بھی وحی ہوتی ہے۔ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا [1] (الزلزال:۶) اس کے مقابل وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا [2] (حٰمٓ السجدہ:۱۳) پھر مکھی کو بھی وحی ہوئی۔عورتوں کو بھی وحی ہوتی ہے۔ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى [3] (القصص:۸) پھر عام سعادت مندوں کو بھی ہوتی ہے۔ اِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ [4] (المائدۃ:۱۱۲) یہ پانچ وحیاں ادنیٰ درجے کی ہیں جو غیر نبی کو بھی ہوتی ہیں۔

شہد کی مکھی کے متعلق عجیب عجیب معلومات ہیں جو آج تک دریافت ہوئی ہیں جب ادنیٰ سے ادنیٰ وحی کے متعلق ایسے ایسے عجیب عجیب کام ہیں تو پھر انبیاء کی وحی کے ماتحت کیا کیا کام ہو سکتے ہیں۔ وہ ان کے کارناموں سے ظاہر ہیں۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ۔جب ایک مکھی کی وحی سے شہد ایسی چیز شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ بنتی ہے تو محمدؐ رسول اللہ کی وحی سے کیا کچھ نہ بنے گا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲)

وحی کی بہت سی اقسام ہیں۔

۱۔ زمین کو بھی وحی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ الزلزال میں فرمایا ہے بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا بہ سبب اس کے کہ تیرے پروردگار نے اُسے (زمین کو) وحی کی۔

[1] اس لئے کہ تیرے رب نے اس کو وحی کی [2] اور بھیج دیا ہر ایک آسمان میں اُس کا حکم اور انتظام۔
[3] ہم نے وحی بھیجی موسیٰ کی ماں کی طرف۔ [4] اور جب میں نے حواریوں کے طرف وحی کی۔

۲۔آسمان کووحی ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے اَوۡحٰی فِیۡ کُلِّ سَمَآءٍ اَمۡرَهَا اور ہرآسمان کا کام اس میں وحی کیا گیا۔

۳۔ حیوانات کووحی ہوتی ہے۔قرآن شریف میں آیا ہے وَ اَوۡحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحۡلِ۔

۴۔ عورتوں کو وحی ہوتی ہے۔قرآن شریف میں ہے وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اور ہم نے موسیٰؑ کی ماں کووحی کی۔

۵۔ عام مومنوں کوبھی وحی ہوتی ہے۔جیسا کہ فرمایا اِذۡ اَوۡحَیۡتُ اِلَی الۡحَوَارِیّٖنَ اور جبکہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کے مخلصوں کووحی کی۔(بدر جلد ۱۳ نمبر ۵ درس حدیث صفحہ ۲ مورخہ ۳؍اپریل ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۸)

یہ سب وحیاں ہیں مگر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جو وحی ہوئی وہ بہت اعلیٰ شان رکھتی ہے۔اس سے مراد یہ وحیاں نہیں ہیں بلکہ اس کی شان بہت بلند ہے۔

(بدر جلد ۱۳ نمبر ۶ درس حدیث صفحہ ۳ مورخہ ۱۰؍اپریل ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۳)

۷۰۔ ثُمَّ کُلِیۡ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسۡلُکِیۡ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخۡرُجُ مِنۡۢ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِیۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ۔

ترجمہ۔ پھر حکم ہوا کہ ہر طرح کے میوے کھائے چلتی پھرتی رہ تیرے رب کے راستوں میں جو ہموار ہیں (یا فرمانبردار ہوکر) نکلتی ہے شہد کی مکھی کے پیٹ سے ایک پینے کی چیز جس کے کئی کئی رنگ ہوتے ہیں اس میں شفاء ہے لوگوں کے لئے کچھ شک نہیں کہ اس میں نشانی ہے اس قوم کے لئے جو غور وفکر کرتی ہے۔

تفسیر۔ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ۔ عربوں نے چار سو قسم شہد کی معلوم کی ہے۔کیونکہ اس کے لئے زبان عربی میں چار سو مختلف نام ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

۷۲۔ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اللہ نے برتری دی ہے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں پھر جن کو بزرگی دی گئی ہے وہ اپنی روزی لوٹا نہیں دیتے اپنے مملوک اور ماتحتوں پر کہ وہ سب برابر ہو جائیں کیا یہ لوگ اللہ کی نعمت کے جان بوجھ کر منکر ہیں۔

تفسیر۔ اس رکوع میں دو عجیب باتیں ہیں۔ ا۔ ہمیں کیسا ہونا چاہیے اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ دوسری بات یہ بتائی کہ یہ مشرک ادنیٰ عقل سے بھی کام نہیں لیتے۔

فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا ۔ اس میں سمجھایا کہ جیسے تم اپنے غلاموں کو تمام رزق نہیں بخش دیتے اسی طرح گو خدا کے حضور انبیاء بھی ہیں۔ ملائک بھی ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنی خدائی کسی کے سپرد نہیں کرتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

۷۶، ۷۷۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَ مَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ اللہ نے اعلیٰ درجہ کی مثال بیان فرمائی ہے کہ ایک مملوک غلام ہے وہ کسی چیز پر قدرت نہیں پاتا اور ایک ایسا ہے جس کو ہم نے روزی دی ہے خود ہی عمدہ روزی اور اس میں سے خرچ کرتا رہتا ہے چھپا چھپا کر خلوص سے اور دکھا دکھا کر ترغیب کے لئے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ سب تعریف و واہ واہ اللہ ہی کی ہے۔ بہت سے منکر تو جانتے ہی نہیں۔ اور اللہ نے اعلیٰ درجہ کی بات فرمائی (یعنی) دو آدمی ہیں ایک تو بالکل گونگا ہے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے جہاں کہیں

اسے بھیجو وہ خیریت کے ساتھ نہیں آتا کیا یہ برابر ہوسکتا ہے اس شخص کے جو انصاف کا حکم کرتا ہے اور وہ سیدھی راہ پر ہے۔

تفسیر۔ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا ۔ ان مثالوں میں مشرکینِ عرب کو سمجھایا ہے کہ تم بھی ہو۔ اور ایک طرف حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی جماعت ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کی تعظیم کا کام کون کر رہا ہے اور مخلوق کی بہتری کی فکر کس کو ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جناب رسالت مآب۔ خدا نے زبان اور استطاعت دونوں فریق کو دی۔ مگر ایک گروہ ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا ہے۔ اور دوسرا ہے جو مال و جان نثار کر رہا ہے۔ خدا کے حضور وہی عزت پائے گا جو کام کرنے والا ہے۔

خدا تعالیٰ نے اس میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے انتخاب کی وجہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا کارکن، جاں نثار، آمر بالعدل، صالح العمل بندہ ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

اس کے ابتدا میں حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی ہستی، اپنی توحید، اپنے اسماء، اپنے محامد اور لاانتہا عجائباتِ قدرت کا اظہار فرمایا ہے اور بعد اس بیان کے جو درحقیقت لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنوں کا بیان ہے۔ اس کے دوسرے جزو مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ پر بحث کی ہے اور ضرورت نبوت پھر ختم نبوت پر لطیف طرز سے بحث کی ہے اور بیان کیا ہے کہ کیوں خدا کی طرف سے کوئی مامور ہو کر آتا ہے اور اس کا کیا کام ہوتا ہے۔ پھر اس آیت میں بتایا ہے کہ جو شخص مامور من اللہ اور حجۃ اللہ ہو کر آتے ہیں وہ بلحاظ زمانہ، بلحاظ مکان، عین ضرورت کے وقت آتے ہیں۔ اور ان کی شناخت کے لئے وہی نشانات ہیں جو اس آیت میں بیان کئے جاتے ہیں۔ وہ کیا کام کرتے ہیں۔ ان پر کیا اعتراض ہوتے ہیں۔ دوسروں کی نسبت ان میں کیا خصوصیت ہوتی ہے۔ ان دو آیتوں میں انہی باتوں کا تذکرہ ہے۔ ان میں سے پہلی آیت شریف کا ترجمہ یہ ہے مگر ترجمہ سے پیشتر یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے انسان کو ممتاز بنایا ہے اور پھر انسانوں میں سے کچھ لائق اور بعض نالائق ہوتے ہیں۔ اور اس طرح پر خود ان میں ایک امتیاز قائم کرتا ہے غرض نبوت کی ضرورت اور اس کے اصول کے سمجھنے

کے لئے اللہ تعالیٰ اسی آیت میں ایک نہایت ہی عجیب بات سناتا ہے۔

مَثَل اعلیٰ درجہ کی عجیب بات کو کہتے ہیں۔غرض اللہ تعالیٰ ایک عجیب بات اور نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی بات سناتا ہے۔کوئی کسی کا غلام ہے۔ وہ عبد جو کسی کا مملوک ہے۔ اس کا مالک اس کے لئے بہت سے کام رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا غلام وہ کام کرے مگر غلام کی یہ حالت ہے کہ لَا یَقْدِرُ، جس کام کو کہا جاتا ہے وہ مضائقہ کرتا ہے اور اپنے قول وفعل، حرکات وسکنات سے بتاتا ہے کہ آقا! یہ تو نہیں ہو سکتا وہ زبان سے کہے یا اعمال سے دکھادے۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ میں اس کام کے کرنے کے قابل نہیں اب ایک اور غلام ہے جو کام اس کے سپرد کیا جاوے۔ جس خدمت پر اسے مامور کیا جاوے پوری تندہی اور خوش اسلوبی سے اس کو سرانجام دیتا ہے۔ جب اس کو کوئی مال دیا جاوے۔ تو وہ اس کو کیا کرتا ہے؟ اس مال کو لیتا ہے۔ جہاں آقا کا منشاء ہو کہ مخفی طور پر دیا جاوے وہاں مخفی طور پر دیتا ہے اور جہاں مالک کی مرضی ہو کہ ظاہر طور سے دیا جاوے وہاں کھلے طور پر دیتا ہے۔ غرض وہ مالک کی مرضی اور منشاء کا خوب علم رکھتا ہے اور اس کے ہی مطابق عملدرآمد کرتا ہے۔ اور مخفی در مخفی اور ظاہر در ظاہر موقعوں پر ہی جہاں مالک کی مصلحت ہوتی ہے۔ اس مال کو خرچ کرتا ہے۔ اب تم اپنی فطرتوں سے پوچھو کہ یہ دو غلام ہیں۔ جن میں سے ایک تو ایسا ہے کہ کسی کام کے کرنے کے بھی قابل اور لائق نہیں۔ اور دوسرا ہے کہ اپنے مالک کی مرضی اور مصلحت کا پورا علم رکھتا ہے۔ اور صرف علم ہی نہیں۔ اس پر عمل بھی کرتا۔ اور سراً اور جہراً دونوں قسم کے اخراجات کرسکتا ہے۔ اب یہ کیسی صاف بات ہے۔ اپنی ہی فطرت سے فیصلہ پوچھ لو۔ هَلْ يَسْتَوٗنَ؟ کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ہر ایک دانشمند کو اعتراف کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ فطرتِ انسانی اعتقادات، اخلاق سب کو جانتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے کامل علم اور فطرت کی صحیح اور کامل واقفیت کی بناء پر فتویٰ دیتا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ اللہ تعالیٰ ہی کی حمد دنیا میں قائم ہوگی کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ وہی غلام لائق اور ممتاز ہوسکتا ہے جو ہر قسم کے اخراجات کو برمحل کرنے اور اپنے آقا کے منشاء ومصلحت کو جانتا ہے اور یہی نہیں بلکہ عملی طاقت بھی اعلیٰ درجہ کی رکھتا ہے۔

جب یہ بات ہے تو عرب وعجم کی تاریخ پر نظر کرو۔نہیں! دنیا کی تاریخ کے ورق اُلٹ ڈالو۔اور دیکھو کہ جس زمانہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا پر جلوہ گری کی۔کیا اس سے بہتر کوئی اور وجود اس قابل تھا کہ وہ دنیا کا معلّم ہو کر آتا؟ ہرگز نہیں۔لوگوں کو سچے علوم ملتے ہیں۔اور بابرکت اساتذہ کا اثر بھی ہوتا ہے لیکن یہ بات کہ حق سبحانہٗ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو اور اس کے مقرب ہونے کے لئے اقرب راہ مل جاوے۔یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کامل طور پر دنیا میں نہیں ہوا۔زمانہ کے امراض پر پوری نظر کر کے مریضوں کی حالت کی کامل تشخیص کس نے کی تھی؟ کسی کا نام تو لو۔جب معالجہ ہی نہ تھا تو شفاء کا تو ذکر ہی کیا۔

مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاء کامل کا نسخہ لے کر آئے اور مریضوں پر اس کا استعمال کر کے ان کو تندرست بنا کر دکھا دیا کہ یہ دعویٰ کہ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ[1] (بنی اسرائیل:۸۳) بالکل سچا دعویٰ ہے۔

اس وقت کی عام حالت پر نظر تو کرو تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں ایک بلا خیز طوفان بت پرستی اور شرک کا آرہا تھا۔کوئی قوم،کوئی ملک،کوئی خاندان،کوئی ملت ایسی نہ رہی تھی جو اس ناپاکی میں مبتلا نہ ہو۔کیا ہند میں عالم نہ تھے؟ مجوسیوں کے پاس گھر اور دستور آگاہ نہ تھی؟ یہود کے پاس بائیبل اور طالمود نہ تھی؟ عیسائیوں کی روما کی سلطنت نہ تھی؟ مصریوں کے ہاں علم کا دریا نہ بہتا تھا۔کیا خاص عرب میں بڑے بڑے طلیق اللسان اور فصیح البیان شعراء موجود نہ تھے؟ مگر قوم کی امراض نہیں، بلکہ ملک کی بیماریوں، نہیں نہیں۔دنیا کو تباہ کر دینے والی بلا کی کس نے تشخیص کی۔وہ کون تھا جس نے شفاء اور نور کہلانے والی کتاب دنیا کو دلوائی؟ جواب آسان اور بہت آسان ہے۔بشرطیکہ انصاف اور سچائی سے محبت ہو کہ وہ پاک ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تھی۔

اس آیت پر غور کرنے سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اصطلاح میں رزق اور مال سے کیا مراد ہے۔لوگ کہتے ہیں کہ جیسے اس زمانہ میں مولوی اور درویش کاہل اور سست اور ہاتھ پر

---

[1] اور ہم قرآن میں سے وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفاء ہے۔

ہاتھ رکھے بیٹھے رہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی ان کو پکی پکائی روٹی دی جاوے۔اسی طرح جب مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آئیں گے تو لا تعداد زر و مال تقسیم کریں گے اور اس طرح پر گویا قوم کو سست اور بے دست و پا بنائیں گے اور قرآن کریم نے جو یہ اشارہ فرمایا تھا وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی[1](النجم:۴۰) اور حصر کے کلمہ کے ساتھ فرمایا تھا اس کو عملی طور پر منسوخ کر دیں گے۔اس میں جو حصر کے کلمے کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کیا یہ حکم منسوخ ہو جاوے گا۔اور جناب مہدی کا یہی کام ہوگا؟ سوچو اور غور کرو۔صاف معلوم ہوتا ہے کہ رزق کے کیا معنے ہیں۔

اس کے بعد جناب الٰہی ایک دوسری شہادت سناتے ہیں اور اس مثال میں اَبْکَمُ کا لفظ اختیار فرمایا ہے۔ پہلے اَبْکَمُ نہ تھا۔اس لئے کہ ہم کو غرض ہے کسی ایسے آدمی کو جو پیغام رسانی کر سکے۔لیکن جبکہ وہ اَبْکَمُ ہے۔کچھ بول ہی نہیں سکتا۔بھلا وہ اس منصب کے فرائض کو کیونکر سرانجام دے گا؟ غلام مت سمجھو۔ رَجُلَیْنِ ہیں۔یعنی حُرّ ہیں۔آدمؑ سے لے کر اس وقت تک ان پر کسی نے سلطنت نہیں کی اس لئے اس میں ترقی فرمائی ہے۔اس سے پہلے عَبْد کہا۔

اب رَجُلَیْنِ۔اس سے میرے دل میں یہ بات آتی ہے کہ حرّوں میں،عربوں میں،تاریخ پتہ نہیں دیتی کہ وہ کبھی کسی کی رعایا ہوئے ہوں۔انہوں نے کبھی کسی کے تسلط اور جبروت کو پسند نہیں کیا۔اور یہاں تک آزاد ہیں کہ بذریعہ انتخاب بھی کل جزیرہ نما عرب پر ایک شخص حاکم ہو کر نہیں رہا۔اب ان میں سے ہم پوچھتے ہیں کہ اس وقت جو بحر و برّ میں فساد برپا ہو رہا ہے۔اور دنیا میں بت پرستی فسق و فجور، ہر قسم کی شرارت اور بغاوت پھیل رہی ہے۔کوئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گم شدہ توحید کو از سرِ نَو زندہ کرے اور مَری ہوئی دنیا کو زندہ کر کے دکھا دے؟ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت اس کے جلال وسطوت کو کھول کر سنا دے؟ وہ جو اَبْکَمُ اَلْکَنْ ہیں وہ کیا بتا سکیں گے۔کیا تم نہیں جانتے کہ اَبْکَمُ نوکر تو اپنے آقا پر بھی دوبھر ہوتا ہے۔اس کو کھانا کھلانا اور ضروریات کے سامان کا تکفل کرنا خود مالک کو ایک بوجھ معلوم ہوتا ہے اور پھر جہاں جاتا ہے کہ کوئی خیر کی خبر نہیں لا سکتا۔اب پھر تم اپنی فطرت سے پوچھو۔

---

[1] اور یہ کہ آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے عمل کیا۔

هَلۡ یَسۡتَوِیۡ ھُوَ ۙ وَمَنۡ یَّاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ ۙ وَھُوَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۔

کیا اس کے برابر یہ ہوسکتا ہے جو امر بالعدل کرتا ہے۔ اور جو کچھ کہتا ہے اپنی عملی حالت سے اس کو دکھاتا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔

اس وقت جو دنیا میں افراط وتفریط بڑھ گئی ہے۔ دنیا کو اعتدال کی راہ بتانے والا اور اقرب راہ پر چل کر دکھانے والا اور اپنی کامیابی سے اس پر مُہر کردینے والا کہ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ جس پر میں چلتا ہوں۔ اب انسان اگر دانشمند اور سلیم الفطرت ہو تو اس کو صفائی کے ساتھ مسئلہ نبوت کی ضرورت کی حقیقت سمجھ میں آ جاتی ہے۔

میں نے ایک بار اس آیت پر تدبر کیا تو مجھے خیال آیا کہ اگر مولویوں کی طرح کہیں۔ تو کیا عرب گونگے تھے؟ سبعہ معلقہ کو اور امراء القیس کا قصیدہ دیکھو۔ جو بیت اللہ کے دروازہ پر آویزاں کیا گیا تھا۔ زید بن عمر اور اس کے ہم عصر اعلیٰ درجہ کے خطیب موجود تھے۔ ان لوگوں میں جب کبھی اس بات پر منازعت ہوتی تھی بڑے دنگل لگتے تھے۔ جس کی بات کو مکہ کے قریش پسند کرتے وہ جیت جاتا۔ ان کی زبان عرب تھی۔ وہ دوسروں کو عجم کہتے تھے۔ اپنے آپ کو فصاحت میں بے نظیر سمجھتے تھے۔ پھر اس پر کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اَبۡکَمُ ہے۔ اپنی معشوقہ اور عشیقہ کے خط وخال، بہادری اور شجاعت کے کارنامے، چستی و چالاکی، غرض ہر قسم کے مضمون پر بڑی فصاحت سے گفتگو کر سکتے تھے۔ اور اپنے تحمل مزاج کے ثبوت دیتے تھے۔ مگر ہاں وہ اَبۡکَمُ تھے تو اس بات میں تھے کہ اللہ تعالیٰ کے محامد اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا انہیں کچھ علم نہ تھا۔ اور وہ اس کی بابت ایک لفظ بھی منہ سے نہ بول سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے افعال کی بے نظیری کو بیان کرنے کی مقدرت ان میں نہ تھی۔ وہ عرب کہلاتے تھے مگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جیسا اعلیٰ درجہ کا فصیح وبلیغ کلمہ ان میں نہ تھا۔ وحشیوں سے انسان اور انسانوں سے بااخلاق انسان پھر باخدا انسان بننے کے لئے اور ان مراتب کے بیان کرنے کو آہ! ان میں ایک لفظ بھی نہ تھا۔ اخلاقِ فاضلہ اور رزائل کو وہ بیان نہ کر سکتے تھے۔ شراب کا تو ہزار نام ان میں موجود تھا۔ مگر افسوس اور پھر افسوس اگر کوئی لفظ اور نام نہ تھا تو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور توحید کے اظہار کے واسطے۔

پھر یوں سمجھو کہ ان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نہ تھا۔ وہ اپنی سطوت اور جبروت دکھاتے۔ ایک پلّے (کتّی کے بچے) کے مرجانے پر خون کی ندیاں بہا دینے والے اور قبیلوں کی صفائی کر دینے والے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا بول بالا کرنے کے واسطے ان میں اس وقت تک سکت نہ تھی جب تک کہ پاک روح مطہر و مزکی معلم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں ظہور فرمایا۔

یہ وہ وقت تھا جبکہ ظَھَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ[1] (الروم:۴۲) کا نقشہ پورے طور پر کھینچا گیا تھا۔ سماوی مذاہب جو کہلاتے تھے اور خدا تعالیٰ کی کتابوں کے پڑھنے کا دعویٰ کرتے تھے باوجود اس کے کہ اپنے آپ کو مقربانِ بارگاہِ الٰہی کہتے۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ[2] (المائدۃ:۱۹)۔ مگر حالت یہاں تک خراب ہو چکی تھی کہ عظمت الٰہی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا نام ونشان تک نہ پایا جاتا تھا۔ اور دنیوی ڈھکوسلے والوں کی حالت بھی بگڑ چکی تھی۔ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ مکہ والوں کو آگاہ کرتا اور بتاتا ہے کہ تم اَبْکَم ہوصنادید مکہ میں سے ابوجہل ہی کو دیکھ لو۔ اس کے افعال و اعمال اس کے اخلاق صاف طور پر بتاتے ہیں کہ وہ دنیا کے لئے ہرگز ہرگز خیر و برکت کا موجب نہیں۔ یہ صرف صرف اسی پاک ذات کے لئے سزاوار ہے کہ وہ دنیا کی اصلاح اور فلاح کے لئے مامور ہوا۔ جس کا پاک نام ہی ہے محمد و احمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ جس نے اپنی پاک تعلیم، اپنی مقدس ومطہر زندگی اور بے عیب چال چلن اور پھر اپنے طرزِ عمل اور نتائج سے دکھا دیا کہ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران:۳۲) میں اپنے اللہ کا محبوب ہوں۔ تم اگر اس کے محبوب بننا چاہو تو اس کی ایک ہی راہ ہے کہ میری اتباع کرو۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۱۲ مورخہ ۳۱/مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۳ تا صفحہ ۶)

فرمایا۔ دو قسم کے غلام ہوتے ہیں۔ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ هُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ۔ گونگا کسی چیز پر قادر نہیں۔ جہاں جائے کوئی خیر نہ لائے۔ دوم وہ جو يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَ هُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ عدل پر چلتا، عدل کا حکم کرتا ہے اور صراطِ مستقیم پر ہے۔ اب ان میں سے وہی پسند ہوگا جو مولیٰ کا خدمت گزار ہوگا۔

(الفضل جلد ۱ نمبر ۱۴ مورخہ ۱۷/ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

۱؎ ظاہر ہو گیا فساد خشکی اور تری میں۔ ۲؎ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔

۷۸۔وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

ترجمہ۔ اور اللہ ہی کو معلوم ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی باتیں۔ اور انجام کار تو اتنا ہی ہے جتنا پلک مارنا یا اس سے بھی زیادہ جلدی بے شک اللہ ہر ایک شے کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے کہ مکہ میں تم سب لوگ اکٹھے ہی رہتے تھے۔ ان میں سے ایک کو خاتم الانبیاء سیدالاولین والآخرین بنادیا۔ یہ کس کو معلوم تھا۔

كَلَمْحِ الْبَصَرِ ۔ بڑے بڑے بدکار ایک دم میں نیکوکار ہو جاتے ہیں اور نیک بد۔ امیر فقیر اور غریب امیر۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

۷۹۔وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اللہ نے تم کو پیدا کیا تمہاری ماؤں کے پیٹ سے، تم کچھ بھی تو نہیں جانتے تھے اور تمہارے لئے کان بنائے اور آنکھیں اور مرکزِ قویٰ دل تا کہ تم شکر گزاری اختیار کرو۔

تفسیر۔ میں تم کو ایک بڑے فکر کی بات سناتا ہوں۔ انسان کو ایک بڑی لڑائی کے لئے تیار ہونا چاہیے جو ترک معاصی کی لڑائی ہے۔ پہلے پہل جب انسان پیدا ہوتا ہے تو وہ خداشناسی کو کیا جانتا ہے۔ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا (النحل:۷۹)۔ اس سے یہ مراد نہیں کہ تمہیں دودھ پینا نہیں آتا تھا۔ بلکہ یہ کہ تم نیکی بدی کی حقیقت سے محض ناآشنا اور ناواقف تھے۔ صرف دودھ پینے کا خیال تھا جو ایک قسم کی خودغرضی تھی جس میں دوسرا شریک نہیں۔ ننگ دھڑنگ موجود تھے۔ پہلے پہل کھانے پینے کا علم ہوا اور اس سے معرفت بلند نہ تھی۔ یہ بہیمیت تھی۔ اس سے ذرا ترقی ہوئی تو غضب پیدا ہوا۔ ماں نے دودھ دینے میں ذرا دیر کی۔ لگے چلّانے اور چیخنے۔ اس کے بعد شہوت آتی ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں اخلاق پہنچاوے تو اخلاق فاضلہ کی راہ پیدا ہووے تو ہووے۔ بحالیکہ دشمن پہلے سے موجود ہے۔ کیسا مقابلہ ہے؟ (الحکم جلد ۱۳ نمبر ۹، ۱۰، ۱۱ مورخہ ۷، ۱۴، ۲۱؍مارچ ۱۹۰۹ء صفحہ ۴۳، ۴۴)

لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا۔ کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ یہ بھی خبر نہ تھی کہ گونگا ہے یا بولنے والا چہ جائیکہ اے۔بی۔سی۔آ۔با۔تا پڑھتے ہوئے عالم فاضل ہوجاؤ گے۔

وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ ۔معلوم ہوا کہ سب سے پہلے کان ہیں۔یہی وجہ ہے مولود کے کان میں اذان دینا سنتِ نبویؐ ہے۔چاہیے کہ سب سے پہلے یہی کام کیا جاوے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۳؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵)

آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو حسبِ ارشادِ الٰہی الٰہی علوم سے عاری ہوتا ہے۔جیسا فرمایا وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا اور اللہ نے تمہیں نکالا تمہاری ماؤں کے اندر سے اور تمہیں کسی چیز کا علم نہ تھا۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶)

انسان پیدائش میں تعلیم یافتہ نہیں ہوا کرتا۔قرآن میں ہے۔وَ اللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا۔اور سچ بھی ہے کیونکہ ابتداءِ انسان اسی طرح ہوئی ہے۔عناصر کی ترکیب سے نباتات ہوئے۔نباتات اور عناصر کی ترکیب سے حیوانات۔اور دونوں قسم نباتات و حیوانات کے استعمال اور عناصر سے انسانی خون ہوا اس سے نطفہ بنا اور اس سے انسان بنتا ہے۔دیکھو کس طرح تدریجی ترقی پر انسان آتا ہے۔کہاں کا پنر جنم؟ آخر آدمی پیدا ہوتا ہے۔کھانا، پینا، پہننا، سونا، جاگنا، ہنسنا، رونا، محبت اور غضب یہی اس کے ابتدائی کام ہوتے ہیں۔جب بڑھا عام حیوانات سے ترقی کرنے لگا۔کھانے میں پینے میں و پہننے میں، سونے جاگنے، ہنسنے، رونے، محبت اور غضب میں اس نے اصلاح شروع کی اور ان کو اعتدال پر لانے لگا۔بدیوں پر اور ان کے ارتکاب پر اندر ہی اندر بلکہ عملاً بھی اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔اور اگر ایسے لوگ اس کے اردگرد ہوں جنہوں نے اپنے اس مرتبہ میں اپنی فطرت و وجدان نورِ معرفت اور نورِ ایمان کو قتل کر دیا ہے تو ان کی حالت مستثنٰی ہے۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۹۱)

۸۰۔ اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا اللّٰہُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا پرندوں کی طرف جو آسمان کی ہوا میں مسخر ہیں ان کو اللہ کے سوا کون تھام رہا ہے۔ بے شک اس میں نشانیاں ہیں ایماندار قوم کے لئے۔

تفسیر۔ اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ ۔ یہ مکی آیات ہیں۔ ان میں ایک پیشگوئی ہے کہ عنقریب یہ پرندے ان منکرین، مشرکین، مکذبین کا گوشت نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو روکے ہوئے ہے۔

سورۃ الملک میں بھی اسی کا اشارہ فرمایا ہے۔ بلکہ کھول کر سنایا ہے۔ اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ [1] (الملک:۲۰)۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۶، ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶)

اَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ ۔ یہ پرندے تمہاری لاشوں کے کھانے کیلئے اللہ نے رکھے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۲۔ ۴۶۳)

کیا وہ ان پرندوں کے حالات پر غور نہیں کرتے جنہیں ہم نے آسمان کی جوّ میں قابو کر رکھا ہے۔ ہم ہی نے تو انہیں تھام رکھا ہے (اور ایک وقت آنے والا ہے کہ انہیں نبی کریمؐ کے دشمنوں کی لاشوں پر چھوڑ دیں گے) مومنوں کے لئے ان باتوں میں نشان ہیں۔

یہاں بھی پہلے ایک شریر قوم کا بیان کیا ہے۔ جو بڑی نکتہ چینی کی عادی اور موذی تھی اور اسلام کو عیب لگاتی تھی۔ اور بہت سے اموال جمع کر کے فتح کے گھمنڈ میں مکّہ پر انہوں نے چڑھائی کی۔ یہ ایک حبشیوں کا بادشاہ تھا۔ جس نے اسی سال مکہ معظّمہ پر چڑھائی کی جبکہ حضرت رحمۃ للعالمین نبی کریمؐ پیدا ہوئے۔ جب یہ شخص وادئ محصر میں پہنچا۔ اس نے عمائد مکہ کو کہلا بھیجا کہ کسی معزز آدمی کو بھیجو۔ تب اہلِ مکہ نے عبد المطلب نامی ایک شخص کو بھیجا جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے۔ جب عبد المطلب اس ابرہ نام بادشاہ کے پاس پہنچے۔ وہ مدارات سے پیش آیا۔ جب

[1] کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو ان کے اوپر پَر کھولے اور مُوچے اڑا کرتے ہیں۔

عبدالمطلب چلنے لگے۔اس نے کہا کہ آپ کچھ مانگ لیں۔انہوں نے کہا میری سو اونٹنیاں تمہارے آدمیوں نے پکڑی ہیں وہ واپس بھیج دو۔تب اس بادشاہ نے حقارت کی نظر سے عبدالمطلب کو کہا کہ مجھے بڑا تعجب ہے کہ تمہیں اپنی اونٹنیوں کی فکر لگ رہی ہے اور ہم تمہارے اس مَعْبَد کو تباہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔عبدالمطلب نے کہا کیا ہمارا مولیٰ جو ذرہ ذرہ کا مالک ہے۔جب یہ معبد اسی کے نام کا ہے اور اسی کی طرف منسوب ہے۔وہ اس کی حفاظت نہیں کرے گا؟ اگر وہ اپنے معبد کی خود حفاظت نہیں کرنا چاہتا تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔آخر اس بادشاہ کے لشکر میں خطرناک وبا پڑی اور چیچک کا مرض جو حبشیوں میں عام طور پر پھیل جاتا ہے ان پر حملہ آور ہوا۔اور اوپر سے بارش ہوئی اور اس وادی میں سیلاب آیا بہت سارے لشکری ہلاک ہو گئے اور جیسے عام قاعدہ ہے کہ جب کثرت سے مُردے ہو جاتے ہیں اور ان کو کوئی جلانے والا اور گاڑھنے والا نہیں رہتا۔تو ان کو پرندے کھاتے ہیں۔ان موذیوں کو بھی اسی طرح جانوروں نے کھایا۔یہ کوئی پہیلی اور معمّہ نہیں۔تاریخی واقعہ ہے۔پر افسوس تمہاری عقلوں پر!!! (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۰، ۲۱۱)

۸۱۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ۔

ترجمہ۔اور اللہ ہی نے بنادیا تمہارے لئے تمہارے گھروں کو امن چین کی جگہ اور تمہارے لئے بنادئے چوپایوں کی کھالوں سے گھر جس کو تم ہلکا پاتے ہو اپنے کوچ کے وقت اور ٹھہرنے کے وقت اور بنادیئے ان کے اون اور ببریوں اور بالوں سے بہت سامان اور برتنے کی چیزیں مرے تک۔

تفسیر۔ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ ۔مکہ میں مسلمانوں کو آرام نہیں تھا۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔گھبراؤ نہیں ہم نے تمہارے لئے آرام کے گھر تجویز کر دیئے ہیں۔

اَوْبَارِهَا۔ اُونٹ کے بالوں کو وَبَر کہتے ہیں بھیڑوں کے بالوں کو صوف کہتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶)

یَوْمَ ظَعْنِکُمْ میں اشارہ ہے کہ مومن سفر میں بھی اکثر بی بی کو ساتھ رکھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک التزام فرمایا کہ احد کی جنگ میں عائشہ صدیقہ اور بتول آپ کے ہمراہ تھیں۔ خود ہمارے حضرت صاحب جب سفر پر جاتے اپنی بی بی کو ہمراہ لے جاتے۔

(البدر جلد ۱۰ نمبر ۳۹ مؤرخہ ۲۷؍ جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۸۴۔ یَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا وَ اَکْثَرُھُمُ الْکٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ لوگ پہچانتے تو ہیں اللہ کی نعمت پھر اس کے منکر ہو جاتے ہیں اور وہ اکثر منکر ہی ہیں۔

تفسیر۔ نِعْمَتَ اللّٰہِ۔ آپؐ کی سچائی، ہمت، استقلال اور رعب سے پہچان گئے ہیں کہ یہ نبیؐ ہمارے لئے اللہ کی نعمت ہے۔ مگر اس کا کفر کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰؍ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶)

۸۵۔ وَ یَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَھِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ لَا ھُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جس دن ہم کھڑا کریں گے ہر ایک امت میں ایک گواہ پھر اجازت نہ ملے گی کافروں کو اور نہ عتاب دور کرانے کی انہیں رخصت دی جائے گی نہ وہ درِ رحمت تک پھٹکنے پائیں گے۔

تفسیر۔ امتحان کا دن ہر ایک شخص کو ہوشیار کرتا ہے۔ امتحان کا دن نزدیک آتا ہے تو امتحان والے چست ہو جاتے ہیں۔ بڑی فکر ہوتی ہے دعائیں کی جاتی ہیں۔ جو دعاؤں کے منکر ہیں۔ وہ کوششیں کرتے ہیں فرمایا۔ تمہارا ایک امتحان ہوگا۔ اس امتحان میں سب اکٹھے ہوں گے۔

یُسْتَعْتَبُوْنَ۔ عتاب عتبہ سے نکلا ہے۔ عَتَبَۃ دروازہ کی چوکھٹ کو کہتے ہیں جس پر عتاب ہو وہ عتبہ کے پاس نہیں آ سکتا۔ اس واسطے فرمایا۔ ان کفار کو ہم اپنے حضور نہ پھٹکنے دیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰؍ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶)

۸۹۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ۔

ترجمہ۔ جنہوں نے حق کو چھپایا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم ان کو عذاب پر عذاب دیں گے زیادہ، کیونکہ وہ شرارت وفساد کرتے تھے۔

تفسیر۔ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ۔ایک اپنی بدی کا۔ایک دوسرے کو بدی سکھانے کا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶)

۹۰۔ وَ يَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ ؕ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور ایک دن ہم کھڑا کریں گے ہر ایک امت میں ایک گواہ انہیں میں کا ان پر اور تجھ کو گواہ لائیں گے ان لوگوں پر۔ اور ہم نے تیری طرف کتاب اتاری جس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے کھلا کھلا اور ہدایت اور رحمت ہے اور خوشخبری ہے فدائی فرمانبرداروں کے لئے۔

تفسیر۔ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ۔ جو انسان کو اللہ سے ملنے۔اس کی رضامندی وتقرب کی راہوں۔ اخلاقِ فاضلہ معاشرت کی خوبیوں کے بیان میں کافی ومدلّل بیان ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶)

۹۱۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ حکم دیتا ہے عدل کا سب کے ساتھ اور (بڑھ کر) احسان کرنے کا اور قرابت داروں کے (جیسا) دینے کا اور منع فرماتا ہے ذاتی بدی سے اور زیادہ بدی سے اور بغاوت سے تم کو نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد کرلو اور بڑے آدمی بن جاؤ۔

تفسیر۔ اللہ حکم کرتا ہے عدل کا اور احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بدکاری کی

باتوں اور برے کاموں اور بغاوت سے۔ تمہیں وعظ کرتا ہے۔ تو کہ دھیان کرو۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۴)

اس رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت کو تین طور پر ثابت کیا گیا۔ یہ سورۃ تمام ہی ثبوتِ نبوت میں ہے۔ مگر اس رکوع میں خصوصیت سے یہ ثبوت دیا ہے۔ پہلا ثبوت تو وہ ہے جہاں گزشتہ سے پیوستہ رکوع میں آقا کے دو غلاموں کی مثال دی ہے ایک وہ غلام جو آقا کے حضور دوبھر ہے۔ کوئی کام نہیں کرتا۔ جہاں بھیجئے وہاں سے کوئی بھلی بات کر کے واپس نہیں آتا۔ دوسرا غلام علیٰ صراطِ مستقیم ہے۔ جو خود عملِ صالح کرنے والا ہے۔ پھر دوسرے کے لئے امر بالمعروف و ناہی عن المنکر بھی ہے۔ کیا یہ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اسی طرح مکہ میں دو فریق تھے۔ ایک فریق کی کارگزاری اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی خدمت اسلام کے رنگ میں اب تک ظاہر ہے۔ دوسرے فریق نے خدا کی کوئی بھی خدمت نہ کی بلکہ راست باز کے مقابلہ میں نعمت الٰہیہ کا کفر کر کے ہلاک ہوئے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ۔ اس آیت پر لوگوں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں۔ ہمارے امام نے بھی لمبا مضمون لکھا ہے۔

اَلْعَدْلِ۔ صحابہؓ کے نزدیک عدل کے معنے انصاف ہیں۔ اوّل ہم انصاف کر کے دیکھیں کہ بتوں نے ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا اور خدا نے کیا کیا۔ خدا کے احسانوں کا کچھ ذکر اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ[1] (البقرہ:۱۶۵) کے رکوع میں پڑھو۔ کس کس احسان کا ذکر کیا جاوے۔ ارضی کارخانہ نہ ہوتا تو ہم اور تم ہی کہاں ہوتے۔ پھر ہم کو زندگی دی۔ مسلمان بنایا۔ آنکھیں دیں اور کان دیئے۔ قرآن مجید کا وعظ نصیب کیا۔ اب اس کے مقابل ہم دیکھیں کہ جو ہمارے مولیٰ نے احسان کئے کسی اور نے بھی کیے؟ ہرگز نہیں۔ اس وقت بے اختیار منہ سے نکلتا ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ......

قرآن نے عدل کے معنے کئے ہیں کہ انسان کا ظاہر و باطن ایک ہو جائے۔ حسنِ صورت کے

---

[1] بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں۔

ساتھ حسنِ سیرت بھی ہو۔میں نے تو پہرہ داروں کے ذریعے بارہا تہجد کی توفیق پائی ہے۔وہ بارش اور سردی کے موسم میں چار پانچ روپے کی خاطر خبردار، ہوشیار، جاگتے رہو کہتے پھرتے ہیں۔اس وقت مجھے اللہ کے احسان یاد آئے ہیں کہ وہ کس قدر لاتعدد، لاتحصٰی ہیں۔کیا ہم اس کے لئے اس کے حضور کمر بستہ نہ ہوں؟

اَلۡاِحۡسَانِ۔ یہ مرتبہ عدل سے آگے کا ہے۔کسی نے السلام علیکم کہا۔ہم نے یہی کہہ دیا تو کون سی بری بات ہوگئی۔احسان یہ ہے کہ پیش دستی کریں اور بڑھ بڑھ کر سلوک کریں۔

وَ اِیۡتَآیِٔ ذِی الۡقُرۡبٰی ۔ کے عام معنے یہ کئے گئے ہیں کہ رشتہ داروں کو کچھ دو۔صوفیاء نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ غیروں کے ساتھ ایسا سلوک کر جیسے ذوی القربٰی کے ساتھ طبعاً کرنا پڑتا ہے۔

عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ وَ الۡبَغۡیِ ۔انسان کے ایک ذاتی معاملات ہوتے ہیں۔ایک وہ جن کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے۔ایک جن کا اثر سلطنت پر پڑے۔پس فرماتا ہے کہ نہ ایسا کام کر جن کا بداثر تجھ پر پڑے۔نہ ایسا جس کا بداثر دوسرے پر پڑے اور نہ ایسا جس کا بداثر حکومت پر پڑے۔

یَعِظُکُمۡ ۔فرماتا ہے کہ ایسی اعلیٰ تعلیم کوئی تم میں سے اور بھی دیتا ہے۔ہرگز نہیں۔پس یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نبی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶)

اللہ امر کرتا ہے عدل واحسان کا اور قریبیوں کو دینے کا اور روکتا ہے بے حیائی اور منکر اور بدکاری سے۔تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ دھیان کرو۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۹)

اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ وَ الۡاِحۡسَانِ......الآیہ[۱]۔اس آیت میں بڑے حکم ہیں۔

پہلا حکم عدل کا ہے۔ایک عدل وانصاف بندوں کے ساتھ ہے۔دیکھو ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ہم سے دغا فریب کرے یا ہمارا نوکر ہو۔تو وہ ہماری خلاف ورزی کرے۔پس ہم کو بھی لازم ہے کہ اگر ہم کسی کے ساتھ خادمانہ تعلق رکھتے ہیں تو اپنے مخدوم ومحسن کی خلاف ورزی نہ کریں۔اپنے فرائض منصبی کو ادا

۱۔ پوری آیت۔مرتّب

کریں اور کسی سے کسی قسم کا مکروفریب اور دغا نہ کریں۔ یہی عدل ہے۔ ع

ہرچہ برخود نہ پسندی بر دیگران مپسند [۱]

یہ عدل باہم مخلوق کے ساتھ ہے اور پھر جیسے ہم اپنے محسنوں کے ساتھ تعلقات رکھتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو محسنوں کا محسن اور مربّیوں کا مربی اور ربّ العالمین ہے۔ اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں عدل کو ملحوظ رکھیں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور اس کا نِدّ اور مقابل تجویز نہ کریں۔

اس کے بعد دوسرا حکم احسان کا ہے۔ مخلوق کے ساتھ یہ کہ نیکی کے بدلہ نیکی کرتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر سلوک کریں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ احسان یہ ہے کہ عبادت کے وقت ہماری یہ حالت ہو کہ ہم گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور اگر اس مقام تک نہ پہنچے تو یقین ہو کہ وہ ہم کو دیکھتا ہے۔

پھر تیسرا حکم اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی کا ہے۔ ذی القربیٰ کے ساتھ تعلق اور سلوک انسان کا فطری کام ہے۔ جیسے ماں باپ بھائی بہن کے لئے اپنے دل میں جوش پاتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی فرماں برداری میں متوالا ہو۔ کوئی غرض مدنظر نہ ہو۔ گویا محبت ذاتی کے طور پر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری ہو۔

پھر چوتھا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ منع کرتا ہے ہر قسم کی بے حیائیوں، نافرمانیوں اور دوسرے کو دکھ دینے والی باتوں سے اور ان بغاوتوں سے جو اللہ جل شانہٗ یا حکام یا بزرگوں سے ہوں۔ اور آخر میں یہ ہے یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں وعظ کرتا ہے۔ غرض اور منشاء الٰہی یہ ہے کہ تم اس کو یاد رکھو۔

دو قسم کے واعظ ہوتے ہیں اور دو ہی قسم کے سننے والے۔ واعظ کی دو قسمیں تو یہ ہیں کہ کچھ پیسے مل جاویں اور یا مدح سرائی ہو کہ عمدہ بولنے والا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہارے واعظ میں یہ دونوں باتیں نہیں بلکہ وہ محض نصح کے لئے کہتا ہے۔ جو کہتا ہے اور سننے والوں میں سے ایک قسم کے لوگ وہ ہوتے ہیں جن کو اس وقت کچھ مزہ آتا ہے اور پھر یاد کچھ نہیں رہتا۔ دوسرے بالکل کورے کا رے

---

[۱] جو اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کے لئے بھی پسند نا کرو۔ (ناشر)

ہوتے ہیں۔ پس تم اس قسم کے سننے والے نہ بنو۔ بلکہ وعظ کی اس غرض کو ملحوظ رکھو لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۳)

عدل ایسی ضروری چیز ہے کہ شیعہ نے بھی باوجود اللہ کی تمام صفات سے بے پرواہی کرنے کے اسے ارکان اربعہ (توحید۔ عدل۔ نبوت۔ امامت) میں شمار کیا ہے۔ عدل کیسا اچھا ہے۔ اس کا اندازہ شاید تم لوگ نہ کرسکو۔ کیونکہ تم میں سے کم ہیں جنہوں نے وہ زمانہ دیکھا جب کہ حکام کو بھی ننگ و ناموس کا خیال نہ تھا۔ رعیت کے کسی فرد کو یہ معلوم نہ تھا کہ میں کس چیز کا مستحق ہوں اور بادشاہ کس کا۔ باپ کا بدلہ نہ صرف بیٹوں سے بلکہ ملک والوں سے بھی لیا جاتا تھا۔ مگر اب امن کا راج ہے اور عدل ہو رہا ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کا شکر چاہیے۔

ہر شخص اپنے نفس پر غور کرے کہ وہ نہیں چاہتا کہ میرے بیٹے یا بیٹی کو کوئی دکھ دے۔ یا ان کے ساتھ بے جا سختی کرے۔ پس وہ آپ بھی کیوں کسی کے بیٹے یا بیٹی کو دکھ دے یا اَکلِ مال بالباطل کرے یا کسی کی حق تلفی کا مرتکب ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا لَا یُؤْمِنُ اَحَدُ کُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْهِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِهٖ کہ مومن ہی نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہیں کرتا جو اپنے لئے کرتا ہے۔ ہم اپنے غلام سے جیسا کام لینا چاہتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہم بھی جس کے نوکر ہیں ویسا ہی کام کریں۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے تمام تعلقات میں، مخلوق سے ہوں یا خدا سے، عدل مدنظر رکھو۔ اور میری آرزو ہے کہ میں تم میں سے ایسی جماعت دیکھوں جو اللہ تعالیٰ کی محب ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ہو۔ قرآن سمجھنے والی ہو۔ میرے مولیٰ نے مجھ پر بِلا امتحان اور بغیر میری محنت کے مجھ پر بڑے بڑے فضل کئے ہیں۔ اور بغیر میرے مانگنے کے بھی مجھے عجیب عجیب انعامات دیئے ہیں جن کو میں گن بھی نہیں سکتا۔ وہ ہمیشہ میری ضرورتوں کا آپ ہی کفیل ہوا ہے۔ وہ مجھے کھانا کھلاتا ہے اور آپ ہی کھلاتا ہے۔ وہ مجھے کپڑا پہناتا ہے اور آپ ہی پہناتا ہے۔ وہ مجھے آرام دیتا ہے اور آپ ہی آرام دیتا ہے۔ اس نے مجھے بہت سے مکانات دیئے۔ بیوی بچے دیئے۔ مخلص اور سچے دوست دیئے۔ اتنی کتابیں دیں اتنی کتابیں دیں کہ دوسرے کی عقل

دیکھ کر ہی چکھ کر کھا جائے۔ پھر مطالعہ کے لئے وقت صحت، علم اور سامان دیا۔ اب میری آرزو ہے (اور میں اپنے مولیٰ پر بڑی بڑی اُمیدیں رکھتا ہوں کہ وہ یہ آرزو بھی پوری کرے گا) کہ تم میں سے اللہ کی محبت رکھنے والے، اللہ کے کلام سے پیار کرنے والے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت رکھنے والے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کلام سے محبت رکھنے والے، اللہ کے فرماں بردار اور اس کے خاتم النبیین کے سچے متبع ہوں اور تم میں سے ایک جماعت ہو جو قرآنِ مجید اور سنتِ نبویؐ پر چلنے والی ہو اور میں دنیا سے رخصت ہوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور میرا دل ٹھنڈا ہو۔ دیکھو میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ نہ تمہارے نذر و نیاز کا محتاج ہوں۔ میں تو اس بات کا امیدوار بھی نہیں کہ کوئی تم میں سے مجھے سلام کرے۔ اگر چاہتا ہوں تو صرف یہی کہ تم اللہ کے فرماں بردار بن جاؤ۔ اس کے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متبع ہو کر دنیا کے تمام گوشوں میں بقدر اپنی طاقت وفہم کے امن و آشتی کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پہنچاؤ۔ (البدر جلد ۱۰ نمبر ۵ مورخہ یکم دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۱)

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ۔ انصاف کرو یہ اللہ کا حکم ہے۔ دیکھو اگر تم کسی کو روپیہ دو اور وہ دھوکہ دے کر لے۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ کوئی تمہارے ساتھ دھوکہ کرے؟ تم کسی کو ملازم رکھو۔ اور وہ سستی سے کام کرے تو کیا تم پسند کرتے ہو؟ اگر نہیں تو پھر تم دوسروں کے ساتھ کیوں بدی کرتے ہو؟ میں نے دیکھا ہے۔ سردی کا موسم ہے اور سرد ہوا چل رہی ہے۔ بوندا بوندی ہو رہی ہے۔ ایک مزدور چوکیدار کہتا ہے۔ خبردار، ہوشیار۔ وہ باہر پھرتا ہے۔ پھر کیسے افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے اتنا محتاط اور اپنے فرض کو ادا کرتا ہے اور ہم خدا کے بے انتہا فضلوں کو لے کر بھی تہجد کے لئے نہ اُٹھیں۔ پھر کوئی ہمیں گالی دے۔ بہتان باندھے۔ تو ناپسند کرتے ہیں۔ پھر دوسروں پر کیوں بہتان باندھیں؟ دوسروں کے گھر کی فحش باتیں کیوں سنتے ہو؟ پھر تاکید ہے۔ اِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی۔ بھائی ہے، بہن ہے، چچا ہے، ماں باپ اور بیوی کے رشتہ دار۔ وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ۔ جو بدیاں تمہاری ذات میں ہیں یا دوسروں پر اثر کرتی ہیں۔ ان سے رکو۔ پھر بغاوت سے منع کیا۔ بادشاہوں اور حکام کی مخالفت نہ کرو۔ یہ باتیں کیوں سکھاتا ہے۔ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ تم جانتے ہو کہ

میں کس تکلیف سے آیا ہوں۔ اللہ جانتا ہے امر بالمعروف کے لئے آیا ہوں۔ رستہ چلنے کی سکت نہیں پسینہ پسینہ ہو رہا ہوں۔ صرف تمہاری بھلائی چاہتا ہوں۔ تم سے کوئی بدلہ نہیں چاہتا۔ جس کے لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہوں۔ وہی بہتر بدلہ دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت تو ایسی بنائی ہے کہ تمہارے اُٹھنے اور سلام کا بھی روادار نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ تم متقی بنو۔ (آمین) (الحکم جلد ۵ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۷، ۱۴ر جون ۱۹۱۱ء صفحہ ۶)

اس وقت بقائمی ہوش وحواس تمہیں چند باتیں کہتا ہوں۔ جو تم سے مان لے گا۔ اس کا بھلا ہوگا۔ اور جو نہ مانے گا اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انصاف کرو۔ تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو چاہتا ہے یا پسند کرتا ہے کہ مجھے کوئی گالی دے۔ یا میری کوئی ہتک کرے یا میرے ننگ و ناموس میں فرق ڈالے یا نقصان کرے یا بدی سے پیش آئے یا تحقیر کرے؟ میرا ملازم سستی سے کام لے؟ جب تم نہیں چاہتے تو کیا یہ انصاف ہے کہ تم کسی کا مال ضائع کرو یا کسی کی ملازمت میں سستی کرو یا کسی کو نقصان پہنچاؤ یا کسی کے لڑکے یا لڑکی کو بدنظری سے دیکھو۔ تم عدل سے کام لو۔ اور وہ سلوک کسی سے نہ کرو۔ جو خود اپنے آپ سے نہیں چاہتے۔ اسی طرح جس سے پانچ دس روپے تنخواہ لیتے ہو اس کی فرماں برداری کرتے ہو۔ پس جس نے آنکھیں دیں جن سے ہم دیکھتے ہیں۔ کان دیئے جن سے ہم سنتے ہیں، زبان دی جس سے ہم بولتے ہیں، ناک دیا، پاؤں دیئے جن سے ہم چلتے ہیں۔ عقل فہم، فراست دی، اتنے بڑے محسن، اتنے بڑے مربی، اتنے بڑے خالق، رازق کی نافرمانی کریں تو کیا یہ عدل ہے؟ پس میں تمہیں بھی چھوٹا سا فقرہ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ سنانے آیا ہوں۔ اور میں تمہیں دوسری دفعہ تیسری دفعہ چوتھی دفعہ تاکید کرتا ہوں کہ خدا کے معاملہ میں، اپنے معاملہ میں، غیروں کے معاملہ میں عدل سے کام لو۔ پھر اس سے ترقی کرو اور مخلوقِ الٰہی سے احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کا مطالعہ کر کے اس کی فرماں برداری میں بڑھو۔ حلال روزی کماؤ۔ حرام خوری سے نیکی کی توفیق نہیں ملتی۔ شاہ عبدالقادر صاحب اپنا جوتا مسجد کے باہر اتارا کرتے اور شاہ رفیع الدین اندر لے جاتے پھر بھی ضائع ہو جاتا۔

شاہ عبدالقادر صاحب نے بتایا کہ ہم باہر جوتا اتار کر یہ نیت کر لیتے ہیں کہ جو لے جائے اس کے لئے حلال۔ چونکہ چور کمبخت کے نصیب میں رزقِ حلال نہیں۔ اس لئے اسے اٹھانے کا موقع ہی نہیں ملتا۔ غرض اکلِ مال بالباطل نہ کرو اور بیویوں کے ساتھ احسان کے ساتھ پیش آؤ۔ بیوی بچوں کے جننے اور پالنے میں سخت تکلیف اٹھاتی ہے۔ مرد کو اس کا ہزارواں حصہ بھی اس بارے میں تکلیف نہیں ان کے حقوق کی نگہداشت کرو۔ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ[1] (البقرۃ:۲۲۹) ان کے قصوروں سے چشم پوشی کرو اللہ تعالیٰ بہتر سے بہتر بدلہ دے گا......

اللہ تعالیٰ بے حیائیوں سے اور ان امور سے جن سے دوسرے کو تکلیف پہنچے اور وہ منع کرے یا شریعت منع کرے اور بغاوت کی راہوں پر چلنے سے منع کرتا ہے۔ وہ سننا کس کام کا جس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ سنو! دل کو اس کے ساتھ حاضر کرو۔ (الحکم جلد ۱۵ نمبر ۲۳، ۲۴ مورخہ ۷، ۱۴/ جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

اپنی آمدنیوں کے مطابق اپنے اخراجات رکھو۔ کیا کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کی اولاد خراب ہو۔ کیا کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص اس کے لڑکے یا لڑکی کو بدی سکھلائے، خراب کرے، بدکار بنا دے۔ میرے بھی لڑکی ہے۔ اس وقت میں اپنے آپ کو بھی مخاطب کر رہا ہوں۔ جب کوئی یہ نہیں چاہتا تو پھر دوسروں کی اولاد کو جو تمہارے سپرد ہے کیوں خراب ہونے کا موقع دیتے ہو۔ کیا کوئی یہ چاہتا ہے کہ اس کے ماتحت نافرمان ہوں۔ جب یہ نہیں چاہتا تو کیوں نافرمانی کرتے ہیں! یہ لڑکے جو اپنے آفیسروں، استادوں کی نافرمانی کرتے ہیں۔ اور طرح طرح کی بدعتیں کرتے ہیں۔ اگر یہ صاحبِ اولاد ہوں اور ان کی اولاد بدی، نافرمانی کرے تو ان کو معلوم ہو کہ کس قدر دکھ ہوتا ہے۔ جب ہم اپنے ماتحتوں کو اپنا فرماں بردار دیکھنا چاہتے ہیں۔ تو ہم کو چاہیے کہ جس کے ہم ماتحت اس کے فرماں بردار ہوں۔ کیا کوئی یہ چاہتا ہے کہ ہمارا مال کوئی شخص دھوکے سے کھا جائے؟ ہم یہ ہرگز پسند نہیں کرتے کہ کوئی ہم کو دھوکہ دے یا ہم کسی کا دھوکہ کھائیں۔ اس لئے ہم کو بھی چاہیے کہ کسی کو دھوکہ نہ دیں۔ جہاں کسی کے دھوکہ کھانے کا موقع ہو۔ وہاں اپنے آپ کو بچائیں۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

---

[1] اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا مردوں کا ان پر حق ہے۔

اللہ تعالیٰ عدل کا حکم دیتا ہے۔ جو بات تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے دوسروں کے لئے کیوں پسند کرتے وہ تم کو برائیوں سے روکتا ہے اور ہر قسم کی بغاوت سے روکتا ہے۔ تم کو وعظ کرتا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ (البدر جلد ۱۳ نمبر ۱ مورخہ ۶؍مارچ ۱۹۱۳ء صفحہ ۸)

عدل ایک صفت ہے اور بہت بڑی عجیب صفت ہے۔ عدل ہر شخص کو پیارا لگتا ہے اور بہت پیارا لگتا ہے۔ عادل ہر ایک شخص کو پسند ہے اور بہت پسند ہے۔ کانشنس کے طور پر بھی جب آدمی کی ضرورت پڑے، اسے عدل بہت پیارا لگتا ہے۔ مگر نہایت تعجب ہے باوجود اس کے عدل نہایت پسندیدہ چیز ہے۔ جب دوسرے کیساتھ معاملہ پڑے تو انسان عدل بھول جاتا ہے۔ عجائبات جو میں نے دنیا میں دیکھے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اللہ کو بھی مانتے ہیں اور پھر پتھر کے بُت، پانی کے دریا، پیپل اور بڑ کے درخت، جانوروں میں سانپ اور گائے کی پرستش کرتے ہیں مجھے بڑا تعجب آتا ہے کہ اتنی بڑی عظیم الشان ذات کو چھوڑ کر ادنیٰ چیز کو کیوں اختیار کرتے ہیں؟ اسی طرح عدل کے معاملہ میں بھی (کئی سو تعجب دنیا میں مجھے ہوا ہے) ایک تعجب ہے کہ انسان عدل کو اپنے لئے اپنے دوستوں کے لئے، اپنے خویش و اقارب کے لئے بہت پسند کرتا ہے۔ مگر جب دوسرے کے ساتھ معاملہ پیش آئے۔ پھر عدل کوئی نہیں۔ کسی کا بھائی باوا یا بہن یا ماں یا بیٹی مقدمے میں گرفتار ہو جائے تو وہ کہتا ہے اس سے بڑھ کر میرا کون ہے ان کے چھڑانے کی کوشش میں اگر میری جان بھی جائے تو کوئی بڑی بات نہیں اس وقت بعض لوگ جھوٹی گواہی، جعلسازی، رشوت دینے تک تیار ہو جاتے ہیں۔ گویا خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں کھڑا ہو کر یہ کام کرتے ہیں۔ مگر سوچو جس نے ایسا کیا اس نے عدل نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ہمارا رحمان، ہمارا رحیم، ہمارا مالک ہمارا رازق، ہمارا ستّار العیوب ہے۔ اس کی صفات کو چھوڑ کر کہتا ہے۔ کہ بس جو کچھ ہے، میرا یہی بیٹا ہے۔ یا یہ بیوی ہے یا ماں ہے۔ دیکھو وہی عدل جو بڑا پسند تھا۔ اس وقت بھلا دیا۔ یہاں ۲ لڑکوں میں ایک گیند پر جھگڑا ہو گیا دونوں مجھے عزیز تھے۔ اب میں حیران ہوا کہ کس کو دلاؤں۔ میرے پاس پیسے ہوتے تو میں مدّعی کو گیند لے دیتا۔ مگر قدرت کے عجائبات ہیں کہ بعض اوقات نہیں ہوتے۔ ایک نے گواہی دی کہ یہ گیند اس لڑکے کا ہے

کیونکہ اس کے لئے ایک شخص نے میرے سامنے امرتسر کے سٹیشن سے خریدا تھا۔ میں نے کہا۔ سچ کہتے ہو۔ اُس نے کہا مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ تب میں نے گیند دوسرے لڑکے کو دلایا۔ تھوڑے دن گزرے تو گواہی دینے والا اس لڑکے کے ساتھ غالباً لڑ پڑا تو یہ راز ظاہر ہوا کہ اس نے جھوٹی گواہی دی تھی۔ دیکھو اس نے عدل نہ کیا اور ظاہر داری کے لئے خدا کو ناراض کر دیا۔ میں نے اس لڑکے کو دیکھا ہے۔ بڑا خوبصورت تھا۔ جان نکل گئی۔ بس یہ انجام ہوتا ہے۔ یاد رکھو ہر بدی کا انجام بُرا ہوتا ہے۔ جنابِ الٰہی کا حکم مان لو۔ فرماتے عدل کرو۔ ہم تمہارے خالق، ہم تمہارے مالک، رحمٰن، رحیم، تمہارے ستّار، تمہارے غفّار، ہماری بات ماننے میں مضائقہ! اور اپنے کسی پیارے کی بات ہو تو جان تک حاضر۔ یہ عدل نہیں۔

اسی طرح میں دیکھتا ہوں کہ ہر افسر اپنے ماتحت سے چاہتا ہے کہ جان توڑ کر خدمت کرے۔ میں جو تنخواہ دیتا ہوں تو یہ روپیہ ضائع نہ کرے۔ لیکن آپ جس کا نوکر ہے اس کی نوکری میں اگر جان توڑ کر محنت نہیں کرتا تو یہ عدل نہیں۔

اس وقت ایک بات یاد آ گئی۔ کسی امیر کی چوری ہوگئی۔ اور اس چوری کے برآمد کرانے والے کے لئے بڑا انعام مشتہر ہوا۔ افسر پولیس نے اپنے ماتحتوں کو بلایا اور کہا۔ لو بھئی اب تو عزت کا معاملہ ہے۔ ایک میرا رشتہ دار بھی اس کے ماتحت تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ میں نے ایسی شدید محنت کی کہ مال برآمد کرالیا۔ مجرموں سے اقرار بھی کروالیا۔ اس آفیسر نے سولہ روپے جیب سے نکال کر دیئے کہ لے بیٹا تم یہ لو۔ وہ انعام تو خدا جانے کب ملے گا۔ پھر ایک مفصل رپورٹ لکھی۔ جس میں دکھایا کہ کس طرح اس مقدمہ کی تفتیش میں مَیں نے محنت کی اور بعض اوقات اپنی جان کو خطرے میں ڈالا۔ غرض وہ ساری کارگزاری اس غریب کی اپنی کر کے دکھائی اور انعام خود ہضم کرلیا۔ بلکہ ترقی کی درخواست دی۔ دیکھو ادھر عدل کے لئے کتنا زور دیا کہ میں نے ایسی محنت کی۔ مجھے ترقی ملے۔ وہ انعام ملے اور دوسری طرف کیسی بے انصافی کی کہ اپنے ماتحت کا حق خود ضبط کرلیا۔

رات دن مَیں یہ حال دیکھتا ہوں ایک شخص کے گھر میں بہو آتی ہے۔ وہ اسے نہایت حقیر سمجھتا

ہے مگر اپنی لڑکی کے لئے ہرگز گوارا نہیں کرتا کہ کوئی اسے میلی آنکھ سے بھی دیکھے۔ پہرہ داروں کو دیکھا۔ گرم بستر گھر میں موجود۔ سردی کے موسم میں سرد ہوا کی پرواہ نہ کرکے وہ آدھی رات کو چند ٹکوں کی خاطر خبردار خبردار پکارتا پھرتا ہے۔ مگر جن کو خدا نے ہزاروں روپے دیئے اور عیش وعشرت کے سامان۔ وہ اتنا نہیں کرسکتے کہ پچھلی رات اٹھ کر تہجد تو درکنار استغفار ہی کریں۔ یہ عدل نہیں۔

پس میرے عزیزو! تم خدا کے معاملہ میں، مخلوق کے معاملہ میں عدل سے کام لو۔ ایک طرف جنابِ الٰہی ہیں۔ ایک طرف محمد رسول اللہ ہیں۔ محمدؐ رسول اللہ کی دعائیں اپنے حق میں سنو۔ آپؐ کا چال وچلن سنو۔ پھر یہ کہ آپ نے ہمارے لئے کیا کیا۔ اپنے تئیں جان جوکھوں میں ڈالا۔ ایسے مخلص مہربان صلی اللہ علیہ وسلم کی فرماں برداری اپنے دوست کی فرماں برداری کے برابر بھی نہ کرو تو کس قدر افسوس کی بات ہے۔

بعض تاجروں کو میں نے دیکھا ہے۔ وہ رستے میں چلتے ہیں اور حساب کرتے جاتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے اپنے فکر میں مست ہیں اور یہ خیال نہیں کہ جس نے یہ تمام نعمتیں دیں اس کا شکر بھی واجب ہے۔ دیکھو اس وقت میں کھڑا ہوں۔ اور محض خدا کے فضل سے کھڑا ہوں۔ پرسوں میری ایسی حالت تھی کہ میں سمجھا کہ میرا آخری دم ہے اسی کا فضل ہوا کہ مجھے صحت ہوئی۔ اسی نے مجھے عقل و فراست دی۔ اپنی کتاب کا علم دیا۔ رسولوں کی کتابوں کا فہم دیا۔ اگر یہ انعام نہ ہوتے تو جیسے اور بھنگی ہمارے شہر کے ہیں۔ میں بھی ہوسکتا تھا۔ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں کہ عدل کرو۔ روپیہ جس آنکھ سے لائے ہو۔ اسی سے ادا کرو۔ مزدور کو مزدوری پسینہ سوکھنے سے پہلے دو۔ خدا کے ساتھ معاملہ صاف رکھو۔ پھر اس سے بڑھ کر حکم دیتا ہے کہ عدل سے بڑھ کر احسان کرو پھر فرماتا ہے احسان میں تو پھر احسان کا خیال آجاتا ہے۔ تم دوسروں سے ایسا سلوک کرو جیسے اپنے بچوں کے ساتھ بدوں خیال کسی بدلے کے کرتے ہیں۔...... دعا کے سوا مجھے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ جو بدیوں سے بچائے۔ کامیابی دکھائے۔ ابھی ایک لڑکا تھا۔ اس کو ابھی ہوش بھی نہ تھا کہ میرے پاس لایا گیا۔ بڑے بڑے

رنگوں میں میں نے اس کے ساتھ سلوک کیا۔ مجھے بڑے بڑے خیال تھے۔ خدا اسے یہاں پہنچا دے۔ مگر آخر اسے عیسائیوں کا گھر پسند آیا۔ دل جو ہوتے ہیں ان کا نام قلب اسی لئے رکھا ہے کہ بدلتے رہتے ہیں۔ اس واسطے میری عرض ہے کہ تم دعاؤں میں لگے رہو۔ تمہارے بھلے کے لئے کہتا ہوں۔ ورنہ میں تو تمہارے سلاموں، تمہارے مجلس میں تعظیم کے لئے اُٹھنے کی خواہش نہیں رکھتا۔ اور نہ یہ خواہش کہ مجھے کچھ دو۔ اگر میں تم سے اس بات کا امیدوار ہوں تو میرے جیسا کافر کوئی نہیں۔ اس بڑھاپے تک جس نے دیا۔ اور امید سے زیادہ دیا۔ وہ کیا اب چند روز کے لئے مجھے تمہارا محتاج کرے گا؟

سنو! بچے کی شادی تھی۔ میری بیوی نے کہا۔ کچھ جمع ہے تو خیر۔ ورنہ نام نہ لو۔ میں نے کہا۔ خدا کے گھر میں سبھی کچھ ہے۔ آخر بہت جھگڑنے کے بعد اس نے کہا اچھا پھر میں سامان بناتی ہوں۔ میں نے کہا میں تمہیں بھی خدا نہیں بناتا۔ میرے مولیٰ کی قدرت دیکھو کہ شام تک جس قدر سامان کی ضرورت تھی مہیا ہو گیا۔ یہ میں نے کیوں سنایا۔ تا تمہیں حرص پیدا ہو اور تم بھی اپنے مولیٰ پر بھروسہ کرو۔ پھر میری بیوی نے کہا۔ عبدالحی کا مکان الگ بنانا ہے تو اس کے لئے بھی خدا نے ہی سامان کر دیا۔ ان فضلوں کے لئے عدل کا اقتضاء ہے کہ میں سارا خدا کا ہی ہو جاؤں۔ قویٰ بھی اسی کے، عزت و آبرو بھی اسی کی، میری پہلی شادی جہاں ہوئی۔ وہ مُفتی ہمارے شہر کے معظم و مکرم تھے۔ ایک دن میری بیوی کو کسی نے کہا ''چوبارے دی اِٹ وہنی وِچہ جالگئیں'' مگر کہنے والے نے جھوٹ کہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بڑے فضل کئے۔ پھر ہمیں ایسے موقع پر ناطہ دیا کہ تم تعجب کرو۔ جموں کا رئیس بیمار تھا۔ اس نے بہت دوائیں کیں کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو فقراء کی طرف متوجہ ہوا۔ جب ہندو فقراء سے فائدہ نہ ہوا تو مسلمان فقراء کی طرف توجہ کی۔ اور ان سب فقراء کو بڑا روپیہ دیا۔ ایک میرا دوست جو اس روپے کے خرچ کا آفیسر تھا۔ اس نے ذکر کیا کہ تین لاکھ تو خرچ ہو چکا ہے۔ اب ایک اور فقیر سنا ہے جسے بلانے کے لئے آدمی گیا اور اس کے لئے اتنے ہزار روپے تھے۔ مگر اس کا خط آیا۔ اس میں لکھا تھا میرا کام تو دعا کرنا ہے۔ دعا جیسی لدھیانہ میں ہو سکتی ہے ویسی کشمیر میں۔ دونوں جگہ کا خدا ایک ہے وہاں آنے کی

ضرورت نہیں۔ ہاں ایک بات ہے اگر آپ کا رعایا سے اچھا سلوک نہیں تو اس کے افراد بددعائیں دے رہے ہوں گے۔ تو میں ایک دُعا کرنے والا کیا کرسکتا ہوں۔ باقی رہے روپے۔ سو جب آپ نے فقیر سمجھا ہے تو پھر غنی نہیں ہوسکتا۔ اس آفیسر نے کہا کہ میں نے نہ ایسا آدمی ہندوؤں میں دیکھا ہے نہ مسلمانوں میں۔ مَیں نے کہا سردار صاحب ایسے آدمیوں کے ساتھ رشتہ ہو تو پھر کیا بات ہے۔ سنو! عبدالحیٔ کی ماں اسی بزرگ کی بیٹی ہے۔

خدا تعالیٰ میری خواہشیں تو یوں پوری کرتا ہے۔ اب میں غیر کا محتاج بنوں تو یہ عدل نہیں۔ میں نے نیکوں سے اخلاص کے ساتھ تعلق چاہا تو خدا کو بھی پسند آیا۔ ہمارے گھر میں باغ لگا دیا۔ فرط دیئے عقل مند بھی دیئے۔ اس واسطے میں تمہیں تاکید کرتا ہوں کہ تمہارا ہتھیار دعا ہو جائے۔ دعا بڑی نعمت ہے۔ (الفضل مورخہ ۲؍جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵، ۱۶)

۹۲۔ وَ اَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور پورا کرو اللہ کا اقرار جب تم آپس میں قول وقرار کرو اور نہ توڑو قسموں کو ان کے پختہ کئے پیچھے اور تم کر چکے ہو اللہ کو اپنا ضامن۔ بے شک اللہ جانتا ہے جو کرتوت کرتے ہو یا کرو گے۔

تفسیر۔ اور پورا کرو اقرار اللہ کا جب آپس میں قرار دو اور نہ توڑو قسمیں پکی کئے پیچھے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۴۹)

وَ لَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ ۔ یہ ایک پیشگوئی فرماتا ہے کہ ایک وقت مشرکین عہد توڑیں گے۔ یہ بھی ثبوتِ نبوت ہے۔ کیونکہ آخر حدیبیہ کی صلح کو کفار نے توڑا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶)

۹۳۔ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَ لَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور نہ بنو اُس عورت کے جیسے جس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اپنا کاتا ہوا سوت یعنی مضبوط کئے

پیچھے توڑ ڈالا چورا چورا کر کے کہ کرنے لگو اپنی قسموں کو آپس کے جھگڑے کا سبب اس وجہ سے کہ ایک گروہ زیادہ اونچا ہو گیا ہے دوسرے سے۔ اس کے سوا نہیں کہ اللہ تم کو انعام دینا چاہتا ہے تمہاری کمزوری اور ان کی قوت کی وجہ سے۔ اور اللہ ضرور ضرور ظاہر کرے گا انجام کار اور قیامت کے دن (اُس چیز کا فیصلہ) جس چیز میں تم جھگڑتے تھے۔

تفسیر۔ دَخَلًاۢ۔ اس کے معنے ہیں ''دھوکہ''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک وقت مکہ میں تشریف لے گئے۔ اپنی رؤیا لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ[1] (الفتح:۲۸) کے مطابق جب آپؐ حدیبیہ میں پہنچے تو ان لوگوں نے مزاحمت کی۔ آخر صلح ہوئی اور کچھ معاہدے ہوئے جس میں سے عرب کے تمام قبیلوں کی فہرستیں بنیں۔ اور جو مسلمانوں کے طرف دار تھے وہ بھی اور جو مشرکین کے جانب دار تھے وہ بھی لکھے گئے۔ آپؐ نے حج وعمرہ کی اجازت چاہی تو انہوں نے کہا۔ اس سال نہیں۔ پھر آنا اور ہتھیار بند رہنا ہوگا۔ آپؐ نے یہ بھی تسلیم کر لیا۔ ایک خزاعۃ قوم تھی۔ جنہوں نے اپنا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جانبداروں میں لکھا دیا۔ اور وائل نے مشرکین کے طرفداروں میں۔ آخر ایک وقت وائل نے خزاعۃ پر حملہ کر دیا۔ خزاعی قوم نے فوراً ایک آدمی مدینہ طیبہ میں بھیج دیا اور خود بطور پناہ لینے کے مکہ میں آئے۔ اس امید پر کہ ہماری مدد ہوگی۔ مگر انہوں نے مدد نہ کی۔ بلکہ وائل کی جنبہ داری کی۔ پھر انہوں نے اپنا ایک آدمی اور مدینہ بھیجا۔ جو چند شعر بنا کر بھی لے گیا۔ جس نے جا کر اپنا تمام حال کہا۔ آپؐ نے اس بدعہدی پر مکہ والوں پر چڑھائی کی۔ اللہ تعالیٰ اس قصہ کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ دیکھو انہوں نے خدا کو ضامن بنایا مگر معاہدات کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور سب ساختہ پرداختہ توڑ ڈالا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۶، ۱۴۷)

وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا۔ صلح حدیبیہ کے معاہدے کو مشرکین نے اسی طرح اپنے ہاتھوں سے توڑا ہے جس طرح ایک عورت اپنا کاتا ہوا ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

---

[1] ضرور تم داخل ہو گے مسجد حرام میں۔

۹۴۔ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ راہ سے ہٹاتا ہے جسے چاہے اور ہدایت دیتا ہے جسے چاہے اور تمہارے کئے کی تم سے ضرور پُرسش ہوگی۔

تفسیر۔ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر جبر مقصود ہوتا تو سب ہی مسلمان ہو جاتے۔ مگر خدا نے جبر نہیں کیا۔ جو ضلالت کی راہوں پر چلتا ہے اسے گمراہ ٹھہراتا ہے۔ اور جو ہدایت کی راہوں پر چلتا ہے۔ اسے مہدی بناتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

۹۵۔ وَ لَا تَتَّخِذُوْٓا اَیْمَانَکُمْ دَخَلًاۢ بَیْنَکُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِھَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۚ وَ لَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اور نہ بناؤ آپس کی قسموں کو فساد کا سبب تو پھسل جائے گا قدم جمے پیچھے اور تم بُری سزا چکھو گے اس وجہ سے کہ تم نے اللہ کی راہ سے روکا اور تم کو بڑا عذاب ہوگا۔

تفسیر۔ فَتَزِلَّ قَدَمٌ ۔ یہ ایک محاورہ ہے۔

وَ لَکُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۔ سبیل اللہ کے روکنے والوں کو جتا دیا کہ ایک وقت آتا ہے کہ تمہارے بت توڑے جاویں گے اور مکہ فتح ہو جاوے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

۹۸۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَ ھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَ لَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ جس نے اچھا کام کیا وہ مرد ہو یا عورت اور وہ ہو ایماندار تو ہم اس کو ضرور اچھی طرح زندہ رکھیں گے عزت و آبرو کے ساتھ اور ان کو عنایت فرمائیں گے ان کے عمدہ کاموں کا اجر جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر۔ جو شخص نیک کام کرے مرد ہو یا عورت۔ ہم اسے پاک ستھری زندگی عطا کریں گے اور اُن کے اچھے کاموں کے بدلہ میں انہیں اجر دیں گے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶۰)

۹۹۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

ترجمہ۔ جب تم قرآن پڑھنے لگو تو اللہ کی پناہ لو شریر ہلاک کرنے والے مردود سے۔

تفسیر۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآنِ مجید کے ختم کے بعد معوذتین پڑھ لینی چاہیے اور بعض کہتے ہیں ابتدا میں پڑھنی چاہیے۔ بہر حال مقصد حاصل ہے جو یہ ہے کہ قرآن کے پڑھتے وقت اگر ہم نے کوئی غلطی کی یا بے سمجھی تو اس سے یا ایسی لغزش کے آئندہ واقعہ ہونے سے ہمیں بچالے اور کلمۃ الحکمۃ سے مستفید کرے۔ (البدر جلد ۸ نمبر ۱۴ مورخہ ۲۸ / جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۹)

۱۰۰، ۱۰۱۔ اِنَّهٗ لَیْسَ لَهٗ سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ۔ اِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَهٗ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔

ترجمہ۔ ایمانداروں پر تو کچھ شیطان کا زور چلتا ہی نہیں اور وہ تو اپنے رب پر ٹیکا لگائے ہوئے ہوتے ہیں۔ بس اس کا زور تو انہیں پر چلتا ہے جو اس کو اپنا حمایتی سمجھتے ہیں اور جو اس کو اللہ کی جگہ ٹھہراتے ہیں۔

تفسیر۔ یاد رکھو اس کو مومنوں اور اپنے رب پر توکل کرنے والوں پر کوئی قدرت نہیں۔ اس کا بس تو اُن پر چلتا ہے جو اسے دوست رکھتے اور اس کے ساجھی ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۱۶)

بِهٖ مُشْرِكُوْنَ۔ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ کی ضمیر پر بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ میرے نزدیک یہ اللہ کی طرف راجع ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ / فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

۱۰۲، ۱۰۳۔ وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ ۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب ہم بدلتے ہیں ایک نشان کی جگہ دوسرا نشان اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے کافر

کہتے ہیں اس کے سوانہیں کہ تُوتو بنالاتا ہے جھوٹ (نہیں جھوٹ نہیں) بلکہ ان میں بہت سے جانتے ہی نہیں۔ کہہ دے اس کو اتارا ہے جبرئیل نے تیرے رب کی طرف سے حق وحکمت سے بھرا ہوا تا کہ ثابت قدم رکھے ایمانداروں کو اور ہدایت ہے اور بشارت ہے فدائی فرمانبرداروں کے لئے۔

تفسیر۔ وَ اِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً۔ جب بدلا دیتے ہیں ہم کسی نشان کو بدلے کسی نشان کے۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ۔ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہیں۔ آپ تو مفتری ہیں۔ بعض لوگ ان آیات سے بعض آیات کے نسخ کو ثابت کرتے ہیں۔ ان کے لئے دو مشکلیں ہیں۔ ایک یہ کہ آیت سے مراد آیتِ قرآنیہ لیتے ہیں۔ پھر دوم اس مبدل ومنسوخ آیت کو موجود فی القرآن ہونے کا ثبوت ان کو دینا پڑتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

بَدَّلْنَآ اٰيَةً۔ ایک نشان مٹا کر دوسرا قائم کرنا چاہتے ہیں۔ بت پرستی کی بجائے توحید۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۱۰۴۔ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ منکر کہتے ہیں کہ اس کو تو ایک آدمی سکھایا کرتا ہے جس کی طرف وہ نسبت کرتے ہیں اس کی زبان تو عجمی ہے اور یہ تو صاف صاف کھلی عربی زبان ہے۔

تفسیر۔ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ۔ ایک کتاب میں نے عیسائیوں کی پڑھی ہوئی ہے۔ اور ہماری پرانی روایتوں میں بلعام، یاسر، یسار، جبیر ایسے ایسے نام لئے گئے ہیں کہ ان کے اقوال سے گویا قران کریم کا استنباط کیا ہے۔

ایسی باتوں کا جواب ایک تو یہ ہے کہ وہ تو غلام تھے اور تم آقا ہو۔ تم بھی قرآنِ مجید کی کسی خوبی کا معارضہ کر سکتے ہو اور ان غلاموں سے کیا سیکھنا تھا۔ جبکہ معترضین کے مذاہب کے اصل الاصول کفارہ وتثلیث کی تردید کی ہے۔ ایک کے بارہ میں فرمایا۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ [1]

---

[1] البتہ البتہ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔

(المآئدۃ:۴۷) اور دوسرے کی نسبت ارشاد کیا ۔ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی [۱] (بنی اسرائیل:۱۶)

پس قرآنِ شریف اگر کسی یہودی یا عیسائی کا سکھایا ہوا ہے تو وہ خاص اپنے مذہب کی اس قدر سخت تردید کیونکر گوارا کرتا ہے پھر اب تو اس زمانے سے بڑھ کر سامان موجود ہیں۔ اب ہی قرآن شریف کا مقابلہ کر دکھاؤ۔ جیسا مدلّل بیان اس قرآن مجید میں ہے وہ تورات وانجیل میں مطلق نہیں۔ پس اس کا استنباط کیسے ہوسکتا ہے۔

يُلْحِدُوْنَ ۔ عربی میں يعدلون الله ۔ يعترضون الله کے معنوں میں آتا ہے۔

لِسَانُ ۔ یہ زبان جو گوشت کی ہے۔ اس کو بھی لسان کہتے ہیں۔ لیکن جو بات اس کے ذریعے کی جاوے اسے بھی لسان ہی کہتے ہیں۔ لسان السوء تهديها الينا وجئت وما جئتك تهتديها ۔ [۲]

اس قصیدے کو کہا ہے جو شاعر کے خلاف کہا گیا۔ لسان کا لفظ مذکر بھی ہے اور مؤنث بھی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

۱۰۵۔ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ جو لوگ نہیں مانتے اللہ کی آیتوں کو اللہ ان کو ہدایت نہیں دیتا اور ان کے لئے ٹیس دینے والا عذاب ہے۔

تفسیر۔ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ ۔ ساتویں پارے کے ختم پر فرمایا وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ [۳] (الانعام:۱۱۰)۔

آہ! ضدی انسان جب کسی راست باز کی تکذیب کر بیٹھتا ہے تو پھر اسے ہٹ ہو جاتی ہے۔ اور وہ باوجود روشن نشانوں کے مانتا نہیں۔ اس پر لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ کا فتویٰ لگ جاتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

---

۱ کوئی کسی کا بوجھ تو اٹھاتا ہی نہیں۔ ۲ تو ہمیں بدکلامی کا تحفہ دے رہا ہے اور میں آیا ہوں لیکن میں تیرے پاس بدکلامی کا تحفہ لینے نہیں آیا۔ (تفسیر طبری اور مغنی اللبیب میں یہ شعر اس طرح ہے۔ لِسَانُ السُّوْءِ تُهْدِيْهَا اِلَيْنَا وَحِنْتَ وَمَا حَسِبْتُكَ أَنْ تَحِيْنَا) ۳ اور وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں سخت سخت قسمیں کہ اگر اُن کے سامنے کوئی نشان ظاہر ہوتا۔

۱۰۷۔ مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔

ترجمہ۔ جومنکر ہو اللہ کا، ایمان کے پیچھے مگر اس پر کچھ گناہ نہیں جو مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان سے تسلی یافتہ ہے لیکن ہاں وہ جو دل بھر کر کافر ہوا تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان پر بڑا عذاب ہے۔

تفسیر۔ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ۔ یہ تو ان کے لئے ہے جو بعد الایمان کفر کریں اور کفر کے لئے اپنا سینہ کھول دیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

۱۱۱۔ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَ صَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ۔ پھر بے شک تیرا ربّ ان کے لئے جنہوں نے گناہ چھوڑے وطن چھوڑا اس کے بعد کہ وہ ستائے گئے پھر نیک کوشش کی اور صبر کیا تو کچھ شک نہیں کہ تیرا رب ان حالتوں کے بعد ضرور ضرور غفور الرحیم ہے۔

تفسیر۔ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ جو اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ میں داخل ہوا۔ اس کے لئے فرمایا کہ اگر وہ ہجرت کرے اور مجاہدہ اور پھر نیکی پر جما رہے تو خدا اس غلطی کو معاف فرما دے گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷)

۱۱۲۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جس دن آئے گا ہر ایک شخص جھگڑتا ہوا اپنے نفس کی طرف سے اور پورا دے دیا جائے گا ہر ایک کو جو اس نے کیا اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا۔

تفسیر۔ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ۔ یہ دن بطور نمونۂ قیامت دنیا میں بھی آتا ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بھی آیا ہے۔ خود ہم پر بھی۔

کوئی کسی کے ساتھ محبت کرے یا بغض۔ وہ بمنزلہ بیج کے ہے جو اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ صاحبِ زراعت جس قسم کے بیج بوئے ضرور اس کے مطابق کاٹتا ہے۔ اس میں مکہ والوں کو سمجھایا کہ تم کب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اور آپؐ کے اتباع کو دکھ دو گے۔ ایک وقت اس کا خمیازہ اٹھانا پڑے گا نبیوں کی ذات بڑی رحیم ہوتی ہے مگر نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِیْمِ[1] نبی پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ بول اٹھتا ہے لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا[2] (نوح:۲۷) اور پکارتا ہے وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ[3] (یونس:۸۹) کہ میں ان کا ایمان بھی اب نہیں دیکھنا چاہتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸)

تُوَفّٰی۔ یہ اور باب ہے اور تَوَفَّيْتَنِيْ اور باب سے۔ یاد رکھو۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۱۱۳۔ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال (یعنی فتح مکہ کی پیش گوئی) کہ ایک بستی تھی امن چین کی اُن کا رزق آتا تھا اُن کے پاس بافراغت ہر ایک جگہ سے پھر اس نے ناشکری کی اللہ کے انعاموں کی (یعنی نبوت وقرآن وتوحید کی) تو اللہ نے اس کو چکھایا بھوک اور خوف کا مزہ ان کے بُرے کرتوتوں کے سبب سے۔

تفسیر ۔ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً ۔ خود مکہ ہی سمجھ لو جس میں ہر طرح امن واطمینان تھا۔ چنانچہ عورت جب اپنے خاوند سے سکھ پاتی تو کہتی زَوْجِيْ كَلَيْلِ تِهَامَةَ لَا مَخَافَةَ وَلَا سَآمَةَ

---

[1] حلیم وبردبار کے غصہ سے ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں۔ [2] نہ چھوڑ خاص زمین پر کافروں کا کوئی گھر بسنے والا۔
[3] اور سخت کردے اُن کے دل کہ وہ تجھ پر ایمان ہی نہ لائیں جب تک نہ دیکھ لیں ٹیس دینے والا عذاب۔

لَاحَرَّ وَلَاقَرَّ۔[1]

مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ۔ ادھرشام۔اُدھرافریقہ تک سے تجارت کرتے۔پھر پجاری لوگ آتے وہ روپیہ لاتے۔حکومت کا معاوضہ الگ ملتا۔

فَكَفَرَتْ۔ایک جگہ فرمایا ہے۔ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ[2] (ابراھیم:۲۹) یہ آیت اس کی تفصیل فرماتی ہے۔

لِبَاسَ الْجُوْعِ وَ الْخَوْفِ۔مشرکین نے صحابہؓ کو یہی دو دکھ دیئے تھے۔ایک تو ان کو بھوکا رکھا چنانچہ وہ غلہ خرید لیتے۔قبل اس کے کہ شعب بنی ہاشم تک پہنچے۔اس کی سزا میں ایسا شدید قحط پڑا کہ ہڈیاں اور چمڑے تک کھانے پڑے۔خوف مشرکین کی طرف سے یہاں تک پہنچایا گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی وہ شہر چھوڑنا پڑا۔جس کی عقوبت میں ان پر جنگ کی سزاوار دہوئی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

ایک قوم کو ہم نے بڑی نعمتیں دیں۔ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ (النحل:۱۱۳) اس قوم نے اللہ کی نعمتوں کی کچھ قدر نہ کی تو ہم نے ان کو بھوک کی موت مارا۔

بھوک کی موت بہت ذلت کی موت، بہت دکھ کی موت ہوتی ہے۔میں نے ان اپنی آنکھوں سے بھوک کی موت مرتے لوگ دیکھے ہیں۔دودھ ان کے منہ میں ڈالیں تو وہ بھی حلق سے نیچے نہیں اترتا۔کشمیر میں خطرناک قحط پڑا۔کافرتوسؤر بھی کھاتے ہیں۔ان کے باورچی خانہ کے اردگرد لوگ جمع ہوجاتے کہ شائد کوئی چھچھڑا مل جائے۔یہ حالت اضطراری تھی اس لئے مسلمان معذور تھے۔پندرہ بڑے بڑے غرباخانے تھے اور رئیس چار سیر گیہوں خرید کر سولہ سیر کے حساب سے دیتا مگر پھر بھی خدا ہی دے تو بندہ کھائے۔بندے کی کیا ہی طاقت ہے کہ اتنی دنیا کی رزق رسانی کر سکے۔

(الفضل جلد ۱ نمبر ۴ یکم اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

---

[1] میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح پُرسکون ہے نہ خوف، نہ تنگی، نہ گرمی کی شدت نہ سردی کی۔

[2] جنہوں نے اللہ کی نعمت کو (حق بات اور توحید کو) بدل دیا کفر سے اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔

۱۱۴۔ وَ لَقَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡہُمۡ فَکَذَّبُوۡہُ فَاَخَذَہُمُ الۡعَذَابُ وَ ہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ۔

ترجمہ۔ اور اُن کے پاس آ چکا ایک رسول انہیں میں کا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا اس لئے ان کو عذاب نے آلیا اور وہ ظالم ہی تھے۔

تفسیر۔ وَ لَقَدۡ جَآءَہُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡہُمۡ ۔ کیسا صاف نقشہ کھینچا ہے کہ خود مکہ والوں ہی کو سمجھا رہا ہے۔ مگر وہ نادان کہانی سمجھ رہے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

۱۱۵۔ فَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اشۡکُرُوۡا نِعۡمَتَ اللّٰہِ اِنۡ کُنۡتُمۡ اِیَّاہُ تَعۡبُدُوۡنَ۔

ترجمہ۔ تو کھاؤ جو تم کو اللہ نے روزی دی حلال پاکیزہ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو جب تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

تفسیر۔ فَکُلُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ۔ فرماتا ہے حرام خوریاں جن کی تفصیل آگے ہوتی ہے چھوڑ دو اور حلال کھاؤ۔ غنیمت سے بڑھ کر حلال طیب کیا ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

ایک صاحب نے دریافت کیا کہ طوطا حلال ہے یا حرام؟

فرمایا۔ قرآن میں آیا ہے۔ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَا تَصِفُ اَلۡسِنَتُکُمُ الۡکَذِبَ ہٰذَا حَلٰلٌ وَّ ہٰذَا حَرَامٌ لِّتَفۡتَرُوۡا عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ لَا یُفۡلِحُوۡنَ [1] (النحل: ۱۱۷) یہ خدا پر افترا باندھنا ہے کہ یہ حلال ہے یا حرام۔ خدا نے تو فرمایا ہے حَرَّمَ عَلَیۡکُمُ الۡمَیۡتَۃَ وَ الدَّمَ وَ لَحۡمَ الۡخِنۡزِیۡرِ وَ مَاۤ اُہِلَّ بِہٖ لِغَیۡرِ اللّٰہِ الخ [2] (البقرۃ: ۱۷۴) حدیث شریف میں رسول اللہ صلی اللہ

---

[1] اور اپنی زبان سے جھوٹ بنا کر نہ کہو کہ یہ چیز حلال ہے اور یہ چیز حرام ہے تا کہ جھوٹ باندھو اللہ پر اور جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ مظفر منصور نہیں ہوتے۔ [2] اس نے تو حرام کیا ہے تم پر خود مردہ اور خون اور سوٴر کا گوشت اور وہ چیز جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام سے پکاری جائے۔

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو جانور شکاری ہیں وہ حرام ہیں اس میں درندے، شکاری پرند وغیرہ سب داخل ہیں۔ اب اس سے زیادہ کوئی مجاز نہیں کہ کسی کو حلال اور حرام کہے۔ مگر دنیا میں چونکہ ہزارہا جانور ہیں پھر دقت یہ ہوئی کہ اب کسے کھاویں اور کسے نہ کھاویں۔ اس مشکل کو اللہ تعالیٰ نے نہایت آسانی سے حل کر دیا ہے۔ فرمایا فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ (النحل: ۱۱۵) یعنی حلال طیب کھاؤ۔ اب گویا یہ بتلا دیا کہ جو چیز طیب ہو وہ کھاؤ۔ چنانچہ ہر جگہ ہر قوم میں جو چیزیں عمدہ اور پاک ہوں اور شرفا اور مہذب لوگ کھاتے ہوں وہ کھالو۔ اس میں وہ استثناء جو پہلے بیان ہو چکے ان کا ملحوظ رکھنا نہایت ضرور ہے۔ طوطا کھالینے میں تو کوئی ہرج نہیں معلوم ہوتا مگر میں نہیں کھایا کرتا کیونکہ ہمارے ملک کے شرفا نہیں کھاتے۔ ایک دفعہ ایک صاحب میرے سامنے گوہ (ضب) پکا کر لائے کہ کھائیے۔ میں نے کہا کہ آپ بڑی خوشی سے میرے دسترخوان پر کھائیے مگر میں نہ کھاؤں گا کیونکہ شرفا اسے نہیں کھاتے۔ (البدر جلد ۱۰ نمبر ۱۹ مورخہ ۹؍مارچ ۱۹۱۱ء صفحہ ۱)

۱۱۹۔ وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور یہودیوں پر ہم نے حرام کر دیا تھا جو آگے تجھ سے بیان کر چکے ہیں (پ۸ ر۴ آیت ۲ میں[۱]) ہماری طرف سے تو کسی پر ظلم نہیں ہوا مگر وہ اپنے پر آپ ہی ظلم کرتے رہے۔

تفسیر۔ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ ۔ یہودیوں پر جو چربی اونٹ وغیرہ حرام تھا تو ان کے ہی بدعملوں کی وجہ سے اور ارضِ مقدّسہ سے جو چہل سال محروم رکھے گئے۔ تو یہ بھی عدولِ حکمی کی سزا تھی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

۱۲۱۔ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بھلائی سکھانے والا پیشوا تھا اللہ کا فرمانبردار سب طرف سے منہ پھیر کر خالص اللہ کا ہی ہو رہا تھا اور وہ تو مشرکوں میں سے تھا ہی نہیں۔

---

[۱] یعنی سورۃ الانعام آیت نمبر ۱۴۷ میں۔

تفسیر۔ انسان کی فطرت میں یہ خواہش ہے کہ وہ معزز ہو۔اس کی اولاد اچھی ہو۔اس کا ذکر خیر دنیا میں چلے۔خدا کا اس سے بہت تعلق ہو۔وہ مر کر بھی عزت پائے۔ابراہیم علیہ السلام ان تمام انعامات سے متمتع ہوئے۔

اُمَّۃً۔ایک معنے امام کے ہیں۔دوسرے معنے گروہ ہیں لَیْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ أَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ[1]۔حضرت ابراہیم علیہ السلام اس لحاظ سے ایک قوم تھے۔اب بتاتا ہے کہ اس کی اولاد میں سلطنت ہے،نبوت ہے۔تمام جہان کے لوگ اس پر سلام بھیجتے ہیں۔توریت میں ہے۔جو تجھ پر اے ابراہیم برکت بھیجے۔میں اس کا گھر برکت سے بھر دوں گا۔ابراہیم میں کیا خوبی تھی۔ان آیات میں کچھ ذکر ہے۔

حَنِيْفًا۔کے معنے ہیں مستقیم راہ پر چلنے والا۔عربی میں جس کے پاؤں ٹیڑھے ہوں اسے بطور دعا اَحْنَفُ کہتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰/فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

۱۲۲۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰهُ وَهَدٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

ترجمہ۔ اللہ کی نعمتوں کا شکر گزار تھا۔اللہ نے اس کو چن لیا تھا اور سیدھی راہ کا اس کو راستہ بتایا تھا۔

تفسیر۔ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عورتوں کو ایک دفعہ فرمایا۔تم بہت عورتیں دوزخ میں جاؤ گی۔ایک عورت نے پوچھا کیوں؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ تم اللہ کی نعمتوں کا کفر کرنے والی ہو۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ عورت معمولی بات پر ناراض ہو تو باوجود بہت سی آسائشوں کے کہہ اُٹھتی ہے میں نے اس گھر میں ایک لحظہ آرام نہیں پایا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ[2] (ابراھیم:۸) اللہ شکر سے مال کو بڑھا دیتا ہے۔مگر بہت ہیں جو اس سہل علاج کو چھوڑ کر کفر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ایک شاعر نے کہا

سر نوشت ما، بدست خود نوشت خوش نویس است و نخواہد بد نوشت[3]

---

[1] خدا پر ''فرد واحد'' میں ''جہان'' جمع کر دینا اچنبھا نہیں۔ [2] اگر تم شکر کرو گے تو میں (خود) تم کو اور زیادہ کر دوں گا۔ [3] ہماری تقدیر اس ''خدا'' نے اپنے ہاتھ سے لکھی ہے وہ اچھا لکھنے والا ہے، برا نہیں لکھے گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کے شکر کا اجر کیا کچھ دیا۔ حضرت یعقوبؑ کے بارہ لڑکے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کے بارہ لڑکے۔ پھر انہی کی اولاد میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے نبی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

۱۲۵۔ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔

ترجمہ۔ اس کے سوانہیں کہ ہم نے سکھ وآرام حاصل کرنے کا دن انہیں لوگوں کے لئے ٹھہرایا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا بے شک تیرا رب ضرور فیصلہ کرے گا ان میں انجام کار جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

تفسیر۔ جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کا دن تھا۔ غلطی سے یہود نے ہفتہ نصاریٰ نے اتوار سمجھ لیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

۱۲۶۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔

ترجمہ۔ اے پیارے محمد! (صلی اللہ علیک وسلم) لوگوں کو بلا تیرے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی خیر خواہی سے اور بحث کر ان سے اس طرح جس طرح بہتر ہو (یعنی سہولت اور نرمی کے ساتھ) بے شک تیرا رب ہی بخوبی جانتا ہے اس شخص کو جو اس کی راہ سے بھٹک گیا ہے اور راہِ راست پر چلنے والوں کو بھی وہ بخوبی جانتا ہے۔

تفسیر۔ اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے (لوگوں کو) بلا اور ان سے پسندیدہ طرز سے مباحثہ کر۔ تیرا رب انہیں بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بہک گئے اور وہ راہ پانے والوں کو بھی جانتا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۱)

عیب شماری سے کوئی نیک نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ کسی کا عیب بیان کیا اور اس نے سن لیا۔ وہ بغض و کینہ میں اور بھی بڑھ گیا۔ پس کیا فائدہ ہوا؟ بعض لوگ بہت نیک ہوتے ہیں اور نیکی کے جوش میں سخت گیر ہو جاتے ہیں۔ اور امر بالمعروف ایسی طرز میں کرتے ہیں کہ گناہ کرنے والا پہلے تو گناہ کو گناہ سمجھ کر کرتا تھا پھر جھنجلا کر کہہ دیتا ہے کہ جاؤ ہم یونہی کریں گے۔

امر بالمعروف کرتے ہوئے کسی نے ایک بادشاہ کا مقابلہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس پر ایک بزرگ نے کہا کہ امر بالمعروف کا مقابلہ گناہ تھا مگر ایک مومن کا قتل اس سے بھی بڑھ کر سخت گناہ ہے واعظ کو چاہیے کہ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَ الۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ پر عمل کرے اور ایسی طرز میں کلمۂ حکمت گوش گزار کرے کہ کسی کو برا معلوم نہ ہو۔

تم لوگ جو یہاں باہر سے آئے ہو۔ اگر کوئی نیک بات یہاں والوں میں دیکھتے ہو یا یہاں سے سنتے ہو تو اس کی باہر اشاعت کرو اور اگر کوئی بری بات دیکھی ہے تو اس کے لئے درد دِل سے دعائیں کرو کہ الٰہی اب لاکھ ہا روپے خرچ ہو کر یہ ایک قوم بن چکی ہے۔ اور یہ قوم کے امام بھی بن گئے ہیں۔ پس تو ان میں اصلاح پیدا کر دے۔ (البدر جلد ۸ نمبر ۱۴ مورخہ ۲۸؍جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۰)

۱۲۷۔ وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ لَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَہُوَ خَیۡرٌ لِّلصّٰبِرِیۡنَ۔

ترجمہ۔ اگر تم بدلہ دو تو اسی قدر بدلہ دو جتنی تم کو ایذا دی گئی ہے اور اگر تم نیکیوں پر جمے رہو اور برائیوں سے بچتے رہو تو یہ تو بہت ہی بہتر ہے صابروں کے لئے۔

تفسیر۔ یہ ایک خطرناک مرض ہے جس کو شریعت میں سوء ظن کہتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس میں مبتلا ہیں اور ہزاروں قسم کی نکتہ چینیوں سے دوسروں کو ذلیل کرنا چاہتے ہیں اور اسے حقیر بنانے کی فکر میں ہیں مگر یاد رکھو۔ وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ (الآیۃ) عقاب کے معنے جو پیچھے آتا ہے۔ انسان جو بلا وجہ دوسرے کو بدنام کرتا ہے اور سوء ظن سے کام لے کر اس کی تحقیر کرتا ہے۔ اگر وہ شخص اس بدی میں مبتلا نہیں۔ جس بدی کا سوء ظن والے نے اسے متّہم ٹھہرایا ہے۔ تو یہ یقینی بات ہے کہ سوء ظن کرنے والا ہرگز

نہیں مرے گا جب تک خود اس بدی میں گرفتار نہ ہو لے۔ پھر بتاؤ کہ سوءظن سے کوئی کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ مت سمجھو کہ نمازیں پڑھتے ہو عجیب عجیب خوابیں تم کو آتی ہیں یا تمہیں الہام ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہ سوءظن کا مرض تمہارے ساتھ ہے تو یہ آیات تم پر حُجّت ہو کر تمہارے ابتلاء کا موجب ہیں اس لئے ہر وقت ڈرتے رہو اور اپنے اندر کا محاسبہ کر کے استغفار اور حفاظتِ الٰہی طلب کرو۔

میں پھر کہتا ہوں کہ آیات اللہ جن کے باعث کسی کو رفعتِ شان کا مرتبہ عطا ہوتا ہے۔ ان پر تمہیں اطلاع نہیں۔ وہ الگ رتبہ رکھتی ہیں۔ مگر وہ چیزیں جن سے خود رائی، خود پسندی، خود غرضی، تحقیر، بدظنی اور خطرناک بدظنی پیدا ہوتی ہے۔ وہ انسان کو ہلاک کرنے والی ہیں۔ ایک ایسے انسان کا قصہ قرآن میں ہے۔ جس نے آیات اللہ دیکھے مگر اس کی نسبت ارشاد ہوتا ہے۔ وَ لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَ لٰكِنَّهٗۤ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ[1] (الاعراف:۱۷۷) اور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اِيَّاكُمْ وَ الظَّنَّ وَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔ بدگمانیوں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ ورنہ نہایت ہی خطرناک جھوٹ میں مبتلا ہو کر قرب الٰہی سے محروم ہو جاؤ گے! یاد رکھ حسنِ ظن والے کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ مگر بدظنی کرنے والا ہمیشہ خسارہ میں رہتا ہے۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲ مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰)

۱۲۸۔ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ لَا تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ پس تو صبر کر اور تیرا صبر تو اللہ ہی کے لئے ہے ان کے لئے غم نہ کھا اور نہ تنگ ہو ان تدبیروں سے جو وہ کرتے ہیں۔

تفسیر۔ ہر ایک سلیم الفطرت، دنیا کے معاملات کا واقف خوب جانتا ہے کہ بعض لوگ صبر سے کام نہیں لے سکتے اور یہ بھی کہ بعض اوقات چشم پوشی۔ صبر، درگزر، نقصانِ عظیم کا موجب ہوتی ہے۔ چور، باغی اور راستہ لوٹنے والے کو اگر سزا نہ دی جاوے اور صرف رحم ہی اس پر کیا

[1] اور اگر ہم چاہتے تو اس کو رفع دیتے اُن نشانیوں سے لیکن وہ زمینی چیزوں ہی کی طرف جھکا۔

جاوے تو کتنا نقصان ہوتا ہے۔ فطری قوٰی میں انتقامی طاقت بھی سلیم الفطرت انسان کے ساتھ لازمی ہے۔ پھر اگر قوتِ انتقام کو ہی کام میں لاوے اور مقابلہ ہی چاہے تو اسے یہی قرآن کس طرح نیک روی کی تعلیم کرتا ہے اور کسی طرح صبر اور نرمی کی ترغیب دیتا ہے۔

الٓمٓر سے عملی طور پر کفار کو ڈرایا تھا۔ سورۂ نحل میں عملی رنگ میں کفار کی شرارتوں کا ذکر کیا اب آپؐ کی ہجرت کا واقعہ آتا ہے۔ اگلی سورۃ میں تمام ترقیاتِ اسلام کا ذکر فرمائے گا۔

وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ صبر کبھی کمزوری سے ہوتا ہے۔ مگر فرماتا ہے۔ تمہارا صبر اللہ کے لئے ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۸)

۱۲۹۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ جو اس کو دینے والے صاحبِ نظر نیکو کار رہیں۔

تفسیر۔ پھر تقویٰ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے جیسے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ بے شک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ضرور ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو محسنین ہوتے ہیں۔ احسان کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ وہ خدا کو دیکھتا ہو۔ اگر یہ نہ ہو تو کم از کم یہ کہ وہ اس پر ایمان رکھتا ہو کہ اللہ اس کو دیکھتا ہے۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۷؍مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۸)

اللہ تعالیٰ سے دُوری اور بُعد ساری نامرادیوں کی جڑ اور ناکامیوں کی اصل ہے۔ مگر متقی کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ۔ تقویٰ ایسی چیز ہے جو انسان کو اپنے مولیٰ کا محبوب بناتی ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱؍اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵)

جب میں بچہ تھا میں نے اپنے شہر میں اس آیت کریمہ کا وعظ سنا تھا۔ تین چار مہینے اس کا وعظ ہوتا رہا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا متقیوں کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ کسی کے ساتھ کسی کا باپ ہے۔ کسی کے ساتھ باپ اور ماں دونوں ہیں۔ کسی کے ساتھ اس کے بھائی ہیں۔ کسی کے ساتھ اس کے

دوست۔کسی کو اپنے جتھے پر ناز ہے۔غرض معیت کے سوا انسان خوشحال نہیں ہوسکتا۔میں نے دیکھا ہے بیوی ہو تب انسان خوش ہوتا ہے۔حاکم ہو، فوج ہو، مال و اسباب ہو جب جا کر خوشی حاصل ہوتی ہے۔معیت کا انسان متوالا ہے۔میری طبیعت میں محبت کا مادہ ہے۔میں نے دیکھا ہے کہ محبت بھی معیت کو چاہتی ہے۔ بطال لوگوں میں محبت کا مادہ ہو تو وہ بھی معیت کے متوالے ہوتے ہیں۔ صوفیوں میں ان بطال لوگوں کے متعلق بحث یہی ہے۔مگر اس سے انکار نہیں کہ معیت کی تڑپ سب میں ہے۔انسان جب سرد ملکوں میں جاوے تو گرم کپڑوں کی معیت، ریل کا سفر کرے تو پیسوں کی معیت چاہیے۔

غرض انسان معیت بغیر کچھ بھی نہیں۔مگر خدا کی معیت سے بڑھ کر بھی کوئی معیت نہیں ہوسکتی کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود ہے۔سوتے ، جاگتے ۔ پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم میری معیت چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو۔تقویٰ میں تمام عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ آ جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی ’’مُّحْسِنُوْنَ‘‘ فرمایا اور احسان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ایسی عبادت کرنا کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو یا کم از کم یہ کہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۲۴، ۲۵، ۲۶ مورخہ ۷، ۱۴، ۲۱/اپریل ۱۹۱۰ء صفحہ ۲)



سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ہم سورۂ بنی اسرائیل کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

قرآن مجید جو کچھ ہم کو سناتا ہے۔ کئی حصوں پر منقسم ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نکاح، طلاق وراثت وغیرہ کے متعلق جو آیات ہیں۔ وہ ڈیڑھ سو کے قریب ہیں اور قریباً ڈیڑھ سو بحذف مکررات احادیث ہیں۔ پس یہ جو صدہا آیات باقی ہیں۔ یہ کس لئے ہیں؟

عزیزان! انسان کو بہت ضرورتیں ہیں۔ ایک خدا شناسی ایک خدا کو راضی کرنا۔ ایک مخلوق پر شفقت۔ غرض اس قسم کی کئی باتیں ہیں جن سے باقی قرآن شریف بھرا پڑا ہے افسوس تو یہ ہے کہ ڈیڑھ سو آیات کے متعلق ہی کل بحثیں رہیں اور پھر اس پر بھی اکثر مسلمانوں کا عمل نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر مسلمان بے نماز ہیں۔ کسی کا مال کھانے میں بعض کو کچھ تامّل نہیں ہوتا۔ وراثت کے متعلق تو لڑکیوں کے بارے میں عمل ہی اٹھا دیا ہے حلال کمائی کے لئے کچھ تڑپ نہیں رکھتے۔ چہ جائیکہ خدا کا عرفان اس کی رضامندی اور شفقت علیٰ خلق اللہ کی تڑپ ہو۔

یہ سورۃ یہ بتانے کے لئے ہے کہ متقی کو کیا انعامات ملتے ہیں۔ اور فاسق، شریر، عہد شکن کو کیا سزا ملتی ہے۔ مدینہ میں یہودی تھے اس لئے ان کو بیدار کیا۔

۲۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

ترجمہ۔ وہ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے پیارے محمدؐ کو راتوں رات مسجد حرام سے اس اخیر مسجد تک جس کے اطراف (میں) ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم دکھائیں اس کو اپنی قدرت کے کرشمے، کچھ شک نہیں کہ اللہ بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر۔ سُبْحٰنَ ۔ اللہ تعالیٰ سمجھا تا ہے کہ یہود کو جو بابلیوں اور رومیوں نے تباہ کر دیا۔ اس میں اللہ ظالم نہیں بلکہ اس نے جو کچھ کیا۔ اس سے اس کی تنزیہ ثابت ہوتی ہے۔ گندوں سے اس کو پیار نہیں۔

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ۔ یہاں لوگوں نے معراج کا ذکر کیا ہے۔ یہ بہت مناسب ہے کیونکہ معراج ان واقعات صحیحہ کا بیان ہے جو آپؐ کے بعد بھی آپؐ کے جانشینوں کو پیش آنے والے تھے۔ میرا ایمان ہے کہ معراج یقظہ میں ہوا۔ ایسے یقظہ میں جس کے سامنے ہماری بیداری بمنزلہ خواب کے ہے۔ ایک شخص نے میرے بدن پر ہاتھ لگا کر پوچھا کہ اس جسم کے ساتھ معراج ہوا۔ میں نے کہا۔ یہ تو نورالدین کا جسم ہے۔ پھر اپنی طرف اشارہ کر کے کہا۔ میں نے کہا کہ یہ آپ کا جسم ہے۔ مبہوت رہ گیا!

ہمارے قاضی صاحب[1] اس کے معنے کیا کرتے ہیں کہ یہ ہجرت کا بیان ہے۔

اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ۔ سے خواہ وہ مدینہ کی مسجد مراد لیں۔ مگر ہم یہ کہہ دیتے ہیں کہ اس طرف لے گیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۹)

اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ ۔ یہ اشارہ ہے ہجرت کی طرف کہ کس طرح خانہ کعبہ سے مدینہ کی مسجد میں پہنچے یا معراج کے ایک حصہ کا ذکر ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۵۔ وَ قَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَ لَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔

ترجمہ۔ اور ہم نے کھول کھول کر بیان کر دیا تھا (بذریعہ وحی کے) بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تم ضرور شرارت اور فساد کرو گے ملک میں دو مرتبہ اور ضرور بڑی زیادتی کرو گے۔

تفسیر۔ قَضَیْنَآ ۔ اَعْلَمْنَا وَ اَخْبَرْنَا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۹)

---

[1] قاضی امیر حسین صاحبؓ ۔ مرتّب

۶۔ فَاِذَا جَآءَ وَعۡدُ اُوۡلٰىہُمَا بَعَثۡنَا عَلَیۡکُمۡ عِبَادًا لَّنَاۤ اُولِیۡ بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ فَجَاسُوۡا خِلٰلَ الدِّیَارِ ؕ وَ کَانَ وَعۡدًا مَّفۡعُوۡلًا ۔

ترجمہ۔ جب آیا ان دو میں سے پہلے فساد کا وعدہ تو ہم نے بھیجے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے تو وہ پھیل گئے شہروں میں اور وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔

تفسیر۔ فَجَاسُوۡا۔ جوسؔ اور جوسانؔ کے معنے ہیں کسی ملک میں چلنا پھرنا۔ مسلمانوں پر بھی یہ بات آئی۔ اللہ نے مسلمانوں کو بڑی سلطنت عطا کی تھی۔ اور ان کو وہ ملک عطا کیا گیا۔ جو سلیمانؑ کو دیا گیا جو داؤدؑ کو دیا گیا۔ جس پر عمالیق کو فخر تھا۔ پھر جب ان کے تقویٰ میں فرق آیا تو بالکل کمی ہوگئی۔ سورۂ جمعہ میں آیا ہے۔ مَثَلُ الَّذِیۡنَ حُمِّلُوا التَّوۡرٰىۃَ ثُمَّ لَمۡ یَحۡمِلُوۡہَا کَمَثَلِ الۡحِمَارِ[۱] (الجمعہ:۶) بنی اُمیہ کے آخری بادشاہ کا نام مروان الحمار[۲] تھا۔ گویا خدا نے سمجھا دیا کہ اب تم میں بھی یہود کی طرح حمارؔ پیدا ہونے لگے۔ اب ضرور ہے کہ یہود سا سلوک تم سے بھی ہو۔ چنانچہ ان سے سلطنت چھینی گئی۔ پھر خدا نے فضل کیا اور عبدالرحمان کی معرفت سلطنت کا حصہ ملا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۹)

بنی اسرائیل جب مصر کی طرف گئے تو پہلے پہل ان کو یوسف علیہ السلام کی وجہ سے آرام ملا۔ پھر جب شرارت پر کمر باندھی تو فراعنہ کی نظر میں بہت ذلیل ہوئے مگر آخر خدا نے رحم کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ان کو نجات ملی۔ یہاں تک کہ وہ فاتح ہو گئے اور وہ اپنے تئیں نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ[۳] سمجھنے لگے۔ لیکن جب پھر ان کی حالت تبدیل ہوگئی۔ ان میں بہت ہی حرامکاری، شرک اور بدذاتیاں پھیل گئیں تو ایک زبردست قوم کو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلّط کیا...... ستّر برس وہ اس بلاء میں مبتلا رہے آخر جب بابل میں دکھوں کا زمانہ بہت ہو گیا۔ اور ان میں سے بہت سے صلحاء ہو گئے حتّٰی کہ دانیال، عزرا، حزقیل، ارمیاہ ایسے برگزیدہ بندگانِ خدا پیدا ہوئے اور انہوں نے جنابِ الٰہی

۱۔ ان لوگوں کی مثال جن پر توریت لادی گئی ہے پھر انہوں نے اس کو اٹھایا ہے (ان کی مثال) ایسی ہے جیسے ایک گدھا ہے۔ ۲۔ یہ (الحمار) اس کے اصل نام کا حصہ نہیں تھا۔ مرتّب۔ ۳۔ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔

میں ہی خشوع وخضوع سے دعائیں مانگیں تو ان کو الہام ہوا کہ وہ نسل جس نے گناہ کیا تھا وہ تو ہلاک ہو چکی۔اب ہم ان کی خبر گیری کرتے ہیں۔

اللہ کے کام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ایک تو ایسے کہ ان میں انسان کو مطلق دخل نہیں۔مثلاً اب سردی ہے اور آفتاب ہم سے دور چلا گیا ہے۔پھر گرمی ہو جائے گی اور آفتاب قریب آ جائے گا۔یہ کام اپنے ہی بندوں کی معرفت کرایا اور ان لوگوں کو سمجھایا کہ یہ بادشاہ اب ہلاک ہونے والا ہے۔ پس تم میدو فارس کے بادشاہوں سے تعلق پیدا کرو کیونکہ عنقریب یہ دکھ دینے والی قوم اور ان کی سلطنت ہلاک ہو جائے گی پس اللہ نے دو فرشتے ہاروت ماروت نازل کئے۔ ہرتؔ کہتے ہیں زمین کو مصفّٰی کرنے کو اور مرتؔ زمین کو بالکل چٹیل میدان بنا دینا۔گویا یہ امر ان فرشتوں کے فرض میں داخل تھا کہ یہ لوگ برباد ہو جائیں اور بنی اسرائیل نجات پا کے اپنے ملک میں جائیں۔

پس وہ ہاروت ماروت نبیوں کی معرفت ایسی باتیں سکھاتے تھے اور ساتھ ہی یہ ہدایت کرتے تھے کہ ان تجاویز کو یہاں تک مخفی رکھو کہ اپنی بیبیوں کو بھی نہ بتاؤ کیونکہ عورتیں کمزور مزاج کی ہوتی ہیں اور ممکن بلکہ اغلب ہے کہ وہ کسی دوسرے سے کہہ دیں۔پس اس تعلیم کو پوشیدہ رکھنے کے لحاظ سے میاں بی بی میں بھی افتراق ہو جاتا تھا۔یعنی میاں اپنی بی بی کو اس راز سے مطلع نہ کرتا تھا اور پھر یہ بات جب پختہ ہو گئی تو میدو فارس کے ذریعہ بابل تباہ ہو گیا۔اور خدا نے بنی اسرائیل کو بچا لیا۔مگر جتنا ضرر دشمنوں کو پہنچایا گیا۔چونکہ اللہ کے اذن سے تھا۔اسی واسطے وہ اس میں کامیاب ہو گئے۔

اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو مکہ والوں کو بڑا غیظ وغضب پیدا ہوا۔بس انہوں نے یہودیوں سے دوستی گانٹھی اور یہودی وہی پرانا نسخہ استعمال کرنے لگے کہ آؤ کسی بادشاہ سے مل کر اس محمدی سلطنت کا استیصال کریں۔اسی واسطے ایرانیوں سے توسل پیدا کیا۔یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ایرانیوں کے گورنر بعض عرب کے مضافات میں بھی تھے۔ انہوں نے اپنے بعض آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کرنے کے لئے بھی بھجوائے مگر کچھ کامیابی نہ ہوئی۔اس کی وجہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آگے تو تم اے یہودیو! خدا کے حکم سے ایسے منصوبوں میں

کامیاب ہوئے تھے۔اب تم چونکہ یہ نسخہ اللہ کے رسول کے مقابلہ میں استعمال کرتے ہو اس لئے ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔ چنانچہ چند آدمی شاہِ فارس کی طرف سے گرفتار کرنے آئے۔آپؐ نے ان کو فرمایا۔میں کل جواب دوں گا۔صبح آپؐ نے فرمایا کہ جس نے تمہیں میری طرف بھیجا ہے، اس کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا ہے۔وہ یہ بات سن کر بہت حیران ہوئے۔

(بات میں بات آ گئی ہے۔ ہر چند کہ وہ ایسی عظیم الشان نہیں ہے۔وہ یہ کہ جب وہ ایلچی نبی کریمؐ کے حضور آئے تو صبح صبح داڑھیاں منڈوا کر آئے۔آپؐ نے فرمایا۔ یہ تم کیا کرتے ہو۔ ہم اس امر کو کراہت کے ساتھ دیکھتے ہیں۔ جہاں اوپر کا قصہ لکھا ہے۔ وہاں یہ بات بھی ہے۔خیر۔) اور خائب وخاسر واپس پھرے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب یہ یہودی ایسی باتیں سیکھتے ہیں جو ان کو ضرر دیتی ہیں۔ان کے حق میں مفید بالکل نہیں ہیں۔ جواب یہ کرتے ہیں آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں۔ ہاروت ماروت نے جو سکھایا تھا وہ چونکہ نبیوں کے حکموں کے ماتحت تھا اس لئے کامیابی کا موجب ہوا۔لیکن اب چونکہ نبی کی نافرمانی میں وہ ہتھیار چلتا ہے۔اس کے لئے کچھ کام نہ دے گا۔کیا اچھا ہوتا کہ وہ ایسی بُری شئے کے بدلے میں اپنی جانوں کو نہ بیچتے۔ بلکہ اب تو یہ ان کے لئے بہتر ہے کہ ایمان لائیں۔متقی بن جاویں تو اللہ کے ہاں بہت اجر پائیں۔ (البدر جلد ۸ نمبر ۱۵ مورخہ ۴؍فروری ۱۹۰۹ء صفحہ ۳، ۴)

۸۔ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا۔

ترجمہ۔ اور حکم ہو گیا کہ بھلائی کرو گے تو اپنے لئے بھلائی کرو گے اور برائی کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے پھر جب دوسرا وعدہ آیا تا کہ تمہارے منہ اداس کر دیں اور گھس پڑے مسجد میں جیسے پہلے گھس پڑے تھے اور تباہ کر دیں جہاں غالب ہوں بالکل تباہ۔

تفسیر۔ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ ۔ تمہارے بڑے آدمیوں کو ذلیل کر دیا۔مسلمانوں پر بھی یہ زمانہ

آیا۔ جب چنگیز خان کے حملے ہوئے۔ خوارزم کا ایک بادشاہ تھا۔ اس کو چنگیز خان نے لکھا آپ کے رسول نے فرمایا ہے اُتْرُکُوا التُّرْکَ مَاتَرَکُوْہُ۔[1] پس ہم مغلوں سے آپ نہ لڑیں۔ یہ آپ کے ہادی کا فرمان ہے۔ پھر اس نے لکھا۔ قرآن کریم میں ہے۔ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ[2] (البقرہ:۱۹۴) لڑائی سے باز رہو۔ پھر ایک جگہ لکھتا ہے کہ کفار مستامن کے کیا کیا تمہارے نبی نے حقوق رکھے ہیں۔ مگر تمہارے ملک میں ہمارے تاجر لوٹے گئے۔ افسوس کہ خوارزم کے بادشاہ نے یہ نصیحت کی باتیں نہ سنیں۔ آخر ہلاکو ہلاکت کی تلوار بن کر آیا اور چنگیز خانیوں نے ۱۸ لاکھ کے قریب قریب آدمی قتل کر دیئے اور سب کتب خانے غرق کر دیئے۔ ہزار آدمی کو جو مدعیانِ سلطنت خیال کئے جا سکتے تھے زندہ دیوار میں چنوا دیا اور ہزاروں عورتوں کو زنا کا حمل کروا دیا۔ ایسی تباہی کروائی جس کی کوئی حد نہیں۔ سعدیؒ نے اس تباہی کا کچھ کچھ نقشہ پیش کیا ہے۔ پھر بھی اللہ نے رحم کیا۔ ہلاکو کا پوتا مسلمان ہو گیا۔ اور مسلمان کچھ بچ گئے اور ان کا نام رہ گیا۔ تم خدا سے ڈرو اور شرارتیں مت کرو۔ دس سلطنتیں میرے سامنے ہلاک ہوئی ہیں۔ ۱۔ دہلی کی سلطنت ۲۔ لکھنؤ کی سلطنت ۳۔ کاشغر ۴۔ سمرقند ۵۔ بخارا کی سلطنت ۶۔ زنجبار ۷۔ مسقط ۸۔ مراکش ۹۔ الجزائر ۱۰۔ مصر۔ یہ سب میری آنکھ کے سامنے برباد ہوئیں۔ یہ سب بدعملیوں کی سزا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۹)

وُجُوْھَکُمْ ۔تمہارے بڑے آدمیوں کو۔ بنی اسرائیل کو بتایا کہ مشرق سے کچھ لوگ آئیں گے اور پھر مغرب سے اور دوبارہ تمہیں ذلیل کر دیں گے۔ سنبھلو۔ یہ دراصل مسلمانوں کو سنایا تھا۔ عباسیوں کی زبردست سلطنت تھی۔ چین تک اثر۔ جب فسق و فجور بڑھ گیا۔ ہلاکو خان نے اٹھارہ لاکھ آدمی قتل کیا۔ سلطنت گئی۔ مسلمان نہ سمجھے۔ ہسپانیہ میں سلطنت تھی۔ حملہ آوروں نے اس ملک میں اسلام کا نام و نشان تک نہ رہنے دیا۔ ۳۰ جہاز منتخب کتابوں کے غرق کرا دیئے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۱۱۔ وَّ اَنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ اَعۡتَدۡنَا لَہُمۡ عَذَابًا اَلِیۡمًا۔

---

[1] تم ترکوں کو چھوڑے رکھو جب تک وہ تمہیں چھوڑے رکھیں۔ [2] تا کہ باقی نہ رہے فتنہ۔

ترجمہ۔ (اور سزا سناتا ہے) ان لوگوں کے لئے جو ایمان نہیں لاتے آخرت کا ہم نے تیار کر رکھا ہے ان کے لئے ٹیس دینے والا عذاب۔

تفسیر۔ بِالْاٰخِرَةِ۔ وہ باتیں جو اخیر میں ظاہر ہونے والی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۹)

۱۲۔ وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا۔

ترجمہ۔ اور آدمی بُری دعا مانگنے لگتا ہے جس طرح وہ بھلی دعا مانگتا ہے۔ اور انسان ہے بڑا جلد باز۔

تفسیر۔ وَ یَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا وجود جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں۔ سارے جہان کے لئے رحمت تھا۔ اس سورۂ کریم میں اللہ نے یہود کو سمجھایا ہے کہ دو وقت تم پر خطرناک آ چکے ہیں۔ ایک جب داؤد کی لعنت تم پر پڑی۔ اور بابلیوں کے قبضے میں تم گرفتار ہوئے پھر حضرت عیسیٰؑ کی لعنت تم پر پڑی۔ ان کے بڑے عظیم الشان مقابلہ کا بدانجام طیطسؔ کے زمانے میں ایسا خطرناک ہوا کہ تمہاری عظمتیں خاک میں ملا دی گئیں۔ میں نے تمہیں بتلایا ہے کہ لَقَدْ كَانَ فِیْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ؕ مَا كَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی[1] (یوسف: ۱۱۲)۔

ایک مسلمان کی چپّہ بھر زمین جائے تو اس کے لئے کیسا مضطرب ہوتا ہے۔ پھر تم یاد کرو کہ مسلمانوں کا کتنا ملک تھا۔ مگر بدعملیوں کی وجہ سے دو بار ان پر بھی ایسا ہی وقت آیا۔ فرماتا ہے کہ انسان بدی کو بھی پکارتا ہے۔ یعنی اپنی بدعملی کی وجہ سے گویا اپنے لئے دکھ مانگتا ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ اپنے یا اپنے اقرباء کے حق میں بددعا کر لیتا ہے۔ جیسے ہمارے ملک میں مائیں اپنی اولاد کو گالیاں بددعا کے رنگ میں دیتی رہتی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

۱۳۔ وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ

[1] بے شک ان کے حالوں میں عبرت اور تنبیہ ہے عقل والوں کے لئے۔ یہ قرآن کچھ بنائی ہوئی بات تو ہے ہی نہیں۔

مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے بنائے رات اور دن دونشانیئیں پھر ہم نے رات کی نشانی مٹادی اور دن کی نشانی کھلی ہوئی روشن رکھی تا کہ تم ضرور تلاش کرو فضل اور مال تمہارے رب کا یعنی (مال کماؤ) اور یہ بھی نتیجہ ہے کہ برسوں کی گنتی جانو اور حساب، اور ہر ایک چیز ہم نے بڑی تفصیل سے بیان کی ہے۔

تفسیر۔ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۔عرب غموں اور دکھوں کو رات سے تعبیر کرتے۔ سمجھا تا ہے کہ وہ دکھ درد کی رات دور بھی کر دیتا ہے۔ جلد بازی سے گھبرا کر بد دعائیں نہیں مانگ لینی چاہئیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۔ ایک زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت چشم پوشی فرماتا ہے۔ وہ رات کہلاتا ہے۔ مگر جب مامور آتا ہے تو پھر مجرم گرفتار ہوتے ہیں۔ یہ زمانہ مسیح کا بھی ایسا ہی ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۱۴۔ وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے ہر ایک آدمی کے نتیجہ بدی کا حصہ اس کی گردن میں باندھ دیا ہے اور اس کے لئے ظاہر کریں گے ہم انجام کار ایک لکھی ہوئی کتاب جس کو وہ کھلا ہوا دیکھ لے گا۔

تفسیر۔ طٰٓىِٕرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۔ جیسے جیسے اعمال کرتا ہے۔ ان کے اثر اور نتائج اسی عمل کرنے والے کے گلے میں بندھے ہیں۔ اِنَّمَا اَعْمَالُكُمْ اَحْصٰى عَلَيْكُمْ ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۱۶۔ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔

ترجمہ۔ جو ہدایت پا گیا تو اس نے اپنے ہی نفس کے لئے ہدایت پائی اور جو بہک گیا تو اس کا بہکنا اسی کو ضرر دے گا اور کوئی کسی کا بوجھ تو اٹھاتا ہی نہیں اور ہم بھی عذاب نہیں کرتے کسی پر جب تک کہ کوئی رسول ہم نہ بھیج دیں۔

تفسیر۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ مسند احمد حنبل میں کچھ ایسی حدیثیں ہیں جن سے عوام ناواقف ہیں۔ فرمایا جو لوگ بہرے ہیں یا جنہوں نے انبیاء و رسل کا زمانہ نہیں پایا۔ یا وہ بچے تھے یا بہت بوڑھے تھے۔ یہ جناب الٰہی میں اپنے اپنے عذر پیش کریں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہ تھی۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ رسول بھیج دے گا۔ بغیر رسول کے عذاب نہیں دیا جاتا۔ ابنِ جریر میں بھی ایسی حدیثیں ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۱۷۔ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا۔

ترجمہ۔ اور جب ہم چاہتے ہیں کہ کسی بستی کو ہلاک کر دیں تو اس بستی کے مال دار لوگوں کی طرف ہم حکم بھیجتے ہیں تو وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں پھر ان پر الزام ثابت ہو جاتا ہے تو ہم ہلاک کر دیتے ہیں ان کو بخوبی۔

تفسیر۔ فَسَقُوْا فِيْهَا۔ وہ جن کو حکم دیا جاتا ہے ہمارے حکموں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ۔ بدیاں کرتے کرتے وہ حالت پہنچ جاتی ہے۔ جس پر فردِ جرم لگ جائے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۱۸۔ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا۔

ترجمہ۔ اور ہم نے کتنی امتوں کو تباہ کر دیا نوح کے بعد اور تیرا رب کافی ہے اپنے بندوں کے گناہ جاننے پر بڑا خبردار بڑا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر۔ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ۔ نحو کا نکتہ آپ کو سنائے دیتا ہوں۔ كَفٰى بِرَبِّكَ کے معنے کہتے ہیں۔ كَفٰى رَبُّكَ ہیں۔پس كَفٰى بِرَبِّكَ کیوں ہوا؟ یہ بؔ کیوں بڑھی؟

نحویوں نے لکھا ہے کہ جب مدح یا ذم کا کوئی مقام ہوتا ہے تو پھر ایک جملہ کے دو جملے بنا لیتے ہیں۔اِكْتَفِ بِرَبِّكَ تو کفایت کر اپنے رب سے۔ كَفٰى بِرَبِّكَ ۔ قَامَ بِاَخِيْكَ مدح کے مقام میں بولیں گے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۲۱۔ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا۔

ترجمہ۔ ہر ایک کو ہم مدد پہنچاتے ہیں یہ ہوں یا وہ تیرے ربّ کی بخشش سے (یعنی اپنی ذاتی کریمی سے) اور تیرے رب کی بخشش تو کچھ محدود اور کوتاہ نہیں۔

تفسیر۔ مَحْظُوْرًا۔ ممنوع۔روکی گئ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۲۳۔ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا۔

ترجمہ۔ اللہ کے ساتھ کوئی اور اللہ نہ ٹھہرا لینا نہیں تو تُو بیٹھ جائے گا مذمت کیا گیا لاچار بن کر۔

تفسیر۔ او مخاطب! کبھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو معبود نہ بنانا کہ خدا کی بھی عبادت و فرماں برداری کی اور اس کی بھی۔اگر شرک کا مرتکب ہوا تو دنیا میں بُرا اور ذلیل ہوگا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۸)

لَا تَجْعَلْ ۔آخرت کے درجات اور فضیلتیں موقوف ہیں اس پر کہ تو خدا کے ساتھ شریک نہ ملائے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۲۴۔ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا۔

ترجمہ۔ اور قطعی حکم دے دیا تیرے رب نے کہ کسی کو نہ پوجو مگر اللہ ہی کو اور ماں باپ کے

ساتھ نیک سلوک کرو۔ اور اگر پہنچ جائیں بڑھاپے کو تیرے سامنے دونوں میں سے کوئی یا دونوں تو اُن کو ہوں بھی نہ کہنا اور نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم و آداب کی بات کرنا۔

تفسیر۔ او مخاطب! تیرے مربی اور محسن پالنے والے والی کا حکم تو یہ ہے۔ کہ اس کے سوا کسی کی پرستش اور فرماں برداری نہ کی جاوے اور ماں باپ سے پورا نیک سلوک ہو۔ اگر او مخاطب! تیرے جیتے ہوئے والدین بوڑھے ہو جاویں۔ ایک یا دونوں۔ تو خبردار کبھی ان سے کسی قسم کی کراہت نہ کر بیٹھیو اور نہ کبھی ان کو جھڑکیو اور ان سے پیاری میٹھی نرم ادب کی باتیں کیا کرنا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۹)

وَ قَضٰی رَبُّكَ۔ اس کے معنے ہیں کہ حکم شرعی کیا ہے تیرے رب نے۔

اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ۔ یہی ایک مسئلہ ہے۔ جس کے لئے انبیاء دنیا میں آئے۔

میں جب اذان سنتا ہوں تو مجھے یقین پڑتا ہے کہ اسلام کی یہی جامع تعلیم ہے۔ مگر افسوس کہ جس چیز کا رواج پڑ جاتا ہے۔ اس کی قدر بہت کم رہ جاتی ہے۔ اسی طرح لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اور کلمہ شہادت ان کے معانی پر غور و تدبر کرنا ضروری ہے۔ مگر مسلمان بہت کم توجہ رکھتے ہیں۔ صوفیاء کرام نے اس کلمہ پر بہت زور دیا ہے اور اس کی تعلیم تفہیم میں بہت کوشش کی ہے اس پر کتابیں بھی لکھی ہیں۔

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ ماں باپ ایک تربیت کے متعلق ہی جس قدر تکلیف اٹھاتے ہیں اگر اس پر غور کی جائے تو بچے ان کے پیر دھو دھو کر پئیں۔

میں نے چودہ بچوں کا بلا واسطہ باپ بن کر دیکھا ہے کہ بچوں کی ذرا سی تکلیف سے والدین کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ ان کے احسانات کے شکریے میں ان کے حق میں دعا کرو۔ میں اپنے والدین کے لئے دعا کرنے سے کبھی نہیں تھکا۔ کوئی ایسا جنازہ نہیں پڑھا ہوگا جس میں ان کے لئے دعا نہ کی ہو۔ جس قدر بچہ نیک بنے ماں باپ کو راحت پہنچتی ہے اور وہ اسی دنیا میں بہشتی زندگی بسر کرتے ہیں۔

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ۔ اس قدر ان کی مدارات رکھو کہ اف کا لفظ بھی منہ سے نہ نکلے چہ جائیکہ

کہ ان کو جھڑ کو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

قرآن کریم فرماتا ہے کہ ماں باپ مشرک بھی ہوں تب بھی انکی رعایت واطاعت ملحوظ رکھو۔ اور کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ثبوت دیا ہے۔ (بدر کلام امیر مورخہ ۱۰ر اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۸)

۲۵۔ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا۔

ترجمہ۔ اور جھکا دے ان کے آگے عاجزی کا باز و نیاز مندی سے اور ان کے لئے دعا کرنا کہ اے میرے رب ان دونوں پر رحم فرما جیسا انہوں نے مجھ چھوٹے سے کو پالا ہے۔

تفسیر۔ ان کی پرورش دنیاداروں کے لحاظوں سے نہیں بلکہ صرف دلی محبت و پیار سے اس طرح کرنا جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پروں میں پرورش کے لئے لیتے ہیں۔ اور خدا سے یوں دعائیں مانگنا۔ اے میرے رب! ان سے اس طرح رحم کے سلوک کر۔ جس طرح انہوں نے میرے لڑکپن میں پرورش فرمائی۔ غرض جیسے والدین تیرے لڑکپن میں تیرے ہمدرد تھے ایسا ہی تو ان کے لئے ہو۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۹)

۲۶۔ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا۔

ترجمہ۔ تمہارا رب بخوبی جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے۔ اگر تم سعادت مند ہو گے تو اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں کا ضرور عیب ڈھانپنے والا ہے۔

تفسیر۔ سنو! مخاطبو! تمہارا پرورش کرنے والا تمہارے دلوں کے بھید جانتا ہے۔ پس وہاں ریا اور دکھلاوا کام نہیں آتا۔ اگر سچ مچ کے نیک ہو تو وہ خدا ہمیشہ ہی اپنی طرف رجوع لانے والوں کو بخشنے والا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۹)

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۔ بعض والدین باوجود خدمت کے پھر بھی اولاد کی شکایت کرتے ہیں یا ان کو بے وجہ تنگ کرتے رہتے ہیں۔ فرمایا۔ خدا تمہاری نیتوں سے خوب واقف

ہے۔ دوسرے موقع پر فرما دیا۔ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا [1] (لقمان:۱۶) گویا اطاعتِ والدین کی حد بتادی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۲۷۔ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا۔

ترجمہ۔ اور ہر ایک قرابت دار کو اس کا حق دینا اور بے سامان اور مسافر کو مگر فضول خرچیوں میں نہ اڑانا۔

تفسیر۔ او مخاطب! ہر ایک رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو جو کچھ اس کا حق ہے دے دے۔ اور اپنی نفسانی خواہشوں پر، فخر پر اور بڑائی کے لئے اور بے ایمانی کے کاموں میں اموال کو ضائع مت کر۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۹)

وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ۔ اپنے اقرباء سے شکایتیں بوجہ زیادہ معاملہ پڑنے کے پیدا ہو جاتی ہیں ان کو خلوص سے دینا مشکل ہو جاتا ہے اس لئے اس کی تاکید فرمائی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۲۸۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔

ترجمہ۔ بے شک فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناقدرا ہے۔

تفسیر۔ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ۔ انسان خیال کرے کہ ایک کھانا جو وہ کھاتا ہے اس کے اجزاء کہاں کہاں سے آئے اور کس مشکل اور کن مختلف تبدیلیوں کے بعد ان کا ایک لقمہ اس کے منہ تک پہنچا۔ یہ سب سامان وَ اٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (ابراھیم:۳۵) کے ماتحت حضرت حق سبحانہٗ نے پہلے سے عطا فرمائے مگر لوگوں نے اس میں تبذیر کی تو اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ نے دینے میں کسی سے بخل نہیں کیا۔ بلکہ اس کے غلط استعمال نے تنگی پیدا کر دی۔

---

[1] اور اگر تجھ کو محنت میں ڈالیں تیرے ماں باپ اس بات میں کہ میرا شریک ٹھہرائے ایسی چیز کو جس کا تجھے علم نہیں تو تُو ان کا کہنا نہ ماننا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[1] (الرعد:۱۲) سے مراد نعمت ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

ناجائز طور پر مالوں کو ضائع کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں اور شیطان تو ایسا ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا اور جس نے اس کو پرورش کیا اس کا بھی منکر ہو گیا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۹، ۲۲۰)

دنیا کے ہر کاروبار میں اس قسم کے امتحان اور مشکلات پیش آتے ہیں۔ایک طرف بیوی بچوں کے لئے خرچ کی ضرورت ہے۔ادھر قرآن کریم میں پڑھتا ہے۔لَا تُسْرِفُوْا ۔[2] (الانعام:۱۴۲ الاعراف:۳۲) اور اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ اور ایک طرف دین، مال وعزت اور جان خرچ کرانی چاہتا ہے۔اس وقت اپنے اندرونہ کا معائنہ کرے اور اپنے فعل سے دکھائے کہ کیا دین کو مقدم کرتا ہے یا دنیا کو۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

۲۹۔ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا۔

ترجمہ ۔ اگر منہ پھیرے سائلوں اور حاجت مندوں سے اپنے رب کی مہربانی کی امید میں جس کا تجھے انتظار ہے تو ان سے کہہ دے نرمی کی بات۔

تفسیر ۔ فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا۔ اگر پاس کچھ نہیں تو سائل کو کوئی عمدہ بات ہی کہہ دے۔ہمارے ایک شیخ تھے حسین نام مکہ میں وہ سائل کے چہرے کو دیکھ دیکھ کر اس کے مناسب حال خدا کے مربی نام کا ورد بتا دیتے تھے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

۳۰، ۳۱۔ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا۔ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا۔

ترجمہ ۔ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھنا اور نہ بالکل کھول دینا تو پھر بیٹھ رہے گا ملامت کیا ہوا اور ہارا ہوا۔ بے شک تیرا رب کشادہ دست کرتا ہے جسے چاہے اور تنگ دست کرتا ہے جسے

---

[1] اللہ تو نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت جب تک وہی قوم نہ بدل لے اپنی حالت آپ۔ [2] اور بے جا نہ خرچو۔

چاہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال کا بڑا خبر دار بڑا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر۔ اگر ان لوگوں کے دینے کو جنہیں دینا ہے تیرے پاس کچھ نہ ہو اور تو اس امید پر کہ عنقریب تجھے تیرا محسن رب کچھ دے گا۔ تو سرِ دست ان کو ایسا جواب دے۔ جس سے ان کو آرام ہو اور ان کی امید بڑھے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۰)

نہ ایسا بخیل کنجوس بن کہ گویا تیرے ہاتھ تیری گردن سے بندھے ہیں۔ اور نہ اتنا فضول خرچ بن کہ کچھ بھی تیرے پاس نہ رہے اگر ایسا ہوا تو تجھے ملامت لگے گی اور تھکا ماندہ رہ جاوے گا۔ (بعض انسانوں کی حالت ایسی حالت ہوتی ہے کہ محتاج کو دیکھ کر گھبرا جاتے ہیں اور فضول کر بیٹھتے ہیں ایسوں کو مخاطب کر کے فرمایا) تیرے رب کی طرف سے ہے کہ کسی کو دولتمند کرتا ہے اور کسی کو مفلس تو کیوں گھبراتا ہے وہ حکیم اپنے بندوں سے واقف اور ان کے حالات پر آگاہ ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۰)

۳۲۔ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا۔

ترجمہ۔ اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے ہمیں روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بھی بے شک ان کا مار ڈالنا بڑی خطا ہے۔

تفسیر۔ اولوگو! اپنی اولاد کو اس لئے تو قتل نہ کیا کرو کہ ہم ان کو کہاں سے کھلاویں گے۔ تم اور وہ ہمارا ہی رزق کھاتے ہیں اور بات تو یہ ہے کہ اولاد کا قتل کسی سبب سے کیوں نہ ہو بڑی بھاری غلطی اور بدی ہے۔ (تصدیق براہینِ احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۰)

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ۔ انسان میں ایک غضب کی طاقت ہے۔ وہ جب حد سے بڑھتی ہے تو کئی کئی رنگوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ غضب والا انسان گالی دیتا ہے۔ اپنی اولاد کو قتل کر دیتا ہے۔ اس قتل کے بڑے اسباب میں سے مردوں کی بدچلنی بھی ہے۔ پھر مفلسی کا ڈر۔ جیسا کہ آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ بہت اولاد نہیں چاہیے یہ موجب ہے ملک کے افلاس کا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰)

اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو ڈر سے مفلسی کے۔ ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بیشک ان کا مارنا بڑی چوک ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل۔ صفحہ ۴۱)

میں بڑا مشرک ہوں اگر اپنی اولاد کی نسبت میں یہ خیال کروں کہ ان کا گزارہ میرے مال پر موقوف ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا ہے وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ۔ جب رزق دینے کا خدا وعدہ کرتا ہے تو مجھے کیا فکر ہے۔ پس اگر مجھے فکر ہے تو یہ کہ قبر اور قیامت میں میرے ساتھ جانے والا کوئی نہیں۔ پس میں تم کو وعظ کرتا ہوں تو کیا اپنا تئیں بھلا دوں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ (البدر جلد ۸ نمبر ۵۲ مورخہ ۲۱ ر اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۰)

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ۔ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۔ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۔ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۔ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۔ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ۔ ذٰلِكَ مِمَّاۤ اَوْحٰۤى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ؕ وَ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۔[1] (بنی اسرائیل ۳۲ تا ۴۰)

پھر فرمایا:

حق اللہ تعالیٰ کا، حق ماں باپ کا، حق ذوی القربیٰ کا، حق مسکینوں کا، حق مسافروں کا، حق کل مخلوق کا، جناب الٰہی بیان فرماتے ہوئے ارشاد کرتے ہیں کہ وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ اولاد کو قتل مت

---

[1] اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو تنگ دستی کے خوف سے ہمیں روزی دیتے ہیں اُن کو اور تم کو بھی بے شک ان کا مار ڈالنا بڑی خطا ہے۔ اور زنا کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ کھلی کھلی بے حیائی اور بری راہ ہے۔ اور نہ قتل کرو جان کو جو حرام کر دی

کرو۔قتل میں نے بہت طرح سے دیکھا ہے۔بعض عورتیں اس قسم کی دوا کھاتی ہیں کہ آئندہ اولاد نہ ہو۔بعض حمل کچے گروا دیتی ہیں۔ پھر میں نے دیکھا ہے کہ آپ بھی ساتھ ہی مر جاتی ہیں۔بعض ایسے ہیں کہ لڑکی پیدا ہو تو اسے مار دیتے ہیں۔بعض ان کا علاج نہیں کرتے۔بعض اولاد کی تربیت خوب نہیں کرتے بعض اپنی اولاد کے لئے پاک صحبت کا انتظام نہیں کرتے۔ یہ نہیں سوچتے کہ ان کے لئے کونسا علم نافع ہوگا اور ان کی اولاد کا میلان طبع کس طرف ہے؟ ہزاروں لاکھوں کتابیں بنی ہوئی ہیں۔ ہر ملک کے لوگ اپنے خیال کے مطابق پڑھائے چلے جاتے ہیں۔نہ پڑھنے والے کی دلچسپی کا خیال کرتے ، نہ لغو، ناقص اور اہم ومفید میں کوئی فرق کرتے ہیں۔میری سمجھ میں یہ سب قتل اولاد کی قسم میں سے ہے۔

پھر ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ بدکاریوں کے نزدیک بھی نہ جاؤ۔نزدیکی کبھی آنکھ سے ہوتی ہے،کبھی کان سے،کبھی زبان سے،کبھی ہاتھ سے،کبھی روپے سے۔غرض ابتدا انہی باتوں سے ہوتی ہے۔تم ان سے بچو۔گندی صحبتوں سے نفرت رکھو۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زنا کے قریب بھی نہ پھٹکو۔ یہ بڑی بے حیائی اور بدچلنی کا کام ہے۔ناحق کسی کو قتل نہ کرو۔مظلوم کو خدا تعالیٰ ضرور مدد دیتا ہے۔ وہ بدلہ لینے میں خطا نہ کرے۔یتیموں کے مال کے نزدیک بھی نہ جاؤ سوا اس طریق کے جو ان کے حق میں بہتر ہو۔اپنے عہدوں میں وفاداری کرو۔(ہم سے بھی تم نے عہد کئے ہیں)۔ماپنے اور

بقیہ حاشیہ۔ اللہ نے مگر سچ کے ساتھ (یعنی قصاص میں) اور جو شخص ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اس کے وارث کو غلبہ دیا ہے تو زیادتی نہ کرے قتل میں بے شک اس کو مدد دی گئی ہے۔ اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی جوانی کو اور اقرار پورا کرو بے شک اقرار کی پرسش ہوگی۔ اور بھر کر دیا کرو جب ماپا کرو اور صحیح ترازو سے تولا کرو یہ بات بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔اور نہ کہا کرو وہ بات جس کا علم تم کو نہیں بے شک کان اور آنکھ اور مرکزِ قویٰ یعنی دل ان سب سے پوچھ پاچھ ہونے والی ہے۔اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو ہرگز نہ پھاڑ سکو گے زمین کو اور نہ اکڑ اکڑ کر پہاڑوں تک لمبے ہو سکو گے۔سب خصلتیں بری ہیں اور تیرے ربّ کے نزدیک ناپسند ہیں۔ یہ ان باتوں میں سے ہیں جو وحی کی تیرے ربّ نے تیری طرف حکمت اور مصلحت سے اور نہ ٹھہرا لینا اللہ کے ساتھ دوسرا اللہ تو (اے نافرمان) ڈال دیا جائے گا جہنم میں ملامت کیا ہوا دھکیلا ہوا۔

تو لنے میں سیدھا معاملہ کرو۔ انجام بخیر ہوگا۔

جس چیز کا علم نہ ہو اسے منہ سے مت بولو۔ اس کے درپے نہ ہو۔ کانوں اور آنکھوں اور قویٰ کے مرکزوں سے یہ باتیں اٹھتی ہیں۔ ان سب سے باز پرس ہوگی۔ اکڑ بازی سے ملک میں مت چلو۔ تم نہ زمین پھاڑ سکتے ہو، نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو۔ خدا کو یہ باتیں ناپسند ہیں۔ ان کو چھوڑ دو۔ اللہ نے اس کتاب میں بڑی حکمت کی اور پکی باتیں بتائی ہیں۔ ان پر عمل کرو۔ اللہ کے سوا کسی کو معبود نہ بناؤ۔ مشرکوں کی سزا جہنم ہے۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۱ مورخہ ۱۸؍جون ۱۹۱۳ء صفحہ ۱)

۳۳۔ وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۔

ترجمہ۔ اور زنا کے پاس نہ جاؤ بے شک وہ کھلی کھلی بے حیائی اور بری راہ ہے۔

تفسیر۔ بدکاری کے پاس بھی نہ جاؤ۔ زنا بڑی بے حیائی ہے اور برائی اور بری راہ ہے۔

(تصدیق براہینِ احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۸)

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى ۔ دوسری طاقت شہوت کی ہے۔ جو اوّلاً بعض اوقات کانوں کے ذریعہ سے شروع ہوتی ہے۔ پھر آنکھ کے ذریعہ۔ اسی واسطے اسلام میں غضِّ بصر کا حکم ہے۔ مولوی اسماعیل صاحب شہید علیہ الرحمۃ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ اگر حسین جمیل کے دیکھنے سے انسان آنکھیں نیچی کر لے تو اس کے دِل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)

۳۴۔ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔

ترجمہ۔ اور نہ قتل کرو جان کو جو حرام کر دی اللہ نے مگر سچ کے ساتھ (یعنی قصاص میں) اور جو شخص ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اس کے وارث کو غلبہ دیا ہے تو زیادتی نہ کرے قتل میں بے شک اس کو مدد دی گئی ہے۔

تفسیر۔ اور ایسے شخص کو بے وجہ قتل نہ کر جس کا قتل اللہ نے حرام فرمایا۔ جو کوئی بے وجہ قتل کیا گیا اس مقتول کے وارث کو ہم نے طاقت دی ہے کہ قاتل کو مار ڈالے مگر کوئی ناجائز کام اس قصاص میں نہ کرے اور بے ریب مقتول کو مدد دی گئی کہ اس کا بدلہ دنیا میں بھی لیا جاوے۔ اور آخرت میں گناہ کے بوجھ سے ہلکا ہو۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۰-۲۲۱)

۳۵۔ وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ۔

ترجمہ۔ اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ پہنچ جائے اپنی جوانی کو اور اقرار پورا کرو بے شک اقرار کی پُرسش ہوگی۔

تفسیر۔ کسی بھلے غرض کے سوا یتیموں کے مال کے پاس مت جاؤ اور ان کا خیال رکھو۔ یہاں تک کہ مضبوط اور بڑے ہو جاویں اپنے معاہدوں پر وفاداری دکھلاؤ۔ تمہارے معاہدے خدا تعالیٰ سے ہوں یا اس کے بندوں سے۔ یاد رکھو عہدوں کی بابت پوچھے جاؤ گے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱)

وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ ۔ تیسری طاقت حرص مال کی ہے۔ اس سے منع فرمایا۔ قویٰ بدنی کا قیام زیادہ تر فضلِ الٰہی سے ہے۔ دیکھو میں دودھ کبھی نہیں پیتا۔ پھر بھی اس بڑھاپے میں سات سو صفحے کی کتاب ایک رات میں پڑھ سکتا ہوں۔ زیادہ حرص نہ کرو۔ نہ اپنے مال پر۔ نہ کسی کے مال پر۔ خصوصًا یتیم کے مال سے بچو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۳۶۔ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَ زِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۔

ترجمہ۔ اور بھر کر دیا کرو جب ماپا کرو اور صحیح ترازو سے تولا کرو یہ بات بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔

تفسیر۔ ماپنے اور تولنے میں پورا ماپ اور پورا تول اختیار کرو۔ اس بات کا نتیجہ اس دنیا میں

بہت ہی اچھا ہوگا۔ اور اس امر کا انجام بھی بہت عمدہ ثابت ہوگا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱)

وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ ۔ مال کے حصول کے مختلف طریقوں سے منع فرماتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۳۷۔ وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ۔

ترجمہ۔ اور نہ کہا کرو وہ بات جس کا علم تم کو نہیں بے شک کان اور آنکھ اور مرکزِ قویٰ یعنی دل ان سب سے پوچھ پاچھ ہونے والی ہے۔

تفسیر۔ اور جو بات معلوم نہ ہو اس کا دعویٰ مت کرو۔ ناسمجھی سے گواہی نہ دو۔ کان اور آنکھ اور اعصابی مرکز جسے قلب کہتے ہیں۔ سب سے ان کے کاموں کا سوال ہوگا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱)

وَ لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۔ لَا تَقْفُ کے معنے ہیں لَا تَقُلْ ۔ جو صحابہؓ و تابعین سے ثابت ہیں۔ جس چیز کا علم نہ ہو۔ وہ منہ سے نہ نکالو۔ آج کل ایسی بے باکی بڑھ رہی ہے کہ پالٹیکس اور اکانومی کے معنے تک نہیں جانتے اور اپنے اخبار اس کے لئے وقف کرنے پر بیٹھے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۳۸۔ وَ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَ لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ۔

ترجمہ۔ اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو ہرگز نہ پھاڑ سکو گے زمین کو اور نہ اکڑ اکڑ کر پہاڑوں تک لمبے ہو سکو گے۔

تفسیر۔ خوشی سے اتراتے ہوئے زمین پر مت چلو۔ تو او مخاطب! اپنی طاقت سے زمین کو نہیں پھاڑ سکتا اور نہ پہاڑوں سے اونچا ہو سکتا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱)

وَ لَا تَمۡشِ فِی الۡاَرۡضِ مَرَحًا۔ایک اور بری بلا ہے تکبر۔اس سے منع فرماتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

اور مت چل زمین پر اتراتا۔تُو پھاڑ نہ ڈالے گا زمین کو اور نہ پہنچے گا پہاڑوں تک لمبا ہو کر۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۵۹)

۳۹۔ کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنۡدَ رَبِّکَ مَکۡرُوۡہًا۔

ترجمہ۔ سب خصلتیں بری ہیں اور تیرے ربّ کے نزدیک ناپسند ہیں۔

تفسیر۔ تمام یہ بری باتیں تیرے رب کو ناپسند ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۹)

یہ جتنی باتیں ہیں ان میں سب سے بری چیز ہے تیرے رب کی بیزاری۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۵۹)

۴۰۔ ذٰلِکَ مِمَّاۤ اَوۡحٰۤی اِلَیۡکَ رَبُّکَ مِنَ الۡحِکۡمَۃِ ؕ وَ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـہًا اٰخَرَ فَتُلۡقٰی فِیۡ جَہَنَّمَ مَلُوۡمًا مَّدۡحُوۡرًا۔

ترجمہ۔ یہ ان باتوں میں سے ہیں جو وحی کی تیرے رب نے تیری طرف حکمت اور مصلحت سے اور نہ ٹھہرا الٰہنا اللہ کے ساتھ دوسرا اللہ تو (اے نافرمان) ڈال دیا جائے گا جہنم میں ملامت کیا ہوا دھکیلا ہوا۔

تفسیر۔ یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں کہ تیرے رب نے تجھے وحی کے ذریعہ بتلا دیں۔اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی معبود مت ٹھہرانا۔اگر شرک کیا تو جہنم میں ملزم ہو کر دھکیل دیا جاوے گا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱)

وَ لَا تَجۡعَلۡ۔پھر وہی پہلی بات جو کل نیکیوں کی اصل الاصول ہے۔یاد دلاتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۴۲۔ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِیَذَّكَّرُوْا ؕ وَ مَا یَزِیْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا۔

ترجمہ۔ ہم نے طرح طرح سے ہیر پھیر کر سمجھایا اس قرآن میں تاکہ وہ یاد کریں، نصیحت پکڑیں، بڑے آدمی بن جائیں اور ان کو نہ بڑھی مگر نفرت ہی۔

تفسیر۔ لِیَذَّكَّرُوْا۔ اللہ نے اس کتاب میں قربِ الٰہی سیکھنے والوں، دنیاداروں، امراء، غرباء، بچے، بوڑھے۔ غرض ہر طبقے۔ ہر مذاق کے لوگوں کے لئے بھلائی کی باتیں اور نصیحتیں لکھی ہیں۔

ایک سوال ہوا کہ خدا نے مسیح و مہدی کا ذکر قرآن میں کیوں نہیں کیا؟ فرمایا۔ ذکر تو کیا ہے چنانچہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ [1] (النور:۵۶) میں اس کا ذکر مذکور ہے۔ نام بہ نام فہرست کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کیونکہ اس طرح تو ضروری تھا کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کا نام بھی ہوتا اور پھر خلفاء کا نام لکھ دیتا تو سب لوگ اپنی اولاد کا وہی نام رکھتے اور معاملہ مشتبہ ہو جاتا۔ اس لئے ایک نشان ان کی صداقت کا فرما دیا کہ وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا [2] (النور:۵۶) اور فرمایا كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا [3] (النسآء:۸۰)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۴۳۔ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا۔

ترجمہ۔ کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہوتے جیسا کہ وہ کہتے ہیں تو ایسی حالت میں ضرور ڈھونڈ نکالتے مالکِ عرش کی طرف کوئی راہ۔

تفسیر۔ اِذًا لَّابْتَغَوْا۔ یعنی اے مشرکین۔ ایک تم خدا کے پرستار۔ پھر بت تمہارے شفیع۔ پس ذی العرش کے سامنے اس صورت میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں تم جیت سکتے ہو! مگر ہرگز ایسا نہ ہوگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

---

[1] اللہ نے وعدہ کرلیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں ایماندار ہیں۔ [2] اور بے شک ان کے دین کو مضبوط کرے گا ان کے لئے جس کو ان کے لئے پسند فرمالیا ہے۔ اور ان کو خوف کے بدلے میں امن عنایت فرمائے گا۔ [3] اس بات پر اللہ ہی کی گواہی بس ہے۔

۴۶۔ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔

ترجمہ۔ اور جب تو قرآن پڑھتا ہے تو ہم کر دیتے ہیں تیرے اور ان کے درمیان جو آخرت کو نہیں مانتے ایک مخفی پردہ۔

تفسیر۔ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ جو شخص غفلت کی راہ اختیار کرتا ہے اوّلاً اس کے قلب پر غین[۱] آتا ہے۔ پھر رین[۲] پھر صدا[۳] آتی ہے پھر طبع[۴] پھر ختم[۵] ہوتی ہے۔ پھر قفل[۶]۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۴۷۔ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔

ترجمہ۔ اور ڈال دیتے ہیں ان کے دلوں پر پردہ تا کہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بوجھ اور بہرا پن ہے اور جب تو تیرے خالص اکیلے ربّ ہی کا بیان قرآن میں کرتا ہے تو وہ بھاگ جاتے ہیں پیٹھ پھیر کر سخت نفرت کر کے۔

تفسیر۔ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا۔ اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا بیان کریں اور حاضرین کے مذاق کے مطابق ان کے سلسلے کے کسی پیر کا ذکر نہ آئے تو لوگ کہہ اُٹھتے ہیں کہ مزہ نہیں آیا۔ چشتیوں کی مجلس میں چشتیوں کے پیر طریقت کا ذکر نہ کریں۔ نقشبندیوں، قادریوں کی مجلس میں ان کے پیروں کا۔ سہروردیوں میں ان کے پیر کا۔ تو وہ ناراض ہو جاویں۔ میں دوسروں کا کیا ذکر کروں۔ ایک شہر میں مَیں نے خدا تعالیٰ کی صفات کا ذکر شروع کیا اور دیدہ و دانستہ حضرت صاحب کا ذکر نہ کیا۔ تو بعض شخصوں میں اس کے متعلق بحث چھڑ گئی۔ حق فرمایا ہے خدا نے وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ[۱] (الزمر: ۴۶) آہ! ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

---

[۱] اور جب بیان کیا جاتا ہے اکیلے اللہ کا تو نفرت کرتے ہیں۔

۴۸۔ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔

ترجمہ۔ ہم بخوبی جانتے ہیں جس لئے وہ سنتے ہیں جب وہ کان لگا دیتے ہیں تیری طرف اور جب وہ کانوں میں باتیں کرتے ہیں جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے ہوئے ہو جو دل فریبندہ (اور صبح شام اوّل وقت کھانا کھانے والا) جادو کیا گیا ہے۔

تفسیر۔ رَجُلًا مَّسْحُوْرًا۔ مسحور کے تین معنے کئے ہیں۔ ا۔ اسم مفعول کا صیغہ۔ جس پر سحر کیا گیا۔ ۲۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے۔ کوئی چیز جب اپنے کمال کو پہنچ جاوے تو مبالغہ کے لئے اس کے اسم فاعل کو اسم مفعول بنا دیتے ہیں یا برعکس نام لیتے ہیں۔ مثلاً بہت سیاہ حبشی کا کافور نام رکھ دیتے ہیں۔ ہمارے ملک میں بھی ایسا کر لیتے ہیں۔ جیسے چلتی کا نام گاڑی۔ پس جو بڑا ساحر ہوا سے مسحور کہہ دیتے ہیں۔ ۳۔ مسحور سحری کھانے کو کہتے ہیں۔ پس مسحور کے معنے ہوئے۔ کھانے والا۔ عربی کا شعر سناتا ہوں۔

فَاِنْ تَسْئَلِيْنَا فِيْمَ نَحْنُ فَاِنَّمَا عَصَافِيْرُ مِنْ هٰذَا الْاَنَامِ الْمُسَحَّرِ[1]

اس شعر میں مسحّر کے معنے کھانے والے کے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بطور طعن کہتے مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ[2] (المومنون:۳۴) گویا ان کے نزدیک نبی کھانے والا نہیں چاہیے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۵۲۔ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا۔

ترجمہ۔ یا جو مخلوق تمہارے خیال میں بڑی سخت ہو تو قریب ہی کہیں گے کہ ہمیں کون دوبارہ زندہ

---

[1] اور اگر تو ہم سے سوال کرے کہ ہم کن میں سے ہیں۔ تو معلوم ہو کہ ہم چڑیاں ہیں اس کھانا کھانے والی مخلوق کی۔ [2] وہ بھی کھاتا ہے اسی قسم سے جس سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس میں سے تم پیتے ہو۔

کرے گا تو تم جواب دو کہ وہی جس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا تو یہ لوگ تیرے سامنے سر ہلانے لگیں گے اور کہیں گے یہ کب ہوگا تم کہہ دو کہ امید ہے کہ قریب ہی ہوگا۔

تفسیر۔ فَسَيُنْغِضُوْنَ ۔بعض کہتے ہیں کہ سر کو اونچا کر کے نیچا یا نیچا کر کے اونچا کرنا بے ایمان لوگوں کی عادت ہے کہ حقارت کا اظہار اس طریق پر کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

۵۴۔ وَ قُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ط اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ط اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۔

ترجمہ۔ اور کہہ دے میرے بندوں کو ایسی ہی بات بولا کرو جو بہت بہتر ہو کچھ شک نہیں کہ شریر ہلاک کرنے والا نزاع ڈال دیتا ہے لوگوں میں بے شک شیطان انسان کا کھلا کھلا دشمن ہے۔

تفسیر۔ هِيَ اَحْسَنُ۔ اس پر مجھے ایک حکایت یاد آ گئی۔ ایک مولوی ایک مس کو پڑھایا کرتے۔ مس نے ان پر ایسا اعتبار جمایا کہ اپنی کنجیاں تک ان کے سپرد کر رکھی تھیں۔ میں نے انہیں کہا۔ ہوشیار رہنا ایک دن بھاگتے میرے پاس آئے۔ وجہ دریافت کی تو بتلایا کہ مس نے مجھ پر اعتراض کیا ہے کہ هِيَ مونث کی ضمیر ہے اور یہ اَحْسَنُ کے لئے ہے جو مذکر ہے۔ یہ کیونکر درست ہوا؟ میں نے کہا یہ تو معمولی بات ہے کہ یہ اسم تفضیل جس پر ال نہ ہو مذکر و مؤنث کے لئے یکساں آ سکتا ہے۔ جب جا کر ان کو ہوش آیا۔

اس موقع پر میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ اوّل بات کو تو لو۔ پھر منہ سے بولو۔ انسان ایسا لفظ کیوں منہ سے نکالے جس کا نتیجہ اخیر میں برا بھگتنا پڑے۔

يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ۔ يُفْسِدُ بَيْنَهُمْ سورۃ یوسف میں بھی یہ لفظ آیا ہے مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ اِخْوَتِيْ [1] (یوسف:۱۰۱)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۱)

---

[1] اس کے بعد کہ فساد ڈال دیا تھا شیطان نے مجھ میں اور میرے بھائیوں میں۔

۵۶۔ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔

ترجمہ۔ اور تیرا رب بہت ہی جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں اور ہم نے بزرگی دی بعض نبیوں کو بعض پر اور داؤد کو زبور بھی ہمیں نے دی۔

تفسیر۔ بِمَنْ ۔ سب لوگوں کو۔

وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ اس کے پہلے لَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ فرمایا۔ ان کا تعلق آپس میں کیا ہوا؟ سنو! قرآن مجید میں ہے کہ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ [1] (المائدۃ:۷۹) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتا ہے کہ آپ محتاط رہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت بزرگی دی۔ ایسی بات آپ کی شان سے بعید ہے۔ اسی واسطے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لعّان نہیں تھے۔ حدیث میں جہاں ذکر آیا ہے وہاں ساتھ ہی ممانعت کا بیان بھی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

وَّ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ نبیوں نے تیرے متعلق بڑھ بڑھ کر پیشگوئیاں کی ہیں۔ از اں جملہ زبورِ داؤد میں بھی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۶۰۔ وَ مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا۔

ترجمہ۔ اور نہیں روکا ہم کو ان آیات کے بھیجنے سے مگر اس بات نے کہ پہلوں نے ان کو جھٹلایا اور ہمیں نے دی ہے ثمود کو اونٹنی پہچانت اور پتہ کے لئے تو ظالموں نے اس پر ظلم کیا اس کا انکار کیا اور ہم تو نشانیاں ڈرانے ہی کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔

تفسیر۔ وَ مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ ۔ یہ ایک آیت ہے۔ جس پر لوگوں کو شبہ ہوا ہے سر سید احمد خان صاحب نے بھی ٹھوکر کھائی ہے اور معجزوں سے انکار کیا ہے۔ میرے سامنے اس کے صحیح معنے یہ

---

[1] حق پوشوں پر لعنت کی گئی بنی اسرائیل میں سے داؤد کی زبانی۔

ہیں۔کسی چیز نے ہمیں آیات کے بھیجنے سے نہیں روکا۔اور کیا پہلوں کی تکذیب ہمیں روکتی ہے؟ ہرگز نہیں ۔ چنانچہ دیکھو۔ثمود کے لئے اونٹنی بطور نشان بنائی ۔ جب انہوں نے اس پر ظلم کیا۔تو خمیازہ اٹھایا اسی سورۃ کے رکوع دس میں اخیر پر وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى[1] (بنی اسرائیل:۹۵) کس چیز نے روکا ہے لوگوں کو ایمان سے۔مگر اس نے کہ یہ بشر رسول ہے۔ یہ تو ایسی چیز نہیں۔ پھر یہ معنے ہیں کہ بِالْاٰيٰتِ میں اَلْ کیسا ہے؟ استغراق کا! تو مطلب یہ ہوا کہ کل آیات کے بھیجنے سے تو تکذیب روکتی ہے مگر بعض سے تو نہیں روکتی۔ اگر بعض آیات مراد ہیں تو باقی بعض کے بھیجنے سے تکذیب الناس نہیں روکے گی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا۔ اور نہ اس بات سے منع کیا کہ پہلوں نے جھٹلایا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

اَلْاٰيٰتِ۔ عربی لفظ ہے دو کلموں سے بنا ہے ایک اَلْ اور دوسرا آیات ۔ جو آیت کی جمع ہے۔ اَلْ کے معنے عربی میں کبھی خاص کے آتے ہیں اور کبھی کل کے معنے دیتا ہے۔اگر لفظ اَلْ کے خاص کے معنے لئے جاویں تو آیت کا مطلب اور معنے یہ ہوں گے ہمیں ان خاص نشانیوں کے بھیجنے سے (جنہیں منکر لوگ طلب کرتے ہیں) کوئی امر مانع نہیں ہوا۔مگر یہ کہ ان نشانیوں کو اگلوں نے جھٹلایا۔

اس کے بعد کی آیت بھی ان معنوں کی تاکید کرتی ہے۔جس کا مطلب ہے۔ثمود کی قوم نے ایک نشان مانگا۔پھر انہوں نے تکذیب کی اور اس نشان پر ظلم کیا۔

اس قسم کے نشانات کی نفی صرف محمدؐ صاحب ہی کے وقت نہیں ہوئی۔ بلکہ غور کرو مرقس ۸ باب ۱۱۔ فریسیوں نے مسیحؑ کے نشانات طلب کئے۔اس نے آہ کھینچ کے کہا۔اس زمانے کے لوگ کیوں نشان چاہتے ہیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔اس زمانے کے لوگوں کو کوئی نشان دیا نہ جاوے گا۔

اور جس نشان دکھانے کا وعدہ ہوتا ہے وہ بھی اب تک ظلمت میں ہے۔اور لوقا ۲۳ باب ۸ میں

---

[1] اور کس چیز نے روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب ان کے پاس ہدایت آ چکی۔

ہے۔ ہیرودیس کو بڑی خواہش تھی کچھ مسیحی معجزے دیکھے۔ باوجود اصرار مسیحؑ اس کے سامنے بولے بھی نہیں آخر اس نے ناچیز ٹھہرایا۔

غور کیجئے۔ ذرا انصاف سے سنیئے۔ انجیل میں لکھا ہے۔ اگر کسی میں رائی برابر بھی ایمان ہو تو پہاڑوں کو کہے یہاں سے وہاں چلے جاؤ تو وہ چلے جاویں گے۔ بیماروں کو ہاتھ رکھ کر چنگا کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ مرقس ۱۱ باب ۲۳۔ عیسائی انصاف سے کہیں۔ تمام دنیا میں کوئی عیسائی مومن ہے؟ یا سب کے سب کافر ہیں؟ اگر کوئی ہے تو اپنے ایمان کو مرقس ۱۶ باب ۱۸ پر رکھ کر دیکھے!

اگر کہے کہ اس وقت معجزات کی ضرورت نہیں۔ تو ہم کہتے ہیں۔ ایسی ہی محمدؐ صاحب کے وقت بھی ضرورت نہ تھی۔

دومؔ اگر اَلْ کے معنے جو اَلْاٰیٰتِ میں ہے۔ کُل کے لئے جاویں تو یہ معنے ہوں گے۔ ہمیں کُل معجزات بھیجنے سے کوئی امر مانع نہیں ہوا۔ مگر اگلوں کا ان معجزات کو جھٹلانا۔ یعنی جس قدر معجزات ہماری قدرت میں ہیں وہ سب کے سب ظاہر نہیں کئے گئے۔

پادری صاحبان! اس سے بالکلیہ معجزے کی نفی نہیں نکلی۔ اس کی مثال ایسی سمجھو۔ کوئی کہے میں نے کل مطالب بیان نہیں کئے۔ اس کلام سے کوئی بھی سمجھ سکتا ہے کہ قائل نے کوئی مطلب بھی بیان نہیں کیا۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۶۲، ۶۳)

آپؐ کے دلائلِ نبوت اور علاماتِ رسالت جن کو قرآن کریم نے آیات اور برہان کر کے تعبیر فرمایا ہے قانونِ قدرت میں مشہود اور قرآن میں موجود ہیں۔ اگر ان دلائل کو معجزہ کہیں جس کے معنے ہیں غیر کو عاجز کر دینے والا یا خرقِ عادت کہیں تو بالکل بجا ہے۔

اول محمدؐ صاحب کے وقت دنیا کی تاریخ پر نظر کرو۔ جس ملک میں آپؐ پیدا ہوئے وہ کیسا تھا۔ عامہ عرب کسی مذہب کے پابند نہیں کوئی کتاب نہیں رکھتے۔ کوئی پتھروں کی پوجا کرتا ہے کوئی درختوں کی کوئی سیاروں کی۔ کوئی بھوت اور پریت کی۔ جزا و سزا کے منکر ہیں۔ سیاست و تمدن کو نہیں جانتے۔ چوری، قمار بازی، باہمی جنگ اور بغض اور عناد، جہالت، فخر اور کبر ان کی صفات ہیں اور شاعریت پر

کمال کا مدار ہے۔عرب کے مشرق میں ایک طرف ہندوستان ہے جس میں توہمات کی گھٹا ایسی چھائی ہے کہ مرد کی شرمگاہ جسے لِنگ کہتے ہیں اور عورت کی شرمگاہ جسے بھگ کہتے ہیں بے طعن پوجی جاتی ہے۔منتر فال وغیرہ توہمات کا سمندر موج مار رہا ہے۔ دوسری طرف ایران ہے جس میں آگ کی پرستش، سیاروں کی معبودیت،نور وظلمت دو خداؤں کی سلطنت پر اعتقاد ہے شمال ومغرب اور عین وسط میں کچھ عیسائی پوپ کے بندے رومن کیتھولک وغیرہ پروٹسٹنٹ مذہب کے علاوہ (اس مذہب کا بانی لوتھر ہے) مریم اور مسیحؑ کے پجاری اوران میں پوپ صاحب بہشت بانٹنے والے اور تمام عیسائی خاکسار بندے ابنِ مریم کو خدا ماننے والے جن کے حق میں قرآن فرماتا ہے لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ [۱] (آل عمران:۶۵) اور کچھ یہود بعل اور مولک اور عستارات کے پجاری۔ اور ایسے سخت بے ایمان جو عرب کے سخت بت پرستوں کو کہتے ہیں۔ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْکِتٰبِ یُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَ الطَّاغُوْتِ وَ یَقُوْلُوْنَ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا ھٰٓؤُلَآءِ اَھْدٰی مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا۔ [۲] (النساء:۵۲)

دنیا کی ایسی حالت میں ایک بے ساز وسامان، بے فوج وملک،توحید کا واعظ کھڑا ہو گیا اور دعویٰ کیا کہ مجھے خدا نے بھیجا اور حکم دیا ہے۔ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرْ۔ [۳] اس نے تمام رسوماتِ باطلہ پر یک قلم خط نسخ کھینچنا چاہا۔تمام رئیس اور امیر غریب اور فقیر اس واعظ کے جانی دشمن ہو گئے۔ سبحان اللہ کیسا مخالف اٹھا۔اپنی قوم کو جاہل اوران کے زمانے کو جاہلیت کا زمانہ کہتا ہے۔قوم کا ایسا مخالف نہیں جیسے ایک شخص مصلحِ قوم کہتا ہے۔ یہ مت سمجھو۔ میں نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے آیا۔ اور ایک کہتا ہے وید ایسے ہیں کہ تمام علوم اور فنون کا مخزن ہیں۔ پھر اپنی امیدیں خاک میں لے گیا۔ تمام ملک اور تمام اہلِ شہر مارنے کے درپے ہیں اور یہ کہتا جاتا ہے

۱؎ نہ پکڑیں بعض ہمارے بعض کو رب سوائے اللہ کے۔ ۲؎ تو نے نہ دیکھے جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں بتوں اور شیطان کو اور کہتے ہیں کافروں کو یہ زیادہ پاتے ہیں مسلمانوں سے راہ۔ ۳؎ کھڑا ہو کر ڈر سنا اور اپنے رب کی بڑائی کر۔

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔[1] (الصف:۹،۱۰)

سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ[2] (القمر:۴۶)۔

اور پھر ایسا کامیاب ہوا کہ اپنے سامنے اس کو یہ سورۃ پہنچ گئی۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَ الْفَتْحُ۔ وَ رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ (النصر:۲،۳)[3] جس قوم میں اٹھا۔ اس قوم میں ایک بھی نہ رہا جو اس کے آخری ایام میں مخالف ہوتا؟ اپنے ارادوں میں پورا کامیاب ہوگیا اور کامیابی دیکھ (کر) اپنی ڈیوٹی کو پورا کر کے رفیقِ اعلیٰ سے جاملا۔

بتایئے یہ معجزہ اب تک نظر میں آتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ خرقِ عادت نہیں تو اس کی نظیر دکھایئے؟ اور معجزہ بمعنی عاجز کنندہ نہیں تو اس کے ہم شہر اور ہم قوم دشمنوں کا نام ونشان ڈھونڈیئے؟ عیسائی مذہب کا رب اور ان کا خدا کیا نظیر ہوسکتا ہے؟ جو بقول عیسائیوں کے قوم سے پٹا۔ مارا گیا۔ اس کی مخالف اس کی قوم اب تک موجود ہے۔ موسیٰؑ کب نظیر ہوسکتا ہے؟ جس نے خود بھی وہ ملک نہ دیکھا جس کی امید پر مصر سے قوم کو لے چلا۔

وید کے متبع کیا دکھائیں گے؟ جن کے مقدّس مکان دوسروں کے قبضوں میں نظر آتے ہیں جن کی الہامی دعائیں، خدا کی بتائیں رچیں، ہمیشہ اُلٹی پڑیں! زرتشتی کیا نظیر دکھائیں گے؟ جن کو اپنے ملک میں سر رکھنے کی جگہ نہیں ملی!

دوسری آیت نبوت یا دوسرا معجزہ اور خرق عادت جو محسوس اور مشہود ہے۔ آپؐ کی حیات میں آپؐ

---

[1] چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے برا مانیں منکر۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ لے کر اور سچا دین۔ کہ اس کو غالب کرے اوپر تمام دینوں کے اور پڑے برا مانیں مشرک۔ [2] اب شکست کھاوے گا میل اور بھاگیں گے پیٹھ دے کر۔ [3] جب پہنچ چکی اللہ کی مدد اور فیصلہ اور تو نے دیکھے لوگ پیٹھتے اللہ کے دین میں فوج فوج۔

کا اپنے ملک پر پورا تسلط اور اپنی قوم پر پوری حکومت جو نہ آپؐ کے پہلے کبھی ایسی کامیابی کسی مدعیٔ نبوت کو ہوئی اور نہ آپؐ کے بعد۔حضور علیہ السلام کیسے آزادی بخش اپنی قوم کے ہوئے کہ آپؐ کا شہر آج تک غیروں کی غلامی سے آزاد ہو گیا۔ سلطان ٹرکی جو برائے نام وہاں کے بادشاہ ہیں خادم الحرمین کا لقب رکھتے ہیں۔

اس موقع پر وید کی الہامی دعائیں اور ان کی کوششیں جو وید کے مومن ہیں اور عیسائیوں کے مخلص مُنْجّی کی جاں فشانی اور موسیٰؑ کے بڑے معجزات اور ابراہیم اور یعقوب کے ساتھ خدائی وعدے کنعان کی ابدی وراثت کی بابت۔ اور پارسیوں کے الہامی ہادیوں کی دعائیں فراموش کرنے کے قابل نہیں۔قومی آزادی کے قدردان قوم کے مصلحین کے قربان انصاف کریں۔ ہادیٔ عرب کمزوری کی حالت میں کیا کر گئے جَآءَ الْحَقُّ وَ مَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَ مَا يُعِيْدُ[1] (سبا:۵۰) اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۔ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ۔[2] (المزمل:۱۶،۱۷) اور آرام کا وعدہ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ[3] (النور:۵۶)

پھر اپنے وعدے کو سچ کر دکھاتا ہے۔

مدعیٔ نبوت سے ایسی کامیابی بے نظیر اور خرقِ عادت نہیں تو اور کیا ہے۔

تیسرا معجزہ یا خرق عادت بلکہ آیتِ نبوت۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ[4] (الحجر:۱۰)۔

۱؎ آیا دین سچا اور جھوٹ کو نہ پھیلا اور نہ دوسرا۔ ۲؎ ہم نے بھیجا تمہاری طرف رسول بتانے والا تمہارا جیسے بھیجا فرعون پاس رسول۔ پس کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا۔ پھر پکڑی ہم نے اس کو پکڑ وبال کی۔ ۳؎ وعدہ دیا ہے اللہ نے جو لوگ تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں نیک کام۔ البتہ پیچھے ان کو حاکم کرے گا ملک میں۔ ۴؎ ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں۔

کس طرح قرآن کی حفاظت ہوئی۔ دنیا میں کوئی مذہب دکھاؤ جس کی کتاب اپنے ہادی کی زبان میں بعینہٖ اس طرح شہرت پذیر ہو۔تراجم کا اعتبار نہیں۔تراجم مترجمین کے خیالات ہیں۔انجیل کی تو ایسی حفاظت ہوئی کہ الامان۔انجیل کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔آج تک پتہ نہیں لگتا۔مسیح کی اصل کتاب عبری تھی یا یونانی۔ پھر ان کا کلام بالکل حواریوں کے کلام سے مخلوط ہے۔ممتاز نہیں۔ وید کی حالت شب و روز آنکھ کے سامنے ہے۔حاجتِ بیان نہیں۔ پھر علی العموم تلاوت سے محروم ہیں اگر دنیا بنصرتِ الٰہی کسی مذہبی کتاب کی حافظ و ناصر ہے تو قرآن کریم اوّل نمبر پر ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول۔صفحہ ۶۴ تا ۶۷)

کتاب اللہ (قرآن) اور سنت رسول اللہ (حدیث) میں بجائے لفظ معجزہ اور خرقِ عادت کے جو نہایت کمزور اور ناقص تھے۔آیت اور برہان کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔ جو دلائل اثباتِ نبوت اور علامتِ رسالت کے واسطے جامع اور محیط ہونے کے علاوہ ہر زمانے کے موافق اور ہر ایک عقلِ صحیح کے مناسب ہے۔فطرت اور قانون کے نزدیک صحیح ہے۔(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول۔صفحہ ۶۹)

قرآنِ کریم میں ہرگز ہرگز اختلاف نہیں۔ جب قرآن کریم نے بتا دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ کی صداقت پر ہم نے نشان بھیجے تو ایسا ہرگز ممکن نہ ہوگا کہ قرآن میں یہ بھی لکھا (ہو) کہ ہم نے نشانِ نبوت حضرت نبیؐ عرب کو نہیں دیئے۔ کیونکہ ایسا ماننے سے قرآن میں اختلاف ہو جائے گا اور قرآن میں اختلاف نہیں علاوہ بریں کسی قرآنی آیت میں یوں نہیں آیا کہ ہم نے نشاناتِ نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیئے معجزوں کے انکار پر جن آیات سے سائل اور اس کے کسی ہم خیال عیسائی اور ان کے پیرو آریہ نے استدلال کیا ہے۔ان آیات پر مفصل گفتگو تصدیق براہین میں دیکھو اور بقدر ضرورت یہاں عرض ہے۔ پہلے وہ آیت جس سے نبیٔ عرب اور محسن تمام خلق صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منکروں نے دھوکہ کھایا ہے اور جس کا ذکر بہت سننے میں آیا ہے۔ یہ ہے۔

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ[1] (بنی اسرائیل:۶۰)

اس آیت شریف سے منکرین نے یقین کیا ہے کہ حضرت نبی عرب پر معجزہ کا ظہور نہیں ہوا۔

---

[1] اور نہیں روکا ہم کو ان آیات کے بھیجنے سے مگر اس بات نے کہ پہلوں نے ان کو جھٹلایا۔

کیونکہ معنے اس آیت کے یہ سمجھے ہیں کہ پہلوں نے معجزات کو جھٹلایا۔ اس واسطے ہم معجزات کے بھیجنے سے رک گئے مگر یہ ان کا خیال غلط ہے۔

اوّل اس لئے کہ معجزات اور آیات کے وجود کا تذکرہ قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے اور محمد صاحب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات نہ ماننے والوں کو اس لئے کہ بداہت اور موجودہ چیز کے منکر ہیں ظالم اور فاسق اور کافر کہا ہے اور اِلَّا کا لفظ جو مَا مَنَعَنَا والی آیت میں ہے۔ عرب کی زبان میں جن کی بولی پر قرآن کریم ہے۔ زائد بھی آتا ہے۔ دیکھو ذوالرمّہ کا یہ قول

حراجیح ما تَنْفَكُّ اِلَّا مناخَةً عَلَى الخسفِ اَوْ تَرْمِى بها بلدًا قَفْرًا [1]

میرے لمبے قد کی اونٹنی ذلیل بیٹھی رہتی ہے۔ یا اس پر دور دراز کے بے آب و گیاہ میدانوں کا سفر کرتا ہوں۔ دیکھو اس تحقیق پر۔ اس آیت شریف کے معنی جس کو منکرینِ معجزہ پیش کرتے ہیں۔ یہ ہوئے ’’اور نہیں منع کیا ہم کو نشانوں کے بھیجنے سے پہلوں کی تکذیب نے‘‘ کم سے کم یہ آیت انکارِ معجزہ پر صاف اور واضح دلیل نہ رہی۔ کیونکہ اس آیت سے معجزہ کا ثبوت نکلتا ہے۔ نہ نفی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ اِنْ هٰذَآ اِلَّا بِتَائِيْدِ رُوْحِ الْقُدُسِ۔ [2]

دوم اس لئے کہ اِلَّا ایک حرف ہے جس کے معنے واؤ عاطفہ بھی آتے ہیں دیکھو معانی اور نحو کی بڑی بڑی کتابیں اور ثبوت کے لئے دیکھو یہ آیت شریف

اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ۔ (النمل:۱۱)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے پاس میرے رسولوں اور انہیں خوف ہی نہیں جنہوں نے گناہ کرتے کرتے گناہوں کو چھوڑ دیا اور گناہوں کے جا بجا نیکی کرنے لگے۔ امام اَخفش، امام فراء، امام ابوعبید ائمہ لغت و نحو نے کہا ہے۔ یہاں اِلَّا واؤ کے معنے پر آیا ہے۔ ایسے ہی آیت شریف

لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ (البقرة:۱۵۱)

---

[1] لمبی جسیم اونٹنیاں ذلت کے باوجود بیٹھی رہتی ہیں۔ یا دور دراز کے بے آب و گیاہ علاقوں کا قصد کرتی ہیں۔ [2] سب تعریف اللہ کے لئے ہے جو رب العالمین ہے اور یہ (تعریف کرنا میسر) نہیں مگر روح القدس کی تائید سے ہے۔

تو کہہ نہ رہے تم پر عام لوگوں اور خاص کر بدکاروں کی کوئی حجت اور دلیل۔ پھر اس تحقیق پر منکرین کے پیش کردہ آیت کے یہ معنی ہوں گے۔

’’اور نہیں منع کیا ہم کو آیات کے بھیجنے سے کسی چیز نے اور منکروں کی تکذیب نے‘‘۔ اور یہ عطف خاص کا ہوگا عام پر۔

غور کرو۔ منکروں کی تکذیب ہرگز ہرگز معجزات کے روکنے والے نہیں۔ اگر ان کی تکذیب روکتی تو فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بڑے بڑے معجزات کا انکار کیا تھا۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو معجزات عطا نہ کئے؟ بلکہ منکر ہمیشہ انکار کرتے رہے اور معجزات بھی آتے رہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا بِتَائِیْدِ رُوْحِ الْقُدُسِ ۔

تیسرا۔ اس لئے کہ ہم نے مان لیا۔ یہاں اِلَّا کا لفظ زائد نہیں۔ عاطفہ بھی نہیں۔ استثناء کے واسطے ہے۔ اَلْاٰیَات کا الف اور لام عہد اور خصوصیت کے معنے دے گا یا عموم اور استغراق کے۔

پہلی صورت عہد اور خصوصیت کی اگر ہوگی تو آیت کے یہ معنے ہوں گے۔ ’’اور نہیں منع کیا ہم کو خاص آیات کے بھیجنے سے مگر پہلوں کی تکذیب نے‘‘۔ اس سے یہ نکلا کہ خاص آیات اور کوئی خاص معجزات نہ آویں گے۔ اس سے عموم معجزات کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔

دوسری صورت یعنی اگر الف اور لام سے عموم اور استغراق لیا جاوے تو یہ معنی ہوں گے۔ ’’کل آیات کے ارسال سے پہلوں کی تکذیب نے روکا۔‘‘ مگر اس سے یہ نہیں نکلتا کہ کوئی بھی معجزہ نہیں بھیجیں گے۔

چہارم اس لئے کہ اس مَا مَنَعَنَا والی آیت سے اتنا ہی نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معجزات کے بھیجنے سے تکذیب کے ماورا کسی چیز نے نہیں روکا اور ظاہر ہے کہ یہ کوئی روک نہیں۔ کہیں منکروں کی تکذیب سے باری تعالیٰ حُجّت بند کر دیتا ہے؟ ہمیشہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب ہوئی۔ مگر وہ آتے رہے۔ ہمیشہ معجزات پر تکذیب ہوا کی اور معجزات ہُوا کئے۔

الٰہی طاقتیں اور قوتیں منکرین کی روک سے رکتی نہیں۔ مَنَعَنَآ لفظ کے معنے ہیں ۔ روکا ہم

کو۔اس لفظ کے یہ معنے نہیں کہ ہم رک گئے۔ہاں اگر قرآن کریم میں یوں ہوتا مَا اِمۡتَنَعۡنَاۤ اَنۡ نُّرۡسِلَ بِالۡاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنۡ کَذَّبَ بِهَا الۡاَوَّلُوۡنَ۔جس کے معنے ہیں۔نہیں رکے ہم آیات اورنشانات کے بھیجنے سے مگراس لئے کہ پہلوں نے تکذیب کی تو البتہ منکرینِ معجزہ کی تقریر کچھ تھوڑی دور تک چل پڑتی۔مگر قرآن میں اِمۡتَنَعۡنَا نہیں،مَنَعَنَا ہے۔جس کے معنے ہیں روکا ہم کو۔نہ یہ کہ ’’نہ رکے ہم‘‘

غرض تکذیب نے روکا۔اور باری تعالیٰ نہ رکا۔روکنے کے ثبوت میں بفرض وتسلیم یہی آیت اور نہ روکنے کا ثبوت وہ آیات ہیں جن میں ثبوتِ آیات ہے۔وَ الۡقُرۡاٰنُ مُتَشَابِهًا اَیۡ یُصَدِّقُ بَعۡضُهٗ بَعۡضًا۔

قرآن کریم کی آیات متشابہ ہیں۔یعنی ایک آیت دوسری آیت کے مصدق ہوتی ہے۔نہ اس کے مخالف اور مکذّب۔هٰذَا اَیۡضًا بِتَائِیۡدِ رُوۡحِ الۡقُدُسِ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

پنجم اس لئے کہ بعض وہ معجزات جن کو یہودی اور عیسائی اور اہلِ مکہ اہلِ کتاب کے سمجھانے اور بہکانے سے پوچھتے تھے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیوں اور بشارتوں کے بالکل خلاف تھے اور ایسے معجزات کو مخالف لوگ اس واسطے طلب کرتے تھے کہ اگر یہ معجزات خلاف بشارات ظہور پذیر ہوئے تو ہم بشارات اور حضور کی ان پیشگوئیوں کے ذریعہ حضور پر اعتراض کریں گے جو انبیاء نے کتبِ مقدسہ میں حضور کے حق میں کئے ہیں اور اگر ایسے معجزات بلحاظ ان بشارات کے ہم کو دکھائے نہ گئے تو معجزات کے نہ ہونے کا الزام قائم کردیں گے۔مثلاً حضور علیہ السلام کی نسبت ایک بشارت میں یہ آیا ہے کہ جو کلام اس نبی موعود پر اُترے گا وہ ایک دفعہ کتاب کے طور پر نازل نہ ہوگا۔بلکہ وہ کلام اس نبی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ میں رکھا جائے گا کچھ یہاں اور کچھ وہاں۔

غور کرو کتبِ مقدسہ کی آیات ذیل۔

’’ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا۔‘‘ استثناء ۱۸ باب ۱۸۔

''حکم پر حکم۔حکم پر حکم۔قانون پر قانون۔قانون پر قانون ہوتا جاتا۔تھوڑا یہاں۔تھوڑا وہاں۔ ہاں وہ وحشی (عربی) کیسے ہونٹوں اور اجنبی زبان سے اس گروہ سے باتیں کرے گا۔'' یسعیاہ ۲۸ باب ۹۔

ان آیات سے صاف عیاں ہے کہ اس نبی موعود کو جو کلام عطا ہوگا وہ اس نبی کے منہ میں ڈالا جاوے گا اور بتدریج نازل ہوگا۔کچھ یہاں۔کچھ وہاں۔یعنی کچھ مکہ میں اور کچھ مدینہ میں۔کچھ کہیں۔کچھ کہیں۔

اب قرآن کریم کی طرف نگاہ کرو۔اس میں ایک جگہ لکھا ہے۔کافر کہتے ہیں۔ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ (بنی اسرائیل: ۹۴)

تو اے محمد چڑھ جا آسمان میں اور ہم تیرے چڑھنے پر تجھے نہ مانیں گے جب تک اوپر سے ایسی کتاب نہ لاوے جس کو ہم پڑھ لیں۔اب بتلایئے اس طلب کا بجز اس کے کیا جواب ہوسکتا ہے کہ پاک ذات ہے میرا رب اس نے میرے لئے جو تجویز فرمادی وہ ناقص نہیں کہ اب اس تجویز کو بدلا وے اور میں تو بشر رسول ہوں۔بشر رسول تو ہمیشہ وہی معجزات دکھاتے رہے جو ان کی بشارت کے برخلاف نہ تھے اور وہی نشان لائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے مقرر فرمائے تھے۔

ششم اس لئے کہ معجزات کا ظہور اور انبیاء کا فرمودہ کبھی بتدریج ظہور پذیر ہوتا ہے اور انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام چونکہ بشر اور رسول ہوتے ہیں۔وہ کوئی ایسی مخلوق نہیں ہوتے کہ خدائی ارادے کا خلاف چاہیں۔شریر لوگ ایسے مؤقت معجزات کو قبل از وقت چاہتے ہیں۔چونکہ وہ معجزات وقتِ معین پر ظاہر ہونے والے اور مشروط بشرائط ہوتے ہیں۔اسی لئے قبل از تحقق شرائط اور اس وقتِ معین کے ظہور پذیر نہیں ہوسکتے۔مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان بنی اسرائیل سے جو فرعون کی سخت تکالیف اٹھا رہے تھے وعدہ ہوا کہ تم کو کنعان وغیرہ وغیرہ کا ملک عطا ہوگا۔دیکھو توریت۔میں نے اپنے لوگوں کی تکلیف جو مصر میں ہیں یقیناً دیکھی۔اور ان کی فریاد جو خراج کے محصولوں کے سبب سے ہے سنی۔اور میں ان کے دکھوں کو جانتا ہوں اور میں نازل ہوا ہوں کہ انہیں مصریوں

کے ہاتھ سے چھڑاؤں اور اس زمین سے نکال کے اچھی وسیع زمین میں جہاں دودھ اور شہد موج مارتا ہے لے جاوں۔ کنعانیوں، حتّیوں، اموریوں، فرزیوں، حویوں، یبوسیوں کی جگہ میں لاؤں۔(خروج ۳باب ۷،۹)۔

مگر دیکھو۔ یہ وعدہ اس قوم کے حق میں پورا نہ ہوا۔ جنہوں نے فرعون سے دکھ اٹھایا۔ دیکھو۔ خداوند نے تمہاری باتیں سنیں اور غصہ ہوا اور قسم کھا کے یوں بولا کہ یقیناً ان شریر لوگوں میں ایک بھی اس اچھی زمین کو جس کے دینے کا وعدہ میں نے ان کے باپ دادوں سے قسم کھا کے کیا ہے۔ نہ دیکھے گا۔ مگر یفُنّہ کا بیٹا کالبؔ اسے دیکھے گا۔(استثناء اباب ۳۵ تا ۳۶)۔

ایسے ہی چند معجزات کفارِ مکہ نے طلب کئے جن کا ذکر ذیل میں ہے۔

وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔[1] (بنی اسرائیل:۹۱ تا ۹۴)۔

آیات مرقومہ بالا سے معلوم ہوتا ہے۔ کفارِ مکہ نے ایسے چھ معجزہ حضرت علیہ السلام سے طلب کئے جو اس وقت سردست منکروں کو دکھائے نہیں گئے۔ مگر غور کرو یہ معجزے کیوں طلب کئے گئے اور کیوں انکار فوری ظہور نہ ہوا۔

پہلا معجزہ جس کو کفارِ مکہ نے طلب کیا ہے کہ اَلْاَرْض یعنی اس خاص مکہ کی زمین میں چشمے چلیں اور **دوسرا معجزہ** جس کو انہوں نے مانگا یہ ہے۔

---

[1] اور بولے ہم تو تیرا ہرگز یقین نہ کریں گے جب تک کہ ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ بہادے۔ یا تیرا باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور تو ان کے اندر نہریں نہ بہادے۔ یا ہم پر آسمان گرادے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جیسا کہ تو خیال کرتا ہے یا اللہ اور فرشتوں کو لے آ سامنے۔ یا تیرے لئے ہوجائے کوئی سونے کا گھر یا تو چڑھ جائے آسمان میں اور ہم تیرے چڑھنے کا بھی کبھی یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہم پر ایک (لکھی لکھائی) کتاب اتار لائے جس کو ہم پڑھ لیں۔ جواب دے سبحان اللہ! میں تو بس ایک بشر بھیجا ہوا ہی ہوں۔

کہ تیری کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ ہوں جن میں نہریں چلتی ہوں۔ یہ دونوں معجزے اس واسطے طلب کئے گئے کہ کتب مقدسہ بضمن بشارات محمدیہؐ لکھا ہے۔’’ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا۔ اور دشت کے گیدڑ اور شتر مرغ میری تعظیم کریں گے کہ میں بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا کہ وے میرے لوگوں کو میرے برگزیدوں کو پینے کے لئے ہوویں۔ میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا۔ وے میری ستائش کریں گے۔‘‘(یسعیاہ ۴۳باب ۱۹۔۲۱ تک)۔

اور دیکھو

’’کس نے یعقوب کوحوالہ کیا کہ غنیمت ہوویں۔اور اسرائیل کو کہ لٹیروں کے ہاتھ میں پڑے؟ کیا خداوند نے نہیں۔جس کے مخالف ہو کے انہوں نے گناہ کیا۔کیونکہ انہوں نے نہ چاہا کہ اس کی راہ چلیں‘‘ یسعیاہ ۴۲باب ۲۴۔اور یسعیاہ کے ۲۱ باب میں عرب کی بابت الہامی کلام یوں ہیں۔’’پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آؤ۔اے تیما کی سرزمین کے باشندو! روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو‘‘ یسعیاہ ۲۱باب ۱۳۔اور پھر کہا ہے’’مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔اور تیراندازوں کے جو باقی رہے قیدار کے بہادر لوگ گھٹ جائیں گے۔‘‘

ان آیات سے اتنا تو معلوم ہوتا ہے کہ بیابان اور صحرا میں چشمے جاری ہوں گے ندیاں چلیں گی۔ مگر اس میں یہ لکھا ہے کہ برگزیدوں کو پینے کے لئے ہوویں۔دیکھو یسعیاہ ۲۱باب ۱۶،۱۷۔

بنی اسرائیل کے ایسے باغ عربوں کے ہاتھ ضرور آویں گے جن میں نہریں چلتی ہوں۔مگر بنی اسرائیل مکہ میں آباد نہیں۔وہ زمانہ ہجرت کے بعد ہے۔جس میں یہ بشارت پوری ہوگئی۔

کفار اہلِ کتاب کے بہکائے پر دھوکہ دیتے ہیں مگر دیکھو نبوی معجزات اور محمدیہؐ کرامات کیسے زبردست ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدوں کے واسطے اس بیابان اور صحرا میں ندیاں چل گئیں نہ کفار کے لئے۔دیکھو! نہرِ زبیدہ مکہ میں اور بنی زرقا کی نہر مدینہ طیبہ میں برگزیدوں کے پینے کے واسطے موجود ہیں۔

بنوقریظہ اور بنونضیر کے مکانات برگزیدوں کے قبضہ میں آ چکے اور کھجوروں اور انگوروں کے ایسے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔حضورؐ کیا۔حضورؐ کے خادمان کے پاس وہاں موجود ہیں۔موسیٰ علیہ السلام کے وعدوں سے (ملک کنعان وغیرہ کی حکومت سے وہ نسل اکثر محروم رہی) اور حضور کے برکات معجزوں سے آپؐ کی اکثر قوم وعدہ کو دیکھ چکی اور انشاء اللہ یقیناً حقیقی کنعان میں بھی پہنچ جائیں گے۔

تیسرا اور چوتھا معجزہ۔ یہ کہ منکروں پر آسمان ٹوٹ پڑے۔اور اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کی افواج کفار کو تباہ کر دے یہ دونوں معجزہ بھی جن کو کفار نے طلب کیا۔کتبِ مقدسہ میں موجود ہیں۔دیکھو۔

’’خدا سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔‘‘ استثناء ۳۳ باب ۲۔

یہ پیشگوئی نہایت عمدگی سے اس دن پوری ہوئی۔جس دن حضور علیہ السلام نے مکہ معظّمہ کو فتح فرمایا غور کرو بخاری (مطبع میرٹھ کا صفحہ ۶۱۳) اور بخاری (مصری کا جلد ۲ صفحہ ۵۰) حضور کے ساتھ اس دن دس ہزار ہاں ٹھیک دس ہزار قدوس اصحابی جن کے ساتھ ملائکہ تھے موجود تھا اور اسی دن مکہ کے کفار پر آسمان ایسا ٹوٹ پڑا کہ وہاں ان کا نام ونشان بھی نہ رہا۔

یاد رہے۔’’ہاجرہ عرب کا کوہ سینا ہے۔‘‘ دیکھو نامہ گلیتاں ۴ باب ۲۵۔پس معنے ہوں گے۔ ہاجرہ کی پشت سے اور فاران خود وادئ حجاز کو کہتے ہیں اور شعیر میں دو دفعہ حضور بطور تجار تشریف لے گئے اور بدر کی لڑائی میں بھی ملائکہ کا لشکر اسلام کا گہرا مددگار تھا۔دیکھو قرآن سورۃ آل عمران۔

پانچواں معجزہ۔ کہ تیرا گھر بڑا زینت والا ہو۔یہ کتبِ مقدسہ سے لیا گیا۔’’تیرے پتھروں کو سرمہ لگاؤں گا اور تیری بنیاد نیلموں سے ڈالوں گا۔میں تیری فصیلوں کو لعلوں سے اور تیرے پھاٹکوں میں چمکتے ہوئے جواہر سے اور تیرا سارا احاطہ بیش قیمت پتھروں سے بناؤں گا۔تیرے سب فرزند بھی خدا سے تعلیم پاویں گے۔‘‘ (یسعیاہ ۵۴ باب ۱۲، ۱۳) ......

اور اگر ہمارے حضور۔ہمارے ہادی کا گھر ہی لینا ہے جیسے لفظ بیت لك سے بظاہر معلوم ہوتا

ہے تو اب روضہ اطہر واقدس کا نظارہ کرلو!

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی مَدِیْنَۃِ الْمُصْطَفٰی شَتَّانِ بَیْنَ الْھِنْدِ وَالزَّوْرَاءِ [۱]

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ شَھَادَۃً فِیْ بَلَدِ رَسُوْلِکَ۔ آمین۔ [۲]

چھٹے معجزہ کا بیان سابق کر چکا ہوں۔غور کرو۔کیسے یہ تمام معجزات پورے ہو گئے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

یادداشت۔ عیسائی صاحبان! اگر کسی امتحان اور معجزہ کا ظہور پذیر نہ ہونا نقص ہے تو جواب دو جب کسی نے حضرت مسیحؑ کو کہا

''اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو کہہ کہ یہ پتھر روٹی بن جاویں۔'' اس نے (مسیحؑ نے) جواب میں کہا۔ لکھا ہے۔''انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ ہر ایک بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔ جیتا ہے''۔ پھر شیطان اسے (مسیح کو) مقدس شہر میں اپنے ساتھ لے گیا۔اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اسے کہا۔''اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرا دے۔'' کیونکہ کہا ہے کہ وہ تیرے لئے اپنے فرشتوں کو فرمائے گا اور وے تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے۔ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر سے ٹھس لگے۔یسوع نے اسے کہا۔یہ بھی لکھا ہے کہ''تو خداوند اپنے خدا کو مت آزما!'' متی ۴ باب آیت ۳ تا ۷۔

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۔۳۱)

۶۱۔ وَ اِذْ قُلْنَا لَکَ اِنَّ رَبَّکَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْٓ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ وَ الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ فِی الْقُرْاٰنِ ؕ وَ نُخَوِّفُھُمْ ۙ فَمَا یَزِیْدُھُمْ اِلَّا طُغْیَانًا کَبِیْرًا۔

ترجمہ۔ اور ہم نے تجھ سے کہا کہ گھیر لیا ہے تیرے رب نے سب کو اور وہ رؤیا جو ہم نے تجھ کو دکھایا وہ تو لوگوں کے امتحان اور تمیز کے لئے ہم نے تجھ کو دکھایا تھا اور وہ ملعون جھاڑ بھی جس کی برائی کا

---

[۱] حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تک کیسے پہنچوں ہندستان اور علاقہ بعیدہ (مدینہ منورہ) کے درمیان بہت فاصلہ ہے۔ [۲] اے اللہ تو مجھے اپنے رسولؐ کے شہر کی زیارت نصیب فرما۔آمین

بیان قرآن میں ہے اور ہم ان کو جتنا ڈراتے ہیں اتنی ہی ان کی شرارت بڑھتی جاتی ہے۔

تفسیر۔ وَ اِذۡ قُلۡنَا لَکَ ۔ اب ایک نشان کا ذکر فرماتا ہے۔

الرُّءۡیَا ۔ بعض نے کہا ہے یہ رؤیا معراج مراد ہے۔ بہت لوگ سمجھتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم معراج کے رؤیا میں اپنی بڑی بڑی کامیابیوں کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ کب نصیب ہوسکتی ہیں۔ لیکن آخر ہم چودہویں صدی میں دیکھ رہے ہیں کہ معراج کے واقعات حرف بہ حرف صادق آرہے ہیں۔

الشَّجَرَۃَ ۔ ایک اور موقع پر فرمایا ہے۔ اِنَّہَا شَجَرَۃٌ تَخۡرُجُ فِیۡۤ اَصۡلِ الۡجَحِیۡمِ [1] (الصافات:۶۵) اس پر مشرکین نے ہنسی کی اور شجرۂ زقوم کے معنے مکھن، کھجور بنا کر لوگوں کی دعوت کی اور کہا۔ یہ ہے۔ جس سے محمدؐ ڈراتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ر فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

وَ الشَّجَرَۃَ الۡمَلۡعُوۡنَۃَ ۔ اور یہ جھگڑے لعنتی ہیں قرآن میں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۶۲۔ وَ اِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِکَۃِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِیۡسَ ؕ قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِیۡنًا ۔

ترجمہ۔ اور جب ہم نے کہا فرشتوں سے آدم کے فرمانبردار بن جاؤ، آدم کے سبب سے سجدات شکر بجالاؤ، تو سب نے فرمانبرداری کی لیکن ابلیس بولا۔ کیا میں ایسے شخص کی فرمانبرداری کروں جس کو تو نے مٹی سے بنایا۔

تفسیر۔ اُسۡجُدُوۡا ۔ فرمابرداری کرو۔

۶۳۔ قَالَ اَرَءَیۡتَکَ ہٰذَا الَّذِیۡ کَرَّمۡتَ عَلَیَّ ۫ لَئِنۡ اَخَّرۡتَنِ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَۃِ لَاَحۡتَنِکَنَّ ذُرِّیَّتَہٗۤ اِلَّا قَلِیۡلًا ۔

ترجمہ۔ بھلا دیکھو تو سہی یہی وہ شخص ہے جس کو تو نے مجھ پر بزرگی دی اگر تو مجھ کو مہلت دے قیامت تک تو میں اس کی سب اولاد کو قابو کروں گا مگر تھوڑے سے لوگ۔

---

[1] اور وہ ایک درخت ہے جو دوزخ کی جڑ سے نکلتا ہے۔

تفسیر۔ لَاَحْتَنِکَنَّ۔اس کے تین معنے ہیں۔

ا۔ تابعین نے معنے کئے ہیں۔ اَحْتَوِیَنَّ حاوی ہو جاؤں گا۔ ۲۔ لَاَسْتَوْلِیَنَّ مسلط ہو جاؤں گا۔شاہ عبدالقادر نے لطیف ترجمہ کیا ہے۔ان کی ڈھاٹی باندھوں گا۔ڈھاٹی کو پنجابی میں کھبّی کہتے ہیں۔قَالَ کے متعلق یادرکھنے کی بات ہے کہ ضرب۔فعل۔قَالَ تینوں بلکہ ان کے ساتھ قتل بھی قریب المعنی ہیں۔منہ سے کہے، ہاتھ، پاؤں، ناک، آنکھوں کے کسی فعل کو کرے یا کسی واسطے سے کرے سب پر قَالَ بولا جاتا ہے۔اسی واسطے صوفیوں نے بالعموم انہی افعال کو رکھا ہے۔ کَلَّمَ کا لفظ بھی وسیع ہے۔

ہاں کَلَّمَ تَکْلِیْمًا[1] جب آئے تو پھر لفظوں سے بات کرنے کے معنے میں آتا ہے۔کَلَّمَ الْجِدَارُ الْوَتَدَ تَکْلِیْمًا[2] کبھی نہیں بولتے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

۶۴۔ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۔

ترجمہ۔ جواب ملا جا ان میں سے جو تیری پیروی کرے گا تم سب کی جہنم سزا ہے جو پوری پوری سزا ہے۔

تفسیر۔ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۔ عربی زبان میں جب اسم فاعل کمال کو پہنچے تو صیغہ مبالغہ سے بڑھ کر اسے مفعول کے رنگ میں ادا کرتے ہیں۔وفور کے معنے ہیں۔بڑی وافر۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

۶۵۔ وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَ مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا۔

ترجمہ۔ اور ہلکا بنالے اور بہکالے ان میں سے جس کو تو بہکا سکے اور مضطر کر سکے اپنی آواز سے اور چڑھالا سوار ان پر اور پیادے اور اپنا حصہ لگا دے ان کے مال اور اولاد میں اور ان سے وعدہ کیا کر اور شیطان تو جو کچھ ان سے وعدہ کرتا ہے وہ وعدہ جھوٹ و دغابازی ہی کا ہوتا ہے۔

---

[1] اس نے لفظوں میں خوب کلام کیا۔ [2] دیوار نے کیل سے خوب کلام کیا۔

تفسیر۔ واستفزز۔ استفزاز۔کسی کو ہلکا او چھا بنالینا۔ایسا کہ اپنے پر بھی قابو نہ رہے۔

بصوتك۔صوت کا لفظ چار معنوں میں آیا ہے۔(۱)۔کھیل کودلعب۔(۲) لہو۔اللہ سے غافل کرنے کا سامان۔(۳) غناء۔گانا بجانا۔(۴) ہر چیز کو معصیت اللہ کی طرف بلائے (کُلُّ دَاعٍ اِلٰی مَعْصِیَۃِ اللّٰہِ) مومن کو ایسی باتوں کا خیال رکھنا چاہیے۔

بخیلك و رجلك۔ دنیا میں کوئی سوار ہے کوئی پیادہ۔فرماتا ہے۔اے شیطان تیرے سوار و پیادے ہیں یعنی تیرے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

وَ شَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ۔ مال میں شرکتِ شیطان یہ ہے کہ مال حرام راہ سے کماوے ۲۔اللہ کے حکم کے خلاف اس مال کو خرچ کرے۔

وَ الْاَوْلَادِ۔اولاد میں شرکتِ شیطان یہ ہے۔ا۔ زنا سے اولاد حاصل کرنا۔۲۔ اولاد کو کفر میں رنگین کرنا۔۳۔ ایسے نام رکھنے جن میں غیر اللہ کے فضل وغیرہ کا ذکر ہو مثلاً فضلِ میراں۔پیراں دِتّا۔

وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ۔ شیطان کے وعدے کیا ہیں۔ان کے لئے میں نے بہت تحقیقات کی ہے۔تین باتیں تو بہت قوی ہیں۔اور دو اسی قبیل سے۔ادنیٰ شعبہ تو یہ ہے کہ کوئی آدمی برے کام سے روکا جاوے تو وہ جواب میں کہے کہ فلاں جو کرتا ہے۔ایسا کہنے والا گویا تمام بدیوں کو جائز ٹھہراتا ہے ۲۔ یہ کہنا کہ یہ کام ہم نے آگے بھی کیا ہے۔ہمارا کسی نے کیا بگاڑ لیا۔

ا۔ عقائد کے اندر شبہات یا عقائدِ باطلہ ۲۔عمل باطل ۳۔ جزا وسزا کا انکار۔ تمام شیطانی باتوں کی اصل الاصول یہی تینوں چیزیں ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

۶۶۔اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰی بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ۔

ترجمہ۔بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی غلبہ نہیں اور اے محمدؐ! تیرا ربّ بس ہے کارسازی کو۔

تفسیر۔ بے ریب! میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۸۱)

۶۷۔ رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا۔

ترجمہ۔ اور تمہارا وہ رب ہے جو چلاتا ہے کشتی کو دریا میں تاکہ تم اس کا مال اور کمائی حاصل کرو فضل مولا سے۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا رب تم پر رحیم ہے۔

تفسیر۔ یُزْجِیْ۔ یَجْرِیْ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ ؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

۶۹۔ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ یُرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِیْلًا۔

ترجمہ۔ کیا تم اس سے بے فکر ہو گئے ہو کہ اللہ تم کو خشکی میں دھنسا دے یا تم پر بھیج دے پتھر برسانے والی آندھی پھر تم کوئی اپنا وکیل و نگہبان نہ پاؤ۔

تفسیر۔ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمْ۔ تمہیں ذلیل کر دے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ ؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

۷۰۔ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ یُّعِیْدَكُمْ فِیْهِ تَارَةً اُخْرٰی فَیُرْسِلَ عَلَیْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیْحِ فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَیْنَا بِهٖ تَبِیْعًا۔

ترجمہ۔ یا تم نڈر ہو گئے ہو کہ پھر تم کو دوبارہ لے جائے (دریا میں) پھر بھیجے تم پر سخت ہوا کا جھونکا کہ تم کو غرق کر دے اس وجہ سے کہ تم نے حق کو چھپایا ناشکری کی پھر تم نہ پاؤ اس کا دعویٰ کرنے والا ہم پر تمہاری طرف سے کوئی۔

تفسیر۔ قَاصِفًا۔ قصف۔ کوٹنا۔ باریک کرنا۔ دبوچ لینا۔

تَبِیْعًا۔ بدلہ لینے والا۔ نصرت کرنے والا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ ؍فروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

۷۲،۷۳۔ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا۔ وَ مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِيْلًا۔

ترجمہ۔ اور جب ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے پیشواؤں کے ساتھ تو جس کے سیدھے ہاتھ میں نامۂ اعمال دیا جائے گا تو وہ لوگ پڑھیں گے اپنے نامۂ اعمال کو اور ان پر ذرہ بھی ظلم نہ ہوگا۔ اور جو کوئی اس دنیا میں اندھا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا رہا اور بہت ہی دور بھٹک گیا راہِ راست سے۔

تفسیر۔ اِمَام۔ اس کو کہتے ہیں جس کا اتباع کی جاوے۔ بدکار بدکاروں کی اقتداء کرتے ہیں۔ اس لئے ان کا نام امامِ بد ہے۔ نیک نیکوں کی اقتداء کرتے ہیں اس لئے ان کا نام امامِ نیک ہے۔

دانشمند انسان غور کرے کہ وہ جہاں اولین و آخرین جمع ہوں گے۔ کس جماعت میں سے پیش ہونا چاہتا ہے۔ دنیا میں بھی کوئی بدمعاشوں، شہدوں کے ساتھ ہوکر بادشاہ کے حضور پیش ہونا پسند نہیں کرتا تو پھر اس اَحْكَمُ الْحَاكِمِيْن کے حضور اولین آخرین کے سامنے کب گوارا کرسکتا ہے کہ بُری جماعت میں ہوکر پیش ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۸ مورخہ ۲۴ رفروری ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۲)

یہ بات بڑی غور طلب ہے کہ ایک شخص بظاہر اچھے لباس میں لوگوں کے سامنے آتا ہے۔ نمازی بھی نظر آتا ہے لیکن کیا اسے اتنی ہی بات پر مطمئن ہوجانا چاہیے؟ ہرگز نہیں۔ اگر اسی پر انسان کفایت کرتا ہے اور اپنی ساری ترقی کا مدار اسی پر ٹھہراتا ہے تو وہ غلطی کرتا ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے یہ سرٹیفکیٹ نہ مل جاوے کہ وہ مومن ہے وہ مطمئن نہ ہو۔ سعی کرتا رہے اور نمازوں اور دعاؤں میں لگا رہے تاکہ کوئی ایسی ٹھوکر اسے نہ لگ جاوے جو ہلاک کردے۔ عام طور پر تو یہ فتویٰ اسی وقت ملے گا جبکہ سعادت مند جنت میں داخل ہوں گے اور شقی دوزخ میں۔ لیکن خدا تعالیٰ یہاں بھی التباس نہیں رکھتا۔ اسی دنیا میں بھی یہ امر فیصل ہوجاتا ہے۔ اور مومن اور کافر میں ایک بیّن امتیاز رکھ دیتا ہے جس سے صاف صاف شناخت ہوسکتی ہے۔ ہر ایک شخص ان آثار اور ثمرات کو جو ایمان اور اعمالِ صالحہ کے ہیں اسی دنیا میں بھی پاسکتا ہے اگر سچا مومن ہو بلکہ اگر کوئی شخص اس دنیا میں کوئی اثر اور

نتیجہ نہیں پاتا ہے تو اسے استغفار کرنی چاہیے۔اندیشہ ہے کہ وہ آخرت میں اندھا نہ اٹھایا جائے۔

وَمَنۡ کَانَ فِیۡ ھٰذِہٖۤ اَعۡمٰی فَھُوَ فِی الۡاٰخِرَۃِ اَعۡمٰی

حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا اس سوال کو چھیڑا ہے اور اپنی تقریروں میں بیان کیا ہے کہ بہشتی زندگی اور اس کے آثار اور ثمرات اسی عالم سے شروع ہو جاتے ہیں۔جو شخص اس جگہ سے وہ قوٰی نہیں لے جاتا وہ آخرت میں کیا پائے گا۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۲۱ مورخہ ۲۴؍جون ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۳)

۷۵۔ وَلَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰکَ لَقَدۡ کِدۡتَّ تَرۡکَنُ اِلَیۡھِمۡ شَیۡئًا قَلِیۡلًا۔

ترجمہ۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے تجھ کو ثابت (قدم) رکھا نہیں اے مخاطب! تو تم جھکنے ہی لگ جاتے ایک طرف تھوڑا سا۔

تفسیر۔ لَقَدۡ کِدۡتَّ تَرۡکَنُ اِلَیۡھِمۡ ۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی صحبتوں میں بیٹھنے سے ممکن ہے کہ تم کسی فتنہ میں پڑ جاؤ تو پھر دوسرے مومن کس گنتی میں ہیں۔غافلوں کی صحبت سے بہت بچنا چاہیے۔صحبت کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور ہوتا ہے۔پس تم کسی کے پاس بیٹھنے سے پہلے غور کرو کہ کیسا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳)

۷۶۔ اِذًا لَّاَذَقۡنٰکَ ضِعۡفَ الۡحَیٰوۃِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ عَلَیۡنَا نَصِیۡرًا۔

ترجمہ۔ پھر جب ایسا ہو جاتا تو ہم ضرور مزہ چکھا دیتے تم کو بڑھ بڑھ کر دنیا کی زندگی ہی میں عذاب کا اور موت کے بعد بھی بہت کچھ، پھر تم ہمارے مقابلہ میں کسی کو مددگار نہ پاتے۔

تفسیر۔ ضِعۡفَ الۡحَیٰوۃِ۔ اس دنیا کی زندگی میں دکھ و عذاب۔ یہ معنی بخاری نے کئے ہیں۔ یہی مجھے پسند ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳)

۷۷۔ وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا۔

ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو تم کو گڑبڑی میں ڈالتے ہیں اس ملک میں تاکہ تجھے اس سے نکال دیں تو وہ سب بھی نہ رہنے پائیں گے تیرے پیچھے مگر تھوڑے ہی دن۔

تفسیر۔ یقیناً یہ لوگ (اہلِ مکہ) تجھے (محمدؐ) اس زمین مکے سے نکال ڈالنے والے ہیں مگر تیرے بعد یہ لوگ بھی تھوڑی ہی دیر بعد رہیں گے۔(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۶۸)

اللہ اللہ یہ پیشن گوئی کیسی پوری ہوئی۔ عادت اللہ قدیم سے اس طرح پر جاری ہے کہ جن قوموں نے ہادیانِ برحق کے نصائح نہ سنے اور ان کے دل سوز مشفقانہ کلام پر دھیان نہ کیا۔ضرور وہ کسی نہ کسی تباہی میں گرفتار ہوئے اور جھوٹے نبی کا نشان یہ دیا گیا ہے کہ وہ قتل کیا جاوے گا۔اور جو کوئی اس نبیؐ کی بات نہ مانے گا۔سزا پائے گا۔اب کفارِ عرب اس سچّے رؤف ورحیم ہادی کو جھٹلا چکے ہیں۔طرح طرح کی اذیتیں دل کو کپکپا دینے والے آزار دے چکے ہیں۔چونکہ وہ نبیؐ صادق ومصدوق ہے اور وہ نبی وہ ہے جس کی نسبت موسیٰؑ وعیسٰیؑ بڑے فخر سے بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔اب خدائی غضب اُمنڈ آیا۔کلمۃ اللہ برسرِ انتقام آمادہ ہوا کہ ان کے دشمنانِ دینِ حق کو ہلاک کیا جاوے۔مگر باری تعالیٰ بایں ہمہ اپنے رسولؐ سے فرماتا ہے کہ جب تک تو ان لوگوں میں موجود ہے (یعنی سرزمینِ مکہ میں) ان پر عذاب نہ ہوگا اور عالم الغیب حق تعالیٰ ایک سال اس کی میعاد مقرر فرماتا ہے کہ یقیناً اس عرصے میں بلا تقدم وتاخر ایک ساعت کے یہ واقعۂ زوال وقوع میں آئے گا۔قدرتِ حق کا کرشمہ مشاہدہ فرمائیے کہ کیونکر یہ وعدہ ایک سال بعد پورا ہوتا ہے۔اب کفارِ عرب نے جن کا سرغنہ ابوجہل تھا۔آنحضرت کے قتل کی مشورت کی۔اسی واسطے ۱۵؍جولائی ۶۲۲ء جمعہ کے دن آپؐ نے مکہ سے ہجرت کی اور مدینہ منورہ کو چلے گئے۔دوسرے سال یعنی ۶۲۳ء میں بدر کا معرکہ ہوا۔جس میں وہ سب معاندین اور مخالفین تباہ اور عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوئے۔ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۵۱)

۷۸۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا۔

ترجمہ۔ یہی دستور ہے ہمارے ان رسولوں کا جو تجھ سے پہلے ہم نے بھیجے اور تو ہمارے دستوروں کو ردّو بدل ہونے والا نہ پائے گا۔

تفسیر۔ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا۔ یہ طریقہ کہ جب نبی نکلا تو قوم پر عذاب آیا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳)

۷۹،۸۰۔ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖۗ عَسٰۤى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

ترجمہ۔ نماز کو ٹھیک درست رکھ آفتاب کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھ فجر کو۔ بے شک فجر کا قرآن شہود و حضوری کا قرآن ہے۔ اور رات کے کچھ حصہ میں بیدار رہ کر قرآن نماز تہجد میں پڑھو۔ یہ تمہارے لئے زیادتی ہے قریب ہی کھڑا کرے گا تیرا رب مقام محمود میں۔

تفسیر۔ حدیث میں آیا ہے جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰى حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهَا۔[1] سلیم الفطرت لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں کپٹ نہیں رہتی۔ ایسے لوگوں کی عادت ہے کہ جو ان کے ساتھ نیکی کرے۔ وہ اس کے ساتھ محبت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کس قدر احسان ہیں۔ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا[2] (ابراھیم:۳۵) کہ گنے بھی نہیں جا سکتے۔ پس اس سے بڑھ کر کون محسن ہوسکتا ہے اور اس سے زیادہ کون سزاوارِ محبت واطاعت ہوسکتا ہے؟

ایک معمولی بال سفید ہو جاوے تو انسان کے دل پر کیا گزرتی ہے۔ ذراسی ناک کٹ جائے یا آنکھ کی پُتلی خراب ہو یا کان میں ضرر پہنچ جاوے تو کیا انجام ہوتا ہے۔ یہ خدا کے فضل سے سلامت رہتے ہیں۔ غرض ایسے محسن کی محبت واطاعت کے اظہار کے لئے نماز ہے۔ جس کا حکم اس رکوع میں

---

[1] دلوں میں اس کی محبت ڈال دی گئی ہے جو ان سے حسن سلوک کرتا ہے۔ [2] اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو پورا کبھی نہ گن سکو گے ان کو۔

دیتا ہے۔ اوران کے ادا کرنے کے اوقات بتائے ہیں جو پے در پے آنے والے ہیں۔ تا کہ ایک نماز کے پڑھنے سے روحانیت کا اثر ابھی باقی ہو کہ دوسرا آ جائے۔ اہل اللہ تو آٹھ بار نماز پڑھتے ہیں۔ نماز صبح[1] کے بعد اشراق[2] پھر ضحیٰ[3] پھر ظہر[4] کی نماز پھر عصر[5]۔ پھر مغرب[6] پھر عشاء[7] ۔ پھر تہجد[8]۔

فَتَهَجَّدْ بِهٖ ۔ ہجود کے معنے سونے کے ہیں۔...... تہجد کے معنی ہیں۔ نیند کو ہٹا کر کھڑا ہونا۔

(ضمیمہ اخبار بدر جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳)

۸۱۔ وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔

ترجمہ۔ اور کہہ اے میرے ربّ ! مجھ کو اچھے مقام میں داخل کر اور مجھے اچھی طرح سے نکال اور میرے لئے اپنے پاس سے خاص قوت دار غلبہ عنایت فرما۔

تفسیر۔ صِدْقٍ ۔ عربی بولی میں ہر عمدہ چیز کو صدق کہتے ہیں۔ حتٰی کہ عمدہ تلوار کو بھی اَخُ صِدْقٍ بولتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳)

۸۲۔ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

ترجمہ۔ اور کہو الحق آیا اور الباطل بھاگا۔ بے شک الباطل تو نیست و نابود ہونے والا ہی تھا۔

تفسیر۔ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ ۔ یعنی عبادت اور ان دعاؤں کے بعد نصرتِ الٰہی آئے گی۔ اور بُطلان دور ہو جائے گا اور تو کہے گا جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳)

تو کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ ۔ بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۳۹)

اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل دور ہو گیا۔ یقیناً باطل دور ہونے والا ہی تو تھا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۷)

۸۳۔ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا۔

ترجمہ۔ اور ہم قرآن میں سے وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفاء اور رحمت ہیں ایمانداروں کے لئے اور ظالموں کو تو قرآن سے زیادہ تر نقصان ہی ہوتا رہتا ہے۔

تفسیر۔ مَا هُوَ شِفَآءٌ۔ میرا اعتقاد ہے کہ روحانی بیماریوں کے علاوہ ظاہری بیماریوں کی بھی شفاء کرتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳/ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳)

اور ہم قرآن سے مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت اتارتے ہیں اور ظالموں کو اس سے گھاٹا نصیب ہوتا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۷)

۸۴۔ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَـُٔوْسًا۔

ترجمہ۔ اور جب ہم انعام کرتے ہیں انسان پر تو منہ پھیرتا اور ایک جانب ہو جاتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو امید توڑ بیٹھتا ہے۔

تفسیر۔ اور جب ہم انسان پر فضل کرتے ہیں منہ پھیر لیتا ہے اور اسی (مال) کی طرف ہو جاتا ہے۔ اور جب اس کو دکھ پہنچتا ہے۔ ناامید ہو جاتا ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۷)

۸۵۔ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا۔

ترجمہ۔ کہہ دو ہر ایک شخص عمل کرتا ہے اپنی فطرت کے مطابق پھر تمہارا رب بخوبی جانتا ہے اس شخص کو جو راہِ راست پر خوب چلنے والا ہے۔

تفسیر۔ کہہ دے ہر ایک اپنی طرز پر عمل کرتا ہے۔ تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ اس کو جو سیدھی راہ پر ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۷)

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ۔ یہ آیت بہت مشکل ہے۔میں نے اس کے سمجھنے میں بڑی محنت کی ہے۔بہرحال شَاكِلَتِهٖ کے معنے ہیں ’’اپنے طریقے پر‘‘ ہر شخص اپنے نزدیک کوئی بات سوچ لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں نے ایک نیک کام کیا یا نیک کام کا ارادہ کیا۔اب اس نے جو اپنے طریق یا خیال یا ارادہ پر کام کیا ہو۔تم اسے اپنے رب کے سامنے پیش کرو۔یعنی خدا کے کلام کے آگے مہر صداقت لگانے کے لئے پیش کرو۔کیونکہ وہ اَعْلَمُ اور اَهْدٰى سَبِيْلًا ہے۔اور پھر اس پر رائے زنی کرو کہ نیک ہے یا بد۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳)

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ (بنی اسرائیل: ۸۵)۔ بخاری صاحب نے شَاكِلَتِهٖ کے معنی بنت کے کئے ہیں اور خط وخال وشکل کے معنے بھی ہیں نیز فطرت پر بولا گیا ہے اور فطرت پر اعمال ہوتے ہیں جیسے قویٰ ہوں ویسے ہی کام ہوتے ہیں۔ (بدر۔کلام امیر ۱۴؍اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۲)

۸۶، ۸۷۔ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ۔

ترجمہ۔ سوال کرتے ہیں وہ تجھ سے روح کی بابت تو جواب دے کہ وہ میرے رب کے حکم سے ہے اور تم کو تھوڑا سا ہی علم دیا گیا ہے۔اور اگر ہم چاہیں تو دور کر دیں جو تیری طرف وحی کے ذریعہ پہنچا ہے پھر نہ پاوے تو اس کے لئے کوئی وکیل ہمارے سامنے۔

تفسیر۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۔ یہ سوال یہود نے نبی کریم صلی اللہ علیہ و اٰلہٖ وسلم سے اس وقت کیا جب آپؐ ان کے بیت المدراس کے پاس سے گزرے۔مگر یہ سورۃ مکی ہے۔اس لئے اعتراض کیا جاتا ہے کہ مدینہ کے یہود کے سوال کا جواب کیوں کر دیا؟ یہ اعتراض قوی ہے۔مگر کیا ممکن نہیں کہ یہود نے مکہ جانے والے لوگوں کی معرفت یہ سوال پوچھا ہو۔ یہ جواب بر تقدیر تسلیم ہے کہ یہود نے سوال کیا۔ ورنہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عام ہے۔سوال کرنے والوں نے سوال کیا۔يَسْـَٔلُوْنَ سے ہی اس

کے فاعل کا پتہ لگ سکتا ہے جیسے اِعۡدِلُوۡا ۟ هُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی [۱] (المائدہ:۹) میں هُوَ کے مرجع کا۔ یہ امر نحو کے قاعدے کے مطابق ہے کہ فعل کے مشتق سے اس کا فاعل نکال لیتے ہیں۔ پس یَسۡـَٔلُوۡنَ کے سائل عام سائل ہیں۔ پوچھتے ہیں روح سے۔ روح کیا چیز ہے۔ اس کا جواب خود قرآن کریم کی ہی دوسری آیات سے کھلے گا۔ اس زمانہ میں روح کا لفظ مشتبہ سا ہو گیا۔ بعض نے روح سے مراد ''سول'' (SOUL) سمجھا۔ جس سے آدمی کی زندگی وابستہ ہے۔ مگر اگر یہ مراد ہوتی تو ایسا کمزور جواب خالق الارواح کی طرف سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ جبکہ اسلام کے ادنیٰ خادموں میں سے اور شیخ بن قیم حنبلی، امام غزالیؒ نے بھی حقیقت روحِ انسانی پر مبسوط مضمون لکھا ہے پس دراصل رُوح کلامِ الٰہی کو کہتے ہیں۔ پھر کلامِ الٰہی کے پہچاننے والے نبی کو۔ اور کلامِ الٰہی کے لانے والے مَلک کو بھی کہتے ہیں۔ دیکھو سورۃ نحل پارہ ۱۴۔

۱۔ یُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّہٗ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ [۲] (النحل:۳)۔

اس کے صاف معنے ہیں کہ ملائکہ اللہ کے حکم سے جس پر چاہتے ہیں کلام لَاۤ اِلٰہَ اِلَّاۤ اَنَا نازل کرتے ہیں۔

۲۔ سورۃ مومن پارہ ۲۴۔ رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ ۚ یُلۡقِی الرُّوۡحَ مِنۡ اَمۡرِہٖ عَلٰی مَنۡ یَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِہٖ لِیُنۡذِرَ یَوۡمَ التَّلَاقِ [۳] (المومن:۱۶)

یہاں بھی رُوح سے مراد کلامِ الٰہی ہے۔

۳۔ پھر سورۃ الشوریٰ پارہ ۲۵ میں۔ وَ کَذٰلِکَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ رُوۡحًا مِّنۡ

---

[۱] برابر انصاف کرو۔ وہ تقویٰ کے بہت قریب ہے۔ [۲] وہی اللہ اتارتا ہے فرشتوں کو کام دے کر آپ ہی جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے کہ ڈرا دو یہ بتا کر کوئی سچا معبود نہیں ہے مگر میں، تو مجھ ہی کو سپر بناؤ مجھ ہی سے ڈرو۔ [۳] اللہ تعالیٰ درجے بلند کرنے والا عرش کا مالک ہے۔ اپنے ہی حکم سے وحی کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تا کہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے۔

اَمۡرِنَا [1] (الشوریٰ:۵۳) یہاں بھی روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔

حضرت مسیحؑ کے حق میں اَیَّدۡنٰہُ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ (البقرۃ:۸۸) جو آیا ہے۔اس سے مراد بھی صریحاً کلام الٰہی ہی ہے۔ایک اور دلیل اس بات کی کہ یہاں روح سے مراد کلام الٰہی ہے۔ یہ ہے کہ اس سے پہلے تین آیت قرآن مجید کا ذکر ہے۔کہ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا ہُوَ شِفَآءٌ [2] (بنی اسرائیل:۸۳) فرمایا اور پھر اس کے بعد بھی قُلۡ لَّئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَ الۡجِنُّ (بنی اسرائیل:۸۹) [3] میں قرآن مجید ہی کا ذکر ہے۔جس سے صاف کھل گیا۔ یہاں روح سے مراد کلام الٰہی ہی ہے۔ پھر دیکھو اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡکَ بھی ساتھ ہی فرمایا۔

وَ مَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِیۡلًا۔ تنبیہاً فرمایا کہ تم بڑے ہی بے وقوف ہو کہ کیا تم کلام الٰہی قرآن اور دوسرے کلاموں میں جن میں احادیث رسولؐ بھی شامل ہیں۔ بیّن فرق نہیں پاتے۔ یہ بہت ہی بے ادبی کا کلمہ ہے کہ صحابہ کو بے علم کہا جاوے۔گو کہنے والا علامہ کہا جاوے کہ تم روح کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے۔عام تفاسیر میں یہ بات نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۳، ۱۵۴)

عَنِ الرُّوۡحِ۔ کلام پاک (قرآن) کے بارے میں۔

مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ۔ یہ خدا کے حکم سے آیا ہے۔(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۳، ۴۶۴)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے مفسر ہونے پر اہل کتاب نے چند سوال کئے۔ایک رُوح کے متعلق کیونکہ قدمِ روح کا ایک جہان قائل تھا اور اس اعتقاد نے روح کے غیر مخلوق ماننے میں پھنسا رکھا تھا اسی واسطے یہود نے اور ان کے ساتھ اور لوگوں نے پوچھا۔روح کی نسبت فرمایئے۔ جیسے قرآن میں ہے یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ الرُّوۡحِ پھر ان کے جواب میں حکم ہوا قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّیۡ تُو کہہ کہ روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے۔یعنی مخلوق ہے قدیم نہیں۔اور لوگوں کو جتایا کہ اگر روح پہلے

---

[1] اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ہمارے حکم سے ہمارا کلام قرآن مجید۔ [2] اور ہم قرآن میں سے وہ آیتیں اتارتے ہیں جو شفاء ہیں۔ [3] کہہ دو اگر جمع ہو جاویں غریب اور امیر سب، یا آدمی اور جنّ۔

سے موجود ہوتی تو اُسے علم بھی ہوتا۔ لاکن دیکھتے ہو۔

وَاللّٰہُ اَخْرَجَکُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَیْئًا [1] (النحل:۷۹)

اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تم کچھ نہ جانتے تھے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۱۶۵)

حیات دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک جسمانی اور دنیوی اور دوسری روحانی اور اخروی۔ پہلی قسم کی حیات حاصل کرنے کے سامان اگر جڑھ پدارتھ میں اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں تو دوسرے قسم کے حیات کے اسباب بھی چتین وَستُو میں ضرور رکھے ہیں۔ قرآن میں دونوں محاوروں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے سنو! اول جسمانی حیات اور جسمانی زندگی کی نسبت فرمایا ہے۔

۱۔ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا [2] (البقرۃ:۱۶۵)

۲۔ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْۢبَتْنَا بِہٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ ۝۹ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّھَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ [3] (ق:۱۰،۱۱)

۳۔ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْیَیْنَا بِہٖ بَلْدَۃً مَّیْتًا ۭ کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ [4] (ق:۱۲)

اور روحانی زندگی۔ دھرم اوکت حیاتی۔ ایمانی حیات اور دھرم جیون کے بارے میں فرمایا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ [5] (الانفال:۲۵)

---

[1] اور اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے تم کچھ نہ جانتے تھے۔ [2] اتارا اللہ نے بادلوں سے پانی اور زندہ کیا اس کے ساتھ زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے۔ [3] اتارا ہم نے بادلوں سے پانی برکت والا۔ پھر لگائے ہم نے اس کے ساتھ باغ اور اناج کاٹنے کے اور کھجوریں بلند جن کے خوشے تہہ بر تہہ ہیں۔ [4] رزق ہے بندوں کے لئے اور زندہ کیا ہم نے اس کے ساتھ مردہ شہر کو اسی طرح نکلنا ہے۔ [5] اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کی بات سنو جب وہ تمہیں اس امر کی طرف بلاتا ہے جو تمہیں زندگی بخشے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [۱] (النحل:۹۸)

جیسے جسمانی زندگی کے واسطے جسمانی روح کی ضرورت ہے ویسے ہی ایمانی زندگی کے واسطے کسی ایمان سکھلانے والی بلکہ ایمان دینے والی روح کی ضرورت ہے۔ اسی ایمان دینے والی روح کا تذکرہ اس آیت شریف میں ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس آیت کے حقیقی معنے سمجھنے میں اکثر لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ میں ماقبل اور مابعد کی آیات بھی نقل کرتا ہوں۔ اور کلامِ الٰہی کی واقعی تفسیر خود کلامِ الٰہی کی راہنمائی سے کرتا ہوں۔امید ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے حظّ وافی اٹھائیں گے۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا۔ وَ اِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا۔ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ وَ لَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا۔ [۲] (بنی اسرائیل: ۸۲ تا ۹۰)

۱؎ جو شخص نیک عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو۔ ہم ان کو پاکیزہ زندگی بخشیں گے اور ہم ان کو اجر دیں گے ان کے اچھے کاموں کے عوض میں۔

۲؎ اور کہہ دے حق آ گیا اور باطل دور ہو گیا یقیناً باطل دور ہونے والا ہی تو تھا۔ اور ہم قرآن سے مومنوں کے لئے شفا اور رحمت اتارتے ہیں اور ظالموں کو اس سے گھاٹا نصیب ہوتا ہے۔ اور جب ہم انسان پر فضل کرتے ہیں منہ پھیر لیتا ہے اور اسی (مال) کی طرف ہو جاتا ہے اور جب اس کو دکھ پہنچتا ہے ناامید ہو جاتا ہے۔ کہہ دے ہر ایک اپنی طرز

اب اس اَمر کے اثبات کے لئے کہ روح سے مراد وہی کلامِ الٰہی ہے جس سے ایماناً مردہ لوگ حیاتِ ابدی پاتے ہیں۔ اور جو ہم نے مراد ومعنے لئے ہیں۔ وہی حق اور منشائے فرقانِ مجید کے مطابق ہے۔ خود قرآن کریم سے مؤید آیات نقل کرتے اور اس محاورے کو واضح کرتے ہیں۔ سنو!

وَ کَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ وَ لٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّکَ لَتَھْدِیْٓ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ [۱] (الشوریٰ: ۵۳)
اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہُ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ [۲] (النحل: ۲-۳)
رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ [۳] (المومن: ۱۶)

بقیہ حاشیہ۔ پر عمل کرتا ہے تمہارا رب خوب جانتا ہے اس کو جو سیدھی راہ پر ہے۔ اور تجھ سے اس روح (قرآن) کی بابت پوچھتے ہیں کہہ دے یہ روح میرے رب کا امر ہے اور تم اے مخالفو! کچھ سمجھتے بوجھتے نہیں۔ اور اگر ہم چاہتے یہ کلام جو تجھ پر وحی کیا ہے لے جاتے پھر تجھے ہم سے لینے کے لئے کوئی وکیل نہ ملتا سوا تیرے رب کی رحمت کے یقیناً اس کا فضل تجھ پر بڑا ہے۔ کہہ دے اگر جن وانس اس پر متفق ہو جاویں کہ اس قرآن کی مانند لاویں تو ہرگز نہ لاسکیں گے گو وہ ایک دوسرے کے مددگار ہو جاویں۔ ہم نے اس قرآن میں ہر مثال مختلف طرزوں میں بیان کی ہے پر اکثر لوگوں نے کافرِ نعمتی سے انکار کیا۔

۱؎ اور ایسا ہی ہم نے تیری طرف اپنے امر سے روح بھیجی ہے۔ تو نہ تو کتاب ہی سمجھتا تھا اور نہ ایمان پر ہم نے اسے نور بنایا ہے اس سے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت دیتے ہیں۔ اور یقیناً تو سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ ۲؎ اللہ کا امر آ گیا اب جلدی تو نہ کر وہ بلند و برتر اس سے ہے کہ شرک کرتے ہیں۔ فرشتوں کو روح دے کر اپنے حکم سے جن بندوں پر چاہے اتارتا ہے کہ ڈرسناؤ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پھر مجھ ہی سے ڈرو۔ ۳؎ بلند درجوں والا صاحب تخت کا اپنے امر سے جس بندے پر چاہتا ہے روح ڈالتا ہے تو کہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈراوے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ[1] (المجادلہ:۲۳)

ان آیات کریمہ سے ثابت ہوا کہ روح کلامِ الٰہی ہی کا نام ہے جس پر عمل کرنے سے موتیٰ اور مردہ بے ایمان زندہ ہوتے ہیں۔ بلکہ قرآن نے انبیاء اور ملائکہ کو بھی رُوح فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی زندگی کے باعث ہیں جسے ایمان کہتے ہیں۔

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ٞ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ[2] (النساء:۱۷۲) وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ[3] (البقرۃ:۸۸)۔

ان آیات سے ناظرین کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ روح کی حقیقت کو قرآن نے کیسے بیان کیا ہے۔ یہ محاورہ رُوح کی نسبت اگرچہ میں نے قرآن سے ثابت کر دیا ہے۔ اور آفتاب کے سامنے کسی ستارہ کی حاجت نہیں مگر مزید تذکرہ کے واسطے کتبِ سابقہ سے بھی بیان کرتا ہوں۔

’’پھر جبکہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی رُوحِ حق جو باپ سے نکلتی آوے تو وہ میرے گواہی دیگا‘‘ (یوحنا ۱۵ باب ۲۶)۔ ’’لکن جب وہ یعنی روحِ حق آوے تو وہ تمہیں سچائی کی راہ بتاوے گی‘‘ (یوحنا ۱۶ باب ۱۳)۔ ’’اس لئے تم سے کہتا ہوں لوگوں کا ہر

---

[1] جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تو انہیں نہ دیکھے گا کہ وہ ایسے لوگوں کو دوست رکھتے ہوں جو جنگ کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول سے خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا قبیلہ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں لکھ دیا ہے اور انہیں اپنی روح سے قوت دی ہے اور انہیں جنتوں میں داخل کرے گا۔

[2] اس کے سوا نہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کا بھیجا ہوا اور اس کا مخلوق ہے جو مریم کی طرف ڈالا گیا اور اس کی روح ہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ [3] اور ہم نے عیسیٰ بن مریم کو کھلی دلیلیں دیں اور روح پاک سے اس کو قوت دی۔

طرح کا گناہ اور کفر معاف کیا جاوے گا مگر وہ کفر جو روح کے حق میں ہو لوگوں کو معاف نہ ہو گا‘‘ (متی ۱۲ باب ۳۱)۔

اور نیکی کو زندگی اور بدکاری کو موت کہنے کا محاورہ تو اس قدر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عندالشرح یہی حقیقی معنی ہیں۔ مگر میں اب اس قصہ میں زیادہ طوالت لاحاصل جانتا ہوں۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ۔ میں اگر یہ پوچھا جاوے کہ یہ سوال عیسائیوں اور یہودیوں نے کیوں کیا؟ تو وجہ ظاہر ہے۔ یوحنا کی انجیل میں...... اس رُوح کی آمد کی خبر تھی۔ اور بہت لوگوں کا خیال تھا۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سوال کیا گیا کہ قرآن کریم جسے تو نے بارہا روح کہا ہے کس کی تصنیف ہے۔ تو خود قرآنِ کریم نے اس کا یوں جواب دیا کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کا حکم اور اس کا کلام ہے۔ اور جو کہا وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ اس کے مخاطب وہی سائل ہیں جن کو بہت ادلّہ سے ثابت کر دیا گیا تھا کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے۔

روحؔ کی نسبت یہود کا سوال ہے۔ یا عیسائیوں یا دونوں کا یا مان لیتے ہیں کسی ایسے دیانندیوں کے ہم خیال کا سوال ہے جو انسانی روح کے غیر مخلوق، قدیم، انادی ہونے کا معتقد تھا۔ کسی کا سوال ہو۔ کسی طرح کا سوال ہو۔ ایسا وسیع جواب قرآن کریم نے دیا ہے کہ سب کو حاوی ہے۔ اور جواب دِہندہ کی بے علمی یا قلّتِ علم کا یہاں ذکر نہیں۔ بلکہ مخاطبین کی بے علمی کا ذکر ہے جو باوجود دلائل واضح اور حجت ہائے قاطعہ کے سرِ تسلیم جھکانا پسند نہ کرتے تھے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۵ تا ۱۰۰)

روح کو کتبِ مقدسہ اور پاک کتاب قرآنِ کریم نے بہت معنوں پر استعمال کیا ہے۔ اول۔ روح کلامِ الٰہی کا نام ہے۔ اور اس لئے کہ کلامِ الٰہی سے بڑھ کر کوئی چیز زندگی کا موجب نہیں۔ اگر اس متعارف روح سے چندروزہ زندگی حاصل ہوسکتی ہے تو اس روح (کلامِ الٰہی) سے جاودانی حیات، ابدی نجات نیولائف، دھرم جیون کو انسان لے سکتے ہیں۔ اگر اس روح سے چند روزہ جسمانی خوشیوں کو لے سکتے ہیں تو اس روح سے ابدی سرور، مہاانند، ابدی آرام پا سکتے

ہیں ۔ ان معنی کے رو سے روح مخلوق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے اس لئے کہ یہ روح الٰہی کلام ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا متکلّم ۔ جب ان معنے کے لحاظ سے روح خدا کی صفت ٹھہری اور مخلوق نہ ہوئی اس کیلئے کسی مصالح کی ضرورت بھی بجُز ذاتِ الٰہی کے نہ رہی ۔ قرآن کریم سے ان معنی کی شہادت سنو!

وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۔ [۱] (الشورٰی: ۵۳)

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ [۲] (النحل: ۳)

دومؔ: روح ، ملائکہ اور انبیاء کو کہا ہے اور ظاہر ہے کہ ملائکہ اور انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام مختلف اوقات میں مختلف عناصر سے پیدا ہوئے اور مختلف مصالحوں سے بنے ۔ ان معنے کا ثبوت قرآن کریم سے سنئے ۔

وَ اٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَ اَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ [۳] (البقرۃ: ۸۸)

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ ؗ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ [۴] (النساء: ۱۷۲)

سومؔ: روح جسمانی جس کا نفخ انسانی جسم میں اَورِدَہ اور شرائین کی تجویف بن جانے کے بعد ہوتا ہے جس کا اشارہ فَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ میں ہے ۔

اگر اس کی بابت پوچھتے ہو کہ مٹی کہاں سے آئی ؟ تو ہم نہایت جرأت سے بلا تذبذب جواب دیتے ہیں ۔ مٹی سرب شکتیمان (قادرِ مطلق) ، با اختیار ، قادر کی ایجادی طاقت کا نتیجہ اور اثر تھا ۔

۱؎ اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ہمارے حکم سے ہمارا کلام قرآن مجید ۔ ۲؎ وہی اللہ اتارتا ہے فرشتوں کو کام دے کر آپ ہی جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ۔ ۳؎ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی دلیلیں دیں اور روحِ پاک سے اس کی تائید کی ۔ ۴؎ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا مخلوق ہے جو مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اللہ کی طرف سے روح ہے ۔

رب النوع کا ماننا اسلامی اعتقاد نہیں۔ اس تذکرہ سے کس قوم پر تعریض کرتے ہو، اسلامیوں میں تو یہ اعتقاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی موجود بالذات، کوئی غیر مخلوق، اور فاعل مستقل نہیں۔ رب النوع کے معتقد اسلامیوں میں مشرک کہلاتے ہیں۔ اور شرک کے حق میں قرآنی فتویٰ یہ ہے۔ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ[1] (لقمان:۱۴) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ[2] (النساء:۴۹)۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۸۲، ۱۸۳)

وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَ مَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا۔ یعنی یہ لوگ پوچھتے ہیں کہ روح کیا چیز ہے اور کیونکر پیدا ہوتی ہے۔ ان کو جواب دے کہ روح میرے رب کے امر سے پیدا ہوتی ہے۔ یعنی وہ ایک رازِ قدرت ہے۔ اور تم لوگ روح کے بارے میں کچھ علم نہیں رکھتے مگر تھوڑا سا یعنی صرف اس قدر کہ تم روح کو پیدا ہوتے دیکھ سکتے ہو۔ اس سے زیادہ نہیں۔

اور انسانی روح کے پیدا ہونے کے لئے خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت یہ ہے کہ دونوں نطفوں کے ملنے کے بعد جب آہستہ آہستہ قالب تیار ہو جاتا ہے۔ تو جیسے چند ادویہ کے ملنے سے اس مجموعہ میں ایک خاص مزاج پیدا ہو جاتی ہے کہ جو ان دواؤں میں فرد فرد کے طور پیدا نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس قالب میں جو خون اور دو نطفوں کا مجموعہ ہے ایک خاص جوہر پیدا ہو جاتا ہے اور وہ ایک فاسفرس کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور جب تجلی الٰہی کی ہوا کُنْ کے امر کے ساتھ اس پر چلتی ہے تو ایک دفعہ وہ افروختہ ہو کر اپنی تاثیر اس قالب کے تمام حصوں میں پھیلا دیتا ہے تب وہ جنین زندہ ہو جاتا ہے۔ پس یہی افروختہ چیز جو جنین کے اندر تجلی ربی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کا نام روح ہے۔ (یاد رہے) گو روح کا فاسفرس اس مادہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ مگر وہ روحانی آگ جس کا نام روح ہے۔ وہ بجز مَسّ نسیمِ آسمانی کے پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ سچا علم ہے جو قرآن شریف نے ہمیں بتلایا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۶۔ ماہِ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۷۳)

---

[1] یقیناً شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔ (ترجمہ از تصدیق براہین احمدیہ)

[2] یقیناً اللہ اسے معاف نہ کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جاوے۔ (ترجمہ از تصدیق براہین احمدیہ)

۸۹۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔

ترجمہ۔ کہہ دو اگر جمع ہو جاویں غریب اور امیر سب، یا آدمی اور جنّ، اس بات پر کہ لاویں اس کے جیسا قرآن تو نہ لا سکیں گے ایسا باوجود اس کے کہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہوں۔

تفسیر۔ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ۔ اس بات پر بہت مباحثہ ہوا کہ مِثْل کس بات میں ہو؟ میرے خیال میں مِثْل میں کوئی قید نہیں۔ جس بات میں چاہیں مقابلہ کر لیں۔ یہ بات صحیح ہے کہ مفتریات آیات جو پیش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کر دے گا۔ اگر وہ ان کو منجانب اللہ بتائے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

۹۱ تا ۹۴۔ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا۔ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا۔

ترجمہ۔ اور بولے ہم تو تیرا ہرگز یقین نہ کریں گے جب تک کہ ہمارے لئے زمین سے چشمہ نہ بہا دے۔ یا تیرا باغ ہو کھجوروں اور انگوروں کا اور تو ان کے اندر نہریں نہ بہا دے۔ یا ہم پر آسمان گرا دے ٹکڑے ٹکڑے کر کے جیسا کہ تو خیال کرتا ہے یا اللہ اور فرشتوں کو لے آ سامنے۔ یا تیرے لئے ہو جائے کوئی سونے کا گھر یا تو چڑھ جائے آسمان میں اور ہم تیرے چڑھنے کا بھی کبھی یقین نہ کریں گے جب تک کہ تو ہم پر ایک (لکھی لکھائی) کتاب اتار لائے جس کو ہم پڑھ لیں۔ جواب دے سبحان اللہ! میں تو بس ایک بشر بھیجا ہوا ہی ہوں۔

تفسیر۔ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ۔ یہ سب نو نشان ہیں۔ اور سب تورات وقرآن مجید کی بناء پر ہیں۔ اور سب اپنے اپنے موقع پر دکھائے گئے مگر اس رنگ میں جو بشر رسول کے مناسب تھے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا۔ آ ہ۔ نو چیزیں انہوں نے مانگی ہیں۔ بدقسمتی سے لوگوں نے سمجھا ہے کہ یہ باتیں پوری نہیں ہوئیں۔ اس لئے طرح طرح کی بدگمانیاں کی ہیں۔ ذرا بھی تدبر کرتے تو معلوم ہو جاتا کہ یہ باتیں بطور سوال صحیح پیش ہوئیں۔ پارہ اوّل میں ہے اَنَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ (البقرۃ:۲۶) یعنی مومن کے لئے جنّات ہوں گے۔ جس میں کھجور انگور سب آ گئے۔ اسی میں آیا ہے۔ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ[۱] (البقرۃ:۲۶) پھر خدا نے ہی فرمایا ھَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیَھُمُ اللّٰہُ فِیْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ[۲] (البقرۃ:۲۱۱) پھر ایک جگہ فرمایا ہے۔ مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی فُرُشٍۭ بَطَآئِنُھَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ[۳] (الرحمٰن:۵۵) پھر فرمایا فِیْھِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ یَطْمِثْھُنَّ اِنْسٌ قَبْلَھُمْ وَ لَا جَآنٌّ[۴] (الرحمٰن:۵۷) اور فرمایا فِیْھِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ[۵] (الرحمن:۷۱) پھر سورۃ واقعہ میں اشارہ کیا۔ یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ[۶] (الواقعۃ:۱۸)۔

غرض جب قرآن مجید میں ایسے ایسے تمام دعوے تھے۔ تو پھر اگر انہوں نے ایسا مطالبہ کیا۔ تو کیا بے جا کیا۔ جواب دیکھو کیسا صحیح ہے کہ اے نبی کہہ دے۔ میرا رب پاک ہے۔ اس نے جھوٹے وعدے نہیں کئے۔ ضرور ایسا ہوگا۔ مگر میں بشر رسول ہوں۔ چنانچہ جب صحابہؓ نے عراق، عجم، شام، عدن فتح کیا تو صحابہؓ کے قبضہ میں بادشاہوں کے گھر آئے۔ ان کی بیٹیاں بھی نکاح میں آ گئیں۔ گھر بھی سونے چاندی کے تھے، باغات بھی تھے۔ بلکہ مدینہ مکہ میں بھی نہریں آئیں۔ خدا کا ان پر عذاب بھی آیا۔ ملائکہ بھی نصرت کو آئے آپؐ کو معراج بھی ہوا۔ قرآن ایسی کتاب بھی ملی۔ غرض سب کچھ

۱۔ پھر رہی ہیں نہریں اُن میں۔ ۲۔ کیا وہ اس بات کے منتظر ہیں کہ خود اللہ آ جاوے ان کے پاس ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے۔ ۳۔ فرشوں پر تکیے لگائے ہوں گے جن کے استر تافتہ کے ہیں اور دونوں باغ میووں کے بوجھ سے جھکے ہوئے پاس ہوں گے۔ ۴۔ نیچی آنکھ والی عورتیں ہیں جن کو ان سے پہلے کسی انسان نے چھوا نہ کسی جنّ نے۔ ۵۔ ان میں بہت سی خوبصورت نیک سیرت عورتیں ہیں۔ ۶۔ ان کے آس پاس پھرتے رہیں گے بچے جو سدا رہیں گے۔

ہوا۔مگر یہ سب کچھ پورا ہوا۔اسی طرح جس طرح بشر رسولوں کی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳/مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

کفار نے یہ اقتراحی معجزات طلب نہیں کئے بلکہ انہوں نے ان کا مطالبہ قرآنِ مجید اور کتب سابقہ کی بناء پر اپنے فہم کے مطابق کیا۔ چنانچہ ان کے اس مطالبہ میں آیات الرحمۃ بھی ہیں۔ آیات الغضب بھی اور آیاتِ مشترکہ بھی۔

آیات الرحمۃ تو یہ ہیں: ۱۔ ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دو۔ ۲۔ تمہارے پاس کوئی باغ کھجور اور انگور کا ہو جائے۔

آیات الغضب: ۱۔ آسمان کو ہم پر ٹکڑے ٹکڑے گرا دو۔ ۲۔اللہ اور فرشتوں کو سامنے لاؤ۔

آیاتِ مشترکہ: ۱۔ تو آسمان پر چڑھ جائے۔ ۲۔ اور ہم پر تُو کتاب نازل کرے۔ ۳۔ جسے ہم پڑھ لیں۔

یہ نو نشان ہیں جو ان لوگوں نے طلب کئے۔

۱۔ چشمے اور باغ اور سونے کے گھر تو ان آیات کی بناء پر طلب کئے۔

۱۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِکَ ہُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ۔ جَزَآؤُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ جَنّٰتُ عَدۡنٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَاۤ اَبَدًا[1] (البیّنۃ:۸،۹)

ب۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَہُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ[2] (البروج:۱۲)

یعنی ہم مومن بنتے ہیں۔آپ وہ باغ اور چشمے اور نہریں دکھایئے اور دلایئے جس کا وعدہ دیا جاتا ہے۔

---

[1] بے شک جن لوگوں نے سچے دل سے اللہ کو مانا اور بھلے کام کئے تو وہی لوگ بہترین مخلوق ہیں۔ان کا بدلہ ان کے رب کے پاس سدا رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔

[2] بے شک جو لوگ ایمان لائے اور بھلے کام کرتے رہے ان کے لئے باغات ہیں جن میں بہہ رہی ہیں نہریں۔

ج۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّ عُيُوْنٍ۔ وَّ فَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ[۱] (المرسلٰت:۴۲،۴۳)

یعنی جب عام متقیوں کے ساتھ سایوں اور چشموں کا وعدہ ہے تو آپ کو تو امام المتقین ہونے کا دعویٰ ہے۔ آپ اپنا ایک ہی چشمہ دکھائیے۔

د۔ پھر خدا تعالیٰ آپ کو خطاب فرماتا ہے۔ وَوَجَدَكَ عَآىِٕلًا فَاَغْنٰى[۲] (الضحٰی:۹) اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[۳] (الم نشرح:۵) پس ضرور ہے کہ اظہارِ غنا اور رفعِ ذکر کم از کم کسی سونے کے گھر ہی سے ہو۔

ہ۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا[۴] (الفرقان:۱۱)۔

۲۔ اور آسمان کا ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گرنا اس آیت کی بناء پر۔

ا۔ وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ مَّرْكُوْمٌ۔ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ[۵] (الطور:۴۵،۴۶)۔

ب۔ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ[۶] (سبا:۱۰)۔

اور اللہ اور فرشتوں کا آنا اس آیت کی بناء پر۔

ا۔ وَّ جَآءَ رَبُّكَ وَ الْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا[۷] (الفجر:۲۳)

۱؎ بے شک جو اللہ سے ڈرنے والے اور اسی کو سپر بنانے والے ہیں وہ سایوں اور چشموں۔ اور حسب خواہش میووں میں ہوں گے۔ ۲؎ اور تجھے بہت جورو بچے والا پایا پھر اس نے تجھے غنی کر دیا۔ ۳؎ اور تیرے ذکر کو بلند کیا۔ ۴؎ بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے چاہ لیا ہے کہ تجھے بڑھ بڑھ کر دیں گے اس سے بھی یعنی خزانے۔ باغ اور ایسے باغ بہہ رہی ہیں جن میں نہریں اور پختہ اور بلند محل تیرے لئے بنائیں گے۔ ۵؎ اگر دیکھیں کوئی ٹکڑا آسمان سے گرتا ہوا تو کہنے لگیں یہ تو بادل ہے تہ بہ تہ۔ پس ان کو چھوڑ دے جب تک کہ یہ ملیں اپنے اس دن سے جس دن وہ ہلاک کرائے جائیں گے، بے ہوش کر دیئے جائیں، موت آ جائے گی۔ ۶؎ تو ہم چاہیں گے تو ان کو زمین میں ذلیل کر دیں گے یا ان پر ڈال دیں گے تہہ بہ تہہ مصیبت آسمان سے۔ ۷؎ اور تیرا رب تشریف فرما ہوگا اور فرشتے صف بہ صف کھڑے ہوں گے۔

ب۔ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ[1] (البروج:۲۱)

ج۔ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ۔ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ[2] (العلق:۱۸-۱۹) كَلَّا اور قَبِيْلًا یعنی شہادت کے لئے یہ آیت ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا[3] (النساء:۱۶۷)

۳۔ اور آسمان پر جانے کا مطالبہ اس آیت کی بناء پر کیا۔

ا۔وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ۔ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ۔ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ[4] (العلق:۴ تا ۶) پس ضرور ہے کہ آپ اس کے پاس جائیں۔ اور کتاب اتارنے کا اس آیت کی بناء پر رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ[5] (البیّنہ:۳، ۴) اور ہم پڑھ لیں کا مطالبہ اس آیت کی بناء پر تھا۔ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ[6] (الزخرف:۳) اور قولہ تعالیٰ۔ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ[7] (بنی اسرائیل:۱۵) کفّار نے اغواء یہود سے یہ مطالبے کئے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے اپنے آپ کو مثیلِ موسیٰؑ فرمایا تھا۔ اور موسیٰؑ کے لئے جو کچھ تورات میں آیا یا آنے والے نبی کی نسبت جو پیش گوئیاں تھیں وہ آپؐ کی ذات میں پوری ہونی چاہیے۔

چنانچہ استثناء ۸ آیت ۸ میں ہے کیونکہ خداوند تیرا خدا تجھے ایک نفیس زمین میں داخل کرتا ہے ایسی زمین جہاں پانی کی نہریں اور چشمے اور جھیلیں جو وادیوں میں سے اور پہاڑوں سے نکلتی ہیں اور ایسی زمین جہاں گیہوں اور جَو اور انجیر اور انار ہوتے ہیں۔ ایسی زمین جہاں زیتون کا تیل اور شہد ہوتا۔ اور مکاشفہ باب ۷ آیت ۹ میں ہے۔ اور خرما کی ڈالیاں ہاتھوں میں لئے اس تخت کے آگے اور

---

[1] اور اللہ ان کو آگے چل کر گھیرلے گا۔ [2] چاہیے کہ وہ بلالیں اپنے ہم نشینوں کو۔ ہم بھی اب بلائے لیتے ہیں آتشی فرشتوں کو۔ [3] اور فرشتے گواہ ہیں۔ اور گواہی کے لئے اللہ ہی بس ہے۔ [4] اور تیرا رب بہت بزرگ ہے۔ جس نے علم سکھایا قلم کے ذریعہ سے۔ سکھایا انسان کو جو وہ جانتا نہ تھا۔ [5] یعنی اللہ کی طرف سے رسول جو پاک صحیفے پڑھتا ہو۔ جس میں پائدار کتابوں کی صداقتیں ہیں۔ [6] قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔ [7] اُسے حکم ہوگا کہ تو اپنی کتاب پڑھ لے۔

برّے کے حضور کھڑی ہیں۔ پس ان آیات کی بناء پر چشمے اور باغات کا مطالبہ کیا اور خروج کے باب ۲۵ میں موسیٰ! کے لئے بہت سے نذرانوں کا ذکر ہے۔ جس میں آیت ۱۱، ۱۲ میں سونے کا بھی ذکر ہے جس کی بناء پر انہوں نے بیتِ زخرف کا مطالبہ کیا۔

اور خروج باب ۱۹ میں ذکر ہے کہ خدا نے فرمایا۔ دیکھو میں اندھیری بدلی میں تجھ پاس آتا ہوں۔ ...... اور جو کوئی پہاڑ کو چھوئے گا۔ البتہ جان سے مارا جائے گا۔ اور باب ۲۰ میں ہے۔ بادل گرجے بجلیاں چمکیں۔ قرنائی کی آواز ہوئی۔ پہاڑ سے دھواں اُٹھا...... تب انہوں نے موسیٰؑ سے کہا کہ تو ہی ہم سے بول اور ہم سنیں لیکن خدا ہم سے نہ بولے کہیں ہم مر نہ جائیں۔

اس بناء پر انہوں نے تُسْقِطَ السَّمَآءَ طلب کیا۔

اور باب ۱۹ آیت ۱۱ میں ذکر ہے کہ ’’اور تیسرے دن تیار رہیں کہ خداوند تیسرے دن سارے لوگوں کی نظر میں کوہِ سینا پر اُتر آئے گا۔‘‘ اس بناء پر انہوں نے تَاْتِيَ بِاللّٰهِ کہا۔

اور خروج ۲۳ آیت ۱۰ میں ہے ’’دیکھ میں ایک فرشتہ تیرے آگے بھیجتا ہوں کہ راہ میں تیرا نگہبان ہو اور تجھے اس جگہ جو میں نے تیار کی ہے لے آئے‘‘ اس بناء پر انہوں نے وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا کہا۔

اور خروج کے باب ۱۹ آیت ۳ میں ہے ’’تب موسیٰ خدا پاس چڑھا اور خداوند نے اسے پہاڑ سے بلوایا‘‘ اور باب ۲۰ آیت ۲۱ میں ہے۔ ’’تب وہ لوگ دور ہی کھڑے رہے اور موسیٰ کالی بدلی کے جس میں خدا تھا نزدیک گیا‘‘ اس لئے انہوں نے اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ کہا کہ سماء پر چڑھ جائے اور کتاب لے آئے۔

اور چونکہ خروج باب ۱۹ میں ۳ سے ۲۰ تک اس سماء پر چڑھنے کی حالت میں احکام لانے کا ذکر ہے اس لئے چاہا کہ آپ بھی مثیلِ موسیٰؑ ہونے کے مدعی ہیں۔ سماء میں پر چڑھ کر کتاب لائیں۔

تعجب ہے کہ پہلا حکم تو ان کو یہ تھا کہ ’’میرے حضور تیرے لئے دوسرا خدا نہ ہو۔ تو اپنے لئے کوئی مورت یا کسی چیز کی مورت جو اوپر آسمان پر ہو یا نیچے زمین پر یا پانی میں زمین کے نیچے ہے مت بنا‘‘

اسی کو بھول گئے اور چھوڑ دیا اور ایسے مطالبے کئے جن سے وہ کچھ فائدہ نہ اٹھائیں۔

اب دیکھ لے۔

۱۔ کہ موسیٰؑ تو اپنی قوم کو وعدہ کی زمین نہ پہنچا سکے اور ان کی قوم کو بجائے چشمے اور نہروں کے ایک جنگل میں ۴۰ سال خراب ہونا پڑا۔ مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم اس زمین میں پہنچی جس میں چشمے اور انہار اور باغات تھے۔

کیا وہ جنات عدن نہیں جن میں جیحوں اور سیحوں بہتے ہیں۔ دجلہ اور فرات ہیں۔ نیل ہے۔ بنی اسرائیل کی اراضی کی ان سرزمینوں کے سامنے کیا حقیقت ہے جن میں امتِ محمدیہؐ پہنچی۔

۲۔ کیا اللہ نے اپنے رسولؐ کی حفاظت نہ فرمائی۔ ٹھیک اس وقت جب آپؐ مکہ سے نکلے۔ کیا آپؐ کو مدینہ میں نہ پہنچایا۔

۳۔ کیا فرشتے آپؐ کی نصرت کو نازل نہ ہوئے اور کیا مواطن کثیرہ میں آپؐ کے صدق کی شہادت بذریعہ ملائکہ نہ دی گئی۔ یہاں تک کہ عراقین، شام، مصر فتح ہو گئے جن کو بنو اسرائیل نہ کر سکے۔ کیا فرشتے بدر، حنین اور احزاب میں نازل نہ ہوئے۔

۴۔ کیا آپؐ کے اور آپؐ کے اصحابؓ کے ہاتھ میں کتاب نہیں۔ جسے پڑھتے ہیں۔ کیا یہ کتاب آسمان سے نازل نہیں ہوئی۔

۵۔ کیا فدک کے جنت ہونے میں کچھ کلام ہے۔ اور کیا خیبر اور طائف کے باغات آپؐ کے قبضہ میں نہ آئے۔ ہاں وہ بشر رسول تھا۔ اس لئے یہ آیات اسی سنت اور اندازے کے ماتحت دی گئیں جو رسولوں کے ساتھ ابتداء سے اس کا طریق چلا آیا ہے۔

خدا نے آپؐ پر یہاں تک فضل کیا کہ مکہ اور مدینہ میں بھی نہر آ گئی جیسا کہ یسعیاہ ۱۸/۴۱ میں ہے ’’میں ٹیلوں پر نہریں اور وادیوں میں چشمے کھولوں گا۔ میں صحرا کو تالاب اور سوکھی زمین کو پانی کی نہریں کر دوں گا۔ میں بیابان میں دیودار اور ببول اور آس اور بلسان کے درخت اگاؤں گا‘‘ اور تمام وعدے پورے دیئے جو یسعیاہ ۴۲ و ۶۰ میں ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۸۔ ماہِ اگست ۱۹۱۳ء صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۳)

جب کفارِ مکہ نے آپؐ سے سوال کیا کہ تُو آسمان پر چڑھ جا تو خود خدا تعالیٰ نے اپنے نبی کو ارشاد کیا کہ یوں جواب دو۔

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا

تو کہہ میرا رب ایسے ناجائز سوالوں کے جواب اور ایسی لغو حرکات سے پاک ہے کہ اپنی سنت کو توڑے۔ یہ اس کی مصلحت کے برخلاف ہے۔ میں تو بشر رسول ہوں اور بشر رسول کا آسمان پر بجسم عنصری جانا سننِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷)

۹۶۔ قُلْ لَّوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا۔

ترجمہ۔ تو کہہ دے اگر زمین میں فرشتے ہی ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم اتارتے ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام بر بنا کر۔

تفسیر۔ لَوْ كَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ۔ اس سے ظاہر ہے کہ واعظ بھی اگر ہو تو اس قوم کے رسم و رواج، عادات، حالات، زبان سے خوب واقف ہو۔

مُطْمَىِٕنِّیْنَ۔ میں ایک نکتہ ہے کہ کسی قوم میں خود تفرقہ، جنگ، فساد پڑ رہا ہو تو پھر ان کو کوئی کیا سمجھائے گا۔ اور وہ کیا سمجھیں گے؟ چنانچہ مکہ کی نسبت خود فرمایا۔

قَرْیَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً[1] (النحل:۱۱۳) عرب کی اصلاح کے لئے اس وقت رسول مبعوث فرمایا۔ جب وہ اطمینان کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اسی اصول پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چلتے رہے۔ چنانچہ جب کسی کو دیکھا کہ وہ اطمینان میں خلل انداز ہے۔ تو اس کو جلاوطن کر دیا۔ میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ خدا شرے برانگیزد۔ خدا تعالیٰ کوئی شر نہیں اٹھاتا۔ آدمی خود ایسا کرتے ہیں۔

سوال۔ ہاروت ماروت بنی اسرائیل کی طرف آئے۔ اس وقت وہ بنی اسرائیل غیر مطمئن تھے؟

---

[1] ایک بستی تھی امن چین کی۔

جواب میں فرمایا دیکھو انگریز بڑے تجربہ کار ہیں۔ بیس برس کسی کو دائم الحبس رکھ کر اس سے مطمئن ہو جاتے ہیں۔ پس بنی اسرائیل جب بابل میں قید ہو کر گئے تھے تو اس کے ستّر برس بعد ہاروت ماروت کا نزول ہوا اتنی مدت میں وہ یہود جو اصل مجرم تھے وہ بہت سیدھے ہو چکے تھے اور ان میں کسی قسم کا جوش خروش باقی نہ رہا تھا۔ بلکہ ایک نئی نسل تھی۔

دوسرا سوال کہ ہاروت ماروت مَلَک آدمیوں میں آئے! جواب میں فرمایا۔ یہ غلط ہے۔ غور کرو جمادات میں بھی ایک نہ ایک ایسا ہوتا ہے جو قریب بہ نباتات ہوتا ہے۔ جیسے مونگا (مرجان) جو جمادات میں سے ہے اسے بعض فلاسفر نباتات میں سے کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں تو جمادات میں سے مگر قریب بہ نباتات ہے۔ اسی طرح حیوانات میں مراتب ہیں۔ مثلاً بندر وانسان کے درمیان کا مرتبہ کہ وہ نہ حیوان ہے نہ انسان۔ چنانچہ ذلیل ترین کو کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ [1] (الاعراف:۱۸۰) فرمایا۔ اسی طرح آخری درجہ جو انسانوں کا ہے۔ وہ ملائک سے بہت ہی قریبی تعلقات رکھتا ہے۔ انبیاء جو ہوتے ہیں وہ کبھی ملکیت کے رنگ میں آجاتے ہیں اور کبھی انسانیت کے رنگ ہیں۔

مگر یہاں تو کل قوم کا ذکر ہے کہ تمام قوم ملائکہ ہو۔ پھر مَلَک رسول آوے گا۔ چونکہ ایک خاص شخص نبی ہی ملائکہ سے بہت قریب ہوتا ہے۔ اس لئے اسی پر مَلَک کا نزول ہوتا ہے۔ اسی لئے يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ [2] (البقرہ:۱۰۳) فرمایا۔ تثنیہ کا صیغہ نہیں فرمایا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

۹۷۔ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا۔

ترجمہ۔ کہہ دے اللہ کافی ہے گواہی کے لئے میرے اور تمہارے درمیان، بے شک وہ اپنے بندوں کے حال کا بڑا خبردار بڑا نگران ہے۔

تفسیر۔ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا۔ خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت میری صداقت کا فیصلہ کرے گی۔ چنانچہ

۱۔ یہی لوگ چوپایوں کے جیسے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے۔ ۲۔ جو لوگوں کو دِل رُبا یا گم راہ کرنے والی باتیں سکھاتے تھے۔

آخر آپؐ کی امت مظفر و منصور ہوئی۔جس سے ثابت ہوا کہ آپؐ ہی حق پر تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

۹۸۔ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ نَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا۔

ترجمہ۔ جسے اللہ ہدایت دے تو وہی راہ پانے والا ہے اور جسے وہ ہٹا دے پھر تو کبھی نہ پائے گا ان کے لئے کوئی مددگار اللہ کے سوا اور ہم اُن کو اٹھائیں گے قیامت کے دن اُن کے منہ کے بل اوندھے، اندھے گونگے اور بہرے (حق سے) ان کا ٹھکانا جہنم ہی ہوگا۔ جب کبھی اس کی آگ بجھنے لگے گی تو ہم اس کو اور بھڑکا دیں گے زیادہ (جہنمیوں کے لئے)۔

تفسیر۔ وَ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ۔ فرماتا ہے کہ بے شک تیری قوم میں کچھ آدمی تصنیف کرتے ہیں اور اپنی طرف سے ہادی بنتے ہیں۔مگر ہدایت اصل وہی ہے جو خدا کی طرف سے ہو۔ اسی واسطے میں برہموسماج سے بہت خطرہ میں رہتا ہوں۔ کیونکہ وہ تمام انبیاء کو مفتری اور دروغ مصلحت آمیز کا پیرو سمجھتے ہیں۔اور ہدایت کی کتابیں خود وضع کرتے ہیں۔ جو مفید اور بابرکت نہیں ہوسکتیں بہت سے لوگ تنہائی میں رہتے ہیں۔ ریاضتیں کرتے ہیں۔مجاہدے میں ہر وقت لگے رہتے ہیں۔اس پر ثمرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔مگر سچی اور بامن راہ و مثمر برکات وہی راہ ہے جو خدا سمجھائے۔

عُمْيًا وَّ بُكْمًا وَّ صُمًّا۔ اس پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ قرآن شریف میں۔

۱۔ وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ [۱] (الکھف:۵۴) ۲۔ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا [۲] (الفرقان:۱۴)

۳۔اور سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا [۳] (الملك:۸) بھی آیا ہے۔جس سے دوزخیوں کا دیکھنا، بولنا، سننا

۱؎ اور جنابِ الٰہی سے قطع تعلق کرنے والے آگ کو دیکھیں گے۔ ۲؎ وہاں واویلا مچائیں گے موت کو پکاریں گے۔ ۳؎ اس کی بڑی آواز سنیں گے۔

ثابت ہے۔حضرت ابنِ عباسؓ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ لَا یَسْمَعُوْنَ مَایَسُرُّھُمْ ۔ ۲۔لَایَنْطِقُوْنَ بِحُجَّتِہِمْ ۳۔لَا یَرَوْنَ مَا یَسُرُّھُمْ یعنی ایسی چیز نہ سنیں گے یا نہ دیکھیں گے جو ان کو خوش کرے اور نہ کوئی اپنی دلیل دے سکیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

۱۰۲۔ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اِذْ جَآءَھُمْ فَقَالَ لَہٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّکَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم نے موسیٰ کو دیں کھلی کھلی نو نشانیاں تو پوچھ لے بنی اسرائیل سے جب اُن کے پاس آیا موسیٰ تو اس سے فرعون نے کہا میں ضرور گمان کرتا ہوں اے موسیٰ! کہ تجھے تقریر تو ساحرانہ دی گئی ہے۔

تفسیر۔ تِسْعَ اٰیٰتٍ ۔ان نو نشانوں کے بیان میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے۔بعض کہتے ہیں ۔ نو احکام دیئے ۔بعض کہتے ہیں کہ نو نشان تھے۔ دونوں قسم کے نشان بیان کرتا ہوں ۔ ۱۔عصا ۲۔ یدِ بیضا ۳۔ طوفان ۴۔ ٹڈّی دل ۵۔ چچڑیاں ۶۔ مینڈکیاں ۷۔ خون کا مرض ۸۔ قحط پڑا ۹۔ پلوٹھے مر گئے۔

احکام یہ ہیں ۱۔شرک نہ کر ۲۔ چوری نہ کر ۳۔زنا نہ کر ۴۔مذکور نہیں ۵۔مذکور نہیں۔[1] ۶۔بے وجہ قتل نہ کر ۷۔کسی نیک عورت کو تہمت مت دو ۸۔ جنگ میں مت بھاگو ۹۔ مَثْبُوْرًا (۱) محبوس (۲) ملعون۔چونکہ حضرت موسیٰؑ کو نرمی سے کلام کرنے کا ارشاد تھا۔اس لئے بھی شاید فرعون نے محبوس کیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

۱۰۵۔وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِہٖ لِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اسْکُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَۃِ جِئْنَا بِکُمْ لَفِیْفًا۔

ترجمہ۔اور اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ تم ملک میں رہو اور جب انجام کار کا وعدہ آئے گا تو ہم لے آئیں گے تم سب کو سمیٹ کر۔

---

[1] اخبار میں نمبر ۴،۵ خالی ہیں۔(ناشر)

تفسیر۔ لَفِیْفًا۔ سب کو ایک جگہ اکٹھا کر لیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

۱۰۶۔ وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔

ترجمہ۔ اور حق وحکمت کے ساتھ ہم نے اس قرآن کو اتارا ہے اور وہ سچ ہی کے ساتھ آیا ہے اور ہم نے تجھے نہیں بھیجا مگر صرف اسی کام کے لئے کہ تو دوستوں کو خوشخبری سنادے اور دشمنوں کو ڈراوے۔

تفسیر۔ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔ یعنی جس طرح فرعونیوں اور موسیٰ کا معاملہ تھا۔ اسی طرح اے نبیؐ آپ کا اور آپ کے دشمنوں کا ہوگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

۱۱۰۔ وَ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ یَبْكُوْنَ وَ یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا۔

ترجمہ۔ ٹھوڑیوں کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے اور ان کی عاجزی ہی بڑھاتا جاتا ہے قرآن۔

تفسیر۔ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ۔ مراد ہے منہ کے بل گرجانا۔ یہ عربی کا طرز ہے۔ جزو کو بول کر کل مراد لینا۔

یَزِیْدُهُمْ خُشُوْعًا۔ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَةً [1] (حٰمٓ السجدة:۳۹) یعنی زمین میں لہلہانا۔ سبزی کا رنگ دکھانا وغیرہ کچھ نہیں ہوتا اور وہ مینہ سے فیض حاصل کرنے کے لئے تیار ہوتی ہے۔ اسی طرح انسان خشوع کرنے والا ہے۔ جو آسمانی فیض حاصل کرنے کا محتاج ہو اور اس کے لئے تیار ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)

وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گر پڑتے ہیں اور ان کو فروتنی میں ترقی ملتی ہے۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۹)

---

[1] تُو دیکھتا ہے زمین کو عاجز مٹی۔

۱۱۱۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔

ترجمہ۔ تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر کوئی نام لے کر پکارو یہ تو صرف اکیلے اللہ ہی کے اسماء پاک اور اچھے نام ہیں اور تو اپنی نماز نہ تو چلّا چلّا کر پڑھا کر اور نہ چپکے چپکے ان دونوں کے بیچ کی راہ اختیار کر لے۔

تفسیر۔ اُدْعُوا اللّٰهَ۔ اللہ کے لفظ سے دعا کرو یا رحمن کے لفظ سے۔

بِصَلَاتِكَ۔صلوٰۃ کے معنے دعا کے بھی آئے ہیں۔تہجد کی نماز بھی مراد ہوسکتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۴)



سُوْرَۃُ الْکَھْفِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ کہف کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

۲ ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْکِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۔

ترجمہ ۔ ہر ایک حمد اسی کے لئے ہے جس نے اپنے پیارے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں کچھ کجی نہ رکھی۔

تفسیر۔ سورۂ بنی اسرائیل میں زیادہ تر یہود سے خطاب ہے اور ان کی دو شدید تباہیوں کا ذکر کر کے مسلمانوں کو بھی متنبہ کیا ہے۔ اب اس سورۂ شریف میں زیادہ بحث پہلے عیسائیوں سے کی ہے۔ پھر مجوس سے اور درمیان میں کچھ یہود کو بھی خطاب کیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فتنۂ دجال سے بچنے کے واسطے ہر جمعہ کو سورہ کہف کی پہلی دس آیتیں اور پچھلی دس آیتیں پڑھو۔ ان آیات کے مطالعہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ دجال کون ہے اور اس کے کیا صفات ہیں اور اس سے بچنے کی کیا راہ ہے۔

اَلْکِتٰبَ ۔(۱) کامل جامع کتاب۔(۲) لکھی ہوئی۔(۳) ایک لشکر جو شبہات کو دور کرے۔

اس سے ظاہر ہے کہ قرآن شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت میں بصورت کتاب موجود تھا۔

عِوَجًا۔ دو۲ معنے ہیں۔ (۱)۔ ٹیڑھا پن۔ اس کتاب میں کوئی غلط تعلیم نہیں۔(۲)۔ جو ٹیڑھا رہے وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵)

۳ تا ۵۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْہُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَھُمْ اَجْرًا حَسَنًا۔ مَّاکِثِیْنَ فِیْہِ اَبَدًا۔ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا۔

ترجمہ۔ اسے سیدھا مستقیم بنایا تا کہ وہ ایک سخت عذاب سے ڈراوے اللہ کی طرف سے اور خوشخبری ان ایمانداروں کو دے جو بھلے کام کریں یہ کہ ان کے لئے اچھا اجر ہے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان کو ڈراجو کہتے ہیں کہ اللہ کا بیٹا ہے۔

تفسیر۔ قَیِّمًا۔ (۱)۔ مُسْتَقِیْمًا۔ بالکل سیدھے راہ پر اور سیدھی راہ بتانے والی (۲)۔ مصدق اور صداقتوں کی اور اپنی صداقتوں کی (۳)۔ حافظ اس پر عمل کرنے والوں کیلئے شدید کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے لوگوں کے ساتھ سخت مخالفت کے واسطے طیار ہے۔

اَنَّ لَھُمْ۔ عملِ صالح کا نتیجہ ہے۔ اجرِ حسن۔

اَبَدًا۔ بہت لمبا زمانہ۔

وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا۔ یہ آیت بتلاتی ہے کہ قوم دجال کون ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵)

۶۔ مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآئِھِمْ ؕ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاھِھِمْ ؕ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا۔

ترجمہ۔ اس بات کا ان کو کچھ بھی علم نہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادوں کو بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ کہتے ہی کیا ہیں مگر صرف جھوٹ ہی جھوٹ۔

تفسیر۔ مِنْ عِلْمٍ۔ یہ قوم بڑی سائنسدان بن گئی۔ ہر بات پر دلیل پیش کرتی ہے۔ مگر اپنے مذہب کے متعلق صاف اقرار کرتے ہیں کہ مسیحؑ کے ابنِ خدا ہونے اور تثلیث۔ کفارہ وغیرہ کے واسطے دلیل کوئی نہیں۔ قرآن شریف نے پہلے سے پیشگوئی کی ہے کہ یہ ایسا کہیں گے۔

اٰبَآئِھِمْ۔ ان کے باپ دادوں کو بھی علم نہ تھا۔ یورپ ایک بت پرست قوم تھی۔ جاہل لوگ تھے۔

پرانے بتوں کے عوض رفتہ رفتہ سلطنتوں کے اور حکاّم کے رعب میں آ کر یسوع کا بت پوجنے لگ گئے۔ وہ تو خود جاہل تھے ہی۔ اور اب ان کی اولاد گلے پڑا ڈھول بجا رہی ہے۔

کَلِمَۃً ۔ تمیز واقع ہوئی ہے اس واسطے منصوب ہے۔

اَفْوَاھِھِمْ ۔ منہ سے نکلتی ہے۔ دل سے نہیں نکلتی۔ دل جانتے ہیں کہ یہ بے دلیل بات ہے صحیح نہیں۔

۷۔ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا۔

ترجمہ۔ پس اے رسول! کیا تو اپنی جان کھپاوے گا ان کے پیچھے وہ اگر اس بات کو نہ مانیں گے پچتا پچتا کر۔

تفسیر۔ اٰثَارِھِمْ ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کشف میں اس قوم کا جاہ و حشم دکھایا گیا جس سے آپؐ کو غم ہوا کہ اتنی بڑی بظاہر معزز قوم اسلام کی نعمت سے بے نصیب رہے گی۔ تو ان کی وجاہت کتنوں کو اسلام سے مرتد کر دے گی۔ اس پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ سب اشیاء عارضی اور زمینی ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵)

۸،۹۔ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ وَ اِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کہ ہم نے زمین کی سب چیزوں کو زینت دار بنا کر آدمیوں کے واسطے آزمائش کا سامان بنایا ہے تا کہ ہم اس کو انعام دیں جو ان میں سے اچھا عمل کرنے والا ہے۔ ہم ضرور کرنے والے ہیں اس کو جو زمین کے اوپر ہے صاف چٹیل میدان۔

تفسیر۔ اَحْسَنُ عَمَلًا۔ دنیوی زیب و زینت کے معاملہ میں کون بڑا کاریگر ہے۔ یہ بات ظاہر کر دی جائے گی۔

جُرُزًا۔ لَیْسَ فِیْھَا شَیْئٌ ۔ خالی میدان۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵)

۱۰۔ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَ الرَّقِیْمِ ۙ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا۔

ترجمہ۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ غار اور رقیم والے ہماری عجیب نشانیوں میں سے تھے۔

تفسیر۔ عَجَبًا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ یہ بہت عجیب بات ہے۔ ایسے ایسے لاکھوں نشانات خدا تعالیٰ کے ہیں۔

رَقِیْمِ ۔رقم کرنا۔لکھنا۔کھودنا۔ یہ ان کی نشانی ہے تحریر کا کام بہت ہوگا۔ ہر امر ان کے ہاں لکھا جائے گا۔

کَھْف۔ وہی ہے جس کو انگریزی میں کیپ (CAPE) کہتے ہیں۔ اب تک وہ جگہ اسی نام سے مشہور ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵)

اَلْکَھْفِ۔ ملک کی ایک سرحد پر۔ کنارہ پر۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

اصحابِ کہف جس قوم کا نام ہے۔ ایک تو ان کا نشان ہے کہ ہر چیز پر کچھ نہ کچھ لکھا ہوتا ہے۔ دوم وہ پہلے ایسے ملک میں ہجرت کر کے گئے جو ایک کنارہ پر ہے اور سورج اس سے ہمیشہ دکّن کی طرف رہتا ہے۔

میرا دل چاہتا ہے۔ تمہارے معاملات دنیوی بالکل صاف ہوں اور تم خدا کے حکم کی تعمیل میں چھوٹے سے چھوٹا معاملہ بھی ہو تو اسے لکھ لو۔ فَاکْتُبُوْہُ صَغِیْرًا اَوْ کَبِیْرًا۔

ایک سفر میں چند بھائی میرے ساتھ تھے۔ وہ خرچ کرتے تھے۔ میں نے کہا لکھ لو تو انہوں نے میری تحقیر کی اور کہا ہم بھائی بھائی ہیں۔ تم ہم میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہو۔ آخر ایک موقع پر جا کر وہ سخت لڑے۔ تب میری بات کی قدر معلوم ہوئی۔

جو تم لوگ یہاں رہتے ہو۔ وہ دوسرے کیلئے نمونہ ہو۔ پس تمہارا یہاں رہنا بڑا خطرناک ہے سنبھل کر رہو۔ اور اپنے تئیں قرآن مجید کے سچے متبع بناؤ۔ اللہ تم کو قرآن پر عمل کی توفیق دے۔

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷؍اگست ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۱۱۔ اِذْ اَوَى الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔

ترجمہ۔ جب پناہ گزیں ہوئے تکلیف کے بعد چند جوان غار میں،تو دعا مانگی اے ہمارے رب! آپ ہمیں اپنے ہی پاس کی رحمت دیجئے اور ہمارے کام کی کامیابی آمادہ کر دیجئے۔

تفسیر۔ اَلْفِتْيَةُ۔ نوجوان ۔حضرت مسیحؑ کو صلیبی موت سے بچانے کے معاملہ میں جو مؤیّد جماعت تھی اس پر بڑا ابتلا آیا۔حاکم پلاطوس اور اس کی بیوی بھی اس مقدمہ میں قید ہوئے۔مگر کچھ لوگ ایسے تھے جو وہاں سے بھاگ نکلے۔کچھ مغرب کو گئے۔کچھ مشرق کو۔یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے۔جنہوں نے بلاد غربی میں جا کر کہف میں جا پناہ لی۔جو کہ انگلستان کے جنوب مغربی گوشہ میں واقع ہے۔انہیں جوانوں میں یوسف اور میتا بھی تھا جس نے حضرت مسیحؑ کے بچانے میں بڑا حصہ لیا تھا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵)

رَبَّنَاۤ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا۔(الکھف:۱۱)

اے ہمارے رب ہم کو اپنے پاس سے رحمت عطا کر اور ہمارے معاملہ میں ہمیں راہ کھول دے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۷)

۱۲، ۱۳۔ فَضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا۔ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْۤا اَمَدًا۔

ترجمہ۔تو ہم نے ان کے کانوں پر غار میں چند سال تھپکی دی۔پھر ہم نے ان کو اٹھایا تاکہ ہم معلوم کریں کہ دو جماعتوں میں سے کس نے خوب یاد رکھی ٹھہرنے کی مدت۔

تفسیر۔ ضَرَبْنَا عَلٰۤى اٰذَانِهِمْ ۔ کچھ مدّت تک باہر کی کوئی خبر اس گروہ کو نہ پہونچی۔

بَعَثْنَا ۔آخری ترقی دنیوی کی طرف اشارہ ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵)

فَضَرَبْنَا عَلٰۤی اٰذَانِھِمْ ۔ دوسرے لوگوں سے بے خبر رہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

۱۴۔ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى۔

ترجمہ۔ ہم تجھ سے بیان کرتے ہیں ان کا حال سچ سچ کہ وہ چند جوان تھے انہوں نے اپنے رب کو مانا اور ہم نے ان کو دین کی زیادہ سمجھ دی۔

تفسیر۔ ...... میری طبیعت تو ضعیف ہے۔ مگر دل میں خیال آیا کہ زندگی کا بھروسہ نہیں۔ معلوم نہیں کہ کس وقت موت آ جاوے۔ کچھ قرآن سنا دیا جاوے۔ تو اچھا۔ فرمایا۔ آج مجھے بہت جوش ہوا کہ درس قرآن سننے والوں کے واسطے خصوصیت سے دعا کروں۔ پس جو اس وقت حاضر ہیں ان کے واسطے میں نے بہت بہت دعائیں درس شروع کرنے سے پہلے کی ہیں۔

نَقُصُّ۔ اصل قصہ کا بیان اب شروع ہوا ہے۔

نَبَا۔ عظیم الشان بات۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰/مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۵۔۱۵۶)

۱۵۔ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا۔

ترجمہ۔ اور محبت کی گرہ لگا دی ان کے دلوں پر جب وہ کھڑے ہوئے تو کہا ہمارا رب! تو آسمان اور زمین کا رب ہے، ہم تو کسی کو نہیں پکاریں گے اس کے سوا معبود محبوب بنا کر البتہ جب ہم ویسا کہیں پھر تو بے شک ہم نے جھوٹ بات کہی۔

تفسیر۔ شَطَطًا۔ پراگندہ بات۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰/مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

۱۶۔ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا۔

ترجمہ۔ یہ ہماری قوم ہے۔ انہوں نے اللہ کے سوائے جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں۔ کاش یہ لاتے ان جھوٹے معبودوں پر کوئی سند کھلی ہوئی، تو اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان باندھا۔

تفسیر۔ مِنْ دُوْنِهٖ۔ رومی قوم کی طرف اشارہ ہے جو بت پرست تھی اور یہودی بھی غیر ممالک میں جا کر ان قوموں کی صحبت کے اثر سے کچھ غلطیوں میں مبتلا ہو چکے تھے۔

یاد رکھو۔ شرک کبھی فی الذات ہوتا ہے جیسا کہ مجوس نے خالق الظلمت و خالق النور دو (خدا) بنائے ہیں۔ اور جیسے آریہ لوگ پانچ چیزوں کو خدا کے ساتھ غیر مخلوق مانتے ہیں۔ اور جیسے عیسائی تین خدا قرار دیتے ہیں۔ یا صفات میں ہوتا ہے جیسا کہ بعض مسلمانوں میں اس کے آثار پائے جاتے ہیں۔ یہ سب افتراء ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

۱۷۔ وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا۔

ترجمہ۔ (اور آپس میں باتیں کر لیں) جب تم کنارہ کش ہوئے ان منکروں سے اور ان جھوٹے معبودوں سے جن کو یہ اللہ کے سوائے پوجتے ہیں۔ تو اب مصیبت کے بعد پناہ لو ایک خاص غار میں تا کہ تمہارا رب تم پر رحمت پھیلا وے اپنی رحمت سے اور تمہارے لئے تیار کر دے تمہارے کام میں آرام و نفع کا جو موجب ہو۔

تفسیر۔ اِعْتَزَلْتُمُوْهُمْ۔ جب تم نے ان غیر معبودوں کی پرستش کرنے والوں کو چھوڑ دیا تو اب کہف کو چلے جاؤ۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

۱۸۔ وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا۔

ترجمہ۔ اور اے مخاطب! تو دیکھے آفتاب کو جب وہ نکلتا ہے تو ان کے غار سے دہنے طرف کترا جاتا یا رہ جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو ان کی بائیں طرف ہو کر ڈوبتا ہے اور غار کے اندر کشادہ جگہ میں ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے اللہ جسے ہدایت دے تو وہی ہدایت پاوے اور وہ جسے راہ سے ہٹا دے تو ہرگز نہ پائے گا تو اس کے لئے کوئی حمایتی راہ بر۔

تفسیر۔ تَزٰوَرُ۔ تَمِیْلُ۔ جھک جاتا ہے۔

چونکہ وہ مقام خطِ سرطان سے اوپر ہے اور سورج خطِ سرطان سے اوپر نہیں جاتا ہے بلکہ نیچے رہتا ہے۔ اس واسطے طلوعِ آفتاب کے وقت مشرق کی طرف وہاں سے دیکھا جاوے تو سورج دائیں ہاتھ نظر آئے گا اور وقت غروب مغرب کی طرف دیکھا جاوے تو بائیں ہاتھ نظر آئے گا۔ سورج کبھی ان کے سر پر نہیں آتا۔

فَجْوَۃٍ۔ وسعت کی جگہ۔ فراخی کی جگہ میں ہیں۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام کہف کے تین پتے ہیں۔ (۱)۔ شام و روما سے بہت دور ہے۔ (۲)۔ خطِ سرطان سے شمال کی طرف ہے۔ (۳)۔ وہ امن کی جگہ ہے جہاں دشمن کا قابو نہ تھا۔

مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ۔ سورج کا سرطان تک پہونچنا اور آگے نہ جانا۔ پھر جدّی تک جانا اور آگے نہ پہونچنا یہ سب اس کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔

وَ مَنْ یُّضْلِلْ۔ اور جس کو اس کی بدی کے سبب گمراہ کرتا ہے۔ دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ (البقرۃ:۲۷) فاسقوں کے سوائے وہ دوسرے کو گمراہ نہیں کرتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

وَ تَرَى الشَّمْسَ۔ ایسے ملک میں گئے کہ مشرق کی طرف منہ کر کے دیکھو تو آفتاب دائیں رہ جائے۔مغرب کی طرف تو بائیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

۱۹۔ وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا۔

ترجمہ۔اور اے مخاطب! تو ان کو خیال کرے کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں ہم ان کو کروٹیں بدلواتے ہیں دائیں بائیں اور ان کا کتا پھیلائے ہوئے ہے اپنے دونوں ہاتھ چوکھٹ پر اگر تو ان کو جھانک کر دیکھے تو ضرور پیٹھ پھیر کے بھاگے اُن سے اور تجھ میں اُن سے ایک دہشت سما جائے۔

تفسیر۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اصحابِ کہف کا حال منکشف ہوا اور آپؐ نے انہیں دیکھا۔

رُقُوْدٌ۔ راقد۔سونے والے۔سخت ہی ٹھہرے ہوئے۔دراصل وہ تو ٹھہرے ہوئے تھے سوئے ہوئے تھے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے زمانہ میں وہ قوم سست پڑی تھی۔مگر آپ نے ان کی حالت آئندہ کی دیکھی۔

نُقَلِّبُهُمْ ۔ عنقریب تجارت کے واسطے سب طرف نکلیں گے۔دائیں بائیں جاویں گے۔کیا معنی مشرق اور مغرب میں پھیلیں گے۔

كَلْبُهُمْ ۔ یہ ان کی شناخت بتلائی گئی کہ ان کے دروازے پر کتا ضرور ہوگا۔ممکن ہے کہ ابتدائی اصحابِ کہف کے ساتھ بھی کوئی کتّا ہو۔

آج کل کتے کی تعریفِ وفاداری میں بڑی بڑی کتابیں لکھی گئی ہیں حالانکہ اس جانور کے اخلاق نہایت قبیح اور مذموم ہیں۔شہوت، حرص، طمع میں بہت رذیل جانور ہے اور ان امور میں گرا ہوا ہے۔

وَلَّيْتَ ۔ یہ بھی ایک شناخت ہے۔ان کی کوٹھیاں وسیع اور رعب دار ہوں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

وَّ نُقَلِّبُهُمْ ۔ ایک وقت آئے گا کہ یہ دور دراز پھیل جائیں گے ان کے نشان یہ ہیں کہ ان کوٹھیوں میں کتا رہتا ہے۔اوران کا رعب ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

۲۰۔وَ كَذٰلِكَ بَعَثۡنٰهُمۡ لِيَتَسَآءَلُوۡا بَيۡنَهُمۡ‌ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنۡهُمۡ كَمۡ لَبِثۡتُمۡ‌ؕ قَالُوۡا لَبِثۡنَا يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ‌ؕ قَالُوۡا رَبُّكُمۡ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثۡتُمۡ ؕ فَابۡعَثُوۡۤا اَحَدَكُمۡ بِوَرِقِكُمۡ هٰذِهٖۤ اِلَى الۡمَدِيۡنَةِ فَلۡيَنۡظُرۡ اَيُّهَاۤ اَزۡكٰى طَعَامًا فَلۡيَاۡتِكُمۡ بِرِزۡقٍ مِّنۡهُ وَلۡيَتَلَطَّفۡ وَلَا يُشۡعِرَنَّ بِكُمۡ اَحَدًا۔

ترجمہ۔اسی طرح ہم نے ان کو اٹھایا تا کہ وہ آپس میں کچھ پوچھ پانچھ کرلیں۔اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنی دیر ٹھہرے، دوسروں نے جواب دیا ہم ایک دن یا ایک دن سے کم ٹھہرے۔ پھر سب نے کہا ہمارا رب ہی خوب جانتا ہے جتنا ہم ٹھہرے پھر اب بھیجو اپنوں میں سے کسی کو یہ اپنا روپیہ دے کر شہر کی طرف تو وہ عمدہ کھانا دیکھ کر ہمارے پاس لائے وہاں سے کھانا اور آہستگی سے جائے اور کسی کو بال برابر تمہاری خبر نہ ہونے دے۔

تفسیر۔ لَبِثۡتُمۡ ۔ اس ملک میں حالتِ سستی میں کتنی مدّت تم رہے۔

يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ۔ ہزار۔نوسو سال۔اوسط ساڑھے نوسو سال۔اتنے ہی عرصہ کے بعد یہ قوم باہر نکلی اور انہوں نے کمپنیاں بنائیں اور تجارتیں شروع کیں اور غیر ملکوں کی طرف گئے۔ قرآن کریم میں یوم ہزار سال کا نام بھی آیا ہے۔اور تاریخ شہادت دیتی ہے۔

فَابۡعَثُوۡۤا ۔ ایک مجمع بناؤ۔کمپنی قائم کرو۔روپیہ روانہ کرو اور ایک کو افسر بناؤ۔

طَعَامًا ۔ ہمارے ملک میں غلہ کی کمی ہے۔ یہاں سے روپے لے جاؤ اور وہاں سے غلہ لے آؤ۔

وَلۡيَتَلَطَّفۡ ۔ نرمی سے کام کرو۔

لَا یُشْعِرَنَّ ۔اپنا بھید کسی کو نہ دو۔ اور دوسرے کا بھید لو۔ مدارات سے کام کرو اور دوسروں کے حالات سے مفصل اطلاع حاصل کرتے رہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

بِوَرِقِکُمْ ھٰذِہٖ ۔وہ چندہ کر کے پھر ملک میں غلہ کی تجارت کریں گے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

۲۲۔وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْۤا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا١ۚۛ اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا١ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ١ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا عَلٰۤى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا۔

ترجمہ۔اسی طرح ہم نے لوگوں کو ان پر خبردار کر دیا تا کہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت میں کچھ شبہ نہیں۔ جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے کسی اپنی بات پر پھر بولے بناؤ ان پر ایک عمارت۔ان کا رب ان کو خوب جانتا ہے۔ اور بولے وہ لوگ جن کا کام غالب تھا ان کی تولیت کے کام میں کہ ہم ضرور بنائیں گے ان پر ایک مسجد۔

تفسیر۔ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ ۔دوسرے لوگوں کو ان کے حالات سے آگاہ کیا اور غیر قومیں ان کے ہاں بھی جانے لگیں۔ ابتدائی اصحاب سے بھی اردگرد کے لوگ آگاہ ہوئے اور ان کے مطیع ہوئے۔

يَتَنَازَعُوْنَ۔ ابتدائی لوگوں نے ان کے متعلق جھگڑا کیا اور آخر ان کی یادگار بنائی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

اِذْ يَتَنَازَعُوْنَ بَيْنَهُمْ ۔ یہ پیشگوئی ہے۔ اپنے وقت پر ظاہر ہوگی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

۲۳۔ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۫ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّ لَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا۔

ترجمہ۔ قریب کہیں گے لوگ وہ تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا اور کہیں گے پانچ ہیں اور چھٹا ان کا کتا بے دیکھے اٹکل سے اور کہیں گے سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا۔ تم کہہ دو ہمارا رب ہی بخوبی جانتا ہے ان کی گنتی اور ان کی تعداد نہیں جانتے مگر تھوڑے ہی لوگ۔ تو اے مخاطب! تو ان کے مقدمہ میں جھگڑا نہ کر مگر سرسری اور نہ فتویٰ پوچھ ان کے بارے میں منکروں میں سے کسی سے۔

تفسیر۔ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ ۚ وَ يَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ (الکهف۔ ۲۳)

ترجمہ۔ لوگ کہیں گے تین ہیں چوتھا اُن کا کتا اور کہتے ہیں پانچ ہیں چھٹا اُن کا کتا ہے۔ بے نشانہ تیر چلاتے ہیں اور کہتے ہیں سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے۔ تو کہہ دے (اے محمدؐ) میرا رب ہی ان کی تعداد جانتا ہے اور ان کو تھوڑے ہی جانتے ہیں۔

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹)

سَيَقُوْلُوْنَ۔ اختلاف مؤرخین کا ہے کہ کتنے تھے کتنے نہ تھے۔

سَبْعَةٌ۔ حضرت ابنِ عباسؓ کا قول ہے کہ سات والی بات صحیح ہے۔ کیونکہ پہلے اعداد کے ساتھ خدا تعالیٰ نے رَجْمًۢا بِالْغَيْبِ فرمایا۔ اس کے ساتھ نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ امر کہ عیسائیوں کے ہاں سات بڑے کلیسیا مشہور ہیں۔ اس سے صاف صاف پتہ لگتا ہے کہ سات ہی تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

۲۴، ۲۵۔ وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا۔ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؗ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا۔

ترجمہ۔ اور کبھی نہ کہنا کسی کام کو کہ یہ کام میں کل کروں گا۔ مگر اللہ چاہے تو (کہہ کر) اور یاد کر اپنے ربّ کو جب تو بھول جائے اور کہہ امید ہے مجھ کو میرا رب سمجھا دے گا اس سے زیادہ کامیابی کی راہ۔

تفسیر۔ لَا تَقُوْلَنَّ۔ کبھی بھی نہ کہو۔

اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ۔ جہاں کہیں خدا تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا خیال نہ ہو۔ نتیجہ اچھا نہیں ہوتا۔ سب سے پہلی مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی ہے۔ جنہوں نے اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔[1] (یوسف:۱۳) اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ۔[2] (یوسف:۱۲) اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ۔[3] (یوسف:۶۲) وغیرہ الفاظ کے ساتھ دعویٰ کیا مگر کہیں وفا نہ ہوا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۰ مورخہ ۱۰؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۶)

اس سے بڑھ کر دکھ کی کہانی ایک ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما الصلوٰۃ والسلام کے نام سے عام مسلمان واقف ہیں۔ مگر سلیمان علیہ السلام کے بیٹے کے نام کی وہ شہرت نہیں جو باپ دادا کی ہے۔ اور پوتے کا نام تو قریباً معدوم ہے۔ حدیث میں اس راز کا ذکر ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دفعہ کہا تھا کہ میری بیویاں بہت ہیں۔ ان سے بڑی اولاد اور عظیم الشان لوگ پیدا ہوں گے۔ اس دعویٰ کے ساتھ انشاء اللہ نہ کہا۔ نتیجہ خراب ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اپنی ہجرت کے ارادے کو ظاہر کرنا چاہا تھا تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ کہہ لو۔

اَقْرَبَ ۔ آئندہ حالت موجودہ سے پرامن ہوگی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱ و ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۷)

---

[1] ہمیں اس کے نگہبان ہیں۔ [2] ہم تو اس کے خیر خواہ ہی ہیں۔ [3] ہم یہ کام ضرور کرنے والے ہیں۔

ایک عیسائی کا اعتراض۔

’’اگر پیغمبر علیہ السلام سچے ہوتے تو اصحابِ کہف کی بابت ان کی تعداد میں غلط بیانی نہ کرتے‘‘

کے جواب میں فرمایا۔

نہ قرآن کریم نے اصحابِ کہف کی تعداد بیان فرمائی اور نہ رسولِ کریمؐ نے۔ معلوم نہیں ہوسکتا کہ سائل نے غلط بیانی کا اتہام کیونکر لگایا۔ حضرت رسالت مآبؐ نے تعداد کو بتایا ہی نہیں اور اس کا بیان ہی نہیں کیا۔ تو غلط بیانی کہاں سے آ گئی؟ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ سائل کسی کے دھوکہ میں آ کر یہ سوال کر بیٹھا ہے۔ کیونکہ قرآنِ مجید میں جہاں اصحابِ کہف کا قصہ لکھا ہے۔ وہاں تعداد کے متعلق یہ آیت ہے۔

سَیَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَۃٌ رَّابِعُھُمْ کَلْبُھُمْ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ خَمْسَۃٌ سَادِسُھُمْ کَلْبُھُمْ رَجْمًۢا بِالْغَیْبِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ سَبْعَۃٌ وَّ ثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ ؕ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ بِعِدَّتِھِمْ مَّا یَعْلَمُھُمْ اِلَّا قَلِیْلٌ (الکھف:۲۳)۔

ترجمہ۔ لوگ کہیں گے تین ہیں چوتھا ان کا کتا۔ اور کہتے ہیں پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ بے نشانہ تیر چلاتے ہیں اور کہتے ہیں سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے۔ تو کہہ دے (اے محمدؐ) میرا رب ہی ان کی تعداد جانتا ہے۔ اور ان کو تھوڑے ہی جانتے ہیں۔

اس آیت شریف سے صاف صاف واضح ہے کہ لوگ ایسا ایسا کہیں گے اور لوگ فلاں فلاں تعداد اصحاب کہف کی بیان کریں گے۔ لاکن ان لوگوں کا کہنا ’’بن نشانہ تیر چلانا ہے‘‘ اعتبار کے قابل نہیں۔ غرض حضرت نبی عربؐ نے کوئی تعداد اصحابِ کہف کی نہیں بتائی۔

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹)

۲۶، ۲۷۔ وَ لَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَ ازْدَادُوْا تِسْعًا۔ قُلِ اللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ج لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ط اَبْصِرْ بِہٖ وَ اَسْمِعْ ط مَا لَھُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ ز وَّ لَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖۤ اَحَدًا۔

ترجمہ۔ اور (بعض نے کہا) اور وہ اپنے غار میں رہے تین سو برس (اور بعض نے) اس پر نو زیادہ کئے۔ تو کہہ دے اللہ ہی خوب جانتا ہے جتنی مدّت وہ رہے اسی کو معلوم ہے آسمان اور زمین کی چھپی ہوئی باتیں وہ کیا ہی خوب دیکھنے والا اور سمجھنے والا ہے مخلوق کا اس کے سوا کوئی حمایتی نہیں۔ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

تفسیر۔ لَبِثُوْا۔ یہ لوگوں کا قول ہے۔ سَیَقُوْلُوْنَ پر عطف ہے۔ مثال کے واسطے سورۃ لقمان کا دوسرا رکوع دیکھو۔ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِہٖ وَ ھُوَ یَعِظُہٗ یٰبُنَیَّ لَا تُشْرِکْ بِاللّٰہِ۔[1] (لقمان۔ ۱۴) سے وعظ شروع ہوا۔ درمیان میں وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ۔[2] (لقمان۔ ۱۵) اور دیگر ذکر آ گیا۔ پھر یٰبُنَیَّ اِنَّھَآ اِنْ تَکُ۔[3] (لقمان۔ ۱۷) سے وہی وعظ شروع ہوا۔

اللّٰہُ اَعْلَمُ۔ تین سو یا نو سو والی باتیں صحیح نہیں۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱ و ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۷)

۲۸، ۲۹۔ وَ اتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ کِتَابِ رَبِّکَ ط لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمٰتِہٖ قف وَ لَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِہٖ مُلْتَحَدًا۔ وَ اصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَ لَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ ج تُرِیْدُ زِیْنَۃَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا ج وَ لَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَہٗ عَنْ ذِکْرِنَا وَ اتَّبَعَ ھَوٰىہُ وَ کَانَ اَمْرُہٗ فُرُطًا۔

ترجمہ۔ اور پڑھ جو تیری طرف وحی ہوئی تیرے ربّ کی کتاب سے اس کی پیشگوئیوں کو کوئی بدلنے

---

[1] اور جب لقمان نے کہا اپنے بیٹے سے جب وہ اس کو نصیحت کرتا تھا، اے میرے پیارے بیٹے! شریک نہ ٹھہرانا کسی کو اللہ کا۔ [2] ہم نے کہہ رکھا ہے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ (نیک سلوک کرنے کا) [3] اے میرے پیارے بیٹے! اگر کوئی چیز۔

والانہیں۔تو کہیں بھی اس کے سوائے پناہ کی جگہ نہ پائے گا۔روک رکھ اپنے آپ کو مع ان لوگوں کے جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح وشام اوراسی کی خوشنودی چاہتے ہیں کہیں تیری آنکھیں ان سے نہ ہٹیں۔ کہیں تو دنیا کی آرائش کو پسند نہ کرنے لگے اوراس کا کہانہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی گری ہوئی خواہشوں کے پیچھے پڑا ہے اوراس کا کام حد سے بڑھ گیا ہے۔

تفسیر۔ لَا تَبْدِيْلَ ۔ یہ پیشگوئیاں ضرور پوری ہوں گی۔اس آیت پر عیسائی لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ کے کلمات میں تبدیلی نہیں ہوسکتی اور قرآن شریف خود اس امر کو تسلیم کرتا ہے تو پھر انجیل اور توریت بھی محرّف مبدّل نہیں ہوئیں۔ یہ ایک دھوکہ ہے جو عیسائیوں کو لگا ہے یا وہ دوسروں کو دیتے ہیں۔اس آیت کے معنے تو صرف یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے جو پیشگوئی کی ہے وہ ضرور پوری ہوگی اس کے ٹالنے والا کوئی اس کے سوانہیں۔اور خدا تعالیٰ نے جو سنت قائم کر دی ہے اس کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا۔مثلاً یہ قانونِ الٰہی ہے کہ صادق کامیاب اور بامراد ہوتا ہے۔پس اس میں تبدیلی نہیں۔ اور ایسا کبھی نہ ہوگا کہ کاذب کے مقابلہ میں صادق نامراد اور ناکام رہے۔ باقی رہا حروف میں تغیّر وتبدّل ۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قاری کو بھی سہو ہو جاتا ہے۔ کاتب بھی غلطیاں کرتا ہے۔بعض بائیبلوں اور قرآن شریفوں میں لفظی غلطیاں چھاپے کی نکالنے والوں کو انعام دیا جاتا ہے۔فی زمانہ خود عیسائیوں کے درمیان رومن کیتھلک فرقہ کی بائیبل میں اور پروٹسٹنٹ فرقہ کی بائیبل میں بہت جگہ اختلاف لفظی ہے۔جس سے ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک غلط ہے۔ پس اس آیت سے عیسائیوں کا استدلال ہرگز صحیح نہیں ہے۔ بلکہ اس اعتراض کی سزا ہے کہ اصل کلام ہی دنیا سے مفقود ہوگیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱ و ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ /مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۷)

وَاصْبِرْ ۔ یہاں سے ہجرت کے متعلق احکام ہیں کہ اس وقت آپ کو کیا کرنا چاہیے۔

اس آیت شریفہ سے صدیقِ اکبرؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ آنحضرتؐ نے ان کو اپنے ساتھ رکھا۔معلوم ہوا کہ وہ غافل قلب والے نہ تھے۔وَاِلَّا ان کو ساتھ نہ رکھتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱ و ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ /مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۷)

دکھوں اور مصیبتوں کے وقت تین علاج حضرت حق سبحانہٗ نے فرمائے ہیں۔(۱)۔اللہ کا ذکر کرتے رہنا۔(۲)۔ وَ اتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ قرآن شریف اکثر پڑھتے رہنا۔(۳)۔پاک لوگوں کی صحبت میں رہنا جو مستفاد ہے۔وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ سے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ غافلوں کی صحبت وتعلق سے کنارہ کشی رہے۔غافل وہ ہے جو یادِالٰہی نہ کرے اور گری ہوئی خواہشوں کے پیچھے پڑا رہے۔

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷/اگست ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

۳۲۔ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ یَلْبَسُوْنَ ثِیَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕیْنَ فِیْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا۔

ترجمہ۔ یہ ہی لوگ ہیں جن کے لئے سدا رہنے کے باغ ہیں بہتی ہیں ان میں نہریں ان کو وہاں پہنائے جائیں گے سونے کے کنگن اور وہ پہنیں گے سبز کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے۔وہاں تکیے لگائے ہوئے بیٹھے ہوں گے تختوں پر کیا ہی اچھا بدلہ ہے اور کیا ہی اچھا آرام ہے۔

تفسیر۔یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ۔ یہ سونے کے کڑے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں دیئے گئے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۴)

یُحَلَّوْنَ۔ زیور دیئے جائیں گے۔یہ ضروری نہیں کہ خود پہننے کے واسطے۔

دنیوی رنگ میں بھی یہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔قیصر وکسریٰ کے خزانے مدینہ میں آئے جن میں اس قسم کے کپڑے اور زیور بھی تھے جو ان آیات میں مذکور ہوئے ہیں۔عیسائی لوگ بہشت کے متعلق اعتراض کرتے ہیں۔حالانکہ بائیبل میں خود بہشت کا ذکر ہے۔اور حضرت مسیحؑ نے باغ کی تمثیل دی۔ جن کو مفصّلہ ذیل مقامات میں دیکھنا چاہیے۔متی باب ۲۱ آیت ۳۳۔مرقس باب ۱۲ آیت ۱۔ لوقا باب ۲۰ آیت ۹۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱ و ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴/مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۷)

۳۳۔ وَ اضۡرِبۡ لَہُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَیۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِہِمَا جَنَّتَیۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّ حَفَفۡنٰہُمَا بِنَخۡلٍ وَّ جَعَلۡنَا بَیۡنَہُمَا زَرۡعًا۔

ترجمہ۔ اور اُن سے دو شخصوں کی مثال بیان کر جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دئے اور ان کے آس پاس کھجور کے درخت پیدا کئے اور دونوں کے بیچ میں کھیتی لگائی۔

تفسیر۔ اس رکوع میں جو تمثیل ہے۔ وہ میں بشرح صدر اور یقینِ کامل کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ حضرت ابراہیم کی اولاد کی دو قوموں کے متعلق ہے۔ بنی اسرائیل اور بنی اسماعیل۔ اول الذکر کو خدا تعالیٰ نے ملک کنعان کا باغ عطا کیا۔ ان میں انبیاء بھیجے۔ انہیں بادشاہ بنایا اور بڑے بڑے انعام ان پر کئے۔ بجائے اس کے کہ وہ خدا کا شکر کرتے انہوں نے اپنے بھائی بنی اسماعیل اہلِ عرب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا۔ اپنے باغوں اور مال و دولت کے گھمنڈ میں آ گئے۔ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اور دنیا کو معبود بنا لیا۔ انبیاء کے قتل کے درپے ہو گئے۔ انجیل میں بھی اس تمثیل کو لکھا ہے۔ چنانچہ متی باب ۲۱ آیت ۳۳ میں ہے۔ ’’ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے انگورستان لگایا اور اس کو چاروں طرف روندا اور اس کے بیچ کھود کے لہو گاڑا اور بُرج بنایا اور باغبانوں کو سونپ کے آپ پردیس گیا۔ اور جب میوے کا موسم قریب آیا۔ اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس بھیجا کہ اس کا پھل لاویں۔ پر ان باغبانوں (بنی اسرائیل) نے اس کے نوکروں (انبیاء) کو پکڑ کے ایک کو پیٹا اور ایک کو مار ڈالا۔ اور ایک کو پتھراؤ کیا۔ پر اس نے اور نوکروں کو جو پہلوں سے بڑھ کر تھے بھیجا۔ انہوں نے ان کے ساتھ بھی ویسا ہی کیا۔ آخر اس نے اپنے بیٹے (حضرت مسیحؑ) کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وے میرے بیٹے سے دبیں گے۔ لیکن جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا آپس میں کہنے لگے (بنی اسرائیل کی نبوت کا آخری) وارث یہی ہے۔ آؤ اسے مار ڈالیں کہ میراث ہماری ہو جاوے اور اسے پکڑ کر اور انگورستان کے باہر لے جا کر (اپنی طرف سے تو) قتل (ہی) کیا۔ جب انگورستان کا مالک آوے گا۔ ان باغبانوں کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ وے اسے بولے۔ ان بدوں کو بری طرح مار ڈالے گا اور انگورستان کو اور باغبانوں کو سونپے گا۔ جو اسے موسم پر میوہ

پہونچاویں۔ یسوع نے انہیں کہا کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو راجگیروں نے ناپسند کیا وہی کونے کا سرا ہوا (عرب کی طرف اشارہ ہے) یہ خداوند کی طرف سے ہے اور ہماری نظروں میں عجیب۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت (نبوت ونصرتِ الٰہی) تم (بنی اسرائیل) سے لے لی جائے گی اور ایک قوم (بنی اسمٰعیل اہل عرب) کو جو اس کے لئے میوے موسم پر (اب بھی ایامِ حج کو موسم کہتے ہیں) لاوے گی دی جاوے گی۔ جو اس پتھر پر گرے گا چور ہو جائے گا۔ پر جس پر وہ گرے اُسے پیس ڈالے گا۔“

مذکورہ بالا عبارت انجیل میں خطوطِ وحدانی کے اندر جو الفاظ ہیں وہ تشریحاً وتفسیراً ہم نے لکھے ہیں اناجیل کے مفسرین نے بھی اقرار کیا ہے کہ ان آیات میں بیٹے سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام اور پہلے باغبانوں سے مراد بنی اسرائیل ہیں۔ دیکھو تفسیر عماد الدین اور تفسیر پادری ہَو صاحب وغیرہ۔

رَّجُلَيْنِ۔ مراد بنی اسرائیل و بنی اسماعیل۔

لِاَحَدِهِمَا۔ حضرت اسحٰق کی اولاد کی طرف اشارہ ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱ و ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴/مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۷، ۱۵۸)

یہ پیشین گوئی اور بشارت بہ نسبت محمد صاحب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ انجیل میں یہ بشارت نہایت تفصیل سے موجود ہے۔ وہ بڑا باغ اور بنی اسرائیل کا تاکستان یروشلم ہے۔ بنی اسرائیل اپنے ناپاک گھمنڈ میں اپنے بھائی بنی اسمٰعیل کو ہمیشہ حقیر و ذلیل جانتے رہے اور اپنی باغبانی کے (بقول مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا) لازوال ہونے کا یقین کرتے رہے۔ حضرت مسیحؑ نے ان کو آگاہ کیا اور بتایا تمہاری باغبانی جاتی رہے گی۔ اب نیا افسر اور نئے باغبان آنے والے ہیں۔ اگر تم نے ان نئے باغبانوں پر حملہ کیا تو چُور ہو جاؤ گے اور اگر وہ تم پر گرے پِس جاؤ گے۔ اس بشارت میں حضرت مسیحؑ کی تفصیل سنو متی ۲۱ باب ۳۳۔ مرقس ۱۲ باب ۱۔ لوقا ۲۰ باب ۹۔

پھر لوگوں سے یہ تمثیل کہنے لگا۔ کسی نے ایک انگور کا باغ لگا کے اسے باغبانوں کے سپرد کیا اور مدّت تک پردیس جا رہا۔

تفسیر۔ باغ لگانے والا وہی خداوندِ بنی اسرائیل ہے۔یسعیاہ ۵ باب ۲۔۳۔ انگور بنی اسرائیل کی قوم ہے۔زبور باب ۸۰۔۹۔تاکستان یروشلم ہے۔غزل الغزلات ۸ باب ۱۳۔یسعیاہ ۵ باب ۳،۵،۷ قرآن بھی کہتا ہے۔جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ ۔[1] (الکھف۔۳۳) یادرکھو۔مالک کے آنے تک دیر ہے۔

اور موسم پر ایک نوکر کو باغبانوں کے پاس بھیجا تاکہ وے اس انگور کے باغ کا پھل اس کو دیں لاکن باغبانوں نے اس کو پیٹ کے خالی ہاتھ پھیرا۔

تفسیر دیکھو یرمیاہ ۷ ۲ باب ۱۵ و ۳۸

پھر اس نے دوسرے نوکر کو بھیجا۔انہوں نے اس کو پیٹ کے اور بےعزت کر کے خالی پھیرا۔

تفسیر۔یہ شخص اوریا تھا۔یرمیاہ ۲۶ باب ۲۳۔یہ اس لئے کہ متی ۲۱ باب ۳۵ میں مارڈالنا لکھا ہے۔

پھر اس لئے تیسرے کو بھیجا۔انہوں نے گھائل کر کے اس کو بھی نکال دیا۔

تفسیر۔تاریخ ۲۴ ۲ باب ۲۱

تب باغ کے مالک نے کہا۔کیا کروں۔میں اپنے پیارے بیٹے (یہ مسیحؑ ہیں) کو بھیجوں گا۔شاید اسے دیکھ کر دب جاویں۔جب باغبانوں نے اسے دیکھا۔آپس میں صلاح کی اور کہا۔یہ وارث ہے۔آؤ اس کو مارڈالیں۔میراث ہماری ہوجاوے۔تب اس کو باغ کے باہر نکال کر مارڈالا۔اب باغ کا مالک ان کے ساتھ کیا کرے گا۔وہ آوے گا اور ان باغبانوں کو قتل کرے گا۔اور باغ اوروں کو سونپے گا۔

تفسیر۔ مرقس ۱۲ باب ۶۔اب اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔جو اس کا پیارا تھا۔بیٹے کا لفظ یہاں بمعنی صلح کار کے لیا ہے۔بیٹے کا لفظ کتب مقدّسہ میں وسیع معانی کے ساتھ مستعمل ہے۔بیٹے کے حقیقی معنے باپ کے نطفے اور اس کی جورو کے رحم سے پیدا ہونے والے کے ہیں۔عیسائیوں کے نزدیک بھی یہ معنی صحیح نہیں۔رہے مجازی معنے بیٹے کے۔وہ وسیع ہیں۔ہم نے حسبِ حال صلح کار لئے۔متی ۵ باب ۹۔ مبارک وے جو صلح کار ہیں کیونکہ خدا کے فرزند کہلائیں گے اور مسیحؑ صلح کا شہزادہ ہے۔یسعیاہ ۹ باب ۶۔

---

[1] جن میں سے ایک کو ہم نے دو باغ انگور کے دیئے۔

حسبِ بیان مرقس ایک ہی بیٹے رہ گئے۔ بنی اسرائیل میں کامل صلح مسیحؑ میں تھی۔ اور اسی سے بنی اسرائیل کے گھرانے کی نبوت و رسالت کا خاتمہ ہوگیا۔ خدا کے فرزند کا محاورہ دیکھنا ہو تو دیکھو ’’مبحث الوھیتِ مسیحؑ‘‘ وہاں ثابت کیا ہے۔ حسبِ محاورہ کتب مقدّسہ فرشتے خدا کے بیٹے ہیں۔ ایوب ا باب ۶ اور انبیاء اس کے بیٹے۔ ایوب ۳۸ باب ۷۔ اور بدکار خدا کے بیٹے یسعیاہ ۳۰ باب ا۔ سب فرزند یوحنا ۱۱ باب ۲۵۔

اب مار ڈالا کی تحقیق سن لو۔ یہاں سخت ایذا کو مار ڈالنا کہا ہے کیونکہ مکاشفات ۵ باب ۶ میں ہے۔ گویا ذبح کیا۔ یہودی کہتے ہیں ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ قتل کے تو عیسائی بھی منکر ہیں۔ پر قرآن کا مسیحؑ کے قصّے میں یہ کہنا مَا قَتَلُوْہُ۔ [1] (النساء۔۱۵۸) بالکل سچ ہوا اور بعض یہود کہتے ہیں ہم نے صلیب دی اور یہ بھی غلط ہے۔ اس زمانے کی سُولی یہ نہ تھی۔ جیسے اس وقت ہوتی ہے۔ بلکہ آدمی کو کسی لکڑی پر ٹانگ دیتے تھے اور مصلوب بھوکا پیاسا ایذائیں پاتا مدت کے بعد مر جاتا تھا۔ اگر جلد اُتارتے تو ہڈیاں توڑ ڈالتے۔ حضرت مسیح جلد اُتارے گئے۔ مسیحؑ کی ہڈیاں توڑی نہیں گئیں۔ پس قرآن کا یہ کہنا وَمَا صَلَبُوْہُ (النساء:۱۵۸) بالکل سچ ہوگیا۔

عربی میں مصلوب اُسی کو کہتے ہیں جس کی پیٹھ کی ہڈی توڑی جاوے۔ دیکھو قاموس لغت صلب اور مسیحؑ ہڈی توڑنے سے محفوظ رہے۔ دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۳۳۔ بات یہ ہے حاکم مسیحؑ کا حامی تھا دیکھو اس نے ہاتھ دھوئے اور کہا۔ میں اس راست باز کے خون سے پاک ہوں۔ متی ۲۷ باب ۲۴۔ حاکم کی عورت حامی اور مددگار تھی۔ خصم کو کہتی ہے مجھے اس راستباز سے کام نہ ہو۔ متی ۲۷ باب ۱۹ صوبے دار اور یسوع کے نگہبان بھی حامی اور وہمی تھے۔ اور پھر عیسائی۔ متی ۲۷ باب ۵۴۔ یوسف نام آرمیتہ کا دولتمند۔ سانیڈرم مجلس شاہی کا ممبر بھی حامی۔ متی ۲۷ باب ۵۷۔ اور شاگرد منتظر بادشاہت تھا۔ مرقس ۱۵ باب ۴۳۔ لوقا ۲۳ باب ۵۰۔ یہود کے خوف سے خفیہ رہتا یوحنا ۱۹ باب ۳۸ اس شخص نے لٹکانے کے چند گھنٹے کے بعد جب اندھیرا ہوا۔ بادشاہ سے کہا کہ یسوع مر گیا ہے۔ لاش

---

[1] وہ ملعون ثابت نہ ہوا۔

مجھے مرحمت ہو۔ پلاطس حاکم نے تعجب کیا کہ ایسا جلد کیونکر مرا مرقس ۱۵ باب ۴۴ مسیحؑ کے مرنے میں پلاطس حاکم کو تعجب ہے کیسے مرا۔ اور یوسف اور صوبے دار معتقد گواہ ہیں اور یہود بے چارے سبت کے بکھیڑے میں موجود ہی ہیں۔ قبر میں رکھا اور مٹی کی مُہر کی اور کوئی محافظ اس وقت نہ تھا۔ خیر خواہ اپنے خاکسار کو نکال لے گئے۔ بیشک مسیحؑ مردہ یہودیوں سے جی اٹھے۔ ابدی زندگی میں جلال پا گئے۔ آ یتوار کو حفاظت شروع ہوئی۔ پس صاف آشکار ہے وہ بے گناہ بچ گئے اسی وقت قرآن کا کہنا وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ (النساء۔۱۵۸) بالکل راست ہے۔ یا انجیلی محقّقوں کے طور پر کہتے ہیں۔ آپ کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں۔ ویسے ہی مر گئے۔ بے ایمان یہودی اسی بات پر یقین رکھے اور کہہ گئے۔ ہم نے مسیحؑ کو مار ڈالا۔

وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًاۢ۔ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۔[۱] (النساء۔۱۵۸،۱۵۹)

وَ اِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۔[۲] (النساء۔۱۶۰)

بات دور چلی گئی۔ ان باغبانوں[۳] نے اپنے آخری نبی راست باز صلح کار کو اپنے زعم میں قتل کیا۔ مار ڈالا۔ بنی اسرائیل کے سارے نبی خدا کے پلوٹھے تھے۔ اور مسیحؑ آخری پلوٹھے۔ اب باغ اوروں کے سپرد ہوا۔ باغ تو یروشلم تھا۔ پہلے اس کے باغبان بنی اسرائیل میں سے رہے۔ ان کی بے ایمانی

۱؎ اور کہنا یہودیوں کا کہ ہم لوگوں نے عیسیٰؑ مسیح رسول اللہ مریم کے بیٹے کو قتل کیا اور ان لوگوں نے نہ مارا اس کو اور نہ سولی پر چڑھایا اس کو لیکن قتل اور سولی دینے کا شبہ ہوا ان کو۔ اور ہر آئینہ جن لوگوں نے اختلاف کیا ہے اس میں وہ اس کے شک میں ہیں اور ان لوگوں کو اس کا کچھ بھی یقینی علم نہیں ہے۔ مگر گمان کی پیروی۔ اور نہ مارا اور لو یہ یقین۔ بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ ۲؎ اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔ ۳؎ بنی اسرائیل کو خدا نے مصر سے لا کر یروشلم میں آباد کیا اور ان میں انبیاء و رسل بھیجے۔ یسعیاہ

سے اب وہ باغ بنی اسمٰعیل کے سپرد ہوا۔ ماجوج دراز گوش کہتے ہیں۔ وہ آخری آ چکے۔ اب محمدؐ کون ہے؟ عقل والو! سوچو انجیل میں لکھا ہے۔ مالک باغ، باغ اوروں کو سپرد کرے گا۔ آخر کہاں آ چکے۔ معاملہ ختم نہیں۔ کبھی پہلے بنی اسماعیل اس کے مالک ہوئے۔ اب تیرہ سو برس سے مالک ہیں۔ یہود اور عیسائیوں کے لئے عہدۂ باغبانی نہیں رہا۔ باغ کا نام بھی بدل گیا۔ یروشلم سے بیت المقدس بنا۔

متی اس نئی قوم کے حق میں کہتا ہے۔ وہ موسم پر پھل دیں گے۔ متی ۲۱ باب ۴۱۔ اور عرب میں حج کے ایّام کو موسم کہتے ہیں۔ پھر لوقا ۲۰ باب ۱۶۔ انہوں (بنی اسرائیل) نے یہ سن کے کہا۔ ایسا نہ ہو۔ تب اس نے ان کی طرف دیکھ کے کہا۔ پھر وہ کیا ہے۔ جو لکھا ہے کہ وہ پتھر جسے راجگیروں نے ردّ کیا وہی کونے کا سِرا ہوا۔ ہر ایک جو اس پتھر پر گرے چُور ہو گا۔ اور جس پر وہ گرے اسے پیس ڈالے گا اور متی ۲۱ باب ۴۳۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں۔ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جاوے گی اور ایک قوم کو جو اس کے پھل لاوے دی جاوے گی۔ یاد رہے۔ بنی اسرائیل صرف روحانی بادشاہ نہ تھے بلکہ روحانی اور جسمانی۔

عیسائی منصفو! یہ پتھر وہی ہے جس کو دانیال نے دیکھا اور وہ پھر پہاڑ بن گیا۔ دانیال ۲ باب ۳۴۔ جو اس پر گرا چُور ہوا۔ اور جس پر وہ گرا۔ اُسے پیس ڈالا جہاد پر اعتراض نہ کرنا۔

قدیم زمانہ میں تصویری زبان کا بڑا رواج تھا۔ اسی خیال پر عیسائیوں نے موسوی رسومات کو صرف نشان قرار دیا ہے۔ مثلاً کہتے ہیں۔ قربانی توریت مسیحؑ کی قربانی کا نمونہ تھی۔ گو جانور خاموش جان دیتا ہے اور مسیحؑ نے ایلی ایلی پکارتے جان دی۔ ظاہری طہارتیں اصلی طہارت کا نمونہ تھیں۔ پو ہلا ہلانا[۱]۔ مسیحؑ کا جی اٹھنا تھا[۲]۔ یوشع نے بارہ[۱۲] پتھر اٹھوائے اور بقول عیسائیوں کے وہ بارہ حواریوں کا گویا نشان تھا یوشع ۴ باب ۶ وغیرہ وغیرہ۔ اب سوچو۔ حجرِ اسود مکّے میں کونے کا پتھر تھا۔ اور اسلام سے پہلے سالہا سال کا موجود۔ لوگ اسے چومتے اور اس کے ساتھ ہاتھ ملاتے تھے۔ گویا یہ پتھر کونے

۱؎ احبار ۲۳ باب ۱۰ ۲؎ قرنتی ۱۵ باب ۲۰، ۲۱

کا سرا مکّے میں تصویری زبان میں کتب مقدسہ کا یہ فقرہ تھا۔ وہ پتھر جسے معماروں نے ردّ کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوا عرب اُمّی محض تھے۔ اور صاحبِ کتاب نہ تھے۔ ان کے لئے بجائے کتاب یہی پتھر گویا کلام الٰہی تھا۔ اس پتھر کو عرب یمین الرحمن کہتے تھے۔ اب جو اصل آ گیا اور اس کی منزلہ کتاب میں اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ۔[1] (الفتح:۱۱) کا فرمان اترا۔ عرب چونک اٹھے اور کہنے لگے مَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَھُمْ نُفُوْرًا[2] (الفرقان۔۶۱) اس کے تشریف لاتے یروشلم کی باغبانی بنی اسرائیل سے چھن گئی۔ جو اس پر گرا۔ چُور ہوا۔ جس پر وہ گرا پِس گیا۔ یہ پتھر کونے کا سرا نہ تو مسیحؑ ہیں۔ کیونکہ مسیحؑ نے اس کے ظہور کے لئے اپنے بعد کا زمانہ بتایا۔ دیکھو لوقا ۲۰ باب ۱۶۔ متی ۲۱ باب ۴۳۔ دانیال ۲ باب ۳۴۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۳۴ تا ۲۳۸)

وَاضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلًا رَّجُلَیْنِ ۔ میں بنی اسرائیل و بنی اسمٰعیل کا ذکر ہے۔

بنی اسرائیل نبوت، سلطنت، دونوں باغوں کے مالک تھے (بائیبل میں بھی اس کی تمثیل ہے) بنی اسمٰعیل کو حقارت سے دیکھتے۔ خدا نے نبوت بھی چھین لی اور سلطنت بھی۔

عبرت کا مقام ہے۔ یہود دنیا میں بالشت بھر زمین کے مالک نہیں اور نہ کوئی ان کا ناصر وَ لَمْ تَکُنْ لَّهٗ فِئَةٌ یَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَمَا کَانَ مُنْتَصِرًا۔[3] (الکھف:۴۴)

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۴۲ مورخہ ۱۷/اگست ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)



---

[1] جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے۔ [2] رحمن کیا ہے۔ کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جس کو تو فرماوے گا اور بڑھتا ہے ان کا بھاگنا۔ [3] اور اس کی کوئی جماعت ایسی نہ ہوئی جو اس کی مدد کرتی اللہ کے سوا اور نہ وہ مدد پایا۔

۳۴ تا ۳۶۔ کِلْتَا الْجَنَّتَیْنِ اٰتَتْ اُکُلَھَا وَ لَمْ تَظْلِمْ مِّنْہُ شَیْـًٔا ۙ وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَھُمَا نَھَرًا۔ وَّ کَانَ لَہٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِہٖ وَ ھُوَ یُحَاوِرُہٗۤ اَنَا اَکْثَرُ مِنْکَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا۔ وَ دَخَلَ جَنَّتَہٗ وَ ھُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ ھٰذِہٖۤ اَبَدًا۔

ترجمہ۔ دونوں باغ اپنے پھل لائے اور پھل میں کچھ بھی کمی نہیں کی اور ہم نے دونوں باغوں میں نہر بہائی۔ اور اس کے لئے بہت ہی پھل تھے وہ اپنے ساتھ والے سے بولا جس سے وہ باتیں کر رہا تھا کہ میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور باعزت بڑی جماعت والا ہوں۔ اور وہ اپنے باغ میں گیا جب کہ وہ اپنے آپ پر ظلم کر رہا تھا یعنی (فخر وغرور دنیوی) بولا میں نہیں یقین کرتا کہ یہ باغ کبھی اجاڑ ہوگا۔ اور نہ خیال کرتا ہوں کہ آخر گھڑی آنے والی ہے اور اگر میں اپنے ربّ کی طرف پلٹایا گیا تو اس سے بہت بہتر پاؤں گا وہاں پہنچ کر۔

تفسیر۔ دونوں باغوں نے دیا میوہ اپنا اور نہ کم کیا اس میں سے کچھ۔ اور بہادی ہم نے درمیان ان دونوں کے نہر اور تھا واسطے اس کے میوہ۔ پس کہا اس نے واسطے ہم نشین اپنے کے اور وہ سوال جواب کرتا تھا اُس سے۔ میں زیادہ تر ہوں تجھ سے مال میں اور زیادہ عزت والا ہوں آدمیوں کو اور داخل ہوا باغ اپنے میں اور وہ ظلم کرنے والا تھا جان اپنی پر کہا کہ میں نہیں گمان کرتا یہ کہ ہلاک ہووے یہ باغ کبھی۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب صفحہ ۲۳۴ حاشیہ)

وَدَخَلَ جَنَّتَہٗ وَھُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِہٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِیْدَ ھٰذِہٖۤ اَبَدًا۔

ظَالِمٌ ۔ اپنے آپ مصیبت ڈال رہا تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

۴۱۔فَعَسٰی رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ وَ یُرْسِلَ عَلَیْھَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِیْدًا زَلَقًا۔

ترجمہ۔ تو امید ہے کہ میرا ربّ مجھ کو دے دے گا تیرے باغ سے بہتر باغ اور اس تیرے باغ پر بھیج دے آسمان سے عذاب پس وہ صفا چٹ میدان بے گیاہ پھسلوان ہو کر رہ جائے۔

تفسیر۔ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِکَ ۔ چنانچہ محمدیوں کو عراق عرب، عراق عجم، مصر، یورپ، ایران ملا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

اس رکوع شریف سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو نہیں چاہیے کہ کسی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ورنہ لینے کے دینے پڑ جاتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴/ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

۴۶۔ وَ اضْرِبْ لَھُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا کَمَآءٍ اَنْزَلْنٰہُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِہٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ ھَشِیْمًا تَذْرُوْہُ الرِّیٰحُ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا۔

ترجمہ۔ اور بیان کر دے زندگی کی مثال کہ پانی کے جیسی ہے جس کو ہم نے آسمان سے اتارا پھر اس کے ساتھ مل گئی زمین کی روئیدگی آخر کار چورا چورا ہو گئی کہ اس کو اڑائے پھرتی ہیں ہوائیں اور اللہ ہر شَے پر بڑا اقابو رکھنے والا ہے۔

تفسیر۔ اس رکوع میں مخاطب یہود نہیں ہیں کیونکہ نہ تو وہ کوئی اتنے بڑے دولتمند ہیں۔ اور نہ ملکوں کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اور آپؐ کی امّت کو مخاطب کرتا ہے۔ بلکہ خصوصیت سے مسلمان مثلاً بنو امیہ و بنو عباس مخاطب ہیں کہ اب تم اس باغ (ملک کنعان) کے مالک بننے والے ہو۔ دیکھو کوئی ایسا کام نہ کرنا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہو جائے۔

هَشِيْمًا۔ چُورا چُورا۔ دنیاداروں کے پاس جب دنیا بہت جمع ہو جاتی ہے تو وہ غالباً متکبر اور آخر کار غافل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل اور آخر مفلس کر دیتا ہے۔ امراء کا یہ حال ہے کہ جس کے پاس کچھ روپیہ جمع ہو جائے وہ مسجد میں جانا ہتک عزت سمجھتا ہے۔ اور علماء اس کے نزدیک اذل ترین مخلوق ہوتے ہیں۔ اس میں گو ان علماء دنیا طلب کا بھی قصور ہے۔ مگر امراء چاہیں تو علماء کے گروہ میں بہت اصلاح ہو سکتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ یہ عیسائی مخاطب ہیں۔ متی ۴ باب ۹ آیت متی ۷ باب ۱۳ آیت۔ متی ۱۹ باب ۲۴ آیت۔ ان میں لکھا ہے کہ دولت مل سکتی ہے شیطان کے سجدہ سے۔ چنانچہ ان لوگوں نے کیا اور دولت مند ہوئے اور لکھا ہے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل نہیں آتا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

۴۷۔ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ الْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ اَمَلًا ۔

ترجمہ۔ مال اور اولاد دنیا کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہت ہی بہتر ہیں تیرے ربّ کے نزدیک ثواب میں بہت اچھی ہیں امید کے اعتبار سے۔

تفسیر۔ اَلْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ۔ اعمالِ صالحہ۔ نماز میں سُبْحَانَ اللهِ ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اور کل اعمال جو رضائے الٰہی کے موجب ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

۴۸۔ وَ يَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا۔

ترجمہ۔ اور جس دن ہم بڑے بڑے پہاڑوں کو چلا دیں گے اور تو دیکھے گا زمین کو صاف کی ہوئی اور ان کو جمع کریں گے ہم پھر کسی کو نہ چھوڑیں گے ان میں سے۔

تفسیر۔ جبال سے مراد بادشاہ اور بڑے بڑے سردار ہیں۔ جو عذاب الٰہی کے باعث ان کا نام ونشان مِٹے۔ اور ظاہری پہاڑ بھی ہوں تو کیا عجب ہے۔ آخر تمام مخلوق میں تغیّر آ رہا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴/ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

نُسَیِّرُ الْجِبَالَ۔ سلطنتیں بڑی بڑی ہوں گی مگر آخر اُڑیں گی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

۵۰۔ وَ وُضِعَ الْکِتٰبُ فَتَرَی الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ مِمَّا فِیْهِ وَ یَقُوْلُوْنَ یٰوَیْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْکِتٰبِ لَا یُغَادِرُ صَغِیْرَةً وَّ لَا کَبِیْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا ۚ وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَ لَا یَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا۔

ترجمہ۔ اور نامۂ اعمال رکھ دیا جائے گا تو تُو دیکھے گا جنابِ الٰہی سے قطع تعلق کرنے والوں کو کہ ڈر رہے ہوں گے اس چیز سے جو اس میں تحریر ہے اور بولیں گے ہائے ہمارے ستیاناس وخرابی یہ کیسی کتاب ہے کہ چھوڑتی ہی نہیں نہ کوئی چھوٹی بات نہ بڑی مگر اس نے سب کو گھیر لیا اور وہ پائیں گے جو کچھ انہوں نے کیا تھا موجود اور تیرا رب تو کسی پر کچھ ظلم کرے گا ہی نہیں۔

تفسیر۔ اَلْکِتٰبُ۔ اعمال نامہ۔

اَلْمُجْرِمِیْنَ۔ جنابِ الٰہی سے قطع تعلق کرنے والے لوگ۔

مُشْفِقِیْنَ۔ ڈرنے والے۔ اس ملک میں چونکہ عربی زبان کا مذاق نہیں رہا۔ اس واسطے عموماً خطوں میں شفیق کی بجائے مشفق کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

صَغِیْرَةً وَّ لَا کَبِیْرَةً۔ ہر ایک گناہ کا ایک ابتداء ہوتا ہے۔ پھر اس کے مراتب تدریجی ترقی کے ہوتے ہیں۔ وہ صغیرہ ہیں اور ایک بدی کا انتہا ہے وہ کبیرہ ہے۔ مثلاً نظر بد صغیرہ ہے اور اس کا آخر نتیجہ زنا کبیرہ ہے۔

صوفیائے کرام نے مشاہدہ سے لکھا ہے کہ ارتکابِ بدکاری کے بعد دل کے اوپر ایک سیاہ دائرہ نظر آتا ہے۔ جس سے ملائکہ نفرت کرتے ہیں اور شیطان محبت۔ پھر ایسے شخص کا تعلق آہستہ آہستہ

شیاطین کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے۔ اور وہ فاسق و فاجر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نیکی کے بعد ایک نورانی دائرہ دل کے گرد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اس کو دیکھ کر ملائکہ اس دل والے سے محبت کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

۵۱۔ وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا۔

ترجمہ۔ اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے فرمانبردار ہو جاؤ تو سب نے کہا مانا مگر ابلیس نے۔ وہ جنّ میں سے تھا تو اس نے توڑ دیا اقرار اپنے ربّ کا اور نافرمانی کی تو اے لوگو! کیا تم اس کو دوست بناتے ہو اور اس کی اولاد کو اللہ کے سوا وہ تو تمہارے کھلے کھلے دشمن ہیں وہ بُرا بدلہ ہے ظالموں کا۔

تفسیر۔ اس سے پہلے رکوعوں میں دنیا کی زیب و زینت، صنعت اور ترقی کا ذکر ہے کہ لوگ اس میں پھنس کر دین سے اکثر غافل ہو جاتے ہیں۔ اگر دنیا کو بالکل ترک کیا جائے تو بھی دین میں حرج ہوتا ہے۔ اور رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً۔[1] (البقرۃ۔ ۲۰۲) کے خلاف ہے اس واسطے میانہ راہ اختیار کرنی چاہیے ایک روایت میں ابلیس کے متعلق آیا ہے کہ كَانَ مِنْ خُزَّانِ الْجَنَّةِ۔ اس ملک میں بڑے خزانوں والا تھا۔ اسی کبریائی نے اسے ہلاک کر دیا۔ ان آیات میں جو ذکر ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

اسْجُدُوْا۔ فرماں برداری کرو۔ بہت سے فرشتوں کو یہ حکم ہوا تھا۔ ابلیس کو الگ حکم ہوا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

۵۴۔ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَ لَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا۔

ترجمہ۔ اور جنابِ الٰہی سے قطع تعلق کرنے والے آگ کو دیکھیں گے اور یقین کر لیں گے کہ اس

---

[1] اے ہمارے صاحب! تو ہمیں دنیا میں بھی خیر و برکت دے۔

میں ضرور گرنے والے ہیں اور وہاں سے پلٹ جانے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔

تفسیر۔ فَظَنُّوْٓا۔ پس انہوں نے یقین کرلیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸)

۵۵۔ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلًا۔

ترجمہ۔ اور ہم نے پھیر پھیر کر لوگوں کو سمجھائی ہے اس قرآن میں ہر ایک اعلیٰ درجہ کی بات اور آدمی تو بہت سی باتوں میں جھگڑا ہی کرتا رہتا ہے۔

تفسیر۔ عام رواج دنیا میں دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ پڑھے لکھے ہیں اور اپنے آپ کو عقلمند سمجھتے ہیں۔ ان کی یہ حالت ہے کہ جب وعظ میں ان کو کوئی نظیر دو۔ تو اس نظیر کو اپنے پر صادق نہیں آنے دیتے۔ مثلاً اگر کہا جاوے۔ فلانے نے بدی کی اور سزا پائی۔ تو کہتے ہیں کیا ہم وہ ہیں۔ اگر نبی، ولی، صحابی کا حوالہ دیں کہ انہوں نے ایسا کیا تم بھی ایسا کرو۔ تو کہتے ہیں ہم نبی ہیں یا ولی یا صحابی پھر یا تو واعظ کو نادان قرار دیتے ہیں یا آپ اپنی تحقیق پر خوش وخرم۔ مگر انبیاء سے بڑھ کر کون قولِ مُوَجَّہ کے ساتھ سمجھانے والا ہے۔ آخر وہ بھی ارشاد فرماتے جاتے ہیں کوئی مانے یا نہ مانے۔

صَرَّفْنَا۔ ہم نے پھیر پھیر کر بیان کی ہیں۔

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۔ ہر ایک عمدہ بات۔

جَدَلًا ۔ جھگڑنے میں۔ ایسے ہی لوگوں نے انبیاء علیہم السلام کو اس قسم کے کلمات بولے ہیں کہ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (المومنون:۲۵) یہ تو ہمارے ہی جیسا ایک انسان ہے اور بس۔ یُرِیْدُ اَنْ یَّتَفَضَّلَ عَلَیْكُمْ (المومنون:۲۵) چاہتا ہے کہ تم پر بڑا آدمی بن جائے۔ شاعر ہے، ساحر ہے، کاہن ہے، مجنون وغیرہ۔

بعض لوگ ہدایت سے ایسے بے نصیب ہوتے ہیں کہ جب انہیں کوئی نیکی کی راہ بتلائی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم نبی ہیں یا ولی کہ ایسے کام کریں۔ اور اگر بدی سے روکا جاوے تو کہتے ہیں کہ کیا ہم

فرعون ہیں جو ہم کو ایسی نصیحت کی جاتی ہے اور بہر حال اپنی ہی رائے کو بڑا سمجھتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۸، ۱۵۹)

۵۶۔ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَ يَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّاۤ اَنْ تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا۔

ترجمہ۔اورلوگوں کوکسی نے باز نہ رکھا اس بات سے کہ وہ ایمان لائیں جب ان کے پاس ہدایت آچکی اور مغفرت چاہیں اپنے ربّ سے مگر اسی بات نے روکا کہ ان کو اگلوں کی رسم یاد آ گئی یا عذاب ہی آ موجود ہوا تھا ان کے سامنے طرح طرح کا۔

تفسیر۔ مَا مَنَعَ النَّاسَ۔ کس چیز نے روکا۔کیا مطلب۔کسی چیز نے نہیں روکا۔اگر روکا ہے تو ان کے شامتِ اعمال نے ہی روکا ہے۔عذاب جوان پر آنا تھا تو اب استغفار کیسے کریں۔

قُبُلًا۔اس کے تین معنے ہیں (۱)۔فَجَائَۃً اچانک (۲)۔عَیَانًا۔ظاہر (۳)۔ سامنے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

۵۷۔وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ وَ يُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَ اتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَ مَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا۔

ترجمہ۔اور ہم نے رسول نہیں بھیجے مگر وہ دوستوں کو خوشخبری سنانے والے دشمنوں کو ڈرانے والے (ہی ہوتے ہیں) اور کافر توجھوٹے جھگڑے کرتے ہیں تا کہ اس کی وجہ سے حق کو متزلزل کر دیں اور انہوں نے میری نشانیوں کو اور جن چیزوں سے ڈرایا گیا تھا ان کو ٹھٹھا ٹھہرا لیا۔

تفسیر۔ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ۔ فرماں برداروں کو بشارت دیتے ہیں اور نافرمانوں کو عذاب سے ڈراتے ہیں۔

لِيُدْحِضُوْا۔ گرادے۔باطل کر دے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ / مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

۵۸۔ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَ نَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا۔

ترجمہ۔اوراس سے بڑھ کرکون ظالم ہے جس کونصیحت کی گئی اس کے ربّ کی آیتوں سے پھر منہ پھیر لیاان سےاور بھول گیا جواس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا (اپنی بدکاریاں) ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اس لئے کہ وہ قرآن کونہیں سمجھتے اوران کے کانوں میں بہراپن ہے (حق سننے سے) اوراگرتوان کو ہدایت کی طرف بلائے توبھی وہ ہرگز ہدایت نہ پائیں گے کبھی۔

تفسیر۔ ذُكِّرَ۔ یاددلائی جاتی ہیں۔

مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ۔ ہر شخص اپنے اعمال کا محاسبہ کرے اورانصاف سے سوچے تووہ اپنی قیمت آپ لگاسکتا ہے۔

اَكِنَّةً۔روک۔ (ضمیمہ اخبار بدرقادیان جلد۹ نمبر۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ ؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

۵۹۔وَ رَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا۔

ترجمہ۔اور تیرا رب بڑا عیبوں کا ڈھانپنے والا رحمت والا ہے اگران کو پکڑتا ان کے کئے پرتو جلدی ان پرعذاب کردیتا بلکہ ان کے لئے ایک میعاد ہے جس کے سوا کہیں وہ پناہ نہیں پا سکتے۔

تفسیر۔ مَّوْعِدٌ۔ وعدہ کا موقع ہے۔

مَوْىِٕلًا۔ جہاں آخر جانا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدرقادیان جلد۹ نمبر۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ ؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

۶۱۔ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا۔

ترجمہ۔(کیاتمہیں موسیٰ کا قصہ یادنہیں) جب اس نے اپنے جوان سے کہا میں نہ بیٹھوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں دودریاؤں کے ملنے کے مقام تک یاچلتا رہوں گا سالہا سال۔

تفسیر۔ کسی کتاب الٰہی کلام یا عظیم الشان شخص کی کسی بات کے معنے کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ جس موقع کی کلام ہو وہاں کی آب و ہوا اور اس قوم کی عادات اور حالات اور وہاں کے جغرافیے کے مفسر کو صحیح علم ہو۔ ورنہ آئندہ آنے والی نسلوں کے واسطے ایک ابتلاء انگیز غلطی کا اندیشہ اس مفسر کے بیان سے لگ جانے کا احتمال ہے۔ مثلاً ایک کتاب صدائق العشاق میں لکھا ہے کہ ایک شخص جہاز پر سوار تھا۔ کارِقضاء جہاز ڈوب گیا۔ وہ شخص ایک تختہ پر چمٹا رہا۔ اور تختہ رفتہ رفتہ کشمیر میں جالگا۔ آج جغرافیہ دان اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ سمندر میں جہاز کہاں اور کشمیر کہاں۔ ایسا ہی اس رکوع میں مجمع البحرین کے متعلق بھی بعض نے لکھا ہے کہ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں روم اور فارس کے دریا ملتے ہیں۔ حالانکہ ایسی کوئی جگہ ان ممالک میں نہیں۔ جہاں تک میں نے اس معاملہ میں غور کیا ہے۔ مجمع البحرین یا تو وہ مقام ہے جہاں نیل ازرق اور نیل ابیض باہم ملتے ہیں۔ مصر میں ایک شہر خرطوم نام مشہور ہے۔ اس کے قریب ایک جگہ سنار نام ہے۔ یہاں دریائے نیل کی دو شاخیں ملتی ہیں۔ اسی مقام کا نام مجمع البحرین ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قیام فرعون کے ساتھ جنگ کرنے سے پہلے مصر میں ہی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا تھا کہ هَلْ اَعْظَمُ مِنْكَ؟ کیا تجھ سے بڑا بھی کوئی آدمی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک ہے۔ اس پر حضرت موسیٰؑ نے عرض کی کہ کَیْفَ لِیَ السَّبِیْلُ اِلٰی لقیّہ ؟ اس سے ملاقات کی کیا راہ ہے۔ حکم ہوا کہ ایک مچھلی لے لو۔ اپنے جوان مخلص یوشع کو ساتھ لیا اور حکم تھا۔ جہاں مچھلی گم ہو گی وہاں وہ ملے گا۔ یہ ایک نشانی تھی۔

لَآ اَبْرَحُ۔ نہیں ٹلوں گا۔ نہ رکوں گا۔

حُقُبًا۔ اس لفظ حقبہ کے تین معنے آئے ہیں۔ ایک ۱ برس۔ ستّر ۷۰ برس۔ اسّی ۸۰ برس۔ مدّت دراز پر بھی بولتے ہیں۔

صوفیاء نے اس سے ایک نکتہ نکالا ہے کہ ایک ہی مدرسہ میں پڑھنے سے انسان کے خیالات میں وسعت نہیں ہوتی۔ میں بھی پسند کرتا ہوں۔ کہ آدمی چل پھر کر دیکھے کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ علمِ حدیث کے پڑھنے سے بھی بہت سے دینی معلومات بڑھتے ہیں اور مختلف مشائخ کی صحبت سے

اس کے فہم میں مدد ملتی ہے۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی۔ مجوسی مخاطب ہیں سلطنتیں دو بڑی ہیں۔ حضرت موسیٰ کے وقت کیانی۔ حضرت نبی کریمؐ کے وقت ساسانی تھے۔ دانیال نبی کی پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دو[۲] سینگوں والا مینڈھا۔

مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ۔ نیل ابیض، نیل ازرق مراد ہو سکتے ہیں۔ خرطوم پر۔ میرے نزدیک وہ اصل مراد ہے۔ جہاں دین و دنیا کی بہتری تھی۔ یہ معراج ہے حضرت موسیٰ کا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

۶۲۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِہِمَا نَسِیَا حُوْتَہُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَہٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا۔

ترجمہ۔ پھر وہ جب دونوں دریاؤں کے یا سنگم اجتماع یا ملنے کی جگہ پر پہنچے بھول گئے اپنی مچھلی تو اس نے اپنا راستہ لیا دریا میں سرنگ کی طرح۔

تفسیر۔ نَسِیَا حُوْتَہُمَا۔ دونوں سے نسبت کی ہے۔ حالانکہ مچھلی صرف یوشع کے پاس تھی۔ عربی میں ایسا آجاتا ہے۔ جیسا کہ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا[۱] (التحریم۔۵) قَلْبَاکُمَا نہیں فرمایا۔

سَرَبًا۔ چلا جانا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

بھونی مچھلی کا پتہ قرآن میں نہیں۔ اور نہ احادیثِ صحیحہ میں اور نہ ہمارا عقیدہ ہے کہ بھونی مچھلی زندہ ہو جاوے۔

اس قصّہ میں تین واقعات کا ذکر ہے۔ جو خود موسیٰ علیہ السلام کے کاموں کے قریب قریب تھے قرآن کریم میں ہے۔ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَیْنِہِمَا نَسِیَا حُوْتَہُمَا (الکہف:۶۲) جب وہ ملنے کے موقع پر پہنچے۔ مچھلی کو بھول گئے۔ بتاؤ اس میں بھونی ہوئی مچھلی اور اس کی زندگی کا ذکر کہاں ہے۔ کیا تمہارا سفید جھوٹ ثابت نہیں ہوا۔ اس میں تو اتنا ہی ذکر ہے کہ مچھلی ان کی یاد سے اُتر گئی اور ندی میں

۱؎ تمہارے دل اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔

چلی گئی۔ اور یہ ان کے لئے مقرّر نشان تھا کہ جہاں اُنہیں مچھلی کو بھول جانے کا واقعہ پیش آئے گا وہاں وہ مردِ خدا انہیں ملے گا۔ سو ایسا ہی ہوا خدا تعالیٰ نے جو غیب سے انہیں ایک نشان دیا تھا۔ وہ پورا ہوا۔ یہ ایسے واقعات ہیں جو مردانِ خدا کی سوانح زندگی میں ملتے ہیں اور یہ ایسے واقعات ہیں کہ اُن سے سالکانِ منازلِ الٰہیہ کے قلوب و ایمان تازہ ہوتے ہیں۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹)

۶۳۔ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۫ لَقَدْ لَقِیْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۔

ترجمہ۔ پھر جب آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے جوان سے کہا ہمارا ناشتہ لاؤ بے شک ہم نے یہ آج کے سفر میں تکلیف اٹھائی۔

تفسیر۔ اٰتِنَا غَدَآءَنَا۔ ایک بات سے دوسری بات یاد آتی ہے۔ کھانے سے مچھلی کا خیال آیا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

نَصَبًا۔ حدیثوں میں آیا ہے کہ مَاوَجَدَ النَّصَبَا اِلَّا اِذَا جَاوَزَا تھکان اس وقت معلوم ہوا جبکہ اصل مقصد کی جگہ سے آگے چل پڑے۔ یہ انبیاء علیہم السلام کے نورِ فراست پر دلیل ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ رمارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

۶۴۔ قَالَ اَرَءَیْتَ اِذْ اَوَیْنَآ اِلَی الصَّخْرَةِ فَاِنِّیْ نَسِیْتُ الْحُوْتَ ۫ وَ مَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَ اتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ ۖۗ عَجَبًا۔

ترجمہ۔ جوان نے کہا آپ نے یہ دیکھا جب ہم نے آرام پایا پتھر کے پاس تو (جناب) میں مچھلی بھول گیا اور یہ شیطان ہی نے مجھے بھلا دیا ہوگا کہ میں اس کا تذکرہ کروں آپ سے اور مچھلی نے اپنا راستہ لیا دریا میں کیسا تعجب ہے۔

تفسیر۔ اَرَءَیْتَ۔ آپ کو خبر بھی ہے۔

عَجَبًا۔ عجیب بات ہے۔ (جدا کلمہ ہے) یا یہ کہ مچھلی کا گم ہو جانا ایک عجیب بات ہے۔

اَنْسٰنِیْہُ۔ صرفی نکتہ ہے کہ ضمیر غائب کے ماقبل زیر یا ی ہوتو ہ پر زیر ہوتی ہے اور اگر یہ نہ ہوتو پھر پیش۔

اس جگہ اعتراض کیا گیا ہے جس کا جواب یہ ہے کہ جہاں توجہ دلانی مقصود ہو یا کسی کی تقبیح وہاں غیر فصیح الفاظ لاتے ہیں۔ چنانچہ یہاں شیطان کی تقبیح مطلوب ہے۔......

فائدہ۔ آج کل لوگ نسیان کی بہت شکایت کرتے ہیں۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں۔ ؎

شکوتُ اِلٰی و کیعٍ سوءَ حفظی فاوصانی اِلٰی ترك المعاصی

فان الحفظ فَضْلٌ مِنْ اِلٰہٍ وَ فضل اللہ لَا یُعطی لعاصی

ترجمہ۔ میں نے وکیع کے آگے حافظہ کی خرابی کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ گناہوں کو ترک کرو کیونکہ حافظہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور فضل گناہ گار کو نہیں ملتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹)

۶۶۔ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰہُ رَحْمَۃً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔

ترجمہ۔ تو انہوں نے پایا ہمارے بندوں میں سے ایک بندے کو جس کو ہم نے دی تھی خاص اپنے پاس سے رحمت اور سکھایا تھا ہمارے پاس کا علم۔

تفسیر۔ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ۔ حضرت خضر جو ملک ہیں بشر نہیں۔ اور اب بھی بعض ولیوں کو ملتے ہیں۔ نبی کریمؐ کے معراج میں اِنْطَلِقْ اِنْطَلِقْ آتا ہے۔ یہ مناسبت ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ لدنی علم جو خدا کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو ہے۔ جیسا کہ اس گاؤں میں رہنے والے ایک شخص کو بغیر اس کے کہ اس نے سفر کیا ہو یا کسی استاد کی شاگردی کی ہو یا کسی پیر کی مریدی کی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خود ہی روحانی علوم پڑھا دیئے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰)

۶۷۔ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا۔

ترجمہ۔ موسیٰ نے ان سے کہا کیا میں تمہاری پیروی کروں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھا دو جو تم کو سکھائی گئی ہے لیاقت کی بات۔

تفسیر۔ هَلْ اَتَّبِعُكَ۔ یہ حصولِ علم کے واسطے طریق ادب کے ساتھ سوال کیا گیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴/ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۰)

۶۸۔ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا۔

ترجمہ۔ اس نے یعنی (عبد صالح) نے کہا تم میرے ساتھ ہرگز نہ صبر کر سکو گے۔

تفسیر۔ لَنْ تَسْتَطِيْعَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ آپ نے بادشاہ کے گھر میں پرورش پائی ہے اور مزاج شاہانہ ہے۔ صبر کے رنگ میں میرے ساتھ رہنا مشکل ہوگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴/ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۰)

۷۱۔ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا۔

ترجمہ۔ خضر نے کہا اچھا اگر تم میرے ساتھ ہوتے ہو تو مجھ سے کچھ بھی نہ پوچھنا جب تک میں خود ہی اس کا ذکر نہ شروع کروں تم سے۔

تفسیر۔ لَا تَسْـَٔلْنِيْ۔ اس میں ایک ادب سکھایا ہے۔ میں نے اس ایک فقرے سے بہت بڑا فیض پایا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کے سامنے کبھی سوال کرنے میں مَیں تقدیم نہ کرتا تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴/ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۰)

۷۲۔ فَانْطَلَقَا حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا۔

ترجمہ۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ کشتی میں سوار ہوئے تو خضر نے کشتی کو پھاڑ دیا۔ کہا کیا تم نے اس کشتی کو پھاڑ دیا تاکہ کشتی والوں کو ڈبا دو یہ تو تم نے خطرناک بات کی۔

تفسیر۔ خَرَقَهَا۔ اُسے توڑ دیا۔

اِمْرًا۔ بہت بڑی بات۔خطرناک۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ /مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۰)

۷۴۔ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا۔

ترجمہ۔ موسیٰ نے کہا آپ میری بھول پر مجھے نہ پکڑیں اور نہ میرے کام میں مجھ پر سختی کریں۔

تفسیر۔ بِمَا نَسِيْتُ۔ اس لئے کہ میں بھول گیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ /مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۰)

۷۵۔ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا۔

ترجمہ۔ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ ایک جوان سے ملے تو خضر نے اس کو مار ڈالا، موسیٰ نے کہا تم نے بےعوض ایک پاک نفس کو مار ڈالا۔ یہ ایک ناپسند چیز تم لائے۔

تفسیر۔ غُلٰمًا۔ جوان۔طَرَّ شَارِبُهٗ۔جس کی مونچھیں بڑی بڑی ہوا سے ہلتی ہوں۔

زَكِيَّةً۔ بےقصور۔

قَتَلَهٗ۔مار ڈالا اس کو۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۱، ۲۲ مورخہ ۱۷، ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۰)

۷۸۔ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ۣاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا۔

ترجمہ۔پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب دونوں پہنچے ایک گاؤں والوں کے پاس تو وہاں کے گاؤں والوں سے کھانا مانگا تو گاؤں والوں نے اُن کی مہمانی سے انکار کر دیا پھر اس گاؤں میں ایک دیوار پائی جو گرا ہی چاہتی تھی تو اس کو سیدھا کر دیا۔موسیٰ نے کہا اگر آپ چاہتے تو اس پر اُجرت لے سکتے تھے۔

تفسیر۔ اِسْتَطْعَمَا ۔ ایک دفعہ مجھے بھی ایسا موقع پیش آیا۔کسی نے مجھے کہا۔ مانگ لو۔

قرآن مجید میں اِسۡتَطَعۡمَاۤ آیا ہے میں نے کہا انہیں کب مل گیا تھا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

۷۹۔ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنِكَ‌ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاۡوِيۡلِ مَا لَمۡ تَسۡتَطِعْ عَّلَيۡهِ صَبۡرًا‏۔

ترجمہ۔ خضر نے کہا یہ میرے اور تیرے درمیان جدائی ہے میں تم کو قریب ہی بتائے دیتا ہوں اُن باتوں کی حقیقت جن پر تم صبر نہ کر سکے۔

تفسیر۔ تَاۡوِيۡلِ۔ حقیقت۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷،۲۸ مورخہ ۳۰ /اپریل، ۵ /مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۱)

۸۰۔ اَمَّا السَّفِيۡنَةُ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ يَعۡمَلُوۡنَ فِى الۡبَحۡرِ فَاَرَدْتُّ اَنۡ اَعِيۡبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُمۡ مَّلِكٌ يَّاۡخُذُ كُلَّ سَفِيۡنَةٍ غَصۡبًا‏۔

ترجمہ۔ کشتی جو تھی وہ چند بے کسوں کی تھی کام کرتے تھے دریا میں تو میں نے چاہا اس کو عیب دار کر دوں کیونکہ ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو پکڑتا تھا ہر ایک کشتی کو زبردستی۔

تفسیر۔ فَكَانَتۡ لِمَسٰكِيۡنَ ۔ فقراء و مساکین میں فرق ہے۔ فقیر کا ترجمہ محتاج۔ محتاجی کی کئی قسم ہیں۔ مثلاً روٹی نہیں۔ سرما میں لحاف نہیں۔ خرچ کم ہو گیا۔ وہ چاہے خواہ گھر میں امیر ہی ہو۔ باقی رہا مسکین۔ قابل ترقی آدمی ہے۔ ترقی کا سامان نہیں۔ مثلاً جلد سازی جانتا ہے۔ سامان نہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۶۵)

۸۱۔ وَاَمَّا الۡغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤۡمِنَيۡنِ فَخَشِيۡنَاۤ اَنۡ يُّرۡهِقَهُمَا طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا‌۔

ترجمہ۔ اور وہ جوان کہ اس کے ماں باپ ایماندار تھے تو ہم ڈرے کہ ان کو عاجز کرے گا سرکشی اور کفر کر کے۔

تفسیر۔ يُّرۡهِقَهُمَا۔ ان دونوں کے ذمے مڑھ دے۔

اس بیان میں تین باتوں پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اعتراض کیا ہے۔

(۱)۔ کشتی کے توڑنے پر (۲)۔ لڑکے کے قتل پر۔ (۳)۔ بے مزدوری لینے کے دیوار بنانے پر۔ حالانکہ یہ ہر سہ واقعات خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے گھر میں ہو چکے ہیں۔

لِتُغْرِقَ[۱] (الکھف:۷۲) کا اگر کوئی خوف تھا تو کیا موسیٰ کی ماں نے خود موسیٰؑ کو دریا میں نہیں بہا دیا تھا۔ کیا دریا میں بہا دینے سے حضرت موسیٰؑ غرق ہو گئے تھے۔ اس کے بعد فرعون کے وقت خود حضرت موسیٰؑ نے ساری قوم کو دریا میں ڈال دیا تھا۔ جہاں بظاہر غرقِ آب ہو جانے کا خوف تھا۔ ایسا ہی حضرت موسیٰؑ نے مدیَن میں کنویں پر عورتوں (کے مویشیوں) کو پانی پلایا اور بغیر کسی مزدوری لینے کے خود ہی ان کا کام کر دیا پھر قبطی کے قتل کے وقت اور (بعد ازاں قارون کے قتل کے وقت) ایک جان کو بلا وجہ مار دیا تھا۔

دراصل یہ بیان گو نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معراج کا ہے۔ اس معراج میں وہ عبد بطور ایک فرشتے کے ساتھ تھے۔ اور راہ کے خضر تھے۔ اور یہ سب باتیں آئندہ واقعات کا بیان کرتی ہیں۔ ان میں سمجھایا گیا کہ تمہیں ایک ظالم بادشاہ کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑے گا اور اس سے اور اس کے لشکر سے بچنے کے واسطے تمہیں دریا عبور کرنا پڑے گا اور پھر جنگ کرنی پڑے گی جس میں بہتوں کو قتل کرنا ہوگا۔

دیوار کا معاملہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ البرکات والسلام ایک صالح نبی تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک بنی اسحاق۔ ایک بنی اسمٰعیل۔ حضرت ابراہیمؑ کے دین کو لوگوں نے جب خراب کر دیا تو وہ دیوار ان کی گرنے کو تھی۔ اس کی حفاظت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے دو نبی بھیج دیئے۔ حضرت موسیٰؑ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ یہ اس دیوار کو اٹھانے والے تھے اور اس طرح وہ پاک تعلیمات کا خزانہ محفوظ رہا۔

اس واقعہ کے معراج ہونے کی اس بات سے بھی تائید ہوتی ہے کہ یہودیوں میں اب تک ایک پرانی کتاب چلی آتی ہے جسکا نام ہے معراجِ موسیٰ۔ اس میں جس فرشتے کو حضرت موسیٰؑ کا رہبر بتلایا جاتا ہے اسی کا نام خضر لکھا ہے۔ (دیکھو انسائیکلو پیڈیا ببلیکا۔ حروف موسیٰ۔ دایاکے پس)

---

[۱] تا کہ کشتی والوں کو ڈبا دو۔

فائدہ۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بھی معراج میں آئندہ کے واقعات بتلائے گئے تھے۔ مگر حضرت موسیٰؑ تو درمیان میں بول پڑے۔ اس واسطے سلسلہ لمبا نہ چلا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صبر سے کام لیا۔ اس واسطے بہت سے نظارہائے قدرت دیکھے۔

نکتۂ معرفت۔ ان آیات میں جہاں کسی عیب کا ذکر ہے۔ وہاں صیغہ واحد متکلّم کا استعمال کیا گیا ہے مثلاً اَرَدْتُ۔ میں نے ارادہ کیا اور جہاں عیب وصواب ملا ہے۔ وہاں فرمایا اَرَدْنَا۔ اور جہاں بالکل خوبی ہی خوبی ہے۔ وہاں کہا ہے۔ اَرَادَ رَبُّكَ۔ تیرے رب نے ایسا ارادہ کیا ہے۔ اس میں ایک طریقِ ادب سکھایا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کا بھی یہی طریقِ عمل ہے۔ چنانچہ فرمایا وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ (الشعراء:۸۱) جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ مجھے شفاء دیتا ہے۔ مرض کو اپنی طرف نسبت کیا اور شفاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف۔ یہ طریقِ ادب طریقِ انبیاء ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰؍اپریل، ۵؍مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۱)

۸۴۔ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ١ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا۔

__ترجمہ__۔ اور اے محمدؐ! تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کا حال تو کہہ دے میں قریب ہی پڑھ سناؤں گا اس کا حال۔

__تفسیر__۔ تجھ سے ذوالقرنین (دوسینگ والے) کی بابت پوچھتے ہیں۔ تو کہہ میں ابھی اس کا قصّہ تمہیں سناتا ہوں۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۵۸ حاشیہ)

(یہ) قصّہ کتاب دانیال کے ایک مشکل مقام کی تفسیر ہے۔ سنیئے۔ دانیال کی کتاب میں جو بائبل کے مجموعہ میں ستائیسویں کتاب ہے۔ اس کے آٹھ باب ۴ آیت میں حضرت دانیال نبی کا مکاشفہ ہے۔ دانیال کی نبوّت اور اس کا مکاشفہ آپ کے نزدیک کیسا ہی ہو اور کچھ ہی وقعت کیوں نہ رکھے۔ الا یہود اور عیسائیوں میں جو قصّہ ذوالقرنین کے سائل اور مجیب کے مخاطب تھے۔ یہ مکاشفہ صحیح اور دانیال کی کتاب صحیح اور مسلّم ہے۔ اور اس مکاشفہ میں یہ بات مندرج ہے۔

’’تب میں نے اپنی آنکھ اُٹھا کر نظر کی۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ ندی کے آگے ایک مینڈھا کھڑا ہے

جس کے دوسینگ تھے۔اور وہ دوسینگ اونچے تھے۔اور ایک دوسرے سے بڑا تھا‘‘

پھر دانیال کو جبرایل نے اُس مکاشفہ اور خواب کی تعبیر بتائی کہ

’’مینڈھا جسے تُو نے دیکھا کہ اس کے دوسینگ ہیں سووہ ماد اور فارس کی بادشاہت ہے‘‘

(دانیال ۸۔۲۰)

قرآن نے اسی بادشاہ کا تذکرہ کیا اور نہایت راست اور صاف فرمایا ہے۔اس میں کوئی دوراز قیاس بات مندرج نہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۵۷،۵۸)

جیسا میں نے کامل یقین سے بِلاکسی تردّد کے اصحابِ کہف کا ذکر کیا تھا کہ وہ کون ہیں۔اس سے بھی بڑھ چڑھ کر یقین کے ساتھ میں تمہیں ذوالقرنین کا حال سناتا ہوں۔ان آیات میں یہود اور مجوسی دونوں کو ملزم ٹھہرایا گیا ہے۔حضرت نبی کریمؐ کی نبوت کی مفصّل پیشگوئی بائیبل ، دانیال نبی کی کتاب میں ہے۔اس کے باب ۸ آیت ۴ کو ملاحظہ کرو۔اس میں دوسینگ والے ایک مینڈھے کا ذکر ہے جو پورب پچھّم میں اپنا سر مارتا تھا۔پھر ایک سینگ والا بکرا آیا ہے۔

جس نے دوسینگ والے کو ٹکر مار کر پاش پاش کر دیا۔اس کے بعد گیارہ سینگ والے کا ذکر ہے۔جس میں نبی کریمؐ کی آمد آمد ہے۔یہ سب حضرت دانیال کا کشف تھا۔یہود نے اس کے متعلق سوال کیا تھا کہ دوسینگ والے بکرے کا جو ذکر توریت میں ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷،۲۸ مورخہ ۳۰؍اپریل ، ۵؍مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۱)

یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنۡ ذِی الۡقَرۡنَیۡنِ۔ تجھ سے پوچھتے ہیں ذوالقرنین کو یہ وہی دوسینگ کا مینڈھا ہے جسے دانیال نے خواب میں دیکھا۔دیکھو دانیال ۸ باب ۴۔نبیؐ عرب نے بتایا دوسینگ والا مینڈھا جسے دانیال نے خواب میں دیکھا۔وہ ایک بڑا بادشاہ ہے جس کا تسلط ایک خاص زمین کی مشرق اور مغرب میں ہوا۔

......اس کا نام کیقباد بھی مشہور ہے جو مشرق اور مغرب میدیہ اور ایلام یعنی ایران وفارس کا مسیحؑ سے پانچ سو پینتیس سال پہلے میں مادی قوم کا بادشاہ تھا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۶۵)

قرن کے معنے شجاعت وقوت کے ہیں۔ جانوروں کے سینگ کو بھی قرن اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سینگ ان کی قوّت میں مدد دیتے ہیں۔ میدو فارس کے بادشاہ چونکہ دو مملکتیں اپنے ماتحت رکھتے تھے اور بلاد کی ماتحتی سے بادشاہوں کو قوّت ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے بادشاہوں کو خصوصًا اُن کے پہلے بادشاہ کو ذوالقرنین کہا ہے۔ دیکھو دانیال باب ۸ آیت ۴۔ اور اس کے ساتھ آٹھ باب کی آیت ۲۰۔ جس میں تفصیل کی ہے اور سکندر رومی کو دانیال کی کتاب میں ایک سینگ کا بکرا کہا ہے۔ دیکھو دانیال باب ۸۔ ۶ اور آیت ۲۱ جس کا ترجمہ یہ ہے وہ بال والا بکرا یونان کا بادشاہ اور وہ بڑا سینگ جو اس کی آنکھوں کے درمیان ہے۔ سو اس کا پہلا بادشاہ ہے۔ یہ وہی میخوار سکندر ہے۔ جس نے تمہارے ملک کو بھی زیر وزبر کر دیا تھا اور مکّہ معظّمہ اس کی دست وبرد سے محفوظ رہا۔ گو بدقسمت مسلمانوں کیلئے اس کے مشیرِ سلطنت ارسطو کی غلط منطق اور اس کا وہمی فلسفہ اب تک نوجوانانِ اسلام کا بربادکن اور موجبِ جہالت ہو رہا ہے۔ کاش وہ ردّالمنطقیین شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور تحریم المنطق امام سیوطی کو پڑھیں یا کم سے کم غور کریں کہ ان کو ایسی منطق سے دین و دنیا میں کیا مل رہا ہے جس کو پڑھتے ہیں۔ غرض اس میدوفارس کے بادشاہوں سے پہلے اس بادشاہ نے اپنی حفاظت کے لئے بہت سی تدبیریں کیں ...... اس نے دُور دراز ملکوں کا سفر کیا اور ملک کی دیکھ بھال کی۔ اس کے مغرب کی طرف اس وقت دلدلیں کنارہ ہائے بحیرہ خضر تھیں۔ اس وقت جہاز رانی کا پورا سامان کہاں تھا اور کناروں پر ایسے عمدہ گھاٹ کہاں تھے۔ جیسے اب روز بروز ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہاں تم لوگوں کا احمقانہ خیال ہے کہ پرانے زمانہ میں ہی سٹیمر، تار وریل وغیرہ فنون تھے۔ اور ان کے موجد آریہ ورتی تھے۔ جس لفظ کا ترجمہ تم نے ''جا کر دیکھا'' کیا ہے۔ وہ لفظ وَجَدَهَا تَغْرُبُ ہے۔ اس کے معنے ہیں اس نے سورج کو ایسا معلوم کیا اور اس کی آنکھ سے ایسا معلوم ہوا کہ وہ دلدل میں ڈوبتا ہے۔ اب سوچو یہ لفظ ایسا صاف ہے کہ اس میں ذرا اعتراض کا موقع نہیں۔ اس نظارہ کو ہر شخص ہر روز اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے کہ سورج اُسے اگر جنگل میں ہو تو درختوں میں ڈوبتا نظر آتا ہے۔ اور اگر

سمندر میں ہوتو پانی سے نکلتا اور آخر پانی میں ہی ڈوبتا نظر آتا ہے۔ ایسے بدیہی نظاروں پر اعتراض کرنا سوائے اندھے کے اور کس کا کام ہے۔

ایک قابلِ قدر لطیفہ اور باریک نکتہ: اَلْقَرْنُ مِنَ الْقَوْمِ سَیِّدُھُمْ ۔قرن سردار کے معنی میں بھی آتا ہے اور قرن سو برس کو بھی کہتے ہیں۔ یہ امر صاحبِ قاموس اللّغہ نے بھی لکھا ہے۔ یہ معنی بہ نسبت اور معنوں کے جو زمانہ کے متعلق اہلِ لُغت نے کئے ہیں بہت صحیح ہیں۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریمؐ نے ایک غلام (جوان یا لڑکے) کو کہا تھا عِشْ قَرْنًا تو ایک قرن زندہ رہ تو وہ ایک سو سال زندہ رہا۔ اور علی رضی اللہ عنہ کو بھی ذوالقرنین کہتے ہیں۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا ہے اِنَّ لَکَ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ وَ اِنَّکَ لَذُوْ قَرْنَیْھَا کہ تو دونوں طرف جنت کا بڑا بادشاہ ہوگا۔ ظاہر میں تو یہ بات اس طرح صادق ہوگئی کہ آپ اپنے عہدِ مبارک میں عراقین کے مالک تھے اور دجلہ وفرات و جیحون وسیحون آپ کے تحتِ حکومت تھے۔ اور اب بھی مدعیان اتباع مولیٰ مرتضیٰ علیہ السلام ہی اس ملک کے اکثر حصّہ کے مالک وحاکم ہیں۔ اور صحیح مسلم میں اس ملک کو جنت عدن کہا ہے پس ان روایات سے جن کو لُغت والوں نے بیان کیا ہے ذوالقرنین کے معنی وسیع ہو گئے یہاں تک کہ اس امت میں بھی ایک ذوالقرنین گزرا۔

اب ہم اپنے عہدِ مبارک میں جو دیکھتے ہیں۔ تو اس میں ایک امامِ ہمام اور مہدی آخر الزمان عیسیٰ دوران کو پاتے ہیں کہ وہ بلحاظ اس معنے قرن کے جس میں سو برس قرن کے معنی لئے گئے ہیں ذوالقرنین ہے۔ جیسے ہمارے نقشہ سے ظاہر ہے اور اس قدر دونوں صدیوں کو اس ذوالقرنین نے لیا ہے کہ ایک سعادت مند کو اعتراض کا موقع نہیں رہتا بلکہ حیرت اور یقین ہوتا ہے کہ یہ کیسی آیۃ بیّنہ اور دلیلِ نیّر اس امام کیلئے ہے۔ اور اس ذوالقرنین نے بھی نہایت مستحکم دیوار دعاؤں اور حجج ودلائلِ نیرّہ کی بلکہ یوں کہیں کہ مسئلہ وفاتِ مسیح اور ابطالِ الوہیت مسیحؑ کی بنادی ہے کہ اب ممکن ہی نہیں۔ یاجوج ماجوج ہماری جنت اسلام پر حملہ کرسکیں اور کبھی اس میں داخل ہو سکے۔ **فجزاہ اللہ احسن الجزاء عن الاسلام والمسلمین**۔ سعدی نے مال وزر کو بھی سدّ بنایا تھا مگر وہ سدّ کیا سدّ

تھی۔ جیسے سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا ہے ؎

ترا سدّ یاجوج کفراززراست

سنہ پیدائش حضرت صاحب مسیح موعود و مہدی ۱۸۳۹ء

عمر حضرت صاحب	سن عیسوی	کس سن کی ایک صدی کا اختتام اور دوسرے کا آغاز ہوا۔
۱	سنہ ۱۸۴۰ء	سنہ ۵۶۰۰ یہود
۸	سنہ ۱۸۴۷ء	سنہ ۲۶۰۰ رومی
۹	سنہ ۱۸۴۸ء	سنہ ۱۹۰۰ بکرمی
۱۳	سنہ ۱۸۵۲ء	سنہ ۱۹۰۰ عیسوی انطاکیہ
۱۴	سنہ ۱۸۵۳ء	سنہ ۲۶۰۰ بنونضر
۱۶	سنہ ۱۸۵۵ء	سنہ ۱۹۰۰ جبولین عیسوی
۲۳	سنہ ۱۸۶۲ء	سنہ ۱۹۰۰ ہسپانی
۲۷	سنہ ۱۸۶۶ء	سنہ ۱۸۰۰ مکابیز
۲۹	سنہ ۱۸۶۸ء	سنہ ۲۳۰۰ مٹانک سائیکل
۳۱	سنہ ۱۸۷۰ء	سنہ ۱۹۰۰ اکشن
۳۴	سنہ ۱۸۷۳ء	سنہ ۱۹۰۰ اکتیسی
۳۶	سنہ ۱۸۷۵ء	سنہ ۲۰۰۰ صوریہ
۴۰	سنہ ۱۸۷۹ء	سنہ ۱۸۰۰ تباہی یوروشلم
۴۳	سنہ ۱۸۸۲ء	سنہ ۱۳۰۰ ہجری علی صاحبہا التحیۃ والسلام
۴۵	سنہ ۱۸۸۴ء	سنہ ۱۶۰۰ ڈایوکلیشن
۴۶	سنہ ۱۸۸۵ء	سنہ ۳۹۰۰ ابراہیمی

۴۸	سنہ ۱۸۸۷ء	سنہ ۶۶۰۰ جولین
۴۹	سنہ ۱۸۸۸ء	سنہ ۲۲۰۰ مقدونی
۵۱	سنہ ۱۸۹۰ء	سنہ ۲۰۰۰ صدونیہ
۵۳	سنہ ۱۸۹۲ء	سنہ ۵۹۰۰ منڈین
۵۳	سنہ ۱۸۹۲ء	سنہ ۷۴۰۰ قسطنطنیہ ملکی
۵۵	سنہ ۱۸۹۴ء	سنہ ۱۳۰۰ فصلی
۵۶	سنہ ۱۸۹۵ء	سنہ ۱۶۰۰ صعودی
۵۹	سنہ ۱۸۹۸ء	سنہ ۷۴۰۰ سکندری
۶۱	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۰۰ عیسوی
۶۳	سنہ ۱۹۰۲ء	سنہ ۷۵۰۰ یونانی منڈین
۶۹	سنہ ۱۹۰۸ء	سنہ ۷۴۰۰ انطاقیہ مذہبی
۵۱	سنہ ۱۸۹۰ء	سنہ ۱۳۰۰ فصلی الٰہی
۵۳	سنہ ۱۸۹۲ء	سنہ ۱۳۰۰ فصلی
۵۴	سنہ ۱۸۹۳ء	سنہ ۱۳۰۰ بنگلہ
۴	سنہ ۱۸۴۳ء	سنہ ۱۹۰۰ بروسٹہ
۶۱	سنہ ۱۹۰۰ء	سنہ ۱۹۶۰۸۵۳۰۰۰ آریہ

(نورالدین ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۵۱ تا ۲۵۳)

(نوٹ: کتاب نورالدین ۲۷؍فروری ۱۹۰۴ء مطبع ضیاءالاسلام قادیان کے صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱ سے مندرجہ بالا نقشہ نقل بمطابق اصل ہے۔ بعد کی تحقیق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سنِ ولادت ۱۸۳۵ء ثابت ہو چکا ہے اس لئے سنِ ولادت ۱۸۳۹ء کی بجائے ۱۸۳۵ء اور اسی کے مطابق دی ہوئی عمر میں ہر جگہ ۴ سال کا اضافہ سمجھا جائے۔ سیّد عبدالحیٔ)

آ گ کولڑائی سے عجیب تعلق ہے۔ پہلے جب لڑائی کے مشورہ کیلئے دعوت ہوتی تھی تو یہی آ گ ہی جلائی جاتی تھی۔ پھر پہاڑ پر الاؤ۔ یہ بھی آ گ ہی ہے۔ تیر وتلوار کو درست کرنے کیلئے بھی آ گ ہی چاہیے پھر بندوق توپ یہ سب آ گ ہی ہیں۔

خودرائی خود پسندی مسلمانوں میں بہت بڑھ گئی ہے۔ وہ کسی سے مشورہ ہی نہیں کرتے اور اپنے مخالف رائے سننے کی تاب ہی نہیں رکھتے۔ سستی، کاہلی، باہمی رنجشیں اس قدر بڑھ گئی ہیں کہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

جیسا مجھے ایک اور ایک دو پر یقین ہے اسی طرح مجھے اس بات پر یقین ہے کہ یاجوج ماجوج وہ قومیں ہیں جو کشمیر ایران بخارا کے شمال میں ہیں۔ چین کی دیوار، یورال کی آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان کی دیوار ان قوموں کے حملوں کے روکنے کیلئے بنائی گئی۔

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۴۳ مورخہ ۲۴؍اگست ۱۹۱۱ء صفحہ ۲)

۸۵۔ اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الۡاَرۡضِ وَ اٰتَیۡنٰہُ مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ سَبَبًا۔

ترجمہ۔ ہم نے اس کو قدرت دی تھی ملک میں اور اس کو دیا تھا اکثر ضروری سامان۔

تفسیر۔ مَکَّنَّا ۔ طاقت دی تھی۔ قرن کے معنے طاقت کے ہیں۔ سورج کے متعلق حدیث میں آیا ہے فَاِنَّہٗ یَطَّلِعُ بَیۡنَ قَرۡنِ الشَّیۡطٰنِ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سورج کے طلوع کے وقت عبادت اس واسطے منع ہے کہ اس وقت سورج کی پرستش کی شیطنت کا زور آتا ہے۔

میدو فارس کی طاقتوں کے مجموعہ کا نام قرنین ہے۔

مجھے بہت افسوس ہے کہ بہت سے لوگوں نے سینگوں کے متعلق بیہودہ بحث کی ہے کہ وہ سونے کے تھے یا چاندی کے بعض نے ذوالقرنین سکندر رومی کو قرار دیا ہے۔ یہ غلط ہے اس کے ہاتھ سے میدو فارس کی سلطنتیں تباہ ہوئیں۔ اسے ایک سینگ کا مینڈھا کہا گیا ہے۔

مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ سَبَبًا۔ ہر ایک علم جو اس وقت اس کی سلطنت کے مناسبِ حال تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰؍اپریل، ۵؍مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۱۔ ۱۶۲)

فَاَتْبَعَ سَبَبًا میں سبب کے تین معنے ہیں۔ (۱)۔علم (۲)۔پہاڑ کے رستے (۳)۔مناظرہ۔

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۴۳ مورخہ ۲۴؍اگست ۱۹۱۱ صفحہ ۲)

اِنَّا مَکَّنَّا لَہٗ فِی الْاَرْضِ ۔ہم نے زور دیا اس کو خاص زمین میں اور دیا ہم نے اس کو ہر طرح کا سامان اور وہ تابع ہوا ایک سامان کا۔

الارض کا ترجمہ میں نے خاص زمین کیا ہے۔ جاننے والے تو اس کا سرّ جانتے ہیں۔مگر ہم کھولے دیتے ہیں کہ الف اور لام عربی لٹریچر میں خصوصیت کے معنی بھی دیتا ہے۔ بلکہ عزرا نبی کی کتاب باب۱ آیت۲ سے جس کا ذکر آگے آتا ہے،اور بھی قرآن کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۵۸)

اسکندر کا نام تمام قرآن میں نہیں ......سورۂ کہف میں جس بادشاہ کا ذکر ہے اس کی قرآن نے تعریف ہی کی ہے۔اور رومی سکندر ایک بُت پرست کافر تھا جو شراب خوری میں ہلاک ہوا۔قرآن کہیں شُہدوں کی تعریف کرتا ہے؟ ......(ذو) کے معنے (صاحب) یا (والا) کے ہیں۔اور قرنین تثنیہ ہے قرن کا۔قرن کے معنے سینگ ۔قرنین کے معنے دو سینگ ۔ذوالقرنین کے معنے دو سینگ والا۔ذوالقرنین کے معنے سکندر ہرگز نہیں ادنیٰ عربی دان سے یہ معنے پوچھ لو۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۶۳، ۱۶۴)

۸۶۔۸۷۔ فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَةٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا۬ ؕ قُلْنَا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِمَّاۤ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّاۤ اَنْ تَتَّخِذَ فِیْهِمْ حُسْنًا۔

ترجمہ۔ تو وہ ایک سامان کے پیچھے لگا۔ یہاں تک کہ جب پہنچا آفتاب کے ڈوبنے کی جگہ تو اس نے آفتاب کو پایا (یعنی ایسا معلوم ہوا) کہ وہ ڈوبتا ہے بحر اسود میں اور پایا اس کے نزدیک ایک قوم کو، ہم نے کہا اے ذوالقرنین! یا تو تُو ان کو عذاب دے یا ان سے نیک سلوک کر (یعنی تجھے اختیار ہے)۔

تفسیر۔ فَاَتْبَعَ سَبَبًا۔ منازل الارض۔ پڑاؤ۔ میلوں کے نشان کے مطابق چلا۔

فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ۔ بحیرہ کیسپین جس میں مشہور دلدلیں ہیں۔

مَغْرِبَ الشَّمْسِ۔اس ملک کے لحاظ سے سورج کے ڈوبنے کی وہ جگہ تھی۔ جیسے لکھنؤ وغیرہ کے علاقہ کو ممالک مغربی وشمالی اس واسطے کہتے ہیں کہ جب یہ نام رکھا گیا۔اس وقت یہ صوبہ علاقہ انگریزی کے مغرب وشمال میں تھا۔اس کے یہ معنے نہیں کہ سارے جہان کا مغرب وشمال وہی ہے۔

وَجَدَھَا۔ اس نے ایسا پایا۔بشری آنکھ سے اُسے ایسا نظر آیا نہ کہ فی الحقیقت ایسا تھا۔

یٰذَاالْقَرْنَیْنِ۔ وہی جو مید و فارس کی سلطنتوں کا مورث اعلیٰ تھا۔اس جگہ مخاطب ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰ر اپریل، ۵ر مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَھَا تَغْرُبُ فِیْ عَیْنٍ حَمِئَۃٍ وَّ وَجَدَ عِنْدَھَا قَوْمًا۔

یہ بادشاہ جو دانیال کے خواب میں دو سینگ کا مینڈھا دکھائی دیا اور فارس اور ماد کا حکمران ہوا۔اس کا نام خورس ہے۔ جب وہ بلادِ شام اور شمالی غرب کو فتح کر چکا تو بلیک سی یا بحر اسود کا دوسرا سمندر اور اس کا کالا دلدل آگے آ گیا۔اتنے بڑے سمندر کا کنارہ کیقباد کو کہاں نظر آ سکتا تھا۔ وہاں اسے سورج سمندر میں ڈوبتا دکھائی دیا۔قرآن یہ نہیں فرماتا کہ فی الواقع سورج کالے پانی میں ڈوبتا تھا۔ بلکہ کہتا ہے کہ ’’اس نے یعنی ذوالقرنین نے سورج کو کالے پانی میں ڈوبتا پایا‘‘ لفظ وَجَدَھَا تَغْرُبُ پر غور کیجئے جس کے معنے ہیں پایا اس نے اس کو کہ ڈوبتا ہے اور یہ نہیں کہا وَکَانَ ھُنَاکَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ کہ وہاں واقعی سورج ڈوبتا تھا۔ یہ ایسا نظارہ ہے جسے ہر ایک بحری سفر کرنے والے کی آنکھ نے دیکھا ہے کہ وسیع اور اتھاہ سمندر میں سورج اسی میں سے نکلتا اور اُسی میں پھر ڈوبتا دکھائی دیتا ہے۔اسی قدرتی منظر کو جو ذوالقرنین کے پیشِ نظر واقع ہوا قدرت کی صحیح نقل یعنی قرآن نے بیان کیا۔کورس یا خورس کا تسلّط پچھّم زمین پر ہوا۔اوّل تو دانیال ۸ باب ۴ میں ہے ’’میں نے اس مینڈھے کو دیکھا کہ پچھّم اتر دکن کو سینگ مارتا ہے‘‘ دوم تواریخِ ایران پر نظر ڈالو۔

---

[1] یہاں تک کہ جب وہ پچھّم میں پہنچا۔اُسے ایسا معلوم ہوا کہ سورج دلدل کے چشمہ میں ڈوبتا ہے۔

اس واقعہ کے مفصّل حالات اس میں ملیں گے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۵۸،۵۹)

ایک عیسائی کا سوال۔

(اگر محمدؐ پیغمبر ہوتے تو) ’’یہ نہ کہتے کہ سورج چشمہ دلدل میں چھپتا ہے یا غرق ہوتا ہے حالانکہ سورج زمین سے نو کروڑ حصّے بڑا ہے۔ وہ کس طرح دلدل میں چھپ سکتا ہے۔‘‘

جواب میں تحریر فرمایا۔

تمام قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا کہ سورج چشمۂ دلدل میں چھپتا یا غرق ہوتا ہے۔ پادریوں کو مدّت سے یہ دھوکا لگا ہے کہ قرآن میں ایسا لکھا ہے حالانکہ قرآن میں نہیں لکھا۔ بات یہ ہے کہ اس ذوالقرنین کا قصّہ جس کا ذکر دانیال نبی کی کتاب ۸ باب ۴ میں ہے۔ قرآن کریم نے ایک جگہ بیان فرمایا ہے اور اس میں کہا ہے جب وہ میدا اور فارس کا بادشاہ اپنی فتوحات کرتا ہوا بلادِ شام کے مغرب کو پہنچا تو اس خاص زمین کے مغرب میں ایک جگہ ’’سورج دلدل میں ڈوبتا‘‘ ذوالقرنین کو معلوم ہوا غالباً جب ذوالقرنین بلیک سی بحیرہ اسود یا ڈینیوب کے کنارے پہنچا تو اس وقت ذوالقرنین کو اس نظارہ کا موقع ملا۔ ہم نے مانا کہ سورج زمین سے بہت بڑا ہے۔ لاکن چونکہ ہم سے بہت ہی دور ہے۔ اس واسطے ہم کو چھوٹا سا دکھائی دیتا ہے اور زمین چونکہ کُروی الشکل ہے اس واسطے غروب کے وقت ہم کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زمین کے فلاں حصّہ یا پہاڑ کے فلانے چوٹی کے پیچھے یا ناظر کے افق کے فلاں درخت کے پیچھے۔ یا اگر ہمارے مغرب میں پانی اور دلدل ہو جیسے ذوالقرنین کو موقع لگا تو ہم کو مغرب کے وقت سورج اس پانی اور دلدل میں غروب ہوتا ہوا معلوم دے گا۔ (ایک عیسائی کے تین سوال اور اُن کے جوابات۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۰)

کسی خاص ملک کی مشرق اور مغرب پر سورج کا نکلنا اور ڈوبنا بتا دینا مقدّس کتبِ عہد عتیق و جدید کا خاص محاورہ ہے جیسے دانیال کی کتاب ۴ باب ۲۲ میں اور ذکریا ۸ باب ۷ میں لکھا ہے۔ نبوکد تیری سلطنت زمین کی انتہا تک پہنچے اور میں اپنے لوگوں کو سورج کے نکلنے کے ملک اور اس کے غروب ہونے کے ملک سے چھڑا لاؤں گا...... دیکھو زکریا کی الہامی کتاب میں صاف لکھا ہے۔

سورج کے نکلنے اور غروب ہونے کے ملک سے اور قرآن میں اعلیٰ درجے کی راستی سے کہا ہے ذوالقرنین کو ایسا معلوم ہوا کہ سورج دلدل میں ڈوبتا ہے۔ جہاں فرمایا ہے۔

وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ [1] (الکھف:۸۷)

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۶۵،۱۶۶)

قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا

ہم نے کہا اے ذوالقرنین تو دو طرح کا برتاؤ کر یا سزا دے اور خسروانہ رحم کر یعنی سزا کے لائقوں کو سزا اور رحم کے لائقوں پر رحم کر۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۵۹ حاشیہ)

۸۸، ۸۹۔ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا۔ وَ اَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ِۨالْحُسْنٰى ۚ وَ سَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا۔

ترجمہ۔ وہ بولا جو ظالم ہے اس کو تو آگے ہم سزا دیں گے پھر وہ لوٹایا جائے گا اپنے ربّ کے حضور تو وہ اس کو سخت عذاب دے گا۔ اور جو ایمان لایا اور بھلے کام کیا تو اس کے لئے نیک بدلہ ہے اور ہم اس کو قریب اپنی طرف سے آسان بات کہیں گے۔

تفسیر۔ اس نے کہا ظالموں کو ہم سزا دیں گے پھر اپنے رب کے ہاں جا کر ان پر سخت عذاب ہوگا پر مومن اور نیکوکار کیلئے نیک بدلہ ہے اور ہم بھی اس سے حسنِ سلوک سے پیش آویں گے۔

غرض ماد اور فارس کی سلطنت جب بلاد شام پر فتح یاب ہوئی تو اس کے بادشاہ نے حسبِ وحی الٰہی اور الہامِ خداوندی وہاں بروں کو سزا اور نیکوں کو انعام دیئے۔ اگر کسی کو یہود اور عیسائیوں سے جو قصّے کے مخاطب ہیں۔ اس کی نیکی اور بزرگی بلکہ ملہم ہونے میں کلام ہو تو وہ عزرا کی کتاب دیکھے ’’شاہ فارس خورس یوں فرماتا ہے کہ خداوند آسمان کے خدا نے زمین کی سب مملکتیں مجھے بخشیں اور مجھے حکم کیا ہے‘‘ عزرا باب ۱۔ ۲۔

---

[1] پایا اس کو ڈوبتا ہے دلدل کے چشمے میں۔ (ترجمہ از فصل الخطاب)

اس سے یہ ظاہر ہے کہ حسبِ کتبِ مقدّسہ وہ حکمِ الٰہی کا پابند اور مملکتوں کا بادشاہ تھا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۵۹)

یُسْرًا۔ خوش اسلوبی سے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰ /اپریل، ۵/مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

۹۰ تا ۹۲۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰی قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا۔ كَذٰلِكَ ؕ وَ قَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا۔

ترجمہ۔ پھر وہ پیچھے پڑا ایک اور پڑاؤ کے۔ یہاں تک کہ جب وہ آفتاب نکلنے کی جگہ پہنچا تو آفتاب کو معلوم کیا وہ طلوع کر رہا ہے ایک قوم پر جن کے لئے ہم نے نہیں بنائی آفات سے کوئی آڑ۔ یہ حال تو یوں ہی تھی اور ہم کو پوری خبر ہے جو کچھ اس کے پاس تھا۔

تفسیر۔ فرمایا ۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔[1] (الکھف:۹۰) میں سبب کے تین معنے ہیں۔ (۱) علم (۲) پہاڑ کے رستے (۳) مناظرہ۔ (البدر جلد ۱۰ نمبر ۴۳ مورخہ ۲۴/اگست ۱۹۱۱ء صفحہ ۴۲۱)

مَطْلِعَ الشَّمْسِ۔ مشرقی حدود۔ سلطنت بلوچستان

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰ /اپریل، ۵/مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

پھر وہ ساز و سامان کر کے روانہ ہوا۔ جب پورب میں پہنچا وہاں سورج کے تلے ایسے لوگ پائے جن پر سورج کے سوا کسی چھت کا سایہ نہ تھا۔ ایسا ہی تھا اور ذوالقرنین کے لاؤ لشکر کا حال ہم کو خوب معلوم ہے۔ جب خورس بلوچستان میں پہنچا تو وہاں کے لوگ بے خانماں پائے۔ جن کی چھت آسمان اور بستر زمین تھا۔ یہ لوگ جب بالکل خانہ بدوش جنگلی تھے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۵۹ حاشیہ)

مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۔ مکان نہیں بناتے تھے کہ دھوپ سے بچ سکیں۔ پکھّی واس لوگ تھے کیقباد ایک شخص گزرا ہے۔ اس کی سرحد میں بلوچستان بھی تھا۔ یہاں اس نے غالباً عمارتوں کا خیال کیا ہے

---

[1] پھر وہ پیچھے پڑا ایک اور پڑاؤ کے۔

ایک مؤرخ نے لکھا ہے کہ سائبیریا تک پہونچ گیا تھا۔ جہاں لوگ غاروں میں رہتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰/اپریل، ۵/مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

۹۳، ۹۴۔ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا۔ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا۔

ترجمہ۔ پھر ایک اور پڑاؤ پر پہنچا۔ یہاں تک کہ جب وہ پہنچا آرمینیا اور آذربیجان کے درمیان کی دو دیواروں میں تو ان کے ورے ایک قوم کو پایا۔ وہ بات نہیں سمجھتی تھی (کسی طرح)۔

تفسیر۔ پھر سامان کیا اور وہ دو[۲] خاص پہاڑوں کے درمیان پہنچا اور ان پہاڑوں کے ورے ایک ایسی قوم کو پایا جو بات سمجھنے میں کمزور تھی۔

یہ وہ مقام ہے جو ایران کے شمال میں دربند کرکے مشہور ہے اور اس کے قریب اب تک قبّہ نام ایک بستی اسی کیقباد خورس کے نام سے قرآن کی تصدیق کیلئے موجود ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۵۹، ۶۰)

بَیْنَ السَّدَّیْنِ ۔ پہلے لوگ اپنے شہروں کی حفاظتیں دیواروں سے کرتے تھے۔ جس کو فصیلِ شہر کہتے ہیں۔ لاہور میں بھی فصیل تھی۔ امرتسر کے گرد بھی فصیل و خندق تھی۔ غرض یہ عام دستور تھا۔ اس کے وسیلے سے دشمن سے بچے رہتے۔ کیونکہ آجکل کے یہ خوفناک ہتھیار ان دنوں میں نہ تھے۔

لَا یَكَادُوْنَ یَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ۔ ان کی بولی میدو فارس کے لوگ اچھی طرح نہ سمجھ سکتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰/اپریل، ۵/مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

۹۵ ۔ قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤی اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَ بَیْنَهُمْ سَدًّا۔

ترجمہ۔ انہوں نے عرض کیا۔ اے ذوالقرنین! یاجوج ماجوج ہمارے ملک میں آکر فساد کرتے ہیں ہم تجھ کو روپیہ دیتے جو تُو ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار کھینچ دے۔

تفسیر۔ یاجوج اور ماجوج کون ہیں؟ غور کرو! روضۃ الصفّا کے خاتمہ پر لکھا ہے۔ ’’اقلیم چہارم مشرق سے شمال چین سے گزر کر تبّت اور جبال کشمیر اور بدخشان کے شمال سے اور بلادِ یاجوج اور ماجوج کے جنوب سے مغرب کو چلی جاتی ہے۔‘‘ یہ تو اقلیم چہارم کا قصّہ مختصراً ہوا۔

اب لیجئے اقلیم ششم۔ اس کی بابت لکھا ہے ’’بلاد یاجوج و ماجوج سے یہ اقلیم ششم شمال میں ہے۔‘‘

پس ہر عاقل اب اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ بلاد یاجوج اور ماجوج اقلیم پنجم میں ہے۔ پس جیسے شاہنامہ میں لکھا ہے کہ باختر کے شمال میں یعنی بخارا کی جانب یاجوج ماجوج کا مسکن ہے۔ بالکل ٹھیک ہے غیاث اللغات میں...... یہ مضمون صاف لکھا ہے اور تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے ’’مابین آذر بائیجان اور آرمینیا کے ذوالقرنین نے تیس میل کی دیوار بنائی تھی۔‘‘ اور تفسیر معالم میں سُدّی اور قتادہ سے روایت ہے کہ ترک کو ترک اسی واسطے کہتے ہیں کہ ذوالقرنین نے یاجوج اور ماجوج کے بائیس قبیلوں میں سے ان کو چھوڑ کر باقی قوموں کے حملوں کی روک کے واسطے دیوار بنائی تھی اور ضحاک سے روایت کیا ہے ’’یاجوج ماجوج ترکوں کی قوم سے ہیں‘‘۔

یہ کچھ کچھ تذکرہ ایشائی عام اور مشہور کتابوں کا تھا۔ جن میں کسی الہامی کتاب سے استدلال نہیں کیا۔ اب سنیئے۔ حزقیل کے ۳۸ باب میں لکھا ہے (یہ کتاب بائیبل کے مجموعہ میں دانیال سے پہلے ہے) ’’اے جوج! روس اور مشک (اسکو) اور طوبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے پھرا دوں گا۔ اور تیرے منہ میں بنسیاں ماروں گا‘‘ ۳۔ ۴ اور اسی باب کی آیت اوّل و دوم میں ہے ’’اے آدم زاد! تو جوج کے مقابلے میں جو ماج کی سرزمین میں بستا ہے اور روس اور مسک اور طوبال کا سردار ہے منہ کر اور اس کے برخلاف نبوّت کر‘‘ اس سے ناظرین یقین کریں گے کہ روس بے ریب یاجوج ہے۔ گو یاجوج کی اور قومیں بھی ہوں۔ یاجوج کی تحقیق ختم ہوئی۔

اب ماجوج کا حال سنیئے۔ حزقیل کے ۳۹ باب ۶ آیت میں ہے ’’اور میں ماجوج پر اور ان پر جو

جزیروں پر بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا۔‘‘

اُس زمانے میں ایسی دیواروں سے حملوں کی روک ہوجاتی تھی۔ دیکھو چین کی دیوار ایسے حملوں اور یاجوجی قوموں کی روک کے واسطے اہل چین نے بنائی تھی۔ اور ان کیلئے اس وقت کی حالت کے مناسب مفید اور کارگر ہوئی۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶۰،۶۱)

ماجوج حسب باب دہم پیدائش اور پہلی تاریخ کے باب ۵ کے یافث کا بیٹا ہے اور حسب ۳۸ باب حزقیل نہر یورال کی مشرق میں بسا تھا اور یاجوج حسب تاریخ ایام اوّل ۵ باب اور سلاطین اوّل کے ۱۵ باب و ۱۶ یوئیل بن روبن کا بیٹا ہے اور اس کی اولاد حسب فصول مذکورہ ممالک ماجوج بن یافث میں بسائی گئی، یعنی وہی یورال ندی کے شرقی حصّے میں اور حسب حزقیل باب ۳۸ یاجوج رَشیہ اور سیبریہ پر مسلّط ہوئے۔ ان کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ فارس اور جرمن ان کے ساتھ ہوں گے اور کوش کی اولاد پر جو جیحون کے متصل بستی ہے اور باب ۳۸ حزقیل میں ہے۔ گومر کی اولاد یعنی مرو اور ہرات والوں پر ان کا تسلّط ہوگا۔ اور اسی فصل سے معلوم ہوتا ہے۔ کابل والے یعنی قبط اس کے ساتھ ہوں گے اور مکاشفات باب ۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج کا زور اطراف ممالک معتقدین خداوند چار یار نبی عرب پر ہزار سال ہجری کے بعد ہوگا۔ اور صاف ظاہر ہے کہ یاجوج والی رشیہ ہرات کے قریب پہنچ گیا اور ماجوج جن کے قبائل جرمن اور شمال فرانس نارمنڈے اور انگلینڈ وغیرہ میں ہیں۔ ۱۶۹۱ء میں مطابق ہزار سال ہجری بلادِ اسلام پر مسلّط ہونے لگے۔ غرض حسبِ مکاشفات ۲۰ باب ممتاز یاجوج ماجوج وہ ہیں جو بلادِ اسلام پر مسلّط ہوں۔ اور کیقباد اور ذوالقرنین کی دیوار وہ ہے جو مابین آرمینیا اور آذربائیجان بنام بارہ دربند اور یورال کی چوٹیوں پر قریب پانسو پینتیس سال قبل مسیحؑ کے بنائی گئی اور پلونا کے شمال میں جو قلعہ بنا ہے وہ بھی اسی میں ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۶۶)

سَدًّا۔ پہلی یہ فصیل آرمینیا اورآذربائیجان کے درمیان بنائی گئی۔ ۳۰ میل کے قریب جگہ ہے جس سے ملک کو بہت امن پہونچا۔ پھر یورال کی چوٹیوں پر ایسی دیوار کھینچی گئی۔ پھر سمرقند کے قریب بھی ایسی دیوار بنی پھر چین کے لوگوں نے وہ بڑی دیوار بنائی۔ جو مشہور ہے۔ سب یاجوج ماجوج کے حملہ سے بچنے کیلئے بنائی گئی تھیں۔

يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ۔ خدا نے انشراح صدر سے مجھے یقین دلا دیا ہے، کہ یہ وہ قوم ہے جو بخارا سے لے کر شمال تک رہتی تھی۔ گاتھ نارمنڈے۔ وزی گاتھ سیکشن۔ یہ لوگ جرمن، فرانس، انگلینڈ وغیرہ مما لک میں جا کر آباد ہوئے۔

ترکوں کی نسبت لکھا ہے۔ اُ تْرُکُوا التُّرْکَ۔ ان کو تُرک اس لئے کہتے ہیں کہ تُرِکُوْا مِنْ يَاْجُوْجَ وَ مَاْجُوْجَ۔ انہوں نے شاہانِ فارس سے معاہدہ کرلیا تھا کہ تمہارے ساتھ چھیڑ چھاڑ نہ کریں گے ہمیں یہیں رہنے دو۔ بائیبل کی کتاب حزقیل باب ۳۸ میں یاجوج ماجوج کا ذکر ہے۔ ماجوج جزائر میں رہنے والے لوگ ہیں۔ ماجوج ماسکو اور ٹوبالسک کا سردار ہے۔

ایک دفعہ میرا ایک دوست لنڈن گیا۔ جسے میں نے فرمائش کی کہ وہاں کی سب سے پرانی یادگار کا پتہ لگائے چنانچہ اس نے تحقیقات کی تو اسے دو بُت دکھائے گئے۔ جو یاجوج ماجوج کے تھے اور اسے بتلایا گیا کہ اس ملک کی سب سے پرانی یادگار تاریخی یہی ہے۔

حضرت حزقیل کی کتاب میں تصریح سے لکھا ہے کہ جزائر میں بے پرواہی سے رہنے والے ماجوج ہیں اس لئے بھی ان کو یہ نام دیا گیا کہ وہ آگ کی پرستش کرتے یا آگ سے بہت کام لیتے۔ آرمینیا اور آذربائیجان کی دیوار کا ذکر تفسیر بیضاوی میں بھی ہے۔ یورال کی دیوار کا ذکر ابنِ خلدون میں لکھا ہے۔ چین کی دیوار کا ذکر مفسرین نے کیا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰ /اپریل، ۵/مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

۹۶ تا ۹۸۔ قَالَ مَا مَکَّنِّیْ فِیْهِ رَبِّیْ خَیْرٌ فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَهُمْ رَدْمًا۔ اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِیْۤ اُفْرِغْ عَلَیْهِ قِطْرًا۔ فَمَا اسْطَاعُوْۤا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَ مَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا۔

ترجمہ۔ اس نے کہا میرے ربّ نے جو مجھے قدرت دے رکھی ہے اس میں وہ بہتر ہے ہاں تم میری مدد کرو زور سے کہ میں بنا دوں تمہارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط آڑ۔ تم مجھے لا دو لوہے کے تختے یہاں تک کہ سب برابر جما دئے دو پہاڑوں کے دروں کے بیچ میں پھر کہا کہ دھونکو۔ یہاں تک کہ جب اس کو بالکل آگ بنا دیا کہا مجھے لا دو اِس پر ڈال دوں گا پگلا یا ہوا تانبا۔ پھر وہ اس پر چڑھ نہ سکیں گے اور نہ اس میں سوراخ کر سکیں گے۔

تفسیر۔ کہا جو قدرت میرے ربّ نے مجھے دی ہے وہی بہتر ہے۔ تو تم مجھے صرف اپنے زور سے مدد دو۔ مَیں تم میں اور اُن میں ایک موٹی دیوار بنا دوں گا۔ تم میرے پاس لوہے کے ٹکڑے لے آ ؤ۔ آخر جب اُس نے دونوں پہاڑوں میں برابر کر دیا۔ کہا دھونکو۔ آخر جب اس کو گرم آگ سا کر دیا۔ بولا میرے پاس لے آ ویں اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈالوں۔ پھر اُن سے نہ ہو سکا کہ اس سے پھاند جا سکیں اور نہ بن ہی پڑا کہ اس میں چھید کر سکیں۔

پس آخر یہ جنگ جُو قومیں نچلی نہ بیٹھ سکیں۔ جرمن، ڈنمارک اور سویڈن ناروے وغیرہ بلاد میں آہستہ آہستہ پھیل گئیں۔ گاتھ قوم نے جزائر برطانیہ آباد کر لئے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷)

رَدْمًا۔ بڑی روک کی تجویز کرتے ہوئے کیقباد نے جو دیوار بنائی اس گاؤں کا نام موباس تھا۔ قبے بنائے تھے۔

زُبَرَ الْحَدِیْدِ۔ یہ لوہا دروازوں کیلئے تھا اور تانبا اس لئے لگایا کہ مٹی نہ کھائے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰ر اپریل، ۵ر مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

۹۹۔ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا۔

ترجمہ۔ کہا یہ میرے ربّ کی مہربانی سے ہے پھر جب میرے ربّ کا وعدہ آ جائے گا تو اس کو میرا رب گرا دے گا اور میرے رب کا وعدہ بالکل سچا ہے۔

تفسیر۔ کہا یہ میرے ربّ کا احسان ہے۔ پھر جب میرے ربّ کا وعدہ آیا۔ اسے چُور چُور کر دے گا۔ اور میرے ربّ کا وعدہ سچا ہے۔

جن حملہ آوروں کیلئے وہ دیوار روک تھی۔ کچھ اور بلاد میں چلے گئے۔ اور جگہوں میں ریاستیں اور سلطنتیں قائم کر لیں۔ آخر عجیب عجیب راستوں سے بعد ہزار سال ہجری وہ قومیں پھر اس ملک پر چڑھنے کے لئے آہستہ آہستہ متوجہ ہوئیں۔ جس کی طرف ان کے پہلے مورث متوجّہ تھے اور اسی طرح کتبِ مقدسہ کی سچائی ظاہر ہونے لگی۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶۱، ۶۲)

دَكَّآءَ۔ ریزہ ریزہ۔ چنانچہ اس زمانہ میں وہ دیواریں کسی کام کی نہ رہیں۔ جنگی حملوں اور ان سے حفاظت کا طرز وطریق بھی بدل گیا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰ر اپریل، ۵ر مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

(ذوالقرنین نے یاجوج ماجوج کو) آہنی دیوار سے سمندر کے بیچ میں قید کر دیا.... یہ ایسا سیاہ جھوٹ ہے......جس میں حق وحقیقت اور روحانی تعلیم کا نام ونشان نہیں۔ ذوالقرنین کی حقیقت تو ہم نے ......لکھ دی ہے...... ہاں یاجوج و ماجوج اور دیوار کا تذکرہ ضروری ہے۔ سو سنو۔ مقدمہ تاریخ ابنِ خلدون میں جہاں اقلیم چہارم کا حال لکھا ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ اس اقلیم کا دسواں حصّہ جبل قوقایا تک ہے اور اسی پہاڑ کو جبل یاجوج وماجوج کہتے ہیں۔ آخر کہا ہے کہ یہ تمام ترکوں کی شاخیں ہیں۔ صفحہ نمبر ۶۰ ا ابن خلدون۔

پھر اقلیم خامس میں لکھا ہے کہ اس کا نواں جزو ارض یاجوج و ماجوج ہے اور اسی اقلیم کی

جزو عاشر میں کہا ہے اور اس کی جزو عاشر میں ارض یا جوج ہے۔ صفحہ ۶۵۔ پھر اقلیم ششم کا بیان کرتے ہوئے صفحہ نمبر ۶۷ میں لکھا ہے اور اسی اقلیم کی دسویں جزو میں بلادِ ماجوج ہے۔ پھر اقلیم ہفتم کے بیان میں کہا ہے کہ جبل قو قا قیا یہاں بھی ہے اور اس کے مشرق میں تمام ارضِ یاجوج ہے۔ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج بڑی بڑی شمالی بلاد میں پھیلی ہوئی قوم ہے۔

بائیبل کی کتاب حزقیل کے باب ۳۸ میں ہے۔ اور میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے سکونت کرتے ہیں۔ ایک آگ بھیجوں گا اور وَے جانیں گے کہ میں خداوند ہوں اور اسی باب میں ہے تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روس، مسک، توبال کا سردار ہے تمام ہمارے جغرافیوں میں جو عربی میں ہیں۔ اور وہ جرمن فرانس وغیرہ میں طبع ہوئے۔ اور ہیئت کی کتابوں میں جیسے چغمینی اور اس کی شروح ہیں اور تمام بڑی لغت اور طبّ کے علمی حصّہ کی کتابوں میں اس قوم کا ذکر ملتا ہے اور یہاں ہمیں کتابوں کے دکھانے کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ یہ یاجوج ماجوج کا لفظ اجّ سے نکلا ہے اور اسی سے اَگ پنجابی میں اور آگ اردو میں بولا جاتا ہے۔ اور یہ تمام قومیں جوشیلی آگ کی طرح اور رنگت میں آگ سے تیز ہیں۔

اگنی ہوترا اور آگ میں اعلیٰ اعلیٰ چیزیں مشک، دودھ، شہد ڈالتے ہیں اور اس وقت تمام یوروپ کو آگ سے خاص تعلق ہے۔ آگ سے ایسے ایسے کام لے رہا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ سورج کو بڑا عظیم الشان مرکز آگ کا یقین کر کے اس کی پرستش ہوتی ہے۔ بلکہ عیسائی مذہب نے تو توریت کا عظیم الشان حکم سبت کا توڑ کرسن ڈے بزرگ دن مانا ہے۔ نیز اگر دیانند نے راست بازی اور تحقیق سے کہا ہے کہ آریہ ورتی شمال سے آئے تو کوئی تعجّب نہیں کہ یہ لوگ بھی انہیں یاجوج ماجوج کی شاخ ہوں۔ لاکن اگر یہ ایران سے آئے ہیں تو پھر ذوالقرنین کے ملک سے ہیں جو یاجوج ماجوج کا مخالف تھا۔

پھر میں کہتا ہوں۔ اس قوم یاجوج ماجوج کے ثابت کرنے کے لئے ہمیں کہیں دور دراز جانے کی ضرورت نہیں۔ حقیقۃً ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ لنڈن میں ان دونوں قوموں کے مورثانِ اعظم کے

اسٹیچو (بُت) موجود ہیں۔غور کرو! اور سنو! اس تحقیق میں بحمد اللہ نورالدّین اول انسان ہے جس نے اردو میں اس کو شائع کیا ہے۔ افسوس ہمارے یہاں آجکل فوٹو گرافر نہیں۔ وِالاّ ہم ان کی تصویر بڑی خوشی سے شائع کرتے۔ اصل رسالہ میں یاجوج ماجوج کی تصویر بھی دی ہے۔ اس تصویر سے ظاہر ہے کہ دو بڑے بڑے کئے کندہ ہوئے بُت گلڈ ہال کی دیوار کے دو زاویوں پر دھرے ہوئے ہیں۔ یہ دنیا بھر کے مشہور و معروف دیو یاجوج ماجوج ہیں۔ ان کا گلڈ ہال سے ایک ایسا خاص تعلق ہے کہ اس پر کچھ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اگلے زمانہ میں لارڈ میئر کی نمائش کے دن ان کو باہر لایا جاتا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ بُت اس لئے بنائے گئے تھے کہ زمانہ قدیم کے یاجوج ماجوج اور کارنیس (CORNIUS) کی یادگار قائم رہیں۔ جو اس جزیرہ (انگلستان) پر قدیم باشندوں سے جنگ کیا کرتے تھے۔ ایک عرصہ بعد ان دو لڑنے والوں میں سے ایک کا نام بھول گیا تو دوسرے کے نام کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا گیا (تا کہ دونوں کی یادگار قائم رہے) پھر یہ بھی روایتاً یقین کیا گیا ہے کہ ہمارے شہر لنڈن کی بنیاد اسی حملہ آور یاجوج ماجوج نے ڈالی تھی۔ اور اوّل ہی اوّل اس کا نام (TROYVOCIUM) یعنی نیا ٹرائے رکھا۔ یہ شہر سن عیسوی سے ایک ہزار سال پیشتر انگلستان (کا) بڑا مشہور شہر ہوتا تھا۔ دونوں بُت جو گلڈ ہال کے ورانڈے میں رکھے ہیں۔ ہر ایک ساڑھے چودہ فٹ بلند ہے۔ یاجوج جو بائیں پہلو کو ہے۔ اس کے ہاتھ (میں) ایک لمبا عصا ہے۔ جس کے ساتھ زنجیر سے ایک گولہ (کرّہ) بندھا ہوا ہے۔ وہ گولہ میخوں سے پُر ہے۔ یہ ایک اوزار تھا جس کو تاریخ زمانہ وسطی میں صبح کا تارا بولتے تھے۔ علاوہ ازیں یاجوج کی پشت پر ایک کمان اور ترکش ہے۔ جو تیروں سے پُر ہے۔

دائیں طرف دوسرا بُت ماجوج کا ہے جو ڈھال اور برچھی سے مسلح ہے۔ اُس نے ایسا لباس پہنا ہوا ہے جو رومیوں کی مذہبی سوسائٹی کے لوگ پہنا کرتے تھے۔ جن کے زمانہ میں یہ بُت بنائے گئے (دیکھو صفحہ ۶۵۔۶۶۔۶۷۔۶۸) رسالہ گائیڈ ٹو دی گلڈ ہال لنڈن۔ ایک کتاب مصنفہ ٹامس بار ہم مطبوعہ ۱۷۵۰ء میں لکھا ہے کہ موجودہ بتوں سے پہلے ان کی جگہ دو اور دیو تھے جو وصلی اور چھڑیوں اور

ٹہنیوں سے بنے ہوئے تھے۔ اور وہ لارڈ میئر کے دن نمائش کیلئے باہر لائے جاتے تھے۔ لیکن جب بسبب مدیدزمانہ کے بوسیدہ ہوگئے۔ تو ان کے قائمقام موجودہ عظیم الشان ٹھوس بُت تراش کر بنائے گئے۔ وہ شخص جس نے ان کو بنایا تھا اس کا نام کپتان رچرڈ سانڈرس تھا۔ جس کو اس کاریگری کے عوض میں ستّر پونڈ دیئے گئے۔

ہمارے مفسروں نے تو فرمایا ہے کہ وہ پہاڑ چاٹتے ہیں اور ان کو پیاز کے برابر کر دیتے ہیں۔ مگر میں بحمد اللہ دیکھتا ہوں کہ انہوں نے پہاڑ، دریا، لوگوں کا مال، عزت جاہ وسلطنت، بلند پروازی، ہمّت واستقلال سب کچھ کھا کر موسیٰؑ کے سانپ کی طرح تم دیکھ لو ڈکار بھی نہیں لیا۔ بلکہ جیسے ہمارے ملک میں پادعیب ہے ان کے یہاں تو ڈکار عیب ہوگیا ہے۔ اور ان کے کان تو اتنے لمبے ہیں کہ مشرق و مغرب تک کی آواز ہر روز سن کر سوتے اور اٹھتے ہی سنتے ہیں۔

زمانہ سابق میں جبکہ تارپیڈو اور توپ کا عام موقع نہ تھا۔ لوگ دیواروں سے حفاظت کا کام لیتے تھے۔ جنہیں فصیل کہتے تھے۔ چنانچہ لاہور کی فصیل ہمارے سامنے گرائی گئی۔ امرت سر کی خندق وفصیل ہمارے سامنے ضائع کی گئی وغیرہ وغیرہ۔ بلکہ دیانند اور منوجیؔ نے فصیلوں کا اپنے شاستروں میں ذکر فرمایا ہے۔ جن کا آگے حوالہ آتا ہے۔ غرض اپنے اپنے وقتوں میں حملہ آوروں کی حفاظت کیلئے لوگوں نے ایسی دیواریں بنائی ہیں۔ اسی طرح چین کی دیوار مشہورِ عالم ہے۔ فضلؔ بن یحییٰ برمکی نے اسلام میں ایک ایسی دیوار بنوائی۔ دیکھو مقدمہ ابنِ خلدون اقلیم ثالث کا بیان صفحہ ۵۴ میں ہے کہ ترک اور بلاد ختل میں ایک ہی مسلک مشرق میں ہے وہاں فضل نے ایک سدّ بنوائی۔

سدِّ سبا ۸۱۔ ۹۷ سدِّ یاجوج ماجوج ۲۰۶

سدِّ مَ آرب ۹۶۔ ۹۷ اور بنام دربند صفحہ ۱۳۵ اور بنام حصن ذوالقرنین۔ ۹۳

(تقویم البلدان)

کتاب البلدان میں صفحہ ۷۱، ۲۹۸، ۳۰۱ اور مراصد الاطلاع کے صفحہ ۱۱۱ میں ہے۔ دیکھو مراصد الاطلاع باب الباء والالف طبع فرانس جلد اوّل اور اسی کی تائید آثارِ باقیہ سے بھی ہوتی ہے صفحہ ۴۱

کہ باب الا بواب ایک شہر ہے۔ بحرِ طبرستان پر جس کو لوگ بحر خرز کہتے ہیں اور وہ جبلِ قبق کے بہت درّوں میں سے ایک درّہ ہے۔ اس درّہ میں ایک دیوار کو انوشیروان (یہ نیا انوشیروان نہیں پرانا ہے) نے قومِ خرز کے حملوں سے بچنے کیلئے بنوایا تھا کیونکہ خرز قوم فارس پر (یہ وہی فارس ہے جو میدیا کی جزو ہے) ایسے حملے کرتے تھے کہ ہمدان اور موصل تک پہنچ جاتے تھے۔ اور مراصد الاطلاع کی جلد نمبر ۲ باب السین والدال کے صفحہ نمبر ۱۷ میں ہے کہ سدِّ یاجوج ماجوج جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ وہ ترکوں کی آخری حد پر مشرق وغیرہ میں ہے اور اس کی خبر عام شہرت رکھتی ہے۔ سلام ترجمان کی خبر میں اسکا مفصّل بیان ہے۔ پھر صاحب مراصدؔ نے اس کی تفصیل کی ہے۔ غرض ایسی دیواریں ہوئی ہیں۔

چین کی دیوار بہت مشہور ہے۔ حاجتِ ذکر نہیں۔ اور اس کو ہم کسی صورت میں سدّ ذوالقرنین تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ قرآن کا طرز ہے کہ اہلِ کتاب کے جھگڑوں میں ایسے امور کو بیان کرتا ہے جو غالباً اہلِ کتاب کی کتابوں میں ہوں۔ اور اہلِ کتاب کی کتاب دانیال میں ہمیں ذوالقرنین کا حال صاف صاف ملتا ہے۔ کسی چینی بادشاہ کا نام ذوالقرنین کتب سابقہ اور اسلامی روایات ولغت سے ثابت نہیں۔ یورال کی گھاٹیوں میں بھی ایسی دیواروں کا پتہ عرب کے بڑے بڑے جغرافیوں سے ملتا ہے۔(۱)۔ مراصد یاقوت حموی مطبوعہ فرانس (۲)۔ مسالک الممالک ابواسحٰق ابراہیم الاَصطخری الکرخی مطبوعہ برازیل (۳)۔ تقویم البلدان سلطان عمادالدّین اسمٰعیل ۔ پیرس (۴)۔ نزہۃ المشتاق ایلادریسی۔ (۵)۔ آثار الباقیہ۔ احمد بیرونی مطبوعہ جرمن (۶)۔ مقدمہ ابن خلدون طبع مصر (۷)۔ المسالک والممالک ابن حوقل طبع لنڈن ۔ یہ میرے پاس بحمد اللہ ہیں۔ ان میں بھی یاجوج وماجوج کا ذکر ہے۔ کتاب البلدان کے صفحہ ۳۔ ۵۔ ۹۵۔ ۱۰۴۔ ۱۹۳۔ ۱۹۸۔ ۱۰۱۔ ۱۳۰ اور مسالک الممالک ۶، ۷ بلکہ ستیارتھ صفحہ ۱۹۲ سملاس نمبر ۶ فقرہ ۲۳۵ میں شہر پناہ کے بارہ میں بھی حکم ہے کہ شہر کے چاروں طرف شہر پناہ رکھنا چاہیے۔

اسی قاعدہ کے موافق اس بادشاہ نے آرمینیہ اور آذربائیجان کے درمیان جیسا بیضاوی وغیرہ مفسروں نے لکھا ہے۔ دیوار بنائی بلکہ اور اور دیواریں بھی ان بادشاہانِ میدوفارس نے

بنائیں اور ایسی دیوار کیونکر تعجب اور انکار کا موجب ہوسکتی ہے۔ جبکہ تمہارا منہ سیاہ کرنے کو سینکڑوں کوس کی لمبی دیوار چین میں اب بھی موجود ہے۔ بلکہ ہم نے ایک دیوار کانٹے دار جھاڑیوں کی سینکڑوں کوس تک ہندوستان میں صرف سانبھر کی حفاظت کیلئے دیکھی ہے۔ اب بتاؤ۔ ایسی صاف اور واقعی بات کیا اعتراض کا محل ہوسکتی ہے؟

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۵۳ تا ۲۵۸)

۱۰۰۔ وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا۔

ترجمہ۔ اور ہم چھوڑ دیں گے اس دن کہ ایک پر ایک چڑھائی کریں گے اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم ان سب کو جمع کریں گے بخوبی (مقتل، مرقد، جنگ گاہِ عظیم میں)۔

تفسیر۔ اور اس دن ہم چھوڑ دیں گے کہ وہ آپس میں لڑ کٹ مریں۔ اور نرسنگا پھونکا جاوے گا پھر ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے۔

مکاشفات یوحنا کے بیسویں باب کے ساتویں آیت سے پڑھو ’’اور جب ہزار برس ہو چکیں گے (یہ ہزار سال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے ہیں اور شمسی، قمری مہینوں کا حساب ناظرین یہاں سوچ کر کر لیں) تو شیطان قید سے چھوٹے گا اور نکلے گا کہ ان قوموں کو جو زمین کی۔‘‘ (وہی خاص زمین یروشلم اور مکّہ کی زمین ہے) ’’چاروں کونوں میں ہیں۔ یعنی یاجوج اور ماجوج کو فریب دیئے اور انہیں لڑائی کیلئے جمع کرے۔‘‘ ان قدیمی نوشتوں اور روس اور انگریز، جرمن اور فرانس کے تسلّط پر جو ہزار سال ہجری کے بعد سے عرب اور شام کے چاروں کونوں پر شروع ہوا۔ غور کی نگاہ سے دیکھو! اور دیکھو! ۱۶۹۱ء سے کس طرح یہ قومیں اسلامی بلاد پر مسلّط ہو رہی ہیں۔ اگر انگریزی تواریخ ہند کچھ صحت رکھتی ہیں اور آریہ قوم بھی انگریزوں سے اعلیٰ نسل میں متحد ہے۔ جو بتحقیق لتھ برج وغیرہ محققان یوروپ مسلّم ہے۔ تو یہ بھی ماجوج میں داخل ہیں۔ تو ہم آریہ کی اس تیز ترقی کو اپنی مقدس کتابوں کی صداقت ہی یقین کریں گے مگر ہم یقینی رائے قائم نہیں کر سکتے کہ ہندوستانی اور انگریز ایک

ہی ہیں۔ ہمارا علم اس تحقیق تک پہنچنے سے ابھی تک قاصر ہے۔

قرآن کو نازل ہوئے تیرہ سو برس گزرے اور مکاشفات اور حزقیل نبی کی کتاب کو اور بھی بہت زمانہ گزرا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عالم بالجزئیات والکلیات ہے ان کا ہونا کیسے واضح دلیلوں سے ثابت ہوا۔ اب یہ دونوں قومیں یاجوج روس اور ماجوج انگریز کیسے نزدیک آ پہنچے ہیں۔ اور بہت ہی قریب ہے کہ دونوں آپس میں الجھ پڑیں اور قرآن کریم کا یہ فرمانا ’’وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ ‘‘(الکھف:۱۰۰) جو ہمیشہ سے صادق ہے تمام آنکھوں کو اپنی سچائی دکھادے۔ دیکھو مکاشفات ۲۰ باب ۹ اور انہوں نے مقدّس چھاؤنی اور عزیز شہر کو گھیر لیا۔ تب آسمان پر سے خدا کے پاس سے آگ اتری اور ان کو کھا گئی اور تو بڑا اندیشہ کرے گا۔ اور تو کہے گا کہ میں دیہات کی سرزمین (وادی القریٰ مکّہ معظّمہ) پر چڑھوں گا۔ مَیں ان پر جو چین میں ہیں اور آرام سے بستے ہیں۔ جو شہر پناہیں نہیں رکھتے اور بغیر اڑبنگوں اور پھاٹکوں کے رہتے ہیں حملہ کروں گا تا کہ تو لوٹے اور مال کو چھین لے۔ اور تو اپنا ہاتھ ان ویرانوں پر جو اب بسے ہیں اور ان لوگوں پر جو ساری قوموں سے فراہم ہوئے (دیکھو اہل مکّہ و مدینہ) جنہوں نے مال اور مویشی حاصل کئے اور جو زمین کی ناف پر بستے ہیں چلاوے اور سبا، دوان اور ترسیس کے سوداگر اور ان کے سارے شیر ببر تجھے کہیں گے۔ کیا تو غارت کرنے آیا (حزقیل ۳۸ باب ۱۰۔ ۱۳)

ہم نے یہ واقعات اس لئے لکھے ہیں اور یہ تذکرہ صرف اسی واسطے کیا ہے کہ الہام کی قدر نہ کرنے والے کچھ کچھ تو ان زبردست پیشن گوئیوں کی صداقت کا لحاظ کر کے الہامی کتابوں کی بے ادبیوں سے باز آویں اور غور کریں کہ یاجوج کے باہمی فسادات کا کب اور کس حالت اور کس زمانے میں ذکر کیا گیا۔ جس کا ظہور آج آنکھ سے مشاہدہ کر رہے ہیں یاجوج اور ماجوج دونوں قوموں کی نسبت بعض مصنفوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دراز گوش ہیں۔ اس فقرہ کے سمجھنے میں بہت لوگوں نے جو مقدّس کتابوں کی طرزِ کلام سے بالکل ناآشنا ہیں۔ کئی غلط نتیجے نکالے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ دراز گوش گدھے کو کہتے ہیں اور جو آدمی علم کے مطابق عمل نہ

کرے۔ اسے بھی الہامی زبان میں گدھے سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ دیکھو قرآن میں آیا ہے۔مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا۔[1] (الجمعة:٦) اور ظاہر ہے کہ روس اور انگریز، جرمن اور ڈنمارک والے الٰہیات کے سچے علوم اور روحانی برکات سے بالکل محروم ہیں۔علم الٰہیات ان کا نہایت کمزور ہے۔ اور مجھے پختہ یقین ہے کہ ہمارے علمی مذاق والے آریہ بھی اس کے ماننے سے انکار نہیں کرسکیں گے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ٦٢ تا ٦٤)

نُفِخَ فِی الصُّوْرِ ۔ایک بگل بجایا جائے گا اور قومیں آپس میں لڑیں گی۔

جَمَعْنٰهُمْ ۔ہم ان کے درمیان ایک بڑی لڑائی کرادیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰؍اپریل، ۵؍مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱٦۲)

۱۰۱، ۱۰۲۔وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَىٕذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ عَرْضَا ۔ الَّذِیْنَ كَانَتْ اَعْیُنُهُمْ فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ وَ كَانُوْا لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ سَمْعًا۔

ترجمہ۔اور ہم سامنے کر دیں گے جہنم اس دن کافروں کے بالکل روبرو۔جن لوگوں کی آنکھیں غفلت کے پردے میں تھیں میرے دیکھنے اور یاد سے وہ سن نہ سکتے تھے۔

تفسیر۔ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ ۔ دوزخ سامنے ہوگی۔ یہ پیشگوئی ہے کہ اس وقت جنگ اسلحۂ آتشباز سے ہوگی۔

فِیْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِیْ ۔ دانیال کی کتاب میں پیشگوئی صاف ہے مگر ان کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰؍اپریل، ۵؍مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱٦۲)

---

[1] ان لوگوں کی مثال جن پر توریت اٹھوائی گئی پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہیں۔ (ترجمہ از تصدیق براہین احمدیہ)

۱۰۳۔ اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا ۔

ترجمہ۔ سمجھا ہی کیا ہے کافروں نے جنہوں نے میرے بندوں کو میرے سوا کارساز بنالیا۔ البتہ ہم نے تیار کر رکھا ہے جہنم کافروں کی مہمانی کے لئے۔

تفسیر۔ کیا کافروں نے سمجھا کہ سوا میرے بندوں کو میرے مددگار بنا دیں۔ ہم نے کافروں کیلئے جہنم کو مہمان خانہ بنایا ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۱۶۶)

جس طرح حدیثوں میں یہ ثابت ہے کہ سورہ کہف کی ابتدائی آیتوں کا پڑھنا فتنِ دجّال سے نجات کا موجب ہے۔ اسی طرح آخری آیات کا پڑھنا بھی فتنِ دجّال سے نجات کا موجب ہے۔ اس لئے پھر غور کرو کہ جن کا سورہ کے ابتدا میں ذکر ہے انہی کا انتہا میں بھی ہے یا نہیں؟ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ دجّال کون ہے اور اس کی صفات کیا ہیں۔

مِنْ دُوْنِیْٓ۔ مجھے چھوڑ کر۔

اَوْلِیَآءَ۔ والی چنانچہ بعض لوگوں نے مسیحؑ کو اپنا والی قرار دیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰/اپریل، ۵/مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲)

چونکہ یہ یاجوج ماجوج عیسائی شاخ یازدہم ہرقل کے مذہب پر ہیں۔ جس کو حسب دانیال ۷ باب ۷ و ۱۰ حیوان فرمایا ہے اور وہ مسیح کو اپنا مولیٰ خیال کرتے ہیں اور اکثر مریم کو معبود بناتے ہیں اس واسطے قرآن کہتا ہے۔

اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْٓ اَوْلِیَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَھَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ نُزُلًا ۔ (الکھف: ۱۰۳)

اور ان لوگوں کے دنیوی کمالات پر اور ان کی ظاہری صنعت پر جیسے ریل، تار فوٹوگراف وغیرہ وغیرہ بنائے گئے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۶۶)

۱۰۴ تا ۱۰۶۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا۔ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔

ترجمہ۔تم کہہ دو کیا ہم تم کو بتا دیں کون باعتبار عملوں کے بہت بر باد ہونے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش سب دنیا ہی کی زندگی میں گئی گزری اور وہ اپنی جگہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اچھے کام کر رہے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے نہ مانا اپنے رب کی آیتوں کو اور اس کی ملاقات کو تو اُن کا سب کیا کرایا اکارت ہو گیا تو ہم ان کے لئے قیامت کے دن یا انجام کار کوئی تول نہ قائم کریں گے۔

تفسیر۔ ہم بتا دیں تم کو کن کے کئے اکارت ہیں وہ لوگ جن کی دوڑ دنیا کی زندگانی میں۔ بھٹک رہے ہیں اور وہ لوگ جانتے ہیں کہ خوب بناتے ہیں کام۔ وہ ہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے ربّ کی نشانیوں سے اور اس کے ملنے سے مٹ گئے۔ اُن کے کئے۔ پھر نہ کھڑی کریں گے ہم ان کے واسطے قیامت کے دن تول۔

اور اسی واسطے ہماری قصص کی کتابوں میں ان کو دراز گوش لکھا ہے۔ کیونکہ دراز گوش احمق کو کہتے ہیں اور الٰہیات میں جو ضروری چیز ہے۔ ان کی عقل اُس پر ہرگز رسا اور پوری نہیں۔ گو یا الٰہیات سے ان کی کھوپڑیوں کو مناسبت ہی نہیں۔ اور جو اسلامی کتب میں کثرتِ اولادِ یاجوج کی نسبت لکھا ہے وہ بالکل سچ ہے دیکھو بااین کہ لندن سے ہزاروں باہر نکل جاتے ہیں۔ تب بھی چھتیس لاکھ کے قریب ایک شہر میں ہیں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۶۷)

ضَلَّ ۔ مستہلک ہو گئیں۔ دیکھو کس قدر ایجادیں ہو رہی ہیں۔ مگر وہ تمام جسمانی راحتوں کے متعلق ہیں۔ روحانیات سے بہرہ نہیں۔ ان کی ساری کوششیں اس دنیا کی زندگی میں خرچ ہو گئی ہیں۔ میں نصیحت کرتا ہوں کہ تم روپیہ جمع کرنے کا خیال چھوڑ دو کہ اس کا انجام سوائے دُکھ و مشکلات کے نہیں۔

يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا۔ اس قوم نے کاریگریوں کو وہ حُسن دیا ہے کہ بائد و شاید۔ پسنہاری کا پیشہ کیسا

ذلیل تھا۔مگر دانے پیسنے کی کلوں نے اسے کیسا معزز بنادیا کہ آج مِلر لوگ بڑے معزز امراءاور رائے بہادر کہلاتے ہیں۔لوہار بھی کمین ہی سمجھے جاتے تھے مگر اب تو جو اعزاز و اکرام آئرن ورکس والے رکھتے ہیں۔وہ ظاہر ہے۔

جراحی حجاموں کے سپرد تھی۔مگر اب تو سرجن کہلاتے ہیں۔جولاہے بھی ذلیل تھے۔مگر اب تو یہ پیشہ ایسا معزز ہوا کہ ملکوں کو خرید سکتے ہیں......

یہ سب آیات اشارہ کرتی ہیں کہ دجال ایک کاریگروں کی قوم کا نام ہے۔

وَزْنًا ۔ ان کے اعمال کو ترازو میں تولنے کی ضرورت نہ ہوگی۔سب کچھ اس دنیا میں لے چکے...... (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۲۷، ۲۸ مورخہ ۳۰؍اپریل، ۵؍مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳)

۱۱۱۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔

ترجمہ۔ کہہ دے میں بھی تو تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں ہاں میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا سچا معبود وہی ایک معبود ہے تو جس کو امید ہو اپنے رب سے ملنے کی اسے چاہیے کہ وہ نیک عمل کیا کرے اور اپنے ربّ کی اطاعت اور طاعت میں کسی کو بھی شریک نہ کرے۔

تفسیر۔ اس کے سوا نہیں کہ میں تم سا ایک بشر ہوں۔ مجھے حکم ہوتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس جو کوئی اپنے ربّ کی ملاقات کا امیدوار ہے وہ عمل نیک کرے اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بلاوے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۰۰ حاشیہ)

جب دو یا کئی چیزیں باہم کسی امر میں شریک ہوتی ہیں اور کسی امر میں مختلف ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ امرِ مشترک کے احکام میں ان مشترکہ اشیاء کو اتحاد ہوگا۔اور جن جن باتوں میں ان چیزوں کو باہمی اختلاف ہوتا ہے ان باتوں میں جو جو احکام ہوں گے ان میں بھی اختلاف ہوگا۔مثلاً حیوانات ونباتات جسمیت اور نمو میں باہم شریک ہیں۔مگر حیوانات تحرک بالارادہ، خورد، نوش وغیرہ اوصاف میں نباتات سے ممتاز ہیں۔پس حیوانات ونباتات کو جسمیت اور نمو کے احکام میں بھی شرکت ہوگی۔مگر خورد،

نوش، جماع وغیرہ احکام میں حیوانات اور نباتات میں اشتراک ہوگا۔ بلکہ حیوانات کو ان باتوں اوران کے احکامات میں امتیاز وخصوصیت ہوگی۔اسی طرح انسان وحیوان کے درمیان کھانے، پینے، جماع کی خواہش میں جس قدر اشتراک ہے اسی قدر کھانے پینے جماع کے احکام میں بھی اشتراک ہو گا مگر انسان ترقی سطوت جبروت، نئے علوم وفنون کی تحصیل اور نئے علوم کو اپنے ابنائے جنس کے سکھلا دینے میں حیوان سے ممتاز ہے۔ان اشیاء کے احکام میں بھی حیوان سے ممتاز ہوگا۔ایسے ہی ہادی رسولوں اور عامّہ آدمیوں میں گو عام احکام بشریت کے لحاظ سے اشتراک ہوتا ہے۔رسولوں کا گروہ بخلاف اور عام آدمیوں کے الٰہی ملہم، مصلح قوم، مؤید من اللہ ہوتا ہے۔اس لئے عام احکام بشریت میں اگرچہ عامہ بشر سے اشتراک رکھتے ہیں لیکن اپنی خصوصیتِ رسالت، نبوت، اصلاح قوم کے احکام میں عامہ خلائق سے ضرور جُدا ہوتے ہیں۔بلاتشبیہہ ایک مفتوح ملک کی رعایا کے ساتھ ایک فاتح اور حکمران گورنمنٹ کا سپہ سالار یا مجاز حاکم اپنی گورنمنٹ کے حکم سے کوئی معاہدہ کرے اور اس رعایا کو اپنی گورنمنٹ کے احکام سناوے۔تو اگر اس مفتوح رعایا کے لوگ ان معاہدات اور احکام کی تعمیل نہ کریں تو ضرور وہ رعایا اس گورنمنٹ کی مجرم، باغی، غدار، نافرمان ٹھہرے گی۔مگر وہی سپہ سالار اور گورنمنٹ کا ماتحت حکمران اس رعایا کو، کوئی اپنا ذاتی کام بتاوے اور اپنے طور پر ان رعایا میں سے کسی سے کوئی معاہدہ کرے اور اس رعایا کا آدمی اس سپہ سالار اور اس حاکم کی بات نہ مانے یا معاہدہ کا خلاف کرے تو یہ شخص جو اس سپہ سالار اور گورنمنٹ کے ماتحت حکمران کے معاہدہ اور حکم کا مخالف ٹھہرا ہے گورنمنٹ کی بغاوت کا مجرم نہ ہوگا۔کیونکہ پہلی قسم میں اس سپہ سالار اور حاکم کے احکام فاتح گورنمنٹ کے احکام ہوا کرتے ہیں۔اور اس سپہ سالار کی زبان فاتح گورنمنٹ کی زبان، اس کی تحریر فاتح گورنمنٹ کی تحریر ہوا کرتی ہے۔غور کرو۔ایک قاتل کو مجاز حاکم کے حکم سے قتل کرنے والے یا پھانسی دینے والے کے ہاتھ اسی گورنمنٹ کے ہاتھ ہوتے ہیں۔جس کے حکم سے قاتل کو قتل کرنے والے اور پھانسی دینے والے نے قتل کیا اور پھانسی دیا۔درصورتِ دیگر وہی پھانسی دینے والا کسی اور ایسے آدمی کو جس پر اس گورنمنٹ نے موت کا فتویٰ نہیں دیا۔قتل کر کے دیکھ لے کہ اس کا

انجام کیا ہوتا ہے؟ پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ان کی بھی دو حالتیں اور دو جہتیں ہیں۔ ایک حالت و جہت میں وہ آدمی ہیں بشر ہیں۔ اور دوسری حالت ان کی رسالت ونبوّت کی ہے جس کے باعث وہ رسول ہیں نبی ہیں۔ الٰہی احکام کے مظہر اور احکام رساں ہیں۔ جس کے باعث ان کو پیغامبر کہتے ہیں۔ پہلی حالت و جہت سے اگر وہ حکم فرماویں تو اس حکم کا منکر باغی، منکرِ رسول نہ ہوگا۔ جس کو شرعی اصطلاح میں کافر، فاسق، فاجر کہتے ہیں۔ اور دوسری حالت و جہت سے اگر کوئی ان کے حکم کو نہ مانے تو ضرور ان کے نزدیک اس پر بغاوت، انکار کا جرم قائم ہوگا۔ اور ضرور وہ کافر، فاسق، فاجر کہلاوے گا۔ اس جہت سے چونکہ وہ خداوندی احکام کے مظہر ہیں۔ اور جس سے معاہدہ کرتے ہیں۔ اس سے خدا کے حکم سے معاہدہ کرتے ہیں اور معاہدہ کنندہ جو معاہدہ ان سے کرتا ہے وہ اصل میں باری تعالیٰ سے معاہدہ کرتا ہے۔ پس اگر معاہدہ کنندہ معاہدہ کے خلاف کرے تو باغی ومنکر بلکہ کافر ہوگا۔ نبیٔ عرب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت ونبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول بتایا۔ اب ان کو جب لوگوں نے نبی رسول مانا اور ان کے احکام کو الٰہی احکام یقین کیا۔ لامحالہ آپؐ سے ان کا معاہدہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ سے معاہدہ ہوگا۔ ہاں جو احکام اور مشورے اس عہدہ رسالت کے علاوہ فرماویں۔ ان احکام کی خلاف ورزی میں کفر وفسق نہ ہوگا۔ صحابہ کرامؓ آپؐ کے عہدِ سعادت مہد میں یہ تفرقہ عملاً دکھاتے تھے۔ بریرہؓ نام ایک غلام عورت تھی جب وہ آزاد ہوگئی۔ وہ اپنے خاوند سے جو ایک غلام تھا بیزار ہوگئی۔ مگر اس کا شوہر اس پر فدا تھا۔ وہ اس کی علیحدگی کو گوارا نہ کرتا تھا وہ اس پر سخت کبیدہ خاطر ہوا اور آنجنابؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر اس امر کی شکایت کی۔ آپؐ نے بریرہ سے اس کے ساتھ مصالحت کر لینے کو ارشاد فرمایا۔ بریرہ نے جواب دیا۔ آپؐ یہ وحی سے فرماتے ہیں یا عہدہ نبوّت سے علاوہ بطور مشورہ کے فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں رسالت کے لحاظ سے یہ حکم نہیں دیتا۔ اپنی ذاتی رائے سے تجھے کہتا ہوں اس نے نہ مانا۔ اور کہا مجھے اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا (الکہف:۱۱۱)۔ اس آیت میں شرک سے ممانعت اور اس

امر کا بیان ہے کہ میں ایک بشر ہوں۔ بشریت میں تمہاری مثل ہوں۔ خبردار کبھی شرک نہ کرنا۔ مجھے خدا نہ کہہ بیٹھنا۔ نہ میری عبادت کرنا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹۷ تا ۲۰۰)



اِنڈیکس

انڈیکس مضامین

(حقائق الفرقان جلد سوم)

آ۔ ا

بدی

برہموسماج

بہشت (نیز دیکھئے جنت)

پیشگوئی

قرآن کریم کی پیشگوئیاں

بائیبل کی پیشگوئیاں

تبلیغ

تُرک

تصوّف

خ

خلافت

خلافتِ نبوت

خلق/ اخلاق

خواب

خوارج

د۔ذ

دجال

دشمن

دعا اور اس کی اہمیت

آدابِ دعا

انبیاء وصلحاء کی دعائیں

دعا/ حدیث

اسماء

ج۔چ۔ح۔خ

د۔ذ

ک۔گ

ل

م

صداقت

معجزات

پیشگوئیوں کے مصداق

سیرت

مقامات

ن

ہ



کتابیات

ا

انجیل

ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات

البدر قادیان

البدر۔کلام امیر قادیان

البدر۔ضمیمہ اخبار بدر قادیان

الحکم

الفضل

الفتوحات الٰھیة فی نصرة التصوف الحق الخالی من الشوائب البدعیة

ت

تحفة الاحوذی

تصدیق براہین احمدیہ

تشحیذ الاذہان

تقویم البلدان

تورات

ص

صحیح بخاری

ف

فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب

ق

قاموس اللغہ

قرآن کریم

ن

نور الدین بجواب ترک اسلام

